فتاویٰ مفتی محمود

جلد پنجم

فقیہِ ملت مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان۔

Fatawa Mufti Mehmood Vol.5
By
Maulana Mufti Mehmood
ISBN No: 969-8793-29-1

نام کتاب	فتاویٰ مفتی محمودؒ (جلد پنجم)
اشاعت اوّل	مارچ ۲۰۰۴ء
اشاعت دوم	جون ۲۰۰۴ء
اشاعت سوم	فروری ۲۰۰۵ء
ناشر	محمد ریاض درانی
سرورق	جمیل حسین
کمپوزنگ	جمعیۃ کمپوزنگ سنٹر، وحدت روڈ لاہور
مطبع	اشتیاق اے مشتاق پریس، لاہور
قیمت	-/200 روپے

فہرست

باب رضاعت ٣٦١

عرضِ ناشر

الحمدللہ ''فتاویٰ مفتی محمود'' کی پانچویں جلد اشاعت کے لیے پریس جانے کی تیاری کے آخری مراحل میں ہے اور اس موقع پر عرضِ ناشر کے عنوان سے مجھ جیسے کم فہم و علم کے لیے ایک صفحہ لکھنا پہاڑ کھودنے سے زیادہ بھاری ہوتا ہے کہ کہیں کوئی لفظ حضرت مفتی صاحب کی شان سے کم درجے کا قلم سے قرطاس پر منتقل نہ ہو جائے۔ اور ''حضرت مفتی محمود'' کے مداحین اور اہل علم پر گراں گزرے۔

فتاویٰ کی ترتیب و تکمیل و نظر ثانی اور حوالہ جات کی تخریج کے بعد سب سے اہم مرحلہ علماء کرام سے پیش لفظ اور مقدمہ یا تقریظ لکھوانے کا ہوتا ہے۔ بزرگوں کی اپنی مصروفیات کے ساتھ احتیاط کا پہلو اس میں تاخیر کا باعث بنتا ہے۔

گزشتہ جلد میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب صدر وفاق المدارس اسلامیہ پاکستان کا جامع تبصرہ اور حضرت مفتی محمود کی فقاہت کو خراج تحسین آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

اس جلد کی تکمیل پر بھی یہ مرحلہ پیش آیا تو حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم شاگرد حضرت مولانا محمد یوسف خان مدظلہ ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ لاہور اور حضرت مولانا محمد مفتی عیسیٰ خان صاحب زید مجدہم سابق مفتی جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے درخواست کی گئی۔ یہ دونوں حضرات حضرت مفتی صاحب کے اس دور کے تلامذہ میں سے ہیں جب ''آتش جوان'' تھا۔

استاد شاگرد کے رشتہ کے ساتھ ان حضرات کے علمی شغف کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب کی زندگی کے علمی پہلوؤں اور ہر فن پر مفتی صاحب کے عبور و مہارت اور آپ کے تقویٰ و طہارت کو ان حضرات نے ایک طالب علم کی حیثیت سے دیکھا اور پھر ان کے نقش قدم پر چل کر علمی میدان میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا۔

حضرت مفتی محمد عیسیٰ خان نے بیس صفحات پر مشتمل پیش لفظ میں نہ صرف حضرت مفتی صاحب کے علمی تبحر کو اجاگر کیا ہے بلکہ بعض مسائل میں علماء کرام سے اختلاف کرتے ہوئے قوم کی رہنمائی جس انداز سے فرمائی اس کو بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کا اختلاف رائے کا یہ انداز موجودہ دور میں علماء کرام کے لیے

مشغل راہ ہے۔ مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب کے وعدہ کے مطابق حضرت مفتی محمود کے علمی نوادرات آئندہ جلدوں میں بھی شامل کیے جاتے رہیں گے۔ (انشاءاللہ)

اس جلد میں عائلی مسائل پر جمعیۃ علماء اسلام کی مجلس شوریٰ کے فیصلے اور اسی حوالے سے حضرت اقدس مفتی محمودؒ کی قومی اسمبلی میں کی گئی معرکۃ الاراء تقریر بھی شامل اشاعت کی گئی ہے تاکہ یہ تاریخی دستاویز محفوظ ہونے کے ساتھ ساتھ افادہ عام بھی ہو سکے۔

''فتاویٰ مفتی محمود'' کی یہ جلد بھی چوتھی جلد کی طرح نکاح و رضاعت کے مسائل پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی اشاعت پر ہم اپنے احباب مولانا عبدالرحمٰن خطیب عالی مسجد لاہور اور مولانا محمد عرفان صاحب کے شکرگزار ہیں۔ ان کی محنت سے ہم ''مفتی محمود'' کے اس علمی خزانہ کو علماء اسلام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس مرحلے پر برادر مکرم مفتی محمد جمیل خان کا شکریہ ادا نہ کرنا انتہائی ناسپاسی ہوگی کہ ان کی رہنمائی قدم قدم پر میرے شامل حال رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن قائد جمعیۃ علماء اسلام کا بھی ممنون ہوں کہ جن کی ہمہ وقت توجہ حضرت مفتی صاحب کے علمی کام کی جلد از جلد تکمیل کا باعث بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و عافیت کے ساتھ حضرت مفتی محمود صاحب کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو میرے والد محترم مولانا مہابت خان رحمہ اللہ جن کی تربیت کی وجہ سے آج یہ مقام حاصل ہوا اور حضرت مفتی محمود کے صاحبزادگان مولانا عطاء الرحمٰن، مولانا لطف الرحمٰن، انجینئر ضیاء الرحمٰن، عزیزم عبیدالرحمٰن کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور اہل علم علماء کرام مشائخ عظام اور امت مسلمہ کے لیے نافع بنائے۔ آمین بجق سید المرسلین۔

محمد ریاض درانی
مسجد پائلٹ ہائی سکول وحدت روڈ، لاہور
۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۵ء
۲ مارچ ۲۰۰۴ء

تقریظ

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى اما بعد
فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم
فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ ہمہ جہت زندگی کے حامل عظیم سیاستدان، ایک عظیم استاد، عظیم محدث، عظیم مفتی کسی شخص کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے اپنی ساری زندگی فلاں کام میں لگا دی۔ یہاں تک کہ آخری سانس بھی اسی کام میں صرف کر لیا۔

عظمت کا یہ معیار حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نوراللہ مرقدہ کے بارے میں مکمل صادق آتا ہے۔

مفتی صاحب نے آخری سانس بھی فتوؤں کے بارے میں بحث کرتے ہوئے لیا۔ حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے حضرت مفتی محمود کے بارے میں ایک انٹرویو کے درمیان بتایا کہ جب زکوٰۃ وعشر آرڈیننس نافذ ہوا تو اس پر غور کرنے کے لیے ہماری مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کے کئی اجلاس ہوئے اور آخر میں ایک تحریر مرتب ہوئی جو البلاغ کے رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ کے شمارے میں شائع ہوئی۔ حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس موضوع پر ایک فتویٰ تحریر فرمایا۔ ان دونوں تحریروں کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف تھا۔ ہماری خواہش تھی کہ کسی وقت اس مسئلہ پر زبانی گفتگو ہو جائے چنانچہ مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب مدظلہ اور مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کو زکوٰۃ کے مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لیے دوپہر کے وقت جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں بلایا۔ جہاں مولانا محمد طسین صاحب، مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور مولانا احمد الرحمٰن صاحب وغیرہ موجود تھے۔ بڑے شگفتہ ماحول میں باتیں ہوئیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے آپ کی تحریر (تحقیق مجلس حاضرہ) کو غور سے پڑھا ہے اور مجھے اس پر تین اشکالات ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت مفتی صاحب نے پہلے نکتہ کو خوب شرح و بسط سے بیان کیا پھر دوسرے نکتے کو بیان کرنے سے پہلے بات سمٹا رہے تھے کہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کے چہرے پر کچھ سفیدی محسوس

ہوئی ۔ چند لمحوں کے لیے ہونٹوں میں لرزش پیدا ہوئی ۔ اسی حالت میں اپنا بایاں ہاتھ پیشانی اور سر پر رکھا اور کچھ کہے بغیر اپنی بائیں کروٹ پر گر گئے ۔

ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی روح پرواز کر گئی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مفتی صاحب آخری دم تک ایک دینی اور فقہی مسئلہ کی تحقیق ہی میں مشغول رہے ۔

مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ بہت زیادہ وسیع النظر اور وسیع الظرف تھے ۔ ان کے سامنے ہر وقت فقہاء کی آراء رہتی تھیں ۔ مسائل کے سلسلہ میں سب سے پہلے مخالف کے نقطہ نظر کو تحمل اور سنجیدگی کے ساتھ سنتے اس کے بعد اس کے دلائل کی تردید فرماتے پھر اپنے موقف پر دلائل پیش فرماتے ۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''فقہی مسائل نہ میرے ہیں اور نہ آپ کے ۔ یہ مسائل ہم نے کتاب وسنت اور فقہاء کی آراء کے مطابق حل کرنے ہیں ۔''

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ (جنھوں نے کراچی میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی) فرماتے تھے ''مفتی صاحب کے عنداللہ مقبول ہونے کی یہ علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی گفتگو اور آخری مجلس کے لیے اس موضوع کو مقرر کیا جو ان کی زندگی کا سب سے اہم پہلو تھا ۔ یعنی ایک فقہی اور دینی مسئلہ (مسئلہ زکوٰۃ)

بقول مولانا صدر الشہید مفتی صاحب کا فقہی مقام بہت بلند تھا ۔ بحیثیت فقیہ وہ اس دور کے آدمی نہیں تھے ۔ گزشتہ دور کے انسان تھے ۔ اللہ رب العزت کا بڑا فضل ہے کہ احقر (راقم الحروف) کو حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ سے مکمل تفسیر قرآنِ حکیم پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ۔ ایک شاگرد کے طور پر تجزیہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ مضبوط حافظے اور قوتِ استدلال کے مالک تھے ۔

فتویٰ زبانی ہو یا تحریری دونوں میں احتیاط ملحوظ رکھتے تھے ۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہ کے فتاویٰ میں ایک انفرادیت بھی پائی جاتی تھی اور وہ تھی فتویٰ دینے میں اعتدال کی راہ ۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب فتویٰ دیتے ہوئے اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ مسئلہ کے اثبات یا نفی میں دلائل لکھتے ہوئے مبالغہ اور افراط وتفریط سے کام نہ لیا جائے ۔ جس بات کا جس درجہ میں اثبات ہو اس کا اس قدر اثبات کیا جائے اور جس چیز کی جس قدر نفی ہو اس کی اتنی ہی اور اسی قدر نفی کی جائے ۔

جبکہ یہ مزاج عام پایا جاتا ہے کہ لوگ افراط وتفریط میں مبتلا ہو کر استحبابی چیزوں کو وجوب کا درجہ دے دیتے ہیں اور بہت سی وجوب کا درجہ رکھنے والی چیزیں استحباب کی جگہ آجاتی ہیں ۔

حضرت مفتی صاحب کا ذاتی مزاج یہ تھا کہ اُن کے نزدیک نفی اور اثبات میں تشدد کا راستہ اختیار کرنا جائز نہیں تھا ۔ چنانچہ حضرت بحیثیت مفتی انتہائی اعتدال پسند تھے ۔ ان کے فتاویٰ میں نہ مبالغہ ہوتا نہ افراط وتفریط ۔

چنانچہ ''فتاویٰ مفتی محمودؒ'' کی اس جلد پنجم میں آپ زندگی کے ایک اہم ترین معاملے یعنی نکاح سے متعلق مسائل کا مطالعہ کر رہے ہیں ۔ یہ عوام الناس کے لیے بھی مفید ہیں لیکن علماء وطلبہ کے لیے خصوصی طور پر مطالعہ کے قابل ہیں ۔ اس لیے کہ فقہی کتب میں اس معاملہ سے متعلق اصول وفروع تو موجود ہیں لیکن دورِ حاضر میں نکاح و شادی سے متعلق پیش آنے والے سنجیدہ مسائل کا حل آپ کو حضرت مفتی صاحب کے ان فتاویٰ میں نظر آئے گا ۔

اللہ رب العزت حضرت مولانا محمد ریاض درانی صاحب مدظلہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے طویل عرصہ شب و روز محنت فرما کر فتاویٰ مفتی محمود کی اشاعت کا اہتمام کیا ۔ اس طرح فتاویٰ کا ایک عظیم علمی ذخیرہ علماء وطلبہ کو میسر ہوا ۔

اللہ رب العزت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور فتاویٰ کے اس علمی سرچشمہ کو حضرت کے لیے صدقہ جاریہ فرمائے ۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ادنیٰ شاگرد

احقر محمد یوسف خان عفی عنہ

(استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور)

رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ

پیش لفظ

افتاءاوراس کی ذمہ داری

فتویٰ کے بنیادی اجزاء

کسی اہم اور مشکل معاملہ میں جب کوئی ایسا مسئلہ پیش ہو جو نہایت عمیق اور لاینحل سمجھا جائے۔ خواص کی نظر میں بھی سہل اور آسان نہ ہو۔ ہر کس و ناکس کا فہم وہاں تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ ایسے ایک طے شدہ اور حتمی فیصلہ جو قابل عمل بھی ہو اور معاشرہ کے حق میں مفید و موثر بھی، اس کی اہمیت وضرورت سے کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہو، زندگی کے اہم مقاصد ومطالب اس سے وابستہ ہوں۔ زندگی سے ملکی تدبیر و سیاست عائلی میں بہت بڑا کردار ادا کر سکتا ہو۔ گویا انسانی زندگی میں محور اور قطب کی حیثیت رکھتا ہو۔ کسی عالم، فاضل، قاضی اور مفتی کے کسی ایسے حکم یا فیصلہ کو اصطلاح شریعہ میں فتویٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

فتویٰ کی تحقیق

فتویٰ فُتُوَّۃٌ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی جوانمردی، ہمت، قوت اور بہادری کے ہیں۔ اس جوانمردی اور قوت کو کام میں لانا ہے۔ اصطلاحاً مفتی اس شخص کو کہا جائے گا جو اپنی خداداد صلاحیت کے پیش نظر اور پختہ علم کے ذریعے کسی پیچیدہ مسئلے یا مبحث پر حتمی حکم دیتا ہو اور اس کی نسبت شریعت کی طرف کرتا ہو۔

امام راغب اصفہانی م ۵۰۲ھ میں تحریر فرماتے ہیں۔

الفتيا والفتوى الجواب عما يشكل من الاحكام ويقال استفتيت فأفتاني بكذا[1]

مشکل احکام کے جواب دینے کو فتویٰ اور فتیا کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے میں نے اس سے استفتاء کیا اور اس نے مجھے اس طرح جواب دیا۔

قرآنی محاورات اور اشارات کے ضمن میں افتاء سے متعلق واضح ہوتا ہے کہ افتاء کے بنیادی ارکان چار ہیں۔

۱- المفردات جلد ۱ ص ۳۷۹

۱۔ ضروری اور مطلوب علم کا حاصل ہونا ۲۔کسی اہم اور سوال طلب مسئلہ کا حل

۳۔ زندگی کے اہم مقاصد اور مطالب اس سے وابستہ ہوں۔ ۴۔تردد سے پاک حتمی، یقینی اور قطعی حکم۔

مفتی کے لیے جامع اوصاف ہونا

فقہ افضل علوم اور فقہاء خیر الخلائق ہیں۔ محدث کے لیے تشاغل بالفقہ ضروری ہے۔ کتنا بڑا سانحہ ہے کہ محدث سے کسی معاملہ کے بارہ میں دریافت کیا جائے اور اسے اس کا علم نہ ہو۔ فقیہ کے لیے علم حدیث بالخصوص اور ہر علم کا اہم حصہ بالعموم حاصل کرنا ضروری ہے۔ کتنا بڑا المیہ ہے کہ محدث مسئلہ نہ بتا سکے اور فقیہ کو حدیث کے معنی اور اس کی صحت کا علم نہ ہو۔

حدیث میں افتاء کا مقام

قرآنی الفاظ کے اس اچھوتے بیان کے ساتھ ساتھ اس موضوع سے متعلق چند ایک احادیث کے اسلوب کا مطالعہ بھی کر لیجیے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افتی بغیر علمٍ کان اثمہ علی من أفتاہ[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دیتا ہے تو اس کا گناہ اس پر ہوگا جو اس سے فتویٰ دریافت کرتا ہے۔'' کیونکہ اس لاعلم شخص کے فتویٰ کا باعث وہی ہوا ہے۔ لاعلم جانتے ہوئے اس سے مسئلہ دریافت کیا گیا گویا اسے صحیح جواب مطلوب نہیں ہے۔ ایسا شخص غافل ہے یا نفس پرست لہٰذا وہی گناہگار ہوگا۔

اس حدیث کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ''اگر مسئلہ دریافت کرنے والا (مستفتی) لاعلم ہے اور اسے غلط فتویٰ بتلایا گیا ہے تو اس کا گناہ فتویٰ دہندہ (مفتی) پر ہوگا۔ (وایں معنی واضح تر است[2]) یہ آخری معنی زیادہ واضح ہے۔ اس حدیث کا بقیہ حصہ جس سے اس بحث پر روشنی پڑتی ہے یہ ہے۔

''جس نے مشورہ طلب، بھائی کو ایسا حکم دیا جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ مصلحت اس کے علاوہ دوسری صورت میں ہے تو واقعی اس نے اپنے بھائی کی خیانت کی ہے۔''

غور طلب امر یہ ہے کہ دنیوی امور میں غلط مشورہ خیانت کہلاتا ہے۔ بغیر علم کے دینی مشورہ دینا کیا کم جرم ہوگا؟ جس کی وجہ سے عالم میں فتنہ وفساد برپا ہو اور دنیا کفر کی حد تک پہنچ جائے۔

۱۔ ابوداؤد ص ۵۱۵ جلد دوم باب التوقی فی الفتیا۔ ۲۔أشیعة اللمعات ج ۱ ص ۱۵۵ طبع نولکشور

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا متفق علیہ[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے عطا کردہ علم یوں واپس نہ لے گا کہ زبردستی چھین لے۔ بلکہ علماء کی موت کی صورت میں علم واپس لے لے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کسی عالم کو باقی نہ رکھے گا یا کوئی ایسا عالم دنیا میں باقی نہ رہے گا۔ لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے۔ ان سے مسائل دریافت کیے جائیں گے تو وہ بغیر علم اور فہم کے فتویٰ (جواب) دیں گے۔ خود بھی گمراہی میں پڑیں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

ملاعلی قاری نے لفظ ''رؤس'' (سردار) کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے مراد خلیفہ (صدر) قاضی (حاکم) مفتی، امام اور شیخ (پیرومرشد) مراد ہیں یعنی لوگ جاہلوں کو صدر مملکت، حاکم، مفتی، امام اور پیشوا تسلیم کریں گے۔[2]

فتاویٰ سے متعلق آپ کی ہدایات اور چند خصوصی فتاویٰ

۱۔ حضرت الشیخ الاستاذ مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ رائے فقیہ اور مفسر تھے۔ بحمد اللہ العزیز حضرت الاستاذ تمام علوم وفنون پر حاوی، ممتاز استاد اور طلبہ پر نہایت شفیق اور طبع شناس تھے۔ ہر متعلم اور خادم کی تربیت اس کے حسب حال کرتے اس سے علمی اور عملی کام لیتے تھے۔ گفتگو میں ہر شخص کی فراست اور مقام کا خیال رکھتے۔

۲۔ آپ کو صیغہ افتاء تفویض کیا گیا تو مدت دراز تک تدریس کے اعلیٰ منصب پر فائز رہ کر فتویٰ لکھتے رہے۔ ملک کے کبار علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کے فتویٰ کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ یوں تو حضرت الاستاذ نے ہر علم کو تنقیدی نظر سے دیکھا اور پرکھا تھا مگر فتویٰ آپ کا اصل موضوع تھا۔ اہل علم کو جب کبھی تردد ہوا آپ کا فیصلہ ناطق ہوتا۔ آپ دلائل سے اپنی رائے کا اظہار فرماتے۔

۳۔ امام شمس الائمہ سرخسیؒ کو دوسرے فقہاء پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ آپ کسی امر کی ترجیح کے

۱۔ بخاری جلد اوّل ص ۲۰، مسلم ج ۲ ص ۳۴۰ باب رفع العلم وقبضہ وظہور الجہل الخ
۱۱۔ مشکوۃ کتاب العلم ج ۱ ص ۳۳
۲۔المرقات ج ۱ ص ۲۷۳

ساتھ حنفی موقف کی حکمت اور دینی و دنیوی فوائد پر بحث کرتے ہیں۔ یہی خصوصیت حضرت الاستاذ میں تھی۔ آپ کی نظر اس پر ہوتی تھی کہ اس فتویٰ کا امت اور معاشرہ پر کیا اثر پڑے گا۔

۴۔ حضرت الاستاذ میں ایک منفرد انداز یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ بحث کے دوران اپنے تلامذہ کو اپنا استاد ہونا نہ جتلاتے تھے۔ بحث کو خوب طول دیتے، اپنی رائے کو حرف آخر نہیں سمجھتے تھے۔ ہمیشہ تمام پہلوؤں پر بحث کرنے کے بعد اعتدال کی راہ اختیار فرمایا کرتے۔ تشدد اور تسہل سے گریز کرتے۔ آپ بے جا تنقید نہیں کرتے تھے۔ بلکہ حتی الوسع اسلاف کے اقوال کی توجیہ اور تاویل فرماتے۔ بلکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ کسی سلسلہ میں متشددین کو تشدد سے باز رکھنے اور متسہلین کو اعتدال پر لانے کی سعی فرماتے رہتے تھے۔ دورانِ درس ایک صاحب نے دریافت کیا کہ علم غیب کے مسئلہ پر بحث کرنا درست ہے؟ فرمایا تقدیر کا مسئلہ تو نہیں ہے؟

۵۔ فقہ کی تدریب اور تفقہ کے عین شباب میں احادیث کی اہم کتب کی تدریس آپ کے سپرد ہوئی۔ پھر آپ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور تاحیات اس منصب کو زینت بخشی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کے طفیل دین کے شجر طیبہ کی آبیاری ہوئی اور علم و ہنر کے ہر شعبہ نے ترقی کی۔ آپ کی ذات میں فقیہ کے لیے محدث اور محدث کے لیے فقیہ ہونے کی شرط پوری ہوئی۔ آپ کی شخصیت کے حوالے سے یہ بات نمایاں اور خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ حضرت الاستاذ کا کردار تقویٰ اور ورع جو ایک ربانی عالم میں پایا جانا چاہیے، مثالی تھا۔ الفقیه الذی یعمل بعلمه ویربی الناس من ادنیٰ العلم الی الاعلی فقیہ وہ ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل کرے اور لوگوں کو چھوٹے چھوٹے علوم سے لے کر اعلیٰ علوم تک تربیت دے، کے عین مصداق تھے۔ آپ بے مقصد اور لایعنی امور سے بیزار تھے۔ ایسی مجالس کو ناپسند فرماتے جن میں افراط یا تفریط ہو۔ اتہام کے مواضع سے تلامذہ کو منع کرتے تھے۔ آپ چھوٹے لڑکوں سے خدمت لینے کے روادار نہ تھے۔ اس معاملے میں غیر محتاط لوگوں پر سخت نکیر کرتے تھے۔ آپ کے خیال میں اس عدم احتیاط سے آدمی راہ حق سے ہٹ جاتا ہے۔ آپ بات سننے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ اپنی بڑائی بیان نہ

کرتے بلکہ ضمام کلام دراز کرتے اور دوسرے کو موقع دیتے کہ وہ اپنا مدعا مدلل طریقہ سے موجہہ کرے۔ جب مد مقابل خاموش ہو جاتا تب اطمینان سے اپنی بات کا آغاز کرتے۔ پھر اپنے خاص لہجہ سے اپنے مقابل کے فہم اور درجہ کا خیال رکھتے ہوئے الزامی اور تحقیقی، عقلی اور پھر نقلی طریقہ سے اپنے موقف کو منطقی طور پر ثابت کرتے اور بفضلہٖ تعالیٰ اس طرح آپ بڑے سے بڑے حریف پر بھی غالب آ جاتے۔ اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو آپ کے فتاویٰ میں یہ خصوصیات نمایاں نظر آتی ہیں۔ جہاں کہیں مناقشات ہوں وہاں بغیر جرح و قدح کے بھی یہ اسلوب نمایاں نظر آتا ہے۔ (دلِ بینا باید)

۶۔ افتاء میں مناظر آدمی کا قول معتبر نہیں ہوتا۔ اس کے پیش نظر ایک ہی جہت ہوتی ہے۔ وہ خواہ کتنا بڑا محقق اور حق پرست کیوں نہ ہو اس کی نظر دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ علامہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں ان المعتزلة اشد کفراً من المجوس۔ معتزلہ مجوسیوں سے کفر میں بڑھ گئے ہیں۔ کیونکہ مجوس تو صرف دو خالق (یزدان، اہرمن) مانتے ہیں۔ معتزلہ ہر کسی کو اپنے افعال کا خالق تسلیم کرتے ہیں۔ بندے کو خالق کا درجہ دیتے ہیں۔ جمہور علماء نے انھیں گمراہ تو کہا ہے لیکن ان پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ یہاں جمہور کی بات ہی معتبر ہے۔

۷۔ امام شافعی کا قول ہے جو شخص ذبح کے وقت عمداً تسمیہ ترک کر دے اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ حالانکہ یہ قول نص صریح کے خلاف ہے۔

قال الله تعالی ولا تأکلوا مما لم یذکر سم الله علیه (سورہ انعام)

جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو اس جانور کو نہ کھاؤ۔

امام شافعی مجتہد ہیں اور مجتہد اپنے اجتہاد میں مصیب بھی ہوتا ہے۔ اس اجتہاد کے توسط سے وہ معذور ہیں ورنہ بظاہر نص صریح کا انکار کفر ہے۔

۸۔ تشہد میں رفع سبابہ کا مسئلہ علماء میں ایک اہم موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس پر تعامل صحابہ ہے اور یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ موطا امام محمد میں ہے۔

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا جلس فی الصلوٰة وضع کفه الیمنی علی فخذه الیمنی وقبض اصابعه کلها واشار باصبعه التی تلی الابهام وضع کفه الیسری علی فخذه الیسری قال محمد وبصنیع رسول الله صلی الله علیه وسلم ناخذ وهو قول ابی حنیفة

۱۔ ... فی الصلوٰة بالحیض ص ۱۰۸، ۱۰۹

البتہ یہ مسئلہ ظاہر الروایۃ میں نہیں ہے۔ اسی بنا پر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں کہا ہے کہ یہ مسئلہ ظاہر الروایۃ میں نہیں ہے۔ نیز نماز کا مدار سکون پر ہے اور اس میں تشبہ بالروافض ہے۔ لہٰذا رفع نہیں کرنا چاہیے۔ حالانکہ امام محمد جو ظاہر الروایۃ کے راوی ہیں انھوں نے اپنی آخری تصنیف موطا میں اسے ذکر کیا اور یہ مسئلہ ظاہر الروایۃ سے معارض بھی نہیں ہے۔

تشبہ بالروافض میں تو وہ صورت باطل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نصاً ثابت نہ ہو اور خود روافض کا اختراع ہو۔ نماز میں ایسی حرکت جو نماز کے اعمال سے نہ ہو قابل مواخذہ ہے۔ حضرت الشیخ مولانا حسین علی نے اپنی معروف کتاب ''تحریرات حدیث'' میں لکھا ہے۔ احادیث رفع سبابہ میں تعارض ہے۔ راویوں میں بھی اختلاف ہے لہٰذا احادیث پر عمل کرنا متعذر ہے۔

حضرت الاستاذ نے میری درخواست پر تحریرات حدیث کا مطالعہ کیا اور ایک ہفتہ بعد کتاب واپس کی اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اپنے پیر کے لیے مولانا نے احادیث میں تاویلات سے کام لیا ہے۔

۹- حضرت الاستاذ نے فرمایا مشہور تو یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے حکومت کی طرف سے قضا کی پیشکش قبول نہیں کی لیکن ایک واقعہ اس طرح بھی آتا ہے کہ آپ نے بالاصرار قضا قبول کر لی۔ پہلے دن مسند قضا پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کے ہاں مقدمہ پیش ہوا۔ ہزار روپے کا دعویٰ تھا لیکن مدعی کے پاس گواہ نہ تھے۔ مدعا علیہ قسم اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا۔ آپ نے قسم اٹھانے سے روکا، اس نے نہ مانا۔ آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ کانپنے لگے اپنی جیب سے ہزار روپیہ نکالا اور اسے کہا کہ مدعی کو دے دو۔ اس واقعہ کا آپ پر اتنا اثر پڑا کہ قضا چھوڑ دی۔

حضرت الاستاذ نے حضرت الامام ابوحنیفہؒ کے حوالے سے ایک عجیب بات ارشاد فرمائی۔ بے شک فتویٰ صاحبین کے قول پر ہو۔ بالآخر امام صاحب کے قول پر لوٹنا پڑتا ہے۔ مزارعت پر مشہور مفتیٰ بہ قول تو جواز کا ہے مگر حضرت الاستاذ زمینداری سسٹم کو پسند نہیں کرتے تھے۔ مزارعت کے باب میں امام صاحب کے قول کو سراہتے تھے۔ قال النبی صلی اللہ علیه وسلم من کانت له ارض فلیزرعها او لیمنحها اخاه۔[1]

۱۰- آپ کے فتاویٰ میں فقہی حکم کے ساتھ جہاں تعلیم و تربیت کا تعلق ہے وہاں اپنی طرف سے

۱- بخاری ج ۱ ص ۳۱۵

پند و وعظ کرنے کے بجائے آیات و احادیث کی روشنی میں بہت بسط سے جواب لکھتے ہیں۔ پھر ترجمہ اور تشریح میں ان کی خوب وضاحت کرتے ہیں۔ جس سے اصلاح اعمال اور حسنِ اخلاق کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ دیگر اہل فتاویٰ کی اس موضوع کی طرف توجہ کم رہی ہے۔ آپ اپنے خودنوشت فتاویٰ میں خطاطی کے اسلوب کا بھی خاص خیال رکھتے ہیں اور مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر اعداد و شمار بھی لگاتے ہیں۔

۱۱- آپ انتہا پسندی کے خلاف تھے۔ صاد، ضاد کے مسئلہ کو بھی اسی میں شمار کرتے تھے۔ عقائد میں اعتدال کی راہ پسند تھی۔ مسائل بھی بحث اور مناظرہ کی حد تک قائل تھے۔ مسائل کے بارے میں بے جا تشدد کو ناپسند کرتے۔ خصوصاً ایسے مسائل کے عوام میں اظہار کے بارے میں فرماتے۔ ہر چیز کا ردعمل ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ردعمل بھی ایسا ہوتا ہے کہ اصل کام میں حائل ہو جاتا ہے یا ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ بے جا تشدد سے جس فرقہ کا ہمارے مبلغین رد کرتے ہیں کچھ عرصہ بعد وہی فرقہ وہاں پیدا ہو جاتا ہے۔ عقیدہ یا عمل اس میں غلو نہیں کرنا چاہیے۔

۱۲- پاکستان کا آئین اسلامی ہے۔ کوئی شخص اسلام کے خلاف قانون سازی کا مجاز نہیں ہوگا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں حضرت الاستاذ نے یہ ترمیمی بل پیش فرمایا کہ پاکستان کا ہر شہری آزاد ہوگا۔ الا یہ کہ کسی کو ارتداد اختیار کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ ارتداد کی سزا موت ہو گی۔ جیسا کہ ارشاد ہے ''یقوله علیه السلام من بدل دینه فاقتلوه''

نوٹ: اس جملہ استثنائیہ پر جماعت اسلامی نے مخالفت کی کہ اگر یہاں ہمارے ملک میں ہم کسی کو ارتداد کی بنا پر قتل کریں گے تو پھر یورپ میں جو لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں ان پر پابندی لگ جائے گی اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا اس قسم کا بل پیش نہیں کرنا چاہیے جس سے اسلام میں داخل ہونے پر پابندی لگ جائے۔

خود ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اسمبلی میں جاتے ہوئے حضرت الاستاذ کو اسی موضوع پر اپنا مسودہ پیش کیا۔ اس کے جواب میں حضرت الاستاذ کا کہنا تھا کہ ہم اپنی حد تک مکلف ہیں۔ جو حکم ہمیں ملا ہم اس کی پابندی کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہ خطرہ پایا جاتا تھا جو ہمارے اس خدشہ سے کہیں زیادہ تھا۔

اس کے ہوتے ہوئے بھی یہ حکم جاری رہا اب بھی یہ قاعدہ برقرار رہے گا۔ اس کا ردعمل کیا ہوگا؟ یہ معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔

اس قسم کا اشکال مولوی محمد علی قادیانی کو بھی تھا جس کا تذکرہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی ممتاز کتاب الشہاب میں کیا ہے۔ ذیل میں اسی کتاب سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

مرتد کی نسبت اسلامی حکومت کا فیصلہ

قرآن، حدیث، اجماع، قیاس کے فیصلوں کے بعد ایک خالص اسلامی حکومت (افغانستان) کا فیصلہ بھی وہی ہونا تھا جو ہوا لیکن جب سے دولت علیہ افغانیہ کی سب سے بڑی شرعی عدالت نے نعمت اللہ قادیانی کو اس کے ارتداد کے جرم میں نہایت ذلت اور رسوائی کے ساتھ قتل کرایا ہے مرزائی امت نے اس خالص اسلامی قانون کی تنقید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک محکم سنت کے احیاء کے خلاف سخت شور و ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ کبھی وہ افغانستان کے مقابلہ پر امریکہ اور یورپ کو ابھارتے ہیں۔ کبھی ہندوؤں سے فریاد کرتے ہیں، کبھی آزاد منش لیڈروں کو اکسانا چاہتے ہیں اور سب سے آخر میں رائے عامہ سے اپیل کی جاتی ہے۔

لاہوری پارٹی کے امیر (محمد علی صاحب) تو لکھتے ہیں کہ افغانستان کے اس فعل نے اسلام کی ترقی کو دس برس پیچھے ڈال دیا مگر میں انھیں خوشخبری سناتا ہوں کہ دس برس نہیں اس نے اولو الامر مسلمانوں کو نہایت ہی مہلک آزادی کی طرف ترقی کرنے سے تیرہ سو سال پیچھے ہٹا دیا۔

مرزائیوں کو بڑی فکر ہے کہ افغانستان کا یہ فعل جب اسلام کی طرف منسوب ہوگا تو غیر مسلم قومیں اسلام سے نفرت کرنے لگیں گی اور یہ سمجھ جائیں گی کہ اسلام صرف تلوار کے زور سے قائم رکھا جا سکتا ہے اور یہ ایک بڑی روک اشاعت اسلام کے راستہ میں ہوگی لیکن قرون اولیٰ کا تجربہ ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ جب صدیق اکبرؓ اور دوسرے خلفاء کے عہد میں ارتداد کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق تلوار کی نوک سے کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ بعض اوقات سرزمین عرب کا وسیع رقبہ، مرتدین کے خون سے رنگین ہوگیا۔ اس وقت اشاعت اسلام کی رفتار ترقی اس قدر سریع اور حیرت میں ڈالنے والی تھی کہ جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم معجزہ کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

جیسا کہ تھوڑی دیر پہلے میں ثابت کر چکا ہوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم من بدل دینہ فاقتلوہ[1] کی تعمیل میں ایک لمحہ کا توقف بھی روا نہ رکھتے تھے لیکن مرزائیوں کے لیے یہ کس قدر تعجب

۱- بخاری جلد اوّل ص ۴۲۳ قدیمی کتب خانہ کراچی' بخاری جلد دوم ص ۱۰۲۳ قدیمی کتب خانہ کراچی

اور غصہ کا مقام ہوگا کہ انھیں صحابہ کے عہد میں بے شمار کفار اسلام کے حلقہ بگوش بنتے گئے نہ تو قتل مرتدین کو دیکھ کر اسلام سے بدگمان ہوئے اور نہ انھوں نے حاملین اسلام سے نفرت کی بلکہ وہ یہ دیکھ کر مسلمان حکمرانوں کے زیر سایہ جہاں تمام یہود و نصاریٰ اور دوسری غیر مسلم اقوام اس طرح آزادانہ زندگی بسر کرتے اور اپنے مذہبی وظائف کو بلا روک ٹوک بجالاتی ہیں۔ کسی مرتد کا بے دریغ قتل کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان صرف ایک ہی چیز کے خواہاں ہیں۔ وہ یہ کہ ان کے دین میں زہریلے جراثیم کی تولید نہ ہونے پائے اور کبھی ہو جائے تو اس کو ترقی اور تعدیہ کا موقع نہ ملے۔ جراثیم ارتداد کا فنا کرنا فی الحقیقت بقیہ سچے ایمانداروں کی حفاظت کرنا ہے۔

امیر جماعت احمدیہ سوال کرتے ہیں کہ "اگر مسلمان حکومتیں اپنے ملکوں میں یہ قانون بنائیں گی کہ غیر مسلم کو ان کے ملک میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی اجازت نہیں تو اس کے بالمقابل کیا عیسائی طاقتیں اسی قسم کا قانون اسلام کے خلاف بنانے میں حق بجانب نہ ہوں گی کہ ان کی حکومت میں تبلیغ اسلام کی اجازت نہیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا یہی کہ تبلیغ اسلام کا کام دنیا میں قطعی طور سے رک جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام اپنے اختیار سے کسی شخص کو مرتد بنائے جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسلام کا یہی قانون افغانستان میں بہت پہلے سے رائج ہے۔ اب اگر اس کے جواب میں محمد علی یا مرزا محمود کے مشورہ سے غیر مسلم حکومتیں اپنے قلمرو میں تبلیغ اسلام کو روک دیں تو اگر ہم مسلمان اپنے اس عقیدہ کے موافق کہ آج دنیا میں صرف ایک ہی مذہب اسلام سچا، مکمل اور عالمگیر مذہب ہوسکتا ہے ان کی اس بندش کو حق بجانب نہیں کہہ سکتے۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ وہ ایسا کر گزریں تو ہم ان کو روک بھی نہیں سکتے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک طرف اگر نو مسلموں کا سلسلہ رک جائے گا تو دوسری جانب پرانے مسلمانوں کا اسلام سے نکلنا بھی بند ہو جائے گا اور میں خیال کرتا ہوں کہ موجودہ دولت کی حفاظت غیر موجود دولت کی تحصیل سے اہم اور مقدم ہے۔ کسی چھوٹی سے چھوٹی اور ضعیف سے ضعیف سلطنت کی غیرت بھی اس کی اجازت نہیں دے گی کہ وہ اپنے حاصل شدہ حقوق و فوائد کی حفاظت کے لیے فوج بھرتی کرنے اور بڑی سے بڑی طاقت کی ٹکر اٹھانے سے پہلو تہی کرے۔ حالانکہ وہ جانتی ہے کہ اس تحفظ کے سلسلہ میں اس کے سپاہیوں کا نقصان غنیم کے سپاہیوں سے بہت زیادہ ہوگا۔

پھر کیا وجہ ہے کہ اسلام اپنے پیروؤں کے ایمان کی حفاظت میں ایسی غیرت اور مضبوطی نہ دکھلائے اور اس خوف سے کہ اس کو دوسری جگہ بعض غیر حاصل فوائد سے محروم ہونا پڑے گا۔ اپنے حاصل شدہ حقوق کی حفاظت سے دستبردار ہو جائے۔

محمد علی صاحب کہتے ہیں کہ اسلام کی فتح اس میں نہیں کہ مسلمان ملکوں میں دوسرے مذہب کی تبلیغ رکی رہے

بلکہ اسلام کی فتح یہ ہے کہ اسلام کے مخالف اپنی ساری مادی طاقتوں کو صرف کرلیں اور جس قدر اسلام سے لوگوں کو نکالنے کے لیے زور لگا سکتے ہیں لگالیں اور آخر دیکھ لیں کہ کس طرح پر وہ ناکام رہتے ہیں۔

بے شک اس نتیجہ کا ہم کو بھی یقین ہے اور خدا کی مہربانی اور امداد سے ہم کو پورا وثوق ہے کہ اسلام کے خلاف سب دجالانہ کوششیں، اندرونی ہوں یا بیرونی، آخر کار ناکام ہو کر رہیں گی لیکن اس تیقن اور وثوق سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم برائی کی جس کوشش کو ظہور میں آنے سے پہلے روکنے پر قادر ہوں نہ روکیں اور جس بدی کو نمودار ہونے سے قبل ہی ہم بند کر سکتے ہیں بند نہ کریں۔

اسلام صرف بہادر ہی نہیں حکیم بھی ہے۔ وہ اپنی بہادری کے جوش میں اور آخری فتح کے یقین پر احتیاطی تدابیر اور حفاظتی وسائل کو نظر انداز نہیں کرتا بلکہ بطور انجام بینی جہاں تک ممکن ہو فتنہ کے آنے سے پہلے ہی بند لگاتا ہے۔ اگر اس پر بھی فتنہ کسی جگہ نہ رک سکے تو پھر بہادرانہ مقابلہ کرتا ہے اور ہر صورت میں انجام یہی ہوتا ہے کہ حق کی فتح اور باطل کا سر نیچا ہوتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین پر چڑھائی کی لیکن جب انھوں نے مانعین زکوٰۃ سے (حکم زکوٰۃ نہ ماننے کی وجہ سے) قتال کا ارادہ کیا تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ مانع آئے کہ تم کلمہ پڑھنے والوں کے ساتھ قتال کیسے کروگے۔ آپؓ نے فرمایا **واللہ لأقاتلن من فرق بین الصلوة والزکوة**۔ خدا کی قسم میں ضرور اس شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے معترضین کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور حق تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے فتنہ ارتداد کا استیصال کر دیا اور حق کو وہ فتح و نصرت نصیب ہوئی کہ بعد میں صحابہؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس کارنامہ پر رشک کرتے تھے۔ (علامہ شبیر احمد عثمانی، تالیفات عثمانی)

مقام فکر ہے ۴۰ سال پہلے ختم نبوت کے سلسلے میں جن انوار کا عکس شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے دل پر پڑا۔ ۴۰ سال بعد انھی انوار کا عکس حضرت الاستاذ کے دل پر پڑا۔ حضرت الاستاذ نے شرح صدر سے وہی کچھ فرمایا جو حضرت عثمانیؒ نے فرمایا تھا۔ ایسے ہی ۴۰ سال پہلے جو کچھ قادیانی جماعت نے کہا تھا وہی کچھ اسلام کی مدعی جماعت نے کہا تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ

مشینی ذبح سے متعلق حضرت الاستاذ کا بیان

بینات بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ میں ذبح کے مسنون طریقہ کے عنوان کے تحت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب صدر دارالعلوم کراچی کا فتویٰ نظر سے گزرا۔ حضرت مفتی صاحب جیسی عظیم معروف علمی شخصیت کے اس فتویٰ سے یورپ اور امریکہ میں مروّج طریق پر جس کا اسلامی ذبیحہ سے کوئی علاقہ نہیں اسلامی ذبح کی مہر تصدیق ثبت ہوگئی اور پاکستانی مستغربین جو آج تک مشینی ذبح کے طریقے کو ملک میں رائج کرنے سے کتراتے تھے کہ علماء کرام ایسے ذبیحہ کی حلت اور عام استعمال میں رکاوٹ بنیں گے۔ آج آپ سے آپ ان کی مشکل آسان ہوگئی۔ علماء کی مخالفت ان کے لیے سوہانِ روح بنی ہوئی تھی۔ وہ ہر قیمت پر اس مخالفت سے نمٹنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔ آج اچانک ان کے راستہ کا سنگ گراں خود بخود ہٹ گیا۔

اس ذبیحہ کے جائز اور گوشت کے حلال ہونے کے واضح فتویٰ کے بعد صرف یہ کہنا کہ یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے یا مکروہ ہے یا ظلم اور بے رحمی ہے یا ذبح کرنے والوں کا یہ فعل برا ہے بالکل بے معنی ہے جبکہ آپ نے ذبیحہ کو جائز اور گوشت کو حلال کہہ دیا تو کراہت اور خلاف سنت عمل کی باتیں تو متن کے ذیل میں لکھے ہوئے حواشی ہیں۔ ان پر کسی کی نظر کیوں جائے۔ مہربانِ من! میں یہ سمجھتا ہوں کہ بٹن دبانے والا مسلمان بھی ہو اور بٹن دباتے وقت تسمیہ بھی پڑھے تب بھی مشین کے مروّجہ ذبیحہ کو حلال نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ مردار ہے۔

آپ یہ دیکھیں کہ بٹن دبانے والے نے صرف اتنا ہی تو کیا ہے کہ برقی طاقت اور مشین کا جو کنکشن کٹ چکا تھا اور ان دونوں کے درمیان جو مانع تھا اس کو دور کر دیا اور پھر سے کنکشن جوڑ دیا اور بس دراصل مشین کی چھری کو چلانے والی اور جانور کا گلا کاٹنے والی برقی لہر کرنٹ ہے۔ نہ کہ ایک مسلمان کے ہاتھ کی قوت محرکہ اور یہ گلا کاٹنا برقی قوت اور مشین کا فعل ہے نہ کہ اس مسلمان کا اور ذبح اختیاری میں ذبح کرنے والے کا فعل (اپنے ہاتھ سے گلا کاٹنا) اور اس کی تحریک کا موثر ہونا شرط ہے۔ یہاں تو بٹن دبانے والے نے سوائے رفع مانع (رکاوٹ کو ہٹا دینے) کے اور کچھ نہیں کیا۔ رفع مانع (رکاوٹ دور کر دینے) سے فعل ذبح کی نسبت رافع (ہٹانے والے) کی طرف کس طرح ہو سکتی ہے اور اس کو ذبح کرنے والا کیسے کہا جا سکتا ہے۔

اس طرح اگر کہیں ایک تیز دھار آلہ مثلاً چھری یا چاقو اوپر کسی رسی سے بندھا ہوا لٹک رہا ہو اور اس کے نیچے بالکل سیدھ میں مرغی یا بکری کا بچہ یا کوئی جانور کھڑا ہے اب اگر کوئی مسلمان تسمیہ پڑھ کر رسی کاٹ دے اور وہ آلہ اپنے طبعی ثقل سے نیچے گر کر اس جانور کا گلا کاٹ دے تو کیا یہ ذبیحہ حلال ہوگا۔ کیا یہ فعل ذبح اس رافع مانع

مسلمان کی طرف منسوب ہوگا اور اس مسلمان کو جانور ذبح کرنے والا کہا جائے گا اور اس مذبوحہ جانور کو مسلمان کا ذبیحہ کہا جائے گا۔

جس طرح اس مثال میں اس ذبیحہ کی حلت کا حکم نہیں ہے اور یہ ذبیحہ حلال نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو مشینوں کے ذبیحہ پر حلت کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے؟

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ اگر اس حقیقت کو نظر انداز بھی کر دیا جائے اور ایک لحہ کے لیے تسلیم کر لیا جائے کہ بٹن دبانا ایک موثر اور اختیاری عمل ہے تو بٹن دبانے والے کا فعل تو بٹن دباتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ مشین کے چلنے اور گلے کاٹنے کے وقت تو اس کا فعل موجود نہیں ہوتا۔ مشین چلتی ہے اور گلے کٹتے رہتے ہیں۔ وہ تو گلے کٹنے سے پہلے ہی اپنے عمل سے فارغ ہو جاتا ہے۔

یہ صورت حال ذبح اضطراری (مجبوری کی ذبح) میں تو شرعاً گوارا ہے کہ تیر پھینکتے ہی ''رامی'' (پھینکنے والے) کا کم عمل ختم ہو جاتا ہے اور اصابت سہم (تیر لگنے) کے وقت بظاہر اس کا فعل باقی نہیں ہوتا اس صورت میں شریعت نے صرف ''عذر اضطرار'' (مجبوری کے عذر) کی وجہ سے اصابت سہم (تیر لگنے) کی نسبت تو رامی (پھینکنے والے) کے ساتھ قائم کر دی اور اس کو ذبح کرنا قرار دیا ہے۔ یہاں بندے کا فعل صرف رمی ہے اور بس۔ حتیٰ کہ اصابت سہم (تیر لگنے) کے وقت اس رامی کا اہل رہنا بھی ضروری نہیں جبکہ رمی (پھینکنے) کے وقت وہ اہل تھا۔ امام ابو بکر الکاسانی بدائع صنائع ج ۵ ص ۴۹ میں لکھتے ہیں:

ولو رمی او ارسل وھو مسلم ثم ارتدا و کان حلالا فا حرم قبل الاصابة واخذ الصید یحل ولو کان مرتدا ثم اسلم وسمی لایحل لان المعتبر وقت الرمی والارسال فتراعی الاھلیة عند ذلک

اگر تیر پھینکا یا (سدھایا ہوا شکاری جانور) چھوڑا اس حالت میں کہ وہ مسلمان تھا۔ پھر فوراً تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہو گیا یا حلال تھا اور پھر فوراً احرام باندھ لیا۔ پھر شکار ہوا تو وہ شکار حلال ہوگا۔ اگر تیر پھینکنے یا شکاری جانور چھوڑنے کے وقت مرتد تھا اور پھر مسلمان ہو گیا اور تسمیہ بھی پڑھ لیا تو وہ شکار حلال نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اعتبار تیر پھینکنے یا جانور چھوڑنے کے وقت کا ہے اسی وقت اہلیت ذبح کو دیکھا جائے گا (کہ ہے یا نہیں)۔

اسی طرح ہدایہ ج ۴ ص ۴۸۷ پر لکھا ہے۔

ولان الکلب والبازی الة والذبح لایحصل بمجرد الآلة الا بالاستعمال وذلک فیھما بالارسال فنزل منزلة الرمی وامرار السکین

اس لیے کہ (سدھایا ہوا) کتا اور باز آلہ کے حکم میں ہیں اور ذبح آلہ سے کام لیے بغیر نہیں پائی جا سکتی۔ کتے اور باز کی صورت میں ان کا چھوڑنا ہی ان سے کام لینا ہے۔ یہ چھوڑنا تیر پھینکنے اور چھری چلانے کے قائم مقام ہے۔

ذبح اضطراری اور ذبح اختیاری کا بنیادی فرق یہی ہے کہ اختیاری ذبح میں امرار سکین (چھری چلانا) ہی عمل ''ذبح'' ہے اور ذبح اضطراری میں رمی (تیر پھینکنا) اور ارسال (سدھے ہوئے شکاری جانور کو چھوڑنا) از روئے شرع عمل ذبح کے قائم مقام ہے۔

اس میں شک نہیں کہ برقی مشین سے جو جانوروں کے گلے کٹتے ہیں وہ یقیناً نہ انسان کا فعل ہے نہ اس کے ہاتھ کی قوت کو اس میں کوئی دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ سمجھ رکھنے والا بھی اس کو انسان کا فعل نہیں کہہ سکتا۔ اسی لیے اس کو مشینی ذبح کہتے ہیں۔

اس لیے مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی سے باادب درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس فتویٰ پر نظر ثانی فرما کر اس کی اصلاح فرمائیں اور بینات میں اس کو جلد از جلد نمایاں طور پر شائع کریں۔ (بتلخیص از ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بحوالہ بینات کراچی) بابت ماہ اگست ۱۹۶۵ء

بندوق کی گولی سے شکار جبکہ ذبح کرنے سے پہلے پرندے یا جانور کی روح نکل جائے' حضرت الاستاذ اس کو بھی حلال نہیں سمجھتے۔ اس لیے کہ گولی کی ضرب سے جسم پھٹتا ہے اور اس سے خون نکل آتا ہے۔ ذبح کے باب میں شرعی ضابطہ یہ ہے (ما انھر الدم) وہ تیز دھار آلہ جس کے چلانے سے خون نکل آئے اور یہ بات بندوق کی گولی میں نہیں پائی جاتی۔

۱۹۸۰ء حضرت الاستاذ کو معلوم ہوا کہ حکومت زکوٰۃ آرڈیننس کے ذریعے بنک میں جمع کردہ اثاثہ جات نقد اور زیورات میں سے بغیر اجازت مالکان زکوٰۃ منہا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو آپ نے ۲۳ جون ۱۹۸۰ء کو علماء کرام اور مفتیوں سے مشاورت کے لیے قاسم العلوم ملتان میں ایک میٹنگ بلائی۔ اس میں بہت سے اہل علم جمع ہو گئے۔ ان میں شیخ الحدیث مولانا مفتی عبداللہ صاحب بھی موجود تھے۔ دیر تک اس آرڈیننس پر بحث ہوتی رہی۔

مفتی عبداللہ صاحب نے حضرت الاستاذ کے نقطہء نظر پر تنقید کی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ بجائے مخاصمت کے حکومت سے مصالحانہ روش اختیار کرنا چاہیے۔ آپ نے جواب میں کہا کہ ہمارا رویہ معتدل ہے لیکن جو کام ضیاء الحق کر رہا ہے وہ سراسر ظلم اور ناانصافی پر مبنی ہے۔ وہ مجھ سے ہر ہفتہ فون پر رابطہ کرتا ہے کہ مجھے مذاکرہ کے لیے وقت

دو۔ میں کہتا ہوں کہ تم میرے قاتل ہو میں تمھارا سیاسی مقتول ہوں پہلے مجھے زندہ کرو پھر مجھ سے بات کرو۔

حضرت الاستاذ کا کہنا تھا کہ ضیاء الحق مذہبی سربراہ نہیں ہے۔ وہ زکوۃ جیسے اسلامی فریضہ کے نافذ کرنے کا مجاز بھی نہیں ہے۔

دوسری مجلس مغرب کے بعد ہوئی۔ اس میں مولانا مفتی عبدالستار صاحب (خیر المدارس ملتان) اور مفتی عبداللطیف (کراچی) اور دیگر علماء کرام موجود تھے۔ تمام حضرات کے اتفاق سے یہ طے پایا کہ حکومت مالکان کی اجازت کے بغیر جبراً بنک سے زکوۃ لینے کا اختیار نہیں رکھتی۔ اس میں کئی قسم کی قباحتیں ہیں۔ بنک کا مال اموال باطنہ کی مد میں آتا ہے۔ جبکہ حکومت اموالِ ظاہرہ میں سے جبراً زکوۃ لینے کی مجاز ہے۔ زکوۃ ایک اسلامی فریضہ ہے نیت کے بغیر اس کی ادائیگی نہیں ہوسکتی۔ انما الاعمال بالنیات (الحدیث) اعمال کا مدار نیات پر ہے۔

اگر حکومت کو بغیر اجازت مالکان بنک سے زکوۃ لینے کا اختیار ہو تو لازم آتا ہے۔

تملیک الدین من غیر من علیہ الدین

یعنی وہ مالکان جن پر زکوۃ کا فریضہ خداوندی تھا ان کی رضامندی کے بغیر دوسرے کی طرف سے فقراء اور مساکین کو مالک بنانا۔ یہ جائز نہیں۔ یہ نقطہ مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ نے اٹھایا۔[1]

بنک میں جمع شدہ رقم پر پانچ فی صد سود کا اضافہ ہوتا ہے اور اڑھائی فیصد اس میں سے زکوۃ نکالی جاتی ہے۔ تو اصل بالکل محفوظ رہا اور سود میں سے نصف حصہ زکوۃ میں چلا گیا۔ اس سے زکوۃ کیسے ادا ہوگئی۔

بحث ختم ہوئی تو حضرت الاستاذ نے مجھے روک لیا اور واپس آنے کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ اس بحث کے لیے مآخذ اور مراجع تلاش کیجیے۔ میں نے یہ مرجع تلاش کیا کہ امام ابوبکر جصاص رازی نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں خذ من اموالھم صدقة کی تفسیر میں لکھا ہے۔

وقد كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوجہ العمال علی صدقات المواشی ویأمرھ

۱۔ حضرت مولانا مفتی عبدالستار مدظلہ صدر مفتی خیر المدارس ملتان نے ماہنامہ البلاغ کراچی کے جواب میں مفصل مقالہ ر فرمایا ہے جس کی تفصیلات مطالعہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس مسودے میں نمبر۳ کے حوالے سے جو جزیا تحریر کیا گیا ہے اس کی تفصیل حضرت مفتی صاحب کی مندرجہ ذیل عبارت میں آگئی ہے۔
دائن مدیون کا مملوک اور تحقیقاً اس کے قبضے میں ہوتا ہے۔ اس پر صرف دائن کا تقدیری قبضہ کرا دینے سے کیا مدیون کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق دائن کے ذمہ واجب ادائیگیوں میں خرچ کر سکے اور دین میں سے وضع کرتا رہے۔ مثلاً دائن نے کسی کا قرضہ دینا ہے یا دائن نے کسی سے سودا کیا ہوا ہے یا اس کے ذمہ کوئی اخراجات واجب ہیں تو کیا براہ راست بغیر رضامندی دائن کے اسے ان ادائیگیوں کا اختیار ہے؟ ہرگز نہیں۔ (خیر الفتاوی جلد سوم صفحہ نمبر ۵۸۳-۵۸۴)

بان یاخذوھا علی المیاہ فی مواقفھا وکذلک صدقہ اثمار واما زکوات الاموال فقد کانت تحمل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر و عثمان ثم خطب عثمان فقال ھذا شھر زکوتکم فمن کان علیہ دین فلیؤدہ ثم لیتدک بقیة مالہ فجعل لھم اداء ھا الی المساکین وسقط من اجل ذلک حق الامام فی أخذھا لانہ عقد عقدہ امام من ائمة العدل فھو نافذ علی الأمة لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ویعقد علیھم اولٰھم ولم یبلغنا انہ بعث سعاة علی زکوٰاة الاموال کما یبعثھم علی صدقات المواشی وانما فرض ذلک لان سائر الاموال غیر ظاھرة للامام انما تکون مخبوة فی الدور والحوانیت والمواضع الجزیرة ولم یکن جائزا للسعاة دخول احرازھم الخ (ص۱۵۵ج۳)

حضرت الاستاذ نے اس حوالہ کو بہت پسند فرمایا اور اس کو اپنا بڑا مستدل قرار دیا۔ اس وقت تشویش یہ ہوئی کہ سخت سنسرشپ ہے اور کوئی رسالہ یا اخبار اس قسم کا بیان شائع کرنے سے گریز کرے گا لیکن جناب مسعود شورش نے رسالہ چٹان میں قومی اتحاد کی حکومت میں شمولیت ۹ ماہ کے دور کے حوالے سے حضرت الاستاذ کا انٹرویو شائع کیا۔ اس ضمن میں زکوۃ کا مسئلہ پوری طرح لکھ دیا۔ جس میں مسئلہ زکوۃ پر علماء حق کے موقف کی مکمل وضاحت آگئی۔ یہ مسئلہ کافی مدت تک رسائل اور جرائد کی زینت بنا رہا۔ علماء میں سے حضرت مولانا طاسین صاحب جو اقتصادیات و مالیات میں منفرد محقق مانے جاتے تھے۔ حضرت مولانا شیخ سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ بانی و مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی اور بہت سے مقتدر علماء نے حکومت کے حق میں فیصلہ دینے سے انکار کر دیا کہ بنک سے زکوۃ کے نام پر نکالی گئی رقم سے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے۔ حضرت الاستاذ اس پر متعجب تھے کہ حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی شیخ الحدیث جامعہ بنوریہ کراچی نے اس پر کیسے دستخط کر دیے۔ پاکستان کے دیگر کبار علماء کی رائے یہ رہی ہے کہ فریضہ اسلام زکوۃ کے بارہ میں ضیاء الحق کا غیر شرعی آرڈیننس بہت بڑی جسارت ہے اور ایسی جسارت جس سے اسلام کے ایک ستون کو منہدم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس وقت کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صدر مفتی جامعہ اشرفیہ حضرت الاستاذ مولانا قاضی شمس الدین جامعہ صدیقیہ گوجرانوالہ، حضرت مولانا عبدالحق شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر کیمل پوری، حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب، حضرت الشیخ مولانا مفتی قاضی عبیداللہ صاحب (ڈیرہ غازی خان) وغیرہم ان سب کے نزدیک اس طریق کار سے فریضہ اسلام ساقط نہیں ہوتا۔

حضرت الاستاذ مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی کو کراچی کے علماء نے لکھا کہ آپ اپنی رائے سے

مطلع فرمائیں اور ہمارے شائع کردہ دلائل پر تبصرہ لکھیں۔ ہم اسے آپ کے نام سے ماہنامہ البلاغ میں شائع کریں گے۔ جب حضرت الاستاذ مدظلہ نے ان کو اپنا مفصل تبصرہ بھیجا تو بجائے ایفائے عہد کے بعض اہل علم کے شبہات کے نام سے مضمون کے چند تراشے دیے اور ان کا رد لکھا۔ حضرت شیخ نے ان کی تقریر کا مکرر جواب لکھا اور کہا کہ یہ لکھاڑ قسم کے آدمی ہیں مزید جواب الجواب کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح جناب مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ (صدر مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان) نے البلاغ مفصل جواب تحریر کیا اور راقم الحروف کے پاس حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ سے تقریظ لکھوانے کے لیے اپنا مسودہ بھیجا لیکن افسوس کہ مدت گزر گئی مگر ابھی تک آپ کا یہ محققانہ تبصرہ الخیر میں شائع نہ ہو سکا۔ حضرت مولانا طاسین صاحب مدظلہ صاحب نے راقم الحروف کو بتایا کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ۱۹۸۰ء میں حج کو جاتے ہوئے آخری بار کراچی رُکے اور کہا کہ میں اس موضوع پر آرڈیننس کے حامی علماء کرام سے تبادلہء خیال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ میرا موقف سنیں۔ اگر صحیح ہو تو میں اسے پیش کروں۔ مولانا طاسین صاحب نے بتایا کہ میں نے آپ کا موقف سنا اور کہا کہ اس مسئلہ میں آپ کی رائے بالکل صحیح اور صائب ہے آپ نے کہا کہ علماء کی اس مجلس میں آپ کا ہونا بہت ضروری ہے۔ آپ میرے معین ہوں گے بالآخر خدا کے اس مرد جلیل نے شریعت کے اس عظیم مسئلہ پر مباحثہ کیا۔ اسی مجلس مباحثہ میں آپ نے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ حضرت مولانا محمد طاسین صاحب نے کہا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے اموال باطنہ کی تعریف میں کہا ہے۔ ایسے اموال جن میں چھپائے جانے کی صلاحیت واستعداد پائی جائے۔ زر و مال ونقدی اسی میں داخل ہے۔

انشاء اللہ اس مسئلہ کی پوری روئیداد اور اکابر علماء کی آراء بالتفصیل فتاویٰ مولانا مفتی محمود میں زیب قرطاس ہوں گی۔

مذکورہ بالا سطور بندہ عاجز (مفتی) محمد عیسیٰ عفی اللہ عنہ کے قلم سے نکلی ہیں۔ ان کے اصل محرک محترم محمد ریاض درانی دام مجدہ ہیں۔

انھوں نے مجھ سے فتاویٰ مولانا مفتی محمود پر کچھ لکھنے کو کہا۔ راقم الحروف نے حضرت الاستاذ کی خدمت اڑتالیس سال قبل اپنے طالب علمی کے دور کی مجالس اور بعد کی محافل کی یاد شروع کی اور اس اثناء میں چار مجموعہ وجود میں آئے۔

۱-(الف) افتاء اور اس کی ذمہ داری (ب) فتاویٰ سے متعلق آپ کی ہدایات اور چند فتاوی۔

۲-ملکی سیاست وقیادت ۳-ملفوظات وافادات

۴-حضرت الاستاذ کے بارہ میں معاصرین علماء کی آراء۔

جیسے قلم پکڑا یادداشت فیضان الٰہی کا ایک تلاطم تھا جس کا تسلسل تھمنے نہیں پاتا تھا۔ ادھر حضرت موصوف کا اصرار بڑھتا گیا۔ چنانچہ افتا سے متعلق اپنی یادداشت کا ایک باب اس پانچویں جلد میں آگیا جو آپ کے مطالعہ میں ہے۔ بقیہ حصہ انشاء اللہ آئندہ فتاویٰ کے کسی حصہ میں آجائے گا۔ یہ ساری تحریرات دراصل مولانا درانی صاحب کی مرہونِ منت ہیں۔

فجزاه الله تعالى عنا وعن سائر المسلمين امين يا رب العالمين

حواشی

۱- المفردات ص ۳۷۹

۲- استفتاء اور افتاء سے متعلق قرآنی آیات اور ان سے طریق استدلال کا مفصل تذکرہ ہمارے مضمون افتاء اور اصول افتاء میں مطالعہ فرمائیے۔

۳- أشعّة اللمعات ج ا ص ۱۵۵ طبع نولکشور

۴- ابوداؤد

۵- باب العبث فی الصلوۃ با الحیصی ص ۱۰۹-۱۰۸

حضرت علامہ مولانا محمد موسیٰ صاحب روحانی بازیؒ (شیخ التفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور)

حضرت الاستاذ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ انھوں نے حضرت الاستاذ پر بڑا مطول مرثیہ مترجم بصورت قصیدہ رقم کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سے چند ابیات جو ہمارے موضوع سے متعلق ہیں یہاں ان کا اندراج کیا جائے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

وَعَینَکَ مَتِّع مِن خلیلٍ مودَّع   عسی لا ترٰی الحِبَّ الذی یترحَّلُ
اور جدا ہونے والے دوست کو آنکھیں بھر بھر کر دیکھیں
شاید اس کے بعد آپ نہ دیکھ سکیں گے یہ دوست جو جا رہا ہے

عظیمُ بلاءِ الناسِ موتُ عظیمم   کمفتی الورٰی المحمودِ مَن ھو اَبجل
لوگوں کے لیے سب سے بڑی مصیبت اُن کے رہنما کی موت ہے
مثل مفتی محمود مرحوم جو ہم میں افضل ہیں

مضٰی واجدُ الدنیا باجماع اھلھا   ومنہ رأینا الفَ مُفتٍ تحفَّلُوا
آہ! جو بالاتفاق بے نظیر تھے وہ چل بسے
ہم نے مفتی محمود کی ذات میں ہزارہا مفتی جمع دیکھے

فُحزنٌ وذُلّ ثم غمٌّ مُطبَّقٌ   وخَوفٌ والامٌ وخَطبٌ یُھوِّل
ان کی موت کے بعد حزن و ذلت و عالمگیر غم
وخوف و مصائب اور حوادث ہیں جو پریشان کرتے ہیں

وفاتت جُفُونِی لذۃُ النوم اولکرٰی   وبُدِّ دَاحَشائِی و قُطِعَ اَکحَلُ
میری آنکھیں نیند کی لذت سے محروم ہوئیں
دل و جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوئے اور رگِ زندگی کٹ گئی

فیالھفَ ما اَلقٰی مِنَ الحزنِ قاتِلِیْ   ودَمُعی علی حزنِی شھیدٌ و مُنمِلُ
ہائے افسوس! یہ غم مجھے ختم کر دے گا
اور میرے آنسو اس غم کے گواہ اور چغلی کرنے والے ہیں

جری الدمع مِن عَینِیْ فَھَیَّجَ لی شجیً   وقَلبی لھذا یُستَجَنُّ ویَوجَلُ
آنکھ سے آنسو جاری ہوئے اس نے غم میں اضافہ کر دیا
میرا دل اسی وجہ سے پریشان و خائف ہے

ولا اَشتِکی الاَحزانَ اِلاّ الی الذی   یَرانا ویُشکِینا ویُولِیُ ویُجزِلُ
میں غموں کا شکوہ صرف خدا تعالیٰ کے سامنے کرتا ہوں
جو ہمیں دیکھتے ہیں اور بڑے انعامات سے نوازتے ہیں

فھا اَنا لا حیٌّ ولا اَنَا مَیِّتٌ   ولا اَنا مجنونٌ ولا اَنا اَعقِلُ
آہ! اس غم کی وجہ سے نہ تو میں زندہ ہوں اور نہ مردہ
اور نہ تو بالکل مجنوں ہوں اور نہ کچھ جانتا ہوں

ذَھبتَ قد استَصحَبتَ عَقلی اِلی الثّری   فَعقِلیُ اَسِیرٌ فی یَدَیکَ مکَبَّل
اے شیخ! آپ گئے اور میری عقل بھی قبر کی طرف ساتھ لے گئے
سو میری عقل آپ کے ہاتھ میں گرفتار ہے

فیا شیخَنا ارُدُدْ بَعضَ عَقِلیُ اَعِشُ بہٖ   وقد کنت تُعطِیُ ما سُئِلتَ وتَفضل
اے شیخ! میری عقل کا کچھ حصہ تو واپس کر دیں تا کہ میں زندہ رہ سکوں
اور آپ سے جب سوال ہوتا تو دیتے تھے اور مہربانی فرماتے تھے

واِذ کنَت حیّاً ما مَلِلْنا حَیاتَنا   فما فی حیاۃٍ بَعدَ موتِکَ مَوئِل
جب آپ زندہ تھے ہم کبھی بھی اپنی زندگی سے تنگ نہ ہوئے
لیکن تیری موت کے بعد زندگی میں کوئی فائدہ و مزا نہیں رہا

وکنَت سراجَ القومِ بل نجَم اُفُقِھم   وبدرھم بل شمسَھم حین تَطفل
آپ قوم کے لیے چراغ بلکہ ان کے اُفق کا ستارہ
اور بدر اور وہ آفتاب تھے جو طلوع ہو رہا ہو

حسامٌ لِجَمعِ المسلمینَ وسَھمُھم   وَسمٌّ زعاقٌ للاَعادِی مُشمَل
آپ مسلمانوں کی حفاظت کے لیے تلوار اور تیر تھے
اور دشمنانِ دین کے لیے زہر قاتل تھے

وقد عِشتَ محموداً حمیداً مُفخَّمًا   واَصدَق یامحمودُ یا متبَجّل

آپ نے زندگی گزاری قابل ستائش و معظم
اور سچے، اے شیخ، اے مکرم

ودَولةُ باکستانَ زَیّنتَ اَرضَها   وعَمَّرتَ حتّٰی کادتِ الارضُ تَعسِل

مملکت پاکستان کی زمین کو آپ نے زینت بخشتے ہوئے
آباد کی تھی یہاں تک گویا کہ وہ شہد اُگل رہی ہے

سِیاسةَ حَقٍّ لا سِیاسة باطِلٍ   رَمیتَ بها اَهلَ الفَسادِ فزُلزِلُوا

آپ نے سیاست باطل سے ہٹ کر سیاست دینی کے ذریعہ
مفسدوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ان میں زلزلہ برپا کر دیا

الا لیتَ شِعرُی هَل اَبیتَنّ لیلةً   واُصبِح یوماً مّا ولاَ اَتَوَیّل

کاش مجھے پتہ چلے کہ ایک رات بھی یا ایک صبح
بھی ایسی آ سکے گی جب میں میں آہ و فریاد نہ کروں

وغاضَتْ احادیثُ النبیِّ وقد بکَتْ   علومٌ وصارت کتُبُها وَهُیَ تُشکِل

احادیث نبی علیہ السلام کے چشمے سوک گئے اور رونے لگے
علوم اور کتب علوم اب مشکل ہو گئیں

ویَبکِیْکَ هذِی الارضُ والمزنُ والسَّما   ونجم العلی والبدرُ والشمسُ تُعوِل

آپ کی موت پر غمگین ہیں ، زمین ، بادل ، آسمان
بلند ستارے اور بدر نیز آفتاب بھی گریاں ہے

ویَبکی صحاحٌ ستّةٌ وشمائلٌ   وکلُّ کتابٍ فی الحدیثِ یُوَلوِل

رو رہی ہیں صحاح ستہ کتب اور شمائل ترمذی
نیز ہر کتاب حدیث گریاں ہے

ویبکیک بحرٌ رائِقٌ ووِقَایَةٌ   ودُرّ ومبسوطٌ محیطٌ مطوَّل

اور ماتم کناں ہیں کتاب بحر رائق کتاب شرح وقایہ
درمختار ، مبسوط ، محیط اور مطول

وَینشج فقهٌ مَعُ کلامٍ ومنطقٌ   وفلسفةٌ صرفٌ ونحوٌ مفصّل

اور گریاں ہیں فقہ علم کلام سمیت ، منطق
فلسفہ، صرف و نحو اور کتاب مفصل

وکنتَ لنا بحرًا وکنزَ دَقائِقٍ   وغایةَ تحقیقٍ إذا الا مرُیُعضِل

آپ ہمارے لیے کمالات کے سمندر، خزانہء اسرار علوم تھے
اور بہترین تحقیق کرنے والے تھے مشکل مسائل کے لیے

ومشکاة مصباحٍ ومصباحَها الذِی   اَضاءَ لنا دهرًا اِذا اللیلُ اَلیَل

اور چراغ دان تھے بلکہ وہ چراغ جو
طویل مدت تک ہمارے لیے روشن رہا تاریک راتوں میں

وتَستوقِدُ النَیرانَ للناسِ هادِیا   سَبیلَ الهدٰی ان یَسلکوهُ ویَنزِلُوا

آپ آتشِ ہدایت جلاتے رہے لوگوں کو
راہِ حق دکھاتے ہوئے جب وہ چلیں یا ٹھہریں

محمد عیسیٰ عفی الله عنه من ادنی التلامذه للشیخ الاستاذ
مولانا مفتی محمود رحمه الله تعالیٰ وجعل فی اعلی الجنة مثواه

۱۴۲۵ھ/ ۱۸ محرم الحرام
خادم جامعہ فتاح العلوم
نوشہرہ سانسی گوجرانوالہ
نزیل دارالعلوم مدنیہ رسول پاک ، لاہور

عائلی مسائل پر عالمانہ تبصرہ

نوٹ: پاکستان میں جب بھی آئین معطل اور جمہوری حکومت کو برطرف کر کے سیاسی جماعتوں پر پابندی لگائی گئی تو جمعیۃ علماء اسلام بھی اس کی زد میں آتی رہی لیکن علماء نے اپنا کام نظام العلماء پاکستان کے نام سے جاری رکھا۔ زیرِنظر مضمون جنرل ایوب خان کے دور میں مسلط کیے گئے عائلی قوانین کے رد میں جمعیۃ کی شوریٰ کا فیصلہ ہے۔ ہم جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے امیر مولانا محمد عبداللہ مدظلہ کے ممنون ہیں جنہوں نے یہ نایاب دستاویز اشاعت کے لیے مرحمت فرمائی۔

مجلس شوریٰ نظام العلماء مغربی پاکستان نے مسلم فیملی لاز آرڈیننس کے بارے میں تجویز تو پاس کر دی مگر اس آرڈیننس کی دفعات پر علمی روشنی میں تبصرہ کرنے کے لیے جید علماء کی ایک سب کمیٹی مرتب کی جس کے لیے حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ سراج العلوم سرگودھا، حضرت اقدس مولانا سید میرک شاہ صاحب اندرابی شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور، حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی خطیب جامع مسجد منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات، حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مہتمم مدرسہ نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب سابق صدر مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور کے اسمائے گرامی تجویز ہوئے اور ناظم حضرت مولانا مفتی محمود صاحب صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان قرار پائے۔ چنانچہ ان حضرات نے مندرجہ ذیل بیان بطور تبصرہ مرتب فرمایا۔

اسلام کی عالمگیر کشش

اسلام کی ابتدا بے بسی اور کسمپرسی کی حالت میں ہوئی لیکن یہ اپنی حقیقت و صداقت کی وجہ سے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتا چلا گیا۔ بیس بائیس سال کے عرصہ میں اسلام کے نام لیوا روم و ایران جیسی طاقتوں پر غالب آ گئے اور ابھی سو سال نہ گزرے تھے کہ مراکش اور اسپین سے لے کر صحرانشینوں اور شتربانوں کا یہ گروہ انڈونیشیا اور چین تک جا پہنچا۔ دشمنانِ اسلام ان کی اس خارق عادت اور معجزانہ فتوحات سے حیران اور انگشت بدنداں تھے۔ وہ جہاں جاتے ان کے اعلیٰ صفات عمدہ اخلاق اور بہترین تعلیمات سے لوگ متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے۔ ایک طرف فتوحات کا غیر متناہی سلسلہ دوسری طرف اسلام کی اشاعت یہ سیلاب بقول مرحوم اقبال کے کسی سے تھمتا نہ تھا۔

یورپ کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری ۔۔۔ تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

مخالفین اسلام کا پروپیگنڈا اور شکست

وہ قومیں اگرچہ یقین رکھتی تھیں کہ اسلام کا یہ فوق العادت ارتقاء اس کی صداقت اور اخلاقی قوت پر مبنی ہے۔ مگر تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے انھوں نے اسلام کے خلاف طرح طرح کے پروپیگنڈے شروع کر دیے تھے تاکہ باقی لوگ اسلام کے جھنڈے کے نیچے نہ آ سکیں۔ ان پروپیگنڈوں میں مسئلہ غلامی، پردہ، عقد بیوگان، مسئلہ جہاد، تعدد ازواج، طلاق اور نکاح ثانی وغیرہ مسائل تختہ مشق تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ باطل کی ہر طاقت کو اہل اسلام کے مقابلہ میں منہ کی کھانی پڑی اور دنیا کے ہر صاحب نظر و فکر کو یہ ماننا ہی پڑا کہ اسلام اور اسلام کا ہر عقیدہ اور ہر مسئلہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ صدیوں کے بعد مخالفین اسلام نے حالات سے مجبور ہو کر اسلامی مسائل کو اپنایا۔ یورپ والوں نے طلاق کی اجازت دی لیکن خاوند کے حق میں عدالت کو شریک کر دیا۔ مرد کو عدالت سے طلاق حاصل کرنے کے لیے عورت کے عیوب بیان کرنے پڑتے ہیں۔ جس سے آئے دن اخباروں میں رسوائی ہوتی رہتی ہے۔ ہندوؤں کو بھی اسمبلیوں میں طلاق کے لیے بل پیش کرنے پڑے۔

دوسری شادی پر اعتراض کرنے والوں کی ہٹ دھرمی نے حق کو تو قبول کرنے نہ دیا مگر ان کو دوسری باقاعدہ شادی کی بجائے بیسیوں بے قاعدہ بیویوں سے محبت کرنی پڑی اور آج اسی آوارگی کا نتیجہ ہے کہ زنا اور شراب نے ان کے معاشرہ کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور اقوام متحدہ کی سالانہ رپورٹ میں یہاں تک لکھا گیا کہ جنوبی امریکہ میں ساٹھ فیصدی بچے حرامی پیدا ہوتے ہیں۔ حرامی بچوں کا یہ تناسب مصر میں ایک فیصدی سے بھی کم بتا کر اس پر حیرانی ظاہر کی گئی ہے اور پھر یہ لکھا گیا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان حسب ضرورت دوسری شادی کر لیتے ہیں۔ امریکہ میں پچاس لاکھ عورتیں مردوں سے زیادہ ہیں جس کی وجہ سے وہاں کے اخلاقی حالات ناقابل بیان حد تک تباہ ہیں۔ اگر امریکہ کے پچاس لاکھ ساہوکار ان عورتوں سے شادی کر لیتے تو تمام مشکلات حل ہو جاتیں مگر وہ حرام ہی کو پسند کرتے ہیں۔ اسلام نے عورتوں کو حق وراثت دیا، مہر دیا۔ گھر کی پاکدامن ملکہ بنایا۔ لیکن دشمنوں نے پروپیگنڈا کیا کہ عورتوں کو قید کر دیا ہے۔ انھوں نے آزادی کے نام سے بیچاری کم سمجھ عورتوں کو بچوں کا کھلونا بنا دیا اور بازار میں دو چار ٹکوں پر بکنے والی گڑیا بنا کے رکھ دیا۔ آج ایک معمولی بوالہوس چاہے تو بڑی شریف زادی کے ساتھ محبت کر سکتا اور دن بھر اس کو سامان تفریح بنا سکتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانوں کی خود فراموشی

اب جبکہ اہل باطل اپنے غلط نظریات کے نتائج سے چور چور ہو کر راہ نجات کی تلاش میں چند سالوں سے

بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ ہمارے ہاں کے مغرب زدہ اور خود فراموش افراد ان کی ظاہری ٹیپ ٹاپ پر لٹو ہو کر اس شیطنی تہذیب کو چند سالوں سے پاکستان میں فروغ دے رہے ہیں اور غالباً انھی کے پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر ہمارے محترم وزیر قانون پاکستان نے عائلی کمیشن کی مدفونہ رپورٹ کو قانون بنانے کے لیے سفارش کی وہ تو خیر گزری کہ صدر محترم نے اس کے نفاذ میں تین ماہ کا التوا کر دیا تاکہ ہم اس پر اپنی رائے ظاہر کر سکیں۔ اس سلسلہ میں نہایت افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ وزیر قانون صاحب نے ایک پریس کانفرنس میں اس کو قرآن کے عین مطابق ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔

نظام العلماء کی فرض شناسی

نظام العلماء مغربی پاکستان کے بیسیوں علماء نے قبل از وقت ان سے درخواست کی کہ ایسی غلطی نو کروڑ مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کر دے گی۔ مگر افسوس کہ انھوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور آج مجلس شوریٰ نظام العلماء مغربی پاکستان کے اکیاسی ارکان اور مندوبین حکومت کی خدمت میں اس کے خلاف تجویز پیش کرنے پر مجبور ہوئے۔ صدر محترم پاکستان کے جاری کردہ آرڈیننس مسلم فیملی لاز آرڈیننس کی دفعات پر ترتیب وار تبصرہ کر کے یہ اجلاس نہایت نیک نیتی اور خیر خواہی کے جذبات سے ان پر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ یہ شریعت کے خلاف ہے اور اس کو منسوخ کرنے ہی میں ہماری سعادت ہے۔

ایک اصولی غلطی

ایک اصولی غلطی یہ ہوئی ہے کہ مسلمہ قانون ہے کہ ہر فن اور ہر شعبہ کے مسلمہ ماہرین کی متفقہ رائے ہی دو اور دو چار کی طرح یقینی ہو سکتی ہے مگر اس اصول کو جہاں اور شعبہ جات میں قائم رکھا گیا وہاں اسے شرعی قوانین میں نظر انداز فرما دیا گیا۔

نکاح ثانی

(۱) آرڈیننس کی رو سے دوسرا نکاح کرنے والے کو پہلے اپنی پہلی بیوی سے اجازت لینی ہوگی۔

(۲) پھر علاقہ کے یونین کونسل کے چیئرمین کو اجازت کے لیے درخواست دینی ہوگی۔

(۳) وہ بیوی اور خاوند کے دو نمائندوں سے مل کر یہ فیصلہ کرے گا کہ آیا واقعی دوسری شادی کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اس اجازت کے بعد عقد ثانی کیا جا سکے گا۔ اس آرڈیننس کی دفعات میں یہ ایک دفعہ ایسی ہے جس کی وجہ سے محترم وزیر قانون قرآن پاک کا نام لے سکتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے۔ فانکحوا ما طاب

لکم من النسآء مثنیٰ و ثلٰث و رباع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃً (الآیہ)

ترجمہ: تو تم اپنی پسند کے مطابق عورتوں کو عقد نکاح میں لاؤ - دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر تمھیں یہ ڈر ہو کہ برابری نہ کر سکو گے - تو ایک ہی سے نکاح کر لو-

محترم وزیر صاحب یوں سمجھے کہ چونکہ عورتوں میں برابری نہیں ہوتی اور اس کے بغیر قرآن پاک زیادہ کی اجازت نہیں دیتا - لہٰذا دوسرا نکاح قانوناً بند کر دینا چاہیے تاوقتیکہ کونسل کا چیئرمین اجازت نہ دے دے-

اس کی وضاحت

اوّل: قرآن پاک کی یہ ممانعت ایسی قانونی ممانعت نہیں ہے جس کا نفاذ حکومت کے ذمہ ہو - یہ اللہ تعالیٰ کی کریمانہ نصیحت ہے کہ بے انصافی کا ڈر ہو تو ایک ہی کر لیا کرو - یہ بات ہر شخص اپنے ضمیر سے پوچھے گا - اس میں حاکم کو مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں ہے - جیسے ریاکاری کی نماز حرام ہے - مگر اس میں حاکم کیا مداخلت کر سکتا ہے چوری اور ڈاکہ کے ارادے سے گھر سے چل پڑنا گناہ ہے - مگر عدالت اس میں اس وقت تک دخل نہیں دے سکتی جب تک کہ کسی انسان پر ظلم کرنے کا واقعہ پیش نہ آ جائے - اسی طرح دوسری شادی میں عدل نہ کر سکنے کا خوف ہو تو شادی کرنے والے کو نصیحت کی گئی ہے کہ ایسی صورت میں ایک ہی پر اکتفا کرو - مگر اس میں حکومت اس وقت تک دخل نہیں دے سکتی جب تک کسی ایک بیوی پر ظلم ہو کر دادخواہی کی نوبت نہ آ جائے نکاح سے پہلے تو ظلم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - البتہ ہر شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے - اگر خطرہ ظلم کا ہو تو نہ کرے ورنہ اس کو کھلی اجازت ہے - پھر یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص نکاح ثانی کرتے وقت بالکل عدل کا ارادہ کیے ہوئے ہے بعد میں بتقاضائے بشریت اس سے کمزوری سرزد ہو جاتی ہے - جیسے کسی کی امانت رکھنے میں ایک شخص کو اپنے متعلق خیانت نہ کرنے کا یقین ہے - مگر بعد میں اس سے امانت میں خیانت سرزد ہو جاتی ہے - اب حکومت اس کو گرفت کرے گی مگر اس کو امانت رکھنے سے کسی وقت نہ روک سکے گی-

دوم: دوسری بات یہ ہے کہ قرآن پاک میں عدل کی وضاحت کی گئی ہے - دوسری جگہ ارشاد ہے

ولن تستطیعوآ ان تعدلوا بین النسآء ولو حرصتم - فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ

ترجمہ: اور تم سے کبھی نہ ہو سکے گا کہ عورتوں میں برابری کرو چاہے تم کتنا ہی چاہو - اس لیے ایسا کرو کہ بالکل ایک کے نہ ہو رہو کہ دوسری کو لٹکا ہوا چھوڑ رکھو (کہ نہ اسے تم پوچھو اور نہ وہ دوسرا خاوند کر سکے) نہ ادھر کی

رہی نہ ادھر کی - تو قرآن پاک جو چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ ایک کو بالکل نظر انداز نہ کر دو اتنا ہی عدل مطلوب ہے - ورنہ پوری برابری تو خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ تم سے نہیں ہو سکے گی - تو جو بات قرآن ممنوع قرار دیتا ہے وہ کالمعلقۃ ہے اور اس کے لیے آرڈیننس کی ضرورت نہیں - جب بھی ضرورت پڑی اس کے تدارک کے لیے عدالت اور قانون تنسیخ نکاح موجود ہے-

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ عدل نہ کر سکنے کے خوف میں نکاح سے نہی اور ممانعت صرف شفقت کے لیے ہے کہ نہ کرو تو بہتر ہے ورنہ پورا عدل تو تم سے ہو بھی نہیں سکتا - اس لیے اتنا کر لیا کرو کہ بالکل ایک کے نہ ہو رہو-

سوم: ثالثاً یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آرڈیننس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا نکاح کوئی جرم اور عار کی بات ہے - صرف ضرورت کے وقت اس کی اجازت دی جا سکتی ہے - حالانکہ قرآن پاک دو دو تین تین چار چار نکاح کرنے کا حق مردوں کو دیتا ہے - صرف ایک خطرے کی صورت میں ایک پر اکتفا کرنے کی ترغیب دیتا ہے - جیسے کہ ارشاد ہے-

فانکحوا ما طاب لکم من النسآء مثنیٰ وثلٰث ورباع پ۴ ع۱

چہارم: چوتھی بات یہ ہے کہ ایک ایسے کام پر سزا تجویز کرنا جس پر عہد صحابہؓ سے لے کر آج تک کسی نے سزا نہیں تجویز کی اور نہ قرآن پاک میں اور نہ حدیث میں اس کا ذکر ہے - اس کو مداخلت فی الدین کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں-

پنجم: پانچویں بات یہ ہے کہ دوسرے نکاح کو پہلی بیوی کے خلع وتفریق کے لیے وجہ جواز قرار دینا دین میں خود ساختہ اضافہ ہے-

ششم: چھٹی بات یہ ہے کہ دوسرے نکاح سے پہلی بیوی کو فوراً مہر دینے کا لزوم - چاہے وہ مہر موجل (خاص میعاد تک) کیوں نہ ہو بے چارے مرد پر خواہ مخواہ کا غصہ ہے-

ہفتم: ساتویں بات یہ ہے کہ ایسا دوسرا نکاح بلا اجازت کیا ہوا رجسٹرار کے دفتر میں درج نہ ہو گا جس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ وہ نکاح نہ سمجھا جائے گا - حالانکہ شریعت میں نکاح دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرنے کا نام ہے اور بس-

ہشتم: آٹھویں بات یہ ہے کہ اس طرح کا بلا اجازت نکاح اگر نکاح نہیں سمجھا جاتا تو کیا اس نکاح کی اولاد حرامی اور میراث سے محروم ہو گی - یہ شریعت کے قطعاً خلاف ہے-

نہم: نویں بات یہ ہے کہ فانکحوا ما طاب لکم (الآیہ) کا مفہوم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپؐ کے خلفائے راشدینؓ نے اور تمام صحابہؓ اور اہل بیتؓ نے ہم سے زیادہ سمجھا تھا- باوجود اس کے ان سبھوں نے زیادہ نکاح کیے- کیا ان مبارک ہستیوں کے مسلسل عمل کے ہوتے ہوئے ہمیں اس کو جرم قرار دینے میں تامل نہ کرنا چاہیے؟

دہم: دسویں بات یہ ہے کہ دوسرا نکاح ملک میں ایک فیصدی بھی نہیں ہے اور بلا نکاح کے فاحشہ عورتوں سے منہ کالے کرنے کا رواج اور بے حیائی کا طوفان دن بدن بڑھتا جا رہا ہے- اگر ہم واقعی دین کی کوئی خدمت یا بیویوں کے دکھ کا مداوا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو بند کریں آخر چکلے باقی رکھنے سے کون سی برکات کی بارش ہو رہی ہے اور نامحرم عورتوں اور مردوں کے باہمی اختلاط کو فروغ دینے سے کون سی مہم آسان ہو جاتی ہے؟

نکاح کی رجسٹریشن

دفعہ ۵ کی رو سے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ یونین کونسل کے رجسٹر نکاح میں نکاح کا اندراج کیا جائے ورنہ تین ماہ قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ ہوگا یا دونوں سزائیں-

(۱) اسلام انعقاد نکاح کے لیے فریقین کے سوا دو گواہ چاہتا ہے جن کے سامنے ایجاب و قبول ہو سکے- انعقاد نکاح کے لیے قاضی اور رجسٹر لازم نہیں ہیں اور نہ تحریر ضروری ہے-

(۲) چودہ سو سال تک تمام امت نے بغیر رجسٹریشن کے نکاح کیے-

(۳) محض انتظامی طور پر رجسٹریشن کی جا سکتی ہے اور عوام کو ترغیب کے ذریعے اس کی طرف متوجہ کیا جا سکتا ہے- مگر اس کو اس طرح کا قانون بنانا کہ اس کے بغیر نکاح نکاح نہ سمجھا جائے شریعت میں اضافہ کا مترادف ہے-

(۴) پھر کیا رجسٹریشن کے بغیر صرف ایجاب و قبول کے ذریعہ کیے ہوئے جائز نکاح کی اولاد حرام کی ہوگی؟ اور کیا وہ وراثت سے محروم ہوگی؟

(۵) ایک ایسے فعل پر جو شرعاً جرم نہیں ہے قید و جرمانہ کی سزا دینا کیسے حق بجانب ہو سکتا ہے- شریعت اس کو بے گناہ قرار دے اور ہم گنہگار؟

طلاق

طلاق کے سلسلہ میں آرڈیننس میں کہا گیا ہے کہ طلاق دے چکنے والا علاقہ کی یونین کونسل کے چیئرمین کو نوٹس دے گا- وہ ایک ماہ کے اندر میاں بیوی دونوں کی طرف سے دو نمائندوں سے مل کر صلح کی کوشش کرے گا- اگر صلح ہو گئی تو فبہا ورنہ طلاق واقع ہو جائے گی اور چیئرمین کو نوٹس نہ دینے کی شکل میں طلاق دینے والا ایک سال قید اور ۵ ہزار روپے جرمانے کا یا دونوں سزاؤں کا مستحق ہوگا-

یہ مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے خلاف شریعت ہے-

(۱) قرآن پاک نے طلاق کا حق خاوند کو دیا ہے ایک جگہ ارشاد ہے-

لا جناح علیکم ان طلقتم النسآء

ترجمہ: تم پر کوئی گرفت نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو-

دوسری جگہ خاوند کو بیدہ عقدة النکاح فرمایا گیا ہے کہ نکاح کی گرہ کا مختار اس کے سوا ابتداء اسلام سے آج تک طلاق کے حق میں خاوند کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کیا گیا تو اس میں چیئرمین صاحب کو شریک بنانا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے- پھر طلاق کے بعد یہ صلح کمیٹی کیا معنی رکھتی ہے-

(۲) عدت طلاق نوٹس کے بعد سے شروع ہوگی چاہے نوٹس ایک ماہ کے بعد دیا گیا ہو- حالانکہ عدت طلاق کے بعد سے فوراً شروع ہو جاتی ہے- یہ بھی قرآن کے خلاف ہے-

(۳) طلاق اس کمیٹی کی مصالحانہ کوشش کی ناکامیابی کے بعد واقع ہوگی- حالانکہ طلاق منہ سے نکلتے ہی واقع ہو جاتی ہے-

(۴) طلاق اگر تین ہے تو مصالحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور آرڈیننس پھر بھی صلح کرانے کا مجاز بناتا ہے- گویا طلاق سے رجوع کا حق دیتا ہے حالانکہ ملک کی غالب اکثریت حنفی مسلک والوں کے ہاں تین طلاق کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا اور نہ دوبارہ نکاح کیا جا سکتا ہے یہ دونوں باتیں شریعت اسلامیہ کے خلاف ہیں-

(۵) طلاق کی عدت جبکہ بیوی حاملہ نہ ہو نوے دن مقرر کی گئی ہے- حالانکہ قرآن پاک نے ثلثة قروء یعنی تین حیض بتائی ہے اور یہ تین بار کی ماہواری کبھی دو مہینے سے پہلے پوری ہو جاتی ہے اور کبھی تین ماہ سے زیادہ مدت میں- یہ بھی قرآن پاک کے صریح خلاف ہے- تین ماہ کی عدت قرآن پاک میں حسب فرمان و اللائی یئسن ان عورتوں کے لیے ہے جن کو ماہواری نہ آتی ہو حسب فرمان و اللائی لم یحضن ان عورتوں کے لیے

جو نابالغ ہوں-

(٦) حاملہ ہونے کی صورت میں آرڈیننس میں عدت بچہ ہونے کو بتایا گیا ہے بشرطیکہ بچہ نوے دن سے زیادہ کا ہو جائے- اگر جلدی ہو جائے تو نوے دن پھر بھی پورے کرنے ہوں گے- یہ بھی قرآن پاک کے خلاف ہے- قرآن پاک میں حاملہ کی عدت صرف وضع حمل تک ہے- **ان یضعن حملھن**

(۷) آرڈیننس میں مصالحت کے لیے اس نازک گھریلو معاملہ کے اندر ایک غیر متعلق آدمی یعنی چیئرمین کو دخیل بنایا گیا ہے- حالانکہ قرآن پاک میں صلح کرانے کے لیے صرف دونوں فریق کے دو نمائندوں کا ذکر ہے پھر اگر یہ چیئرمین صاحب کوئی عیسائی یا مرزائی ہو تو اور مصیبت ہوگی-

(۸) چیئرمین کو طلاق دے دینے کی اطلاع اگر نہ دی گئی تو ایک سال قید اور ۵ ہزار روپے جرمانہ کی سزا ہوگی- اسلام میں نہ اپنے طلاق کی کسی کو خبر کرنے کی پابندی ہے- نہ اطلاع نہ کرنے کی یہ سزا یہ بھی قطعاً غیر اسلامی دفعہ ہے-

(۹) اس قانون میں خاوند طلاق کی وجوہات بیان کرے گا تو فتنہ کی آگ بھڑک سکتی ہے حالانکہ اسلامی قانون ہے- **فامساک بمعروف او تسریح باحسان** کہ باقاعدہ بیوی بنائے رکھو یا اچھے طریقے سے علیحدہ کردو-

نکاح کی عمر

آرڈیننس میں قرار دیا گیا ہے کہ جس لڑکی کی عمر سولہ سال سے کم ہوگی- اس کا نکاح نہ ہو سکے گا یہ حکم کتاب وسنت کے خلاف ہے-

(۱) قرآن پاک نے جہاں عدت کا بیان کیا ہے وہاں فرمایا ہے کہ **واللائی لم یحضن** کہ جن لڑکیوں کو ابھی حیض نہیں آیا ان کی عدت (بجائے تین ماہواری کے) تین مہینے ہیں- ظاہر ہے کہ عدت طلاق کے بعد ہے اور نکاح سے پہلے طلاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا- گویا قرآن پاک نابالغ لڑکی کے نکاح کی صاف اجازت دیتا ہے-

(۲) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا عقد کم وبیش ۶ سال کی عمر میں ہوا جبکہ عرب کے گرم ملک میں اس وقت لڑکی قریب بلوغت ہو جاتی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تھیں ان کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

کے ساتھ کم عمر میں ہوا- (دیکھو الفاروق مصنفہ شبلی نعمانی بحث ازواج واولاد) اور اس وقت سے لے کر اب تک اس کے جواز میں کسی نے شک نہیں کیا- اس کو خلاف قانون قرار دینا افسوس ناک ہے- ہم اس فعل کو جسے آقائے دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو اور قرآن سے جائز ثابت ہو رہا ہو کیسے غلط کہہ دیں- یہ اور بات ہے کہ عام طور پر ایسا کرنے سے معاشرہ میں قسما قسم مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں- مگر اس کی روک تھام وعظ ونصائح اور تبلیغ سے کی جانی چاہیے- دراصل یہ صغرسنی کی شادی کی مصیبت ہندوؤں کے ہاں رائج ہے جو گود کے بچوں کی شادیاں کرتے ہیں- اس لیے انھوں نے اسمبلی میں سارداابل پیش کیا تھا جو پاس ہو کر سارداایکٹ بن گیا- اس وقت بھی سارے ملک نے اس قانون کے خلاف زبردست احتجاج کیا تھا- ورنہ مسلمانوں میں ایسی شادیاں ایک فیصدی سے بھی کم ہیں-

(۳) آرڈیننس میں سولہ سال کی عمر نکاح کے لیے تجویز کی گئی ہے- مگر دوسری طرف اسکولوں' کالجوں' کلبوں اور ناچ گھروں کی طرف توجہ نہیں کی گئی- اس ماحول میں لڑکی جو تقریباً ۱۳ سال میں بالغ ہو جاتی ہے کس طرح بداخلاقی سے بچائی جا سکتی ہے اور اس آرڈیننس سے والدین پر کتنی بڑی ذمہ داری کا بوجھ آن پڑتا ہے-

پوتے اور نواسے کی وراثت

آرڈیننس میں مرحوم دادا کے پوتوں اور پوتیوں کو جن کے باپ مر چکے ہیں دادا کے زندہ بیٹوں کے ساتھ برابر کا وارث بنا دیا گیا ہے- اسی طرح مرحوم نانا کے نواسوں اور نواسیوں کو بھی جن کی مائیں مر چکی ہیں نانا کی زندہ بیٹیوں کے ساتھ وارث قرار دیا گیا ہے-

(۱) اس حکم سے علم میراث کے مسلمہ اصول اور حضرت شارع علیہ السلام کے منشا کی خلاف ورزی کی گئی ہے- اصول یہ ہے کہ **الاقرب فالاقرب** (کہ جو میت سے زیادہ قریب ہو اس کا حق مقدم ہے اس کے بعد جو نمبر۲ قریب ہے پھر نمبر۳) ایک میت کا وارث بیٹا موجود ہے اور ساتھ ہی میت کا پوتا بھی جو زندہ بیٹے کا بھتیجا ہے- شریعت چچا اور بھتیجے کی موجودگی میں چچا کو مقدم قرار دیتی اور پوتے کو ایک نمبر دور ہونے کی وجہ سے محروم کرتی ہے- مگر چودھویں صدی کے منکرین حدیث کو ان پوتوں پوتیوں پر بڑا رحم آتا ہے- وہ ان کو حصہ دلا کر قرآن پاک کے بیان کردہ دوسرے وارثوں کا حق گھٹاتے اور ان پر ظلم کرتے ہیں- اگر یہ حق ان پوتوں کو یتیم ہونے کی وجہ سے دیا جاتا ہے تو پھر ان کے سوا خاندان یں جو دوسرے یتیم ہیں ان کو کیوں محروم کرتے ہیں- اگر غریب اور مفلس ہونے کی وجہ سے ہے تو دوسرے غریب اور مفلس رشتہ داروں کو کیوں نہیں دلاتے اور اگر

حاجت اور ضرورت کا ہی لحاظ کرنا ہے تو چاہیے کہ بیٹے کو جو لکھ پتی ہے محروم کر کے صرف پوتے کو وراثت دی جائے جو دس روپے کا بھی مالک نہیں یا اگر پوتے لکھ پتی ہیں تو ان کو محروم کر دیا جائے اور صرف غریب بیٹیوں کو دیا جائے۔ (منکرین حدیث عوامی جذبات ابھارنے کے لیے یتیم کا لفظ بے ضرورت استعمال کرتے ہیں)

یہ سب قصور جہالت کا ہے وہ منکرین یہ بات سمجھتے نہیں ہیں کہ ترکہ کی تقسیم احتیاج یا غریبی اور یہ یتیمی کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ نہ وہ صدقہ ہے۔ وہ تو حق مالکیت کا انتقال ہے جو میت کے زیادہ قریب ہو گا وہی زیادہ حق دار ہو گا۔

(۲) اگر کسی کو یہ وسوسہ ستا رہا ہو کہ قرآن نے فرمایا ہے فی اولاد کم اور اولاد میں بیٹے اور پوتے سارے ہی آجاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تو زندہ اور مرے ہوئے سارے بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد اپنے ماں باپ کے ساتھ دادا اور نانا کی وراثت میں برابر کے شریک ہوں گے کیونکہ وہ سب اولاد ہیں۔ پھر آپ صرف یتیم پوتوں کی کیوں تخصیص کر رہے ہیں۔

(۳) اسلام سے زیادہ یتیم پروری کی تعلیم کسی نے نہیں دی۔ لیکن اسلام ایک کا حق چھین کر یتیم کو نہیں دلانا چاہتا۔ اگر دادا اپنے یتیم پوتے کو واقعی دینا چاہتا تو اس کو اپنی زندگی میں بطور ہبہ کے جو چاہے دے سکتا ہے اور اگر زندگی میں نہیں بلکہ مرنے کے بعد دینا چاہتا ہے تو اس کو شریعت وصیت کی اجازت دیتی ہے۔ وہ اپنے تمام مال میں سے ثلث (تہائی) مال کی وصیت پوتے کے لیے کر سکتا ہے جس کے ذریعے بسا اوقات وہ دوسروں سے حصہ میں بڑھ جائے۔ مثلاً ایک شخص کے تین ہزار روپے ہیں یا اتنے کی جائیداد۔ اس نے یتیم پوتے کو تہائی مال کی وصیت لکھ دی۔ اس کو شرعاً و قانوناً ایک ہزار روپیہ ملے گا۔ باقی دو ہزار اگر میت کے چار بیٹوں میں تقسیم ہو تو صرف پانچ پانچ سو ایک ایک کو مل سکے گا۔

لیکن اگر اپنا حقیقی دادا اور نانا اس کو اپنی اولاد کے مقابلہ میں نہیں دینا چاہتا تو اوروں کو کیا حق ہے کہ اس کے مال پر فاتحہ پڑھیں۔

اگر اصول میراث پر نگاہ ہو تو بات کوئی مشکل نہیں ہے جیسے یہاں بیٹے اور پوتے میں ایک پشت کا فرق ہے۔ اسی طرح میت کے حقیقی بھائی بہن اور چچا زاد اور خالہ زاد بھائی بہن میں بھی صرف ایک واسطے کا فرق ہے۔ بھائی باپ کے نطفہ میں اور چچا زاد دادا کے نطفہ میں شریک ہے پھر حقیقی بھائی کے ساتھ چچا زاد، خالہ زاد، ماموں زاد وغیرہ بھائیوں کو بھی شریک وراثت کرنا چاہیے۔ بلکہ ان کی اولاد کو بھی۔

اس ادعا کے اندر کہ قرآن پوتے کو وراثت دیتا ہے کتنا گناہِ عظیم مستور ہے کیونکہ ایسا کہنے والا یہ سمجھ رہا ہے

کہ قرآن پاک کا حقیقی مطلب میرے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر آج تک کوئی امام مجتہد، عالم اور ولی نہیں سمجھا، اس طرح سے تمام دین غلط اور نا قابل اعتماد قرار پاتا ہے۔

جب ابتدا اسلام سے آج تک کسی ایک بزرگ کا قول بھی پوتے، نواسے کی وراثت کے حق میں نہیں ہے تو پھر اس اجماعی مسئلہ کی مخالفت کون صحیح سمجھ سکتا ہے۔

نظام العلماء مغربی پاکستان کی مجلس شوریٰ یہ واضح کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے کہ قرآن پاک کسی اور قانون یا رسم ورواج کے صحیح اور غلط ہونے کا معیار تو ہو سکتا ہے مگر کسی دوسرے قانون کو قرآن پاک کے کسی حکم کی تصدیق و تکذیب کا معیار نہیں بنایا جا سکتا۔

وما علینا الا البلاغ

باب اوّل

وہ عورتیں جن سے طلاق کی وجہ سے نکاح حرام ہے

تین بار طلاق دی گئی، عورت کے ساتھ دوبارہ نکاح کس طرح کیا جائے؟

﴿س﴾

منکہ مولوی غلام رسول ولد مولوی الٰہی بخش بدرستی ہوش وحواس خمسہ بغیر جبر واکراہ اپنی زوجہ نور الٰہی دختر حیات محمد کی تھی عرصہ چار سال سے شریعت محمدی کے لحاظ سے منکوحہ تھی۔ آج مورخہ ۵۹/۳/۲۶ کو روبرو گواہوں کے لفظ طلاق اپنے اوپر حرام، حرام، حرام تین دفعہ کہہ کر مطلقہ کر دیا ہے اور حق مہر بھی ادا کر دیا ہے اور جو زیورات اس کے تھے۔ اس کو دے دیے۔ اب کوئی زیور اس کا میرے پاس نہ ہے اور نہ میرا اس کے پاس۔ لہٰذا یہ چند حروف بطور سند تحریر کیے۔ تا کہ وقت پر کام آئیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مسمی مذکور اپنی منکوحہ مذکورہ کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

حافظ غلام رسول ڈاکخانہ دنیاپور تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر غلام رسول اپنی سابقہ منکوحہ کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ یہ عورت کسی دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کرے اور وہ دوسرا آدمی اس عورت کے ساتھ ہمبستری بھی کر جائے۔ صرف نکاح کافی نہیں۔ بلکہ ہمبستری ضروری ہے۔ اس کے بعد وہ آدمی اس عورت کو طلاق دیدے۔ تب جا کر عدت گزارنے کے بعد اس کے لیے حلال ہوگی۔ یعنی عدت گزر جانے کے بعد اس کے ساتھ نکاح کرے۔

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تین طلاق کے بعد دوسرے شخص کے ساتھ محض نکاح کافی نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس کے بعد زید کے چھوٹے بھائی سے اس کا نکاح کیا۔ لیکن زید کے چھوٹے بھائی نے اس کے ساتھ ہمبستری نہیں کی اور طلاق دیدی۔ اب وہ دوبارہ زید کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ تو کیا اس طرح یہ عورت زید کے لیے حلال ہوگئی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر دوسرے خاوند نے ہمبستری نہیں کی تو پہلے کے لیے حلت نہیں ہوتی۔ حلالہ میں دوسرے خاوند کا ہمبستری کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر صرف نکاح کرنے سے حلت نہیں ہوتی۔ لقولہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره الأيه . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ شعبان ۱۳۹۶ھ

تین طلاق کی متعدد صورتیں اوران کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ عورت مطلقہ غیر مدخول بہا اپنا نکاح دوبارہ پہلے خاوند کے ساتھ کرنا چاہتی ہے۔اس کے حلالہ کی صورت کیا ہے؟ کیا بغیر حلالہ کے نکاح ثانی زوج سابق سے ہوسکتا ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

غیر مدخول بہا کو اگر تین طلاق ایک لفظ سے دی ہیں۔مثلاً انت طالق ثلثا تو وہ بسہ طلاق مغلظہ ہو جائے گی اور بغیر حلالہ کے زوج اول کے لیے اس سے نکاح حرام ہوگا۔شامی ص ۲۸۵ ج ۳ مطبوعہ مصر باب طلاق غیر مدخول بہا میں غیر مدخول بہا بالثلث کو بلا تحلیل جائز کہنے والے کے قول پر شدید رد کیا گیا ہے۔(قوله وماقيل) ردّ على ما نقله في شرح المجمع عن كتاب المشكلات (الى ان قال) ووجه الرد انه مخالف للمذهب لانه اما ان يريد الخ ثم قال الشامي في هذا القول وقد وقع في بعض الكتب ان غير المدخول بها تحل بلا زوج وهو زلة عظيمة مصادمة للنص والاجماع لايحل لمسلم راه ان ينقله فضلاً عن ان يعتبره لان في نقله اشاعته وعند ذلك ينفتح باب الشيطان في تخفيف الامرفيه ولا يخفى ان مثله ممالا يسوغ الاجتهاد فيه لفوات شرطه من عدم مخالفة الكتاب والاجماع نعوذ بالله من الزيغ والضلال والامرفيه من ضروريات الدين لايبعد اكفار مخالفه انتهى اوراگر تین طلاق الگ الگ لفظ سے واقع کی ہیں مثلاً انت طالق وطالق وطالق تو صرف ایک طلاق بائنہ ہوگی اور باقی دوطلاق کی چونکہ محل نہ رہی اس لیے کہ اس کی عدت تو ہے نہیں۔اس لیے باقی دوطلاق لغو ہوں گی اور جب فقط ایک واقع ہوئی اور تین واقع نہ ہوئیں تو مغلظہ نہیں۔بغیر تحلیل کے نکاح زوج اول سے کرسکتی ہے۔درمختار کے باب مذکور میں ہے۔وان فرق بوصف او خبر اوجمل بعطف او غيره بانت بالاولى لا الى عدة ولذا لم تقع الثانية الخ درمختار اوراس کی شرح میں شامی کی تفصیل بھی دیکھی جائے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

لفظ ''طَلَّقْتُکِ'' اوراپنے اوپر حرام کر چکا ہوں، کے بعد دوبارہ نکاح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی محمد نواز ولد غلام رسول نے بایں الفاظ (تین طلاق بلفظ

طلقتک کہہ کر اپنے نفس پر حرام کر چکا ہوں۔جو کہ طلاق نامہ میں درج ہے) اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو کیا وہ اب دوبارہ بغیر حلالہ نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ شخص مذکور پر اس کی زوجہ بسہ طلاق حرام بحرمت مغلظہ ہوگئی ہے۔تین مرتبہ لفظ طلاق کے ساتھ طلاق دینے سے عورت کے مطلقہ مغلظہ ہونے میں تمام اہل سنت والجماعت کے نزدیک کوئی شبہ نہیں۔امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور تمام امت محمدیہ کا یہی مذہب ہے۔کذا فی عمدۃ القاری۔اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کا اعلان مجمع صحابہ میں فرمایا۔کسی نے اس کا خلاف نہیں کیا۔اخرجه الطحاوی فی معانی الآثار بسند صحیح۔ اب بجز اس کے چارہ نہیں کہ بعد عدت گزارنے (عدت تین حیض) کے دوسرے کسی مرد سے نکاح کرے اور پھر وہ اپنی مرضی سے بعد جماع کرنے کے طلاق دے دے تو پھر یہ عورت تین حیض عدت گزار کر خاونداول سے نکاح کرسکتی ہے۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

عورت کو یہ کہنا ''چھوڑ دیا ہے'' اور پھر نکاح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ مسماۃ غلام فاطمہ کا نکاح قبل از بلوغت اس کے باپ نے کر دیا تھا۔مذکورہ جب بالغ ہوئی تو اسے اس کے سسرال بھیج دیا گیا۔لیکن وہ وہاں جانے پر رضامند نہ تھی۔بادل ناخواستہ وہ چلی گئی۔مگر چند ہی روز بعد وہ ناراض ہوکر کہیں چلی گئی۔بڑی مشکل سے اسے واپس لایا گیا۔حتیٰ کہ دو تین بار وہ اپنے گھر سے تنگ آ کر روپوش ہوگئی اور مسماۃ مذکورہ نے کہہ دیا کہ میں اپنے زوج اسماعیل کے گھر نہیں رہنا چاہتی۔اس کی انہی حرکات پر اسماعیل نے اسے روبروآدمیوں کے کہہ دیا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا ہے اور کئی بار یہ الفاظ کہے۔آیا ایسی صورت میں مسماۃ مذکورہ کو طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں اور مسماۃ مذکورہ اپنا نکاح زوج ثانی سے کرسکتی ہے یا نہیں۔بینوا بالکتاب والسنہ

﴿ج﴾

لفظ ''چھوڑ دیا'' کو امداد الفتاویٰ میں مولانا تھانویؒ نے طلاق کے صریح الفاظ میں سے شمار کیا ہے اور مولانا

عبدالحی لکھنوی اور مفتی محمد شفیع صاحب نے بھی اس کو ترجیح دی ہے۔ پس بنابریں صورت مسئولہ میں اگر ایک دفعہ چھوڑ دیا کہا ہے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی اور اگر دو دفعہ کہا ہے تو دو طلاق رجعی واقع ہوگئیں اور اگر تین دفعہ کہا ہے تو مطلقہ مغلظہ ہوگئی۔ بغیر حلالہ کے دوبارہ اس خاوند کے ساتھ آباد نہیں ہوسکتی۔ عورت عدت شرعیہ گذار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ ذوالقعد ۱۳۸۹ھ

ایک طلاق کے بعد دو بار کنکریاں پھینکنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مثلاً زید نے ایک طلاق دی۔ فریق ثانی کے کہنے پر زید نے ایک کنکری پھینکی دوسری کنکری پھینکی۔ آیا پھر زید نکاح کرنا چاہتا ہے۔ شرعاً طلاق کونسی واقع ہوگی۔ زید نکاح کرسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر زید نے اپنی زوجہ کے بارے میں یہ کہا کہ ''ایک طلاق دی'' اور اس کے بعد دو کنکری پھینکی تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے۔ اگر رجوع نہیں کیا۔ تو عدت کے بعد نکاح جدید بتراضی طرفین بغیر حلالہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ذوالقعد ۱۳۹۷ھ

صورت مسئولہ میں عورت کا قول معتبر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی۔ علماء کرام کے متفق علیہ فیصلے عورت کی طلاق ثابت ہوئی۔ عورت حاملہ تھی۔ بعد وضع حمل کے حیلہ کی صورت نکالنے لگے۔ جسے حلالہ کہتے ہیں۔ ایک نابینا حافظ غلام حیدر کے ساتھ نکاح پڑھایا گیا۔ حافظ اکثر باہر رہتا ہے۔ جب وہ آتا ہے۔ اپنے بہنوئی کے گھر میں رہتا ہے۔ وہاں وہ عورت اس کا پہلا خاوند بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ چونکہ حافظ کا بہنوئی اس کام کا مالک مختار کل بن چکا تھا۔

رات کے وقت جس مکان میں رہتے۔ حافظ وعورت پہلا خاوند بھی ساتھ رہتا۔ جس کی وجہ سے حق زوجیت شرعی حافظ کو نہ کرنے دیا گیا۔ آخر عورت نے مجبوراً طلاق دینے کو کہا۔ حافظ نے عورت کو طلاق کر دیا۔ جس پر حافظ جامع مسجد میں قسمیہ بیان دے چکا ہے کہ حق زوجیت مجھے نہیں کرنے دیا گیا اور بھی وہاں کے مردوں وغیرہ سے صحیح تسلی کی گئی ہے کہ حافظ کو حق زوجیت مباشرت سے باز رکھا گیا۔ اب حافظ کی طلاق کے بعد عورت نے کہیں غلط بیان دے کر نکاح پڑھا لیا ہے کہ میں حافظ کے حق نکاح میں رہی۔ مجھے کسی قسم کا انکار نہ تھا۔ وہ میرا خاوند تھا۔ میرے ساتھ مباشرت کرتا رہا۔ حالانکہ صحیح تسلی کر چکے ہیں کہ کوئی مباشرت وغیرہ نہیں کی۔ اب مسئلہ کس حد تک جائز ہے۔ کیا گواہی مرد کی قابل قبول ہے یا کہ عورت کی۔ کیا حلالہ بغیر خاوند کی مباشرت کے جائز ہے یا کہ نہیں۔ اب عورت نے نکاح پڑھا لیا۔ کیا یہ نکاح صحیح ہے یا کہ غلط۔ بار بار لکھ رہا ہوں۔ وہاں سے تحقیقات سے تسلی کی گئی ہے کہ کوئی حافظ نے مباشرت نہیں کی۔ کیا اب اس عورت مرد کے ساتھ لین دین یعنی برتنا شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر زوج اول عورت کے قول کی تصدیق کرتا ہے اور اس کو یہ یقین ہے کہ واقعی عورت کا قول صحیح اور سچا ہے۔ تو یہ نکاح صحیح ہے۔ اس لیے کہ مسئولہ صورت میں اعتبار عورت کے قول کو ہے۔ قال فی الهندية ص ۴۷۴ ج ۱ مطبوعه مكتبه ماجديه كوئٹه فی نکاح الاجناس لو اخبرت المرأة ان زوجها الثانی جامعها وانكر الزوج الجماع حلت للاول الخ . قال فی الدرالمختار علی هامش تنویر الابصار ص ۴۱۷ ج ۳ قال الزوج الثانی كان النكاح فاسدا اولم ادخل بها و كذبته فالقول لها. وقال فی الشامية تحت (قوله فالقول لها) كذا فی البحر وعبارة البزازية ادعت أن الثانی جامعها وانكر الجماع حلت للاول وعلی القلب لا الخ . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۴ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

درج ذیل صورت میں جدید نکاح کے ساتھ عورت شوہر کے نکاح میں آسکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خاوند بیوی کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ جس پر بیوی نے خاوند کو کہا کہ تو کافر ہے۔ اس کے جواب میں خاوند نے اپنی منکوحہ کو ایک بار کہہ دیا کہ میں نے تجھ کو طلاق دے دی۔ تو مجھ سے فارغ ہے۔ میں تجھے نہیں رکھوں گا۔ یہ سب معاملہ خاوند کے والدین کے گھر میں ہوا۔ اور خاوند اس کو چھوڑ کر شہر میں چلا آیا۔

ہفتہ عشرہ کے بعد لوگوں کے اور والدین کے کہنے کے مطابق دوبارہ منکوحہ کو اپنے گھر لا کر دو ہفتہ حقوق زوجیت ادا کر رہا ہے۔ اس کے بعد چونکہ نومولود ہونے والا تھا۔ اس واسطے وہ عورت اپنے گھر چلی گئی۔ یعنی میکے چلی گئی اور چھلہ کے موقع پر خرچ وغیرہ بھی بھیجا۔ اب اس بات کو چھ ماہ گزر چکے ہیں۔ اس دوران میں اس آدمی سے دوست پوچھتے ہیں کہ بیوی کو کیوں نہیں لاتے۔ جاؤ ضرور لے کر آؤ۔ وہ کہہ دیتا کہ میں نہیں لاؤں گا۔ کبھی کہہ دیتا کہ میں نے طلاق دے دی ہے۔ کبھی کہہ دیتا کہ کچھ چکر ہی ایسا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب کیا اس عورت پر طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہ اور واپس اپنے خاوند کے گھر بغیر حلالہ کے آ سکتی ہے یا کہ حلالہ ضروری ہے۔

﴿ج﴾

یہ عورت بغیر حلالہ کے سابق خاوند کے نکاح میں آ سکتی ہے۔ البتہ نکاح دوبارہ کرنا ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تین طلاق کے بعد عورت سے دوبارہ نکاح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی۔ پھر گیارہ ماہ کے بعد اس عورت (سابقہ بیوی) سے پھر نکاح کرے۔ آیا شرعی طور پر اس کا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ جبکہ اس عورت نے تین طلاقوں کے بعد دوسرے کسی شخص سے نکاح نہیں کیا۔ بلا نکاح ثانی پہلے شخص (خاوند سابقہ) سے نکاح کیا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اس شخص کا اپنی مطلقہ مغلظہ کے ساتھ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے اور اس طرح زوجین کا آپس میں آباد رہنا حرامکاری ہے۔ اس شخص پر لازم ہے کہ فوراً اس عورت کو چھوڑ دے اور توبہ تائب ہو جائے۔ قال اللہ تعالی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره الأيه . وفي الشاميه (قوله ثلاث متفرقة) و كذا بكلمة واحدة بالاولى (الى ان قال) وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلاث الخ . (ردالمحتار ص ۲۳۲ ج ۳) واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

غیر مدخول بہا پر ایک ہی طلاق پڑتی ہے، اس سے دوبارہ نکاح درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کا نکاح اس کی خالہ زاد بہن سے حالت نابالغی میں ہر دو کے والدین کی کفالت سے ہوا۔ ہم دونوں بالغ ہو چکے ہیں اور میری بیوی کی رخصتی تا حال نہیں ہوئی۔ یعنی خلوت صحیحہ کا موقع نہیں ہوا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر میں نے اپنی بیوی کو گذشتہ سال اندازاً دسمبر میں تحریری طلاق دو آدمیوں کی موجودگی میں ان کے دستخطوں کے ساتھ تین مرتبہ طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی لکھ کر اپنے خسر و میرے خالو بھی ہوتے ہیں اور تایا سگے بھی ہیں۔ دستی ان کو دے دی تھی۔ مطلقہ جس کو میں طلاق دے چکا ہوں۔ جو میری خالہ زاد بہن ہے۔ ماں باپ دونوں ضعیف ہیں۔ ماں باپ کے بعد اس کی نگہداشت اور کفالت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں۔ اس سے نکاح ثانی کر لوں۔ تا کہ اس کی تاحیات سرپرستی اور کفالت کر سکوں۔ کیا حسب بالا حالات کے تحت میں بغیر حلالہ کے نکاح ثانی کر سکتا ہوں۔

﴿ج﴾

چونکہ ایسی عورت جو غیر مدخولہ ہو اور اس کو طلاق ہو جائے۔ تو وہ ایک ہی طلاق سے بائن ہو جاتی ہے۔ اب رجوع نہیں ہوسکتا۔ ہاں نکاح جدید سے پھر اسی کو آباد کر سکتا ہے۔ کسی حلالہ صحیحہ کی بھی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم

(۱) ممبر بحر دار العلوم سعودیہ

(۲) ممبر بحر دار العلوم سعودیہ

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال نکاح ثانی بغیر حلالہ بتراضی طرفین جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر شوہر ثانی نے طلاق دی ہو اور عدت بھی گزر گئی ہو تو شوہر اول کے لیے جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی عورت کو طلاق دی۔ بعد عدت کے اس عورت نے اپنا نکاح دوسرے مرد سے کیا۔ کچھ دن اس کے پاس رہ کر اس نے طلاق دی۔ پھر دوبارہ اس عدت کے بعد اس پہلے مرد سے نکاح ہوا۔ نکاح کرتے وقت دوسرا مرد جس نے نکاح کر کے پھر طلاق دی۔ تو وہ اس وقت موجود نہیں تھا۔ تو مولوی صاحب نے ان کے رشتہ داروں میں سے دو مردوں کو بلا کر ان سے پوچھا کہ واقعی دوسرا نکاح ہوا اور طلاق دی

گئی ہے یا نہیں۔ انھوں نے خدا کو حاضر مان کر کہا کہ واقعی نکاح ہوا اور طلاق دی گئی ہے۔ پھر عورت اور مرد سے پوچھا انھوں نے بھی یہی بات کہی۔ اب اس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے کہ پہلے مرد سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ مولوی صاحب نے نکاح کر دیا ہے۔ دوسرا نکاح ہونے اور بعد میں طلاق دینے والا آدمی یہاں نہیں ہے اور پورا معلوم بھی نہیں کہ واقعی طلاق دی ہے یا نہیں۔ میاں بیوی اور دونوں گواہوں کی گواہی پر نکاح پہلے مرد سے پڑھایا ہے۔

﴿ج﴾

اگر شرعی طریقہ سے زوج ثانی کے ساتھ نکاح ہوا ہے اور زوج ثانی نے ہمبستری بھی کی ہے۔ تو اگر اس زوج ثانی کا نکاح اور طلاق ایسے گواہوں کے ساتھ ثابت ہو جائے۔ جو شرعاً معتبر ہوں اور عورت کے صدق پر قلب مطمئن ہو۔ تو پہلے زوج کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

روتے ہوئے تین طلاق دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بالغ لڑکے نے اپنی منکوحہ کو گواہوں کے روبرو تین طلاقیں دی ہیں۔ اس بارے میں جب چند لوگ جمع ہوئے۔ ایک عالم دین نے اس لڑکے کو طلاق کے لفظ کہنے کو کہا کہ تو کہہ کہ میں نے اپنی منکوحہ لڑکی فلاں کی دختر کو تین طلاقیں دیں اور ہمیشہ کے لیے اپنے پر حرام کرتا ہوں۔

چونکہ لڑکی کی جانب سے طلاق کا مطالبہ کرنے والے اس طلاق دہندہ لڑکے کے قریب ترین رشتہ داروں میں سے تھے۔ اس واسطے لڑکے کو افسوس ہوا اور طلاق دیتے وقت رو پڑا۔ ویسے اس پر کوئی جبر و تشدد یا دھوکہ دہی نہیں کی گئی بلکہ اس کے گھر والوں نے اور دوسرے لوگوں نے اطمینان دلایا ہے کہ فکر نہ کر تیرا کوئی اچھا انتظام نکاح کا دوسری جگہ کریں گے۔ بہر حال طلاق کے الفاظ اس نے ادا کیے ہیں۔ لیکن بعض لوگوں نے اس چیز کو اُچھالا ہوا ہے کہ رونے والے کی طلاق کیسے ہو سکتی ہے۔ لہٰذا آپ سے عرض ہے کہ از روئے شرع فیصلہ فرمائیں کہ یہ طلاق ہوئی ہے یا نہیں جبکہ طلاق کے الفاظ لڑکے نے کہہ دیے ہیں اور رونے کی وجہ بھی عرض کر دی ہے اور کسی قسم کا کوئی جبر نہیں کیا گیا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اس لڑکی پر تین طلاق واقع ہو گئی۔ رونے والی کی طلاق واقع ہوتی ہے۔ بدون حلالہ کے لڑکی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ قال علیه السلام ثلث جدهن جد وهزلهن جد وعدمنهن الطلاق ،(

الدر المختار ص ۲۳۵ ج ۳ ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل الخ) قوله تعالى فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره الأية . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ

تین طلاق کی وجہ سے عورت شوہر پر حرام ہو جاتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے اپنی زوجہ کو تین مرتبہ تجھے طلاق کہا ہے۔ گواہ بھی سننے والے موجود تھے۔ اب وہ خاوند اسی عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر اپنی زوجہ کو تین مرتبہ طلاق دے دی ہے تو اب بغیر حلالہ کے دوبارہ اس خاوند سے نکاح جائز نہیں ہے۔ فان طلقتم فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره الأية . عورت عدت شرعیہ گذار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ شوال المکرم ۱۳۸۹ھ

تین طلاق کے بعد شوہر ثانی نے اگر صرف نکاح کر کے طلاق دی ہو تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

ایک شخص نے اپنی بیوی کو زبانی تین طلاق دے کر مطلقہ کر دیا ہے۔ پھر اس عورت مطلقہ مذکورہ نے کسی کے ساتھ نکاح کر لیا ہے۔ اب اس دوسرے شخص نے اس عورت کو عرصہ ایک ماہ اپنے پاس رکھ کر بغیر مجامعت طلاق دے دی ہے۔ اب اس دوسری جگہ سے اس عورت کو عرصہ ایک ماہ کا ہو گیا ہے۔ آیا یہ عورت خاوند کے پاس دوبارہ جا کر نکاح کر سکتی ہے۔

﴿ج﴾

عورت مذکورہ مغلظہ ہے۔ مغلظہ واپس زوج اول کے نکاح میں جب آ سکتی ہے کہ پہلے خاوند سے عدت مکمل گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کرے اور دوسرا شوہر اس سے مجامعت بھی کرے۔ پھر وہ طلاق دے۔ پھر عورت

عدت مکمل گزار کر زوج اول کے ساتھ نکاح کرے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔ لہٰذا عورت مذکورہ زوج اول سے نکاح اس صورت میں نہیں کر سکتی جو اوپر مذکور ہے۔

شوہر ثانی کے صرف نکاح کرنے سے عورت طلاق کنندہ کے لیے حلال نہیں ہو سکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاقیں دیں۔ عدت کے بعد ہندہ کا نکاح بکر سے ہوا حلالہ کے لیے لیکن بکر نے ہندہ سے وطی نہیں کی۔ بغیر دخول کے چند دنوں کے بعد طلاق دے دی۔ اب وہ عورت اپنے پہلے خاوند زید کے نکاح میں آ سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مطلقہ مغلظہ زوج ثانی کے وطی کیے بغیر زوج اول کے نکاح میں بالاجماع نہیں آ سکتی ہے۔ حلالہ کے لیے باتفاق جمیع مجتہدین دخول (وطی) شرط ہے۔

کما قال فی تنویر الابصار ص ۴۰۹ ج ۳ لا مطلقة بها لوحرة وثنتين لوامة حتى يطأها غيره ولو مراهقا بنكاح وتمضى عدته وقال الشامى تحته ج ۲ /صفحه ۵۸۳ ثم اعلم ان اشتراط الدخول ثابت بالاجماع فلا يكفى مجرد العقد قال القهستانى وفى الكشف غيره من كتب الاصول ان العلماء وغير سعيد بن المسيب اتفقوا على اشتراط الدخول وفى الزاهدى انه ثابت باجماع الامة وفى المنية ان سعيدا رجع عنه الى قول الجمهور فمن عمل به يسود وجهه ويبعد و من افتى به يعزر وما نسب الى الصدر الشهيد فليس له اثر فى مصنفاته بل فيها نقيضه وذكر فى الخلاصة عنه ان من افتى به فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين فانه مخالف الاجماع ولا ينفذ قضاء القاضى به وتمامه فيه . الخ ص ۴۱۰ ج ۳ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم ذوالحج ۱۳۸۶ھ

صورت مذکورہ میں تین طلاقیں پڑ گئی ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو تحریری طلاق نامہ لکھ دیا ہے۔ طلاق نامہ کی عبارت یہ ہے۔

محمد رفیق ولد نجم الدین قوم شیخ سکنہ شجاع آباد میں بقائمی ہوش و حواس اپنی بیوی شمیلا کو اپنی طرف سے بار بار طلاق، طلاق، طلاق تین دفعہ دیتا ہوں اس میں کچھ نقص رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے میں شمیلا بیگم کو اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا۔ برائے مہربانی میری طلاق منظور کی جائے۔ ضروری تاکید ہے۔ محمد رفیق ولد نجم الدین بقلم خود

کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہو سکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اس شخص کی منکوحہ تین طلاق سے مطلقہ مغلظہ ہو چکی ہے۔ بغیر حلالہ دوبارہ اس خاوند کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔ عورت عدت شرعیہ گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اگر مہر ادا نہیں کیا تو خاوند کے ذمہ مہر ادا کرنا واجب ہے۔ قال الله تعالىٰ الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره الأيه . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تین طلاق والی عورت عدت شرعیہ کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ابراہیم نے مبلغ ۶۰۰ روپے طے کر کے اپنی بیوی منکوحہ مسماۃ عالم بی بی دختر فتح محمد مرحوم کو طلاق زبانی دونوں طریقہ سے دینے کا فیصلہ کر لیا اور مبلغ ۱۰ روپے کا اسٹام بھی خرید کر لیا گیا۔ روبرو گواہان کے مگر جب اسٹام تحریر کرنے کے لیے عرضی نویس سے بات کی۔ تب عرضی نویس نے تحریر کرنے سے انکار کر دیا۔ اس معاملہ میں عرضی نویس کا ہاتھ تھا۔ اس بناء پر ظہور فریق دوم نے مبلغ ۳۰۰ روپے ادا کر دیے تھے۔ عرضی نویس نے فرمایا تھا۔ اس وقت طلاق نہیں ہو سکی۔ کیونکہ وہ مسمات حاملہ ہے۔ اس کے بعد وہ مسماۃ عالم بی بی ظہور فریق دوم کے ساتھ چلی گئی۔ اس حمل سے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ لیکن وہ اس دوران عرصہ دو سال سے ظہور کے ساتھ ہی رہی۔ اس وقت جب مارشل لاء کا نفاذ ہوا تو مسماۃ عالم بی بی اپنے پہلے خاوند ابراہیم کے ہاں چلی گئی۔ عرصہ دو ماہ گزرنے کے بعد وہ مسماۃ پھر واپس ظہور فریق دوم کے پاس آ گئی۔ اب علماء کرام سے عرض ہے کہ آیا شرعاً طلاق ہوئی ہے یا کہ نہیں۔ کیا مسماۃ عالم بی بی کا ظہور کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے۔ لہٰذا فتویٰ صادر فرمایا جائے۔ عین نوازش ہوگی۔

(نوٹ) جبکہ اسٹام خریدتے وقت ابراہیم نے تین دفعہ کہہ دیا تھا کہ میں نے مسماۃ عالم بی بی دختر فتح محمد مرحوم کو طلاق دے دی ہے۔

﴿ج﴾

اگر واقعی محمد ابراہیم نے اسٹام خریدتے وقت تین دفعہ یہ الفاظ کہے ہیں کہ عالم بی بی کو طلاق طلاق طلاق دی ہے۔ تو اس کی بیوی تین طلاقوں سے مطلقہ مغلظہ ہو چکی ہے۔ بغیر حلالہ کے دوبارہ اس خاوند کے ساتھ قطعاً آباد نہیں ہو سکتی۔ عورت عدت شرعیہ گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ لقولہ تعالی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره الأيه . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

درج ذیل صورت میں تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رشتہ داری و برادری میں چند روز سے تکرار اور جھگڑا آ رہا تھا۔ اس بات کا کہ لڑکی والے کہتے تھے۔ لڑکی کے خاوند کو کہ تمھارا اور ہمارا کسی قیمت پر معاملہ اچھا نہیں رہے گا۔ طلاق دے دو۔ اس نے کہا کہ کسی قیمت پر میں طلاق نہیں دوں گا۔ آخر لڑکی والوں نے ایک چال چلی کہ ایک شخص کو پیر بنایا۔ دوسرے شخص کو مقرر کیا کہ تو ہماری طرف سے بھی ہو جا اور خاوند کی طرف سے بھی ہو جا اور تیسرے شخص کو پیر کے پاس بٹھایا جو کہ خدمت کر رہا تھا۔ بس تین شخص حاضر تھے۔ تو پیر نے کہا بھائی تجھے تعویز دیتا ہوں۔ بیوی چھوڑنی پڑے گی پھر تعویز با اثر ہو گا تو اس نے آدمیوں کے سامنے تین دفعہ طلاق، طلاق، طلاق تین دفعہ چھوڑا، چھوڑا، چھوڑا۔ تین دفعہ حرام، حرام، حرام کہا۔ بلکہ نام لڑکی کا لے کر اس سے کہلوائے۔ آیا اس چال سے طلاق ہو جاتی ہے۔ جو کہ دھوکہ ہے۔ ہاں البتہ آخر میں اس کو پتہ چلا۔ پھر اس نے شور مچایا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

طلاق ہو گئی ہے۔ اب دوبارہ بدون حلالہ کیے عقد نکاح درست نہیں اور یہ عورت بعد از عدت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ جمادی الاولی ۱۳۹۶ھ

تین طلاق کے بعد شرعی طریقہء جواز کے ذریعہ وہ شوہر کے لیے حلال ہو سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین۔ منکہ مسمی عبدالعزیز سکنہ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ کا رہنے والا ہوں۔ باہوش وحواس خمسہ بلا جبر واکراہ کسی دوسرے شخص کے لکھ دیتا ہوں کہ زوجہ مسماۃ نسیم نواز دختر محمد نواز خان پٹھان تین طلاق قطعی روبرو گواہان قطعی طلاق دی ہے۔ کیونکہ نسیم اختر بدگو اور سخت لڑاکی ہے اور میری اور والدین کی نافرمان ہے۔ لہٰذا چند حروف بطور طلاق نامہ روبرو گواہان تحریراً پیش کرتا ہوں۔ العبد عبدالعزیز ولد غازی خان بقلم خود

﴿ج﴾

مسمیٰ عبدالعزیز اپنی سابقہ منکوحہ مسماۃ نسیم انور کو بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح میں نہیں لا سکتا۔ کیونکہ تین طلاق دینے سے طلاق مغلظہ ہو جاتی ہے۔ جس میں سوائے حلالہ کے اور کوئی صورت نہیں۔ لقولہ تعالی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره . واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ

کیا شوہر ثانی کے نکاح اور طلاق سے عورت شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے گی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے موضع دلیوالہ میں ایک آدمی مسمی زید نے اپنی منکوحہ بیوی کو طلاق ثلاثہ دے دی۔ جس کا نام زینب ہے۔ اپنے میکے چلی گئی۔ ڈیڑھ مہینہ کا عرصہ والد کے گھر رہی۔ عرصہ ڈیڑھ ماہ میں زید علماء سے دریافت کرتا رہا واپس لانے کے لیے جملہ علماء حنفی کہتے رہے کہ مطلقہ بیوی بغیر حلالہ کے نہیں آ سکتی۔ لیکن زید اپنی بیوی کو بغیر حلالہ کے میکے سے اپنے گھر واپس لے آیا اور اس کے ساتھ زوجیت والا معاملہ کرتا رہا۔ زید کو اہل اسلام قصبہ کے لوگوں نے مجبور کیا تو حرامکاری کرتا ہے تو زید کو ایک مقامی عالم جو مقامی مدرسہ کے مدرس تھے نے کہا کہ میں تجھ پر عورت حلال کرتا ہوں۔ تو اس کی بیوی کو اپنے پاس بلا لیا اور کہا کہ میں تیرا نکاح کرتا ہوں۔ زید کے بھائی نازو کے ساتھ۔ پھر وہ تجھ کو طلاق دے گا اور پہلے خاوند پر حلال ہو جاؤ گی۔ پھر اس کے بعد زید کے بھائی نازو کو بلا لیا کہ تیرا نکاح کرتا ہوں۔ اس شرط پر کہ تو نکاح کے بعد طلاق دے دے گا۔ تا کہ زینب تیرے بھائی پر حلال ہو سکے۔ پھر مولوی صاحب نے زینب کا نکاح حقیقی بھائی نازو کے ساتھ روبرو گواہوں کے کیا۔ دس روز کے بعد نازو نے مولوی صاحب کے روبرو زینب کو طلاق کر دی اور مولوی صاحب نے ۱۴۰ روپے خاوند سے وصول کیے۔ نازو سے دریافت کیا کہ کیا تو نے زینب سے صحبت اور جماع وغیرہ کیا ہے۔ تو نازو نے جواب دیا کہ میں نے جماع وغیرہ کوئی نہیں کیا۔ کیونکہ اس نے مجھے نزدیک آنے ہی نہیں دیا۔ زینب میرے گھر ہی نہیں رہی۔ بلکہ میرے بھائی زید کے گھر رہی ہے۔

اس لیے جماع اور ہمبستری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ تو مولوی صاحب نے زینب کی عدت گزرنے کے بعد دوبارہ زید کے ساتھ کردیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں شرعاً فقہ حنفی میں زینب اور زید زوجین صحیح ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ زید کی مطلقۃ الثلث زوجہ کے ساتھ اس کے بھائی نازو نے نکاح کرنے کے بعد صحبت نہیں کی اور بغیر صحبت کیے اسے طلاق دے دی۔ تو یہ عورت زید کے لیے حلال نہیں ہوئی اور دوبارہ زید کا نکاح اس کے ساتھ صحیح نہیں۔ کیونکہ شرعاً جبکہ کوئی خاوند اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دے دے، تو دوبارہ وہ خاوند اپنی تین طلاقوں والی عورت کو نکاح میں نہیں لاسکتا۔ جبتک اس مطلقہ عورت کا دوسرے آدمی سے شرعی نکاح نہ ہوجائے اور اس سے صحبت نہ ہوجائے۔ قرآن وحدیث اس پر دال ہیں۔ قولہ تعالی فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره الأيه وقوله عليه السلام لامرأة رفاعة اتريدين ان تعودى الى رفاعة قالت نعم فقال لا حتى تذوقى من عسيلته ويذوق هو من عسيلتك الحديث نور الانوار صفحه ۲۴ وفى الهدايه مع فتح القدير ص ۳۲ ج ۴ بعد نقل اية المذكوره فى الاستدلال على ذالک المدعى وشرط الدخول ثبت باشارة النص وهو ان يحمل النكاح على الوطى حملا للكلام على الافادة دون الاعادة اذ العقد استفيد باطلاق اسم الزوج اويزاد على النص بالحديث المشهور وهو قوله عليه الصلوة والسلام لا تحل للاول حتى تذوق عسيلة الأخر روى برو رايات وبهامشه ماخوذ من شرح العينى قوله عليه السلام الخ . هذا الحديث رواه الائمة الستة فى كتبهم من حديث عائشة رضى الله تعالى عنها ونقل الحديث الخ . لہٰذا جب تک شرعی طریقہ سے دوبارہ حلالہ نہ ہوجائے اور زید کے ساتھ نکاح نہ ہوجائے۔ اس عورت کا آباد ہونا زید کے ساتھ حرامکاری ہوگی۔ حلالہ سے پہلے ان کو علیحدہ ہونا فرض ہے۔ علاوہ ازیں زید کا (دوسرے آدمی سے نکاح ہونے کی صورت میں) اس سے طلاق دینے کی شرط لگانا ناجائز وگناہ ہے۔ بغیر شرط طلاق اس عورت کا دوسرے آدمی سے نکاح ہو اور وہ اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تین طلاق کے بعد عورت کو پاس رکھنا حرامکاری ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں سرکاری کاغذ پر لکھ کر دے دیں۔

لیکن عورت کو اطلاع نہیں کی تھی۔ پھر یہ تحریر اس شخص نے اپنے پیر صاحب کو دکھلائی۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ ٹھیک ہے اچھا کیا۔ پھر دوسرے روز پیر صاحب کے پاس گیا۔ ان کو کہا کہ کسی صورت میں یہ طلاق واپس ہوسکتی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے پوچھا ہے کہ اس کا کفارہ دینا پڑتا ہے اور تقریباً اسی روپیہ لگتے ہیں۔ اس نے کہا۔ بہت اچھا۔ پھر شخص مذکور نے دوسرے روز اسی روپیہ پیر صاحب کو دیے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ میں طعام پکا کر غریبوں کو کھلا دوں گا اور آپ اپنی بیوی کو لے کر میرے پاس آنا۔ پھر شخص مذکور اپنی بیوی کو لے کر پیر کے پاس گیا۔ تو پیر صاحب نے عورت کو کہا کہ تمھارا آپس میں جھگڑا ہوگیا تھا اور تو نے طلاق مانگی تھی۔ تو اس کے دل میں رنج ہوا اور اس نے طلاق دے دی۔ اس لیے میں آپ کا نکاح دوبارہ پڑھتا ہوں۔ پھر آئندہ ایسا غصہ نہ کرنا۔ اپنے گھر جاؤ اور اتفاق سے رہو۔ اس نکاح میں گواہ کوئی نہیں تھا اور اس وقت عورت کو تین ماہ یا چار ماہ کا حمل تھا۔ یہ شخص اپنی عورت کو لے کر اپنے گھر چلا آیا اور تقریباً تین سال رہتے رہے۔ پہلے حمل کی لڑکی ہوئی اور اب دوسری اور لڑکی ہوئی ہے اور طلاق کے وقت جو گواہ تھا۔ اب اس کو معلوم ہوا تو اس نے شخص مذکور سے کہا کہ تیری بیوی کو طلاق ہوچکی ہے۔ اب تمھارا تعلق ناجائز ہے۔ آپ اس عورت سے علیحدگی اختیار کرو۔ اس لیے دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ طلاق اس عورت کو ہوگئی تھی یا نہیں اور اولاد کے متعلق کیا حکم ہے۔ اگر یہ طلاق صحیح ہے تو پیر صاحب کے متعلق کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

اگر یہ ثبوت ہوجائے کہ واقعی اسٹام میں تین طلاقیں لکھی ہوئی تھیں۔ تو بغیر حلالہ کے دوبارہ اس شخص سے اس عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ عورت کا تعلق یقیناً ناجائز ہوگا۔ عورت کا پہلا حمل صحیح ثابت النسب ہوگا اور دوسری لڑکی غیر ثابت النسب حرامی ہوگی۔ پیر صاحب اور یہ شخص دونوں گنہگار ہوں گے۔ دونوں کو توبہ کرنا لازم ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ انھیں توبہ کرنے پر مجبور کریں۔ ورنہ ان سے تعلقات منقطع کرلیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم صفر ۱۳۸۷ھ

عورت کے حلال ہونے کے لیے شرعی طریقہ کیا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص اپنی عورت کو مغلظہ طلاق دیتا ہے۔ پھر دوبارہ اس عورت کو نکاح میں کرنا چاہتا ہے۔

(۲) حلالہ کسے کہتے ہیں ۔اس کی وضاحت کریں۔ یعنی دوبارہ اسی عورت کو نکاح میں لے سکتا ہے یا نہ۔

بینواتوجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔اگر اپنی عورت کو تین طلاق دے کر مغلظہ کردے تو پھر بغیر حلالہ اس عورت کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا ہے۔قال تعالی الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان الی ان قال فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره الأیة .

(۲) حلالہ کہتے ہیں کہ اس عورت کی عدت پہلے شوہر سے گزر جائے اور اس کے بعد کسی کے ساتھ یہ عورت نکاح کرلے اور وہ شخص اس عورت کے ساتھ جماع کرلے۔یعنی دخول ہوجائے۔اس کے بعد وہ شخص اپنی مرضی سے اس عورت کو طلاق دے دے اور طلاق دینے کے بعد عورت عدت شرعیہ گزارے تب جاکر پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرکے آباد ہوسکتی ہے اور یہی حلالہ کہلاتا ہے۔ھکذا فی کتب الفقه . بغیر حلالہ تین طلاق سے مطلقہ عورت کے ساتھ اس شوہر کا دوبارہ نکاح کرنا ناجائز اور حرام ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱ صفر ۱۳۸۹ھ

تین طلاق کے بعد شرعی حلالہ کے بغیر وہ شوہر کے لیے حلال نہیں ہوسکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی رجب ولد نور قوم کھرل موضع بولن ضلع ملتان نے اپنی بیوی مسماۃ نیامت مائی کو گذشتہ ماہ چیت میں طلاق دی۔ یہ طلاق روبرو گواہاں دی گئی ہے۔طلاق تین دفعہ دی گئی ہے۔کیا اب شخص مذکور مسماۃ سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے یا نہیں۔جو حکم بھی شریعت کا ہو واضح کیا جائے۔بینواتوجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔تین طلاقیں دینے سے بشرط صحت بیان سائل اس کی یہ بیوی مطلقہ مغلظہ بن گئی ہے۔بغیر حلالہ کے دوبارہ کسی طرح آباد نہیں ہوسکتے۔لقوله تعالی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره الأیة . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ

جس شخص نے طلاق ثلاثہ کے بعد عورت کو پاس رکھ کر پھر توبہ کی ہو پھر اس کا عیدگاہ میں آنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت مدخول بہا کو تین طلاقیں دے دیں اور بغیر حلالہ کے دوبارہ اس عورت مذکورہ سے اس شخص مذکور نے دوبارہ نکاح کرلیا۔اس وجہ سے تمام مسلمانوں نے اس شخص مذکور سے بائیکاٹ یعنی قطع تعلق کرلی۔پھر وہ شخص مذکور ناجائز نکاح کرنے کے جرم میں جمعہ کے روز جامع مسجد میں حاضر ہوکر توبہ تائب ہوا۔دوسرے روز جب وہ شخص توبہ کرنے والا عیدالضحیٰ پڑھنے کے لیے آیا تو تین شخصوں نے شور مچایا کہ اگر یہ شخص عید کی نماز پڑھے تو ہم نہیں پڑھیں گے۔امام نے عیدگاہ میں اعلان کیا کہ یہ شخص توبہ کرچکا ہے اور عورت اس نے اپنے سے علیحدہ کردی ہے۔مگر انھوں نے جواباً کہا کہ امام مسجد بھی جھوٹا ہے اور شخص مذکور توبہ کرنے والے کو نماز عید سے باہر نکال دیا۔اس کی ہمدردی کی وجہ سے کئی شخص اور بھی عید کی نماز سے نکل گئے۔آیا ان تین شخصوں پر جنھوں نے عید کے مجمع میں امام کو بھی جھوٹا کہا اور چند مسلمانوں کو عید کی نماز سے محروم رکھا۔شرعاً کچھ جرم ہے یا نہیں۔بینواتوجروا

﴿ج﴾

التائب من الذنب کمن لا ذنب له (الحدیث) بناء علیه صورت مسئولہ میں توبہ علی الاعلان کرنے کے بعد کسی کو اس پر الزام لگانے اور اس کو گنہگار وغیرہ برا بھلا کہنا جائز نہ ہوگا۔باقی دنیوی سزا مثلاً اجرائے حد وغیرہ تو وہ حکومت کا کام ہے۔عامۃ الناس کو اس میں دخل دینا جائز نہیں۔پھر ان اشخاص کا امام صاحب کو بلاوجہ جھوٹا کہنا ایک عالم کی توہین ہے جو سخت گناہ ہے۔اس لیے یہ اشخاص گنہگار ہیں۔ان کو توبہ کرنا لازم ہے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ محرم ۱۳۸۷ھ

اگر یکبارگی تین طلاقیں دی جائیں تو کیا پڑ جائیں گی؟

﴿س﴾

عرض ہے براہ مہربانی حکم شریعت درج کریں۔(۱) عورت کے ساتھ عقد شرعاً کیا گیا بعد عقد دوسرے روز برادری سے اور والدین صاحبان کی نارضامندی کی وجہ سے ڈانٹ ڈپٹ کروا کر طلاق دیدی گئی۔(۲) بعد طلاق نامہ کے تیسرے روز عورت اور وہی مرد ایک دوسرے کے ساتھ خوش ہوگئے اور ایک دوسرے کو شوہر بیوی سمجھ لیا۔(۳) عورت کو تین بار طلاق یک بارگی دی گئی، اب براہ مہربانی ارشاد فرمائیں شریعت ان کا نکاح قائم کرتی ہے یا کون

ساحکم صادر کرتی ہے۔ براہ مہربانی درج ذیل کردیں۔

(نوٹ) قبل ازعقد نکاح عورت سے تین ماہ علیحدہ ہوکر نکاح ہوسکتا ہے یا کہ وہ عورت کے ساتھ رہ کر بھی نکاح کرسکتا ہے۔ کیا اس مرد کا نکاح عورت سے ہوگیا یا نہیں۔ کیونکہ اس مرد کی عورت سے دوستی تھی اور دوسرے تیسرے روز نکاح کرلیا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب تین طلاقیں اس آدمی نے اپنی زوجہ کو دے دیں تو اس کی زوجہ پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور زوجہ اس پر حرمۃ مغلظہ کے ساتھ حرام ہوگئی۔ بغیر حلالہ کے دوبارہ آباد نہیں ہوسکتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ

تین طلاق کے بعد عورت اپنے شوہر سے نکاح نہیں کرسکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ محمد سلیم نے اپنی بیوی منظور بی بی کو طلاق نامہ لکھ دیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ زوجہ خود کو سہ طلاق دے کر اپنے نفس کے اوپر حرام قرار دیا ہے۔ کیا یہ عورت دوبارہ اپنے خاوند کے پاس آباد ہو سکتی ہے۔ طلاق نامہ چیئرمین کا تصدیق شدہ ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ عورت اپنے خاوند پر حرام بحرمت مغلظہ ہو چکی ہے۔ بغیر حلالہ کے خاوند اول کے ہاں دوبارہ نکاح نہیں کرا سکتی۔ لقولہ تعالیٰ فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجاً غيره ۔ اہل سنت کے چاروں مذہبوں میں حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ شعبان المعظم ۱۳۸۳ھ

درج ذیل صورت میں عورت اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمٰی محمد اقبال نے اپنی بیوی کو بایں الفاظ طلاق نامہ لکھ دیا

کہ بروئے گواہاں تین طلاق مغلظہ دے کر اپنی بیوی مسماۃ اختری کو زوجیت سے آزاد کر دیا۔ آج اور اس وقت کے بعد ہم دونوں بحیثیت میاں بیوی حرام ہو چکے۔ اب زوجین میں صلح ہوگئی۔ چاہتے ہیں بلا حلالہ زوجیت قائم کر لیں۔ کیا شرعاً کوئی گنجائش ہے۔ بلا حلالہ پھر زوجیت اختیار کر سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ عورت بغیر حلالہ کے سابق زوج کے نکاح میں کسی طرح نہیں آ سکتی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ذوالحجہ ۱۳۸۰ھ

تین طلاق سے مغلظہ ہونے والی عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے

﴿س﴾

میں صالح محمد ولد راجا قوم مسیح نے اپنی لڑکی مسماۃ فتح بی بی کا نکاح آج سے تقریباً چھ سال پہلے ایک شخص مسمی سلطان ولد صالح محمد سے کر دیا تھا۔ مگر ماہ اگست ۱۹۶۶ء میں سلطان مذکور اور اس کی بیوی فتح بی بی کے درمیان ایک گھریلو جھگڑا ہو گیا اور سلطان نے اپنی بیوی فتح بی بی کو دو گواہوں نامی اللہ یار ولد شہادت، مانی ولد راجہ کے سامنے زدوکوب کیا اور تین دفعہ یہ الفاظ کہے۔ آج سے نہ تو میری بیوی ہے اور نہ ہی میرا آج سے کوئی تمھارے ساتھ تعلق ہے۔ میری طرف سے تجھے طلاق طلاق اور طلاق ہے۔ بلکہ آج سے ہم ایک دوسرے کے مسلمان بھائی ہیں۔ اگر پھر بھی تو میرے گھر رہی۔ تو میں تجھے کسی شخص کے ہاں فروخت کر دوں گا۔ لہٰذا مہربانی فرما کر شریعت محمدی کی رو سے مسئلہ تحریر فرمائیں کہ اس صورت میں سلطان کا نکاح میری لڑکی فتح بی بی سے رہا یا طلاق واقع ہوگئی؟ اسی دن سے میری لڑکی اپنے باپ کے گھر میں ہے اور طلاق کے الفاظ سن کر شریعت کی پابند ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بشرط صحت وثبوت واقعہ سلطان کی زوجہ مسماۃ فتح بی بی مذکورہ تین طلاقوں سے مطلقہ مغلظہ ہوگئی ہے۔ بغیر حلالہ کے دوبارہ کسی طرح آباد نہیں ہو سکتے۔ عدت شرعیہ گزار لینے کے بعد عورت دوسری جگہ جہاں چاہے نکاح کرے گی۔ لقولہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجاً غيره الآية ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ

بابِ دوّم

ولایت کا بیان

بالغہ لڑکی پر جبر کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میری بیوی اور اس کے بھائی نے لڑکیوں کے لینے دینے کا اقرار کیا۔ میری لڑکی کی ایک آنکھ چیچک کی وجہ سے بند تھی۔ ان پر یہ بات عیاں تھی۔ میری بیوی کے بھائی نے کہا کہ کوئی حرج نہیں۔ یہ قدرتی معاملہ ہے۔ انھوں نے مجھ سے بھی لین دین کے متعلق پوچھا تو میں نے کہا کہ میں رضامند ہوں۔ کچھ عرصہ کے بعد میری بیوی کا بھائی فوت ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد میرے لڑکے کی شادی اسی لڑکی کے ساتھ جو اس کا ماموں دے گیا ہوا تھا ہو گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد میری بیوی اور فوت شدہ کی بیوی اور ان کے بچوں نے کہا کہ یہ لڑکی ہم نہیں لیتے۔ اس میری لڑکی پر اعتراض اور ناجائز باتیں شروع کر دیں۔ میری لڑکی بالغ تھی۔ میں نے کہا ان کو کہ شادی کر لو۔ میرے اور ان کے قریبی رشتہ داروں نے بھی بہت کوشش کی۔ لیکن کسی صورت میں انھوں نے نہ مانا۔ بعد ازاں ان کے مشورہ سے میں نے اپنی لڑکی کی دوسری جگہ شادی کر لی۔ بعد ازاں انھوں نے میری دوسری لڑکی کے متعلق کہنا شروع کر دیا کہ یہ ہمیں دے دو۔ میں نے کہا۔ میری لڑکی جو تم لینے کے حق دار تھے۔ وہ تو تم نے کسی حالت میں نہیں لی۔ اس کی شادی بھی تمھارے مشورہ سے میں نے دوسری جگہ کر دی۔ مجھ سے دوسری لڑکی کیوں طلب کرتے ہو۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں ان رشتہ داروں کو آپ کی دوسری لڑکی کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں۔ بالغہ لڑکی کی رضامندی اور اجازت سے والد جہاں چاہے اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ بالغہ لڑکی اپنے نکاح میں خود مختار ہے۔ اس پر کسی کو ولایت جبر کی حاصل نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ جمادی الاولی ۱۳۹۳ھ

بالغہ لڑکی کا باپ کے نکاح سے انکار کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی لڑکی کا نکاح عند البلوغ ہی کر دیا اور لڑکی کی اجازت حاصل نہیں کی۔ لڑکی کو جب خبر پہنچی تو فوراً ہی اس نے انکار کر دیا۔ جن کے شواہد موجود ہیں۔ کیا ایسی صورت میں نکاح منعقد ہو گا یا نہیں۔

﴿ج﴾

ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغة علی النکاح هدایة مع الفتح ص ۱۶۱ ج ۳ مط
مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ولی عورت بالغہ کا جبراً نکاح نہیں کرسکتا۔اس صورت میں زید نے جواس بالغہ لڑکی
بدون حاصل کرنے اجازت لڑکی کے کردیا ہے۔وہ نکاح موقوف تھا۔اجازت لڑکی پر حسب سوال جب لڑکی
نکاح کے پہنچنے پر ناراضگی کا اظہار کیا اور باپ کے نکاح کیے ہوئے کا انکار کیا۔وہ نکاح کالعدم اور باطل ہوگیا۔
طلاق لینے کی نہیں۔لڑکی اپنے ولی کی اجازت کے ساتھ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔واللہ اعلم

محمد عبدالشکور ملتانی

اگر بالغہ لڑکی کی اجازت صراحۃً یا دلالۃً حاصل نہیں کی اور لڑکی نے اس نکاح کو نامنظور کیا تو نکاح منعقد نہیں

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم

۱۸ صفر ۱۳۹۳ھ

جس لڑکی کا والد فوت ہوگیا ہو اور وہ بالغہ ہو تو اس کا ولی کون ہوگا؟

﴿س﴾

نوجوان بالغہ لڑکی کا والد فاتر العقل سا ہے، لڑکی کا چچا زبانی اجازت دے چکا ہے۔لڑکی کی والدہ اور دادی
ہیں اور رضامند ہیں۔ایسی حالت میں لڑکی کے ماموں یا نانا نکاح کردینے کے مجاز ہیں۔از روئے شریعت محمدی
اللہ علیہ وسلم جواب باصواب سے واضح فرمایا جائے۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔لڑکی جب عاقلہ بالغہ ہو تو نکاح اس کی اجازت سے ہوجاتا ہے۔وہ جس کو نکاح کر
اختیار دے دے۔یعنی اس کو وکیل بنادے۔خواہ اس کا چچا ہو، ماموں ہو، نانا ہو، یا کوئی اور اجنبی شخص ہو اور
نکاح کرادے تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔ویسے اولیاء کی مرضی کے مطابق جوان لڑکی کے لیے نکاح کرنا بہتر
صورت مسئولہ میں جب لڑکی کے اولیاء رضامند ہیں تو اس کا ماموں یا نانا لڑکی کی اجازت سے نکاح کراسکتا ہے
واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ

بالغہ لڑکی اگر جوڑ والے سے نکاح نہ کرے تو وہ منعقد ہی نہیں ہوتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سیدزادی کا نکاح غیر سید سے ہوسکتا ہے یا نہ۔اگر کہیں نکاح ہوجائے
اور اس عورت سیدزادی کا والد اس پر راضی نہ ہو تو اس بارے میں کیا حکم ہے۔نیز یہ غیر سید قریشی بھی ہے۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔سید قریشی کے علاوہ کسی اور قوم کا کفو نہیں۔اگر غیر کفو میں نکاح کرلیا تو اولیاء کو فسخ کرنے کا
حق ہوتا ہے۔بلکہ نکاح منعقد بھی نہیں ہوتا۔چنانچہ مفتی بہ یہی ہے کہ لڑکی بالغہ اگر اپنا نکاح غیر کفو میں بدون رضامندی
اجازت ولی کے کرلے تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔درمختار ص ۵۶ ج ۳ میں ہے۔ویفتی فی غیر الکفو بعدم
جوازه اصلا وهو المختار للفتوی الخ . شامی ص ۵۷ ج ۳ میں ہے۔(قوله وهو المختار للفتوی) قال
شمس الائمة وهذا اقرب الی الاحتیاط کذا فی تصحیح العلامة قاسم الخ . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

بالغہ لڑکی کی جگہ اگر کوئی اور عورت ایجاب وقبول کرے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ اکرم بی بی دختر ملک حامد قوم سرات عقد نکاح بر ایام بلوغت جو
عاقلہ وبالغہ ہمراہ احمد شفیع ولد رحیم بخش ذات میراؤ ہوا۔جسے ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔سوال یہ ہے کہ بوقت
قبولیت وایجاب روبرو گواہان مسماۃ اکرم بی بی نے ایجاب وقبول نہیں کیا بلکہ انکار کردیا کہ مجھے احمد شفیع شوہر منظور نہیں۔
لیکن اسی دوران مسمات مذکورہ کے باپ ملک حامد کو لے آئے۔اس نے اپنی لڑکی کو کہا کہ تم ایجاب وقبول کرلو۔لیکن
لڑکی نے انکار کردیا۔وہاں ایک دوسری عورت نے ہاں کی آواز لگائی تو باپ نے آکر شرعی نکاح ہمراہ احمد شفیع کردیا۔
کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح میں خودمختار ہے۔اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کا نکاح نہیں کرسکتا۔پس تحقیق کی
جائے۔اگر واقعی لڑکی نے نکاح کی اجازت کے وقت نکاح سے انکار کیا ہے اور نکاح کو نامنظور کرلیا ہے۔کسی اور عورت
نے اس کی جگہ ہاں کی آواز لگائی ہے۔تو اس کا نکاح منعقد نہیں ہوا اور اگر اس نے خود والد کو اجازت دی ہو یا والد کی

موجودگی میں انکار نہ کیا ہو بلکہ سکوت اختیار کی ہو۔ یعنی ایسا کوئی فعل جو دال علی الرضا ہو پایا گیا ہو تو نکاح صحیح بہر حال خود تحقیق کی جائے اور جو صورت ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ دونوں صورتیں لکھ دی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم

۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۳ھ

بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نظام الدین نے اپنی لڑکی مسماۃ حلیمہ بیگم کرتے وقت اسے اطلاع نہیں کی گئی۔ لڑکی اس نکاح پر قطعی قائل نہیں تھی۔ جبکہ لڑکی کی شادی کی تاریخ مقرر کی لڑکی نے صاف لفظوں میں اپنی والدہ اور ہمشیرہ سے یہ کہا تھا کہ میں یہاں پر شادی نہیں کرواؤں گی۔ لیکن والدین جبراً اس جگہ شادی کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ تو بوقت نکاح لڑکی نے اپنے لفظوں کو دوہرایا اور جس وقت وکیل اور گواہ کے پاس اجازت لینے کے لیے گئے تو ان سے بھی لڑکی نے صاف لفظوں میں یہ ہی کہا اور جواب دے دیا۔ مگر وال نے جبراً اس کا نکاح اسی جگہ پر کر دیا۔ جبکہ لڑکی اس نکاح پر رضامند نہیں تھی اور اس کا نکاح بغیر اجازت کے باہر پ گیا۔ تو یہ نکاح درست ہے یا غلط؟

السائل نظام الدین بورے والہ ضلع

﴿ج﴾

جب نکاح کی اجازت لڑکی نے باوجود بالغہ ہونے کے نہ دی اور صراحۃً منع کر دیا اور آخر تک اسی انکار پر رہی تو نکاح درست نہیں۔ لڑکی عاقلہ بالغہ کا نکاح والدین اس کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتے۔ لہٰذا صورت مسئولہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم

۲۳ شوال ۱۳۷۴ھ

درج ذیل صورت میں نکاح اول درست ہے اور دوسرا غلط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک بالغ لڑکی جس کی والدہ فوت ہو جانے پر اس کے والد نے دو شادی کر لی۔ طویل عرصہ کے بعد پھر اس کی لڑکی مذکورہ نے اپنے حقیقی ماموں کی وکالت میں اپنے ماموں زاد سے

رضامندی والد کے نکاح کر لیا۔ پھر وہ لڑکی مذکورہ بالغہ اپنے ماموں کے گھر تقریباً چار سال رہی۔ اس پر لڑکی مذکورہ کا والد خاموش رہا۔ پھر چار سال کے بعد لڑکی کا والد لڑکی کو لینے آیا۔ تو لڑکی مذکورہ کے ماموں نے لڑکی کو والد کے ساتھ بھیج دیا۔ لڑکی لے جاتے وقت لڑکی کا والد حلف اٹھاتا گیا کہ یہ معاملہ اسی طرح رہے گا۔ میں تمھارے ساتھ کوئی دغا و فریب نہیں کروں گا۔ لیکن لڑکی کے والد نے گھر پہنچ کر چند دنوں کے بعد لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے کے ساتھ کر دیا۔ کیا شرعاً پہلا نکاح جائز ہے یا ثانی نکاح؟ اگر پہلا نکاح جائز ہے تو دوسرا نکاح دیدہ و دانستہ کرنے والوں پر شرعاً کیا سزا ہوگی۔ کیا لڑکی بحالت بلوغ جبکہ وہ اپنی سوتیلی والدہ کی وجہ سے اپنے حقیقی والد سے ناراض ہو کر اپنے حقیقی ماموں کی وکالت میں بغیر رضامندی والد کے اپنی ہی قوم و کفو میں اپنے ماموں زاد سے نکاح کرتی ہے۔ کیا اس کو یہ حق حاصل مذہب حنفیہ میں ہے یا نہ۔ پھر یہ تقریباً چار سال اپنے خاوند کے گھر رہی۔ تقریباً چار سال گزرنے کے بعد پھر اس کو حقیقی والد حلف اٹھا اٹھا کر لے جاتا ہے کہ میں اس معاملہ کو اسی طرح رہنے دوں گا۔ کوئی دغا فریب نہیں کروں گا۔ چند دنوں کے بعد وہ اپنے بھتیجے کے ساتھ نکاح ثانی کر دیتا ہے۔ کیا والد کو نکاح ثانی کا حق حاصل ہے یا نہ۔ اگر نہیں تو جو لوگ شریک تھے۔ ان کی سزا کیا ہے۔

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ کا نکاح اگرچہ والد یا باقی اولیاء کی مرضی کے بغیر خود کرنا مذہب حنفیہ میں نامناسب ہے۔ لیکن نکاح جب کفو میں ہو۔ تو نافذ اور صحیح ہو جاتا ہے۔ احناف کا اس پر اتفاق ہے۔ البتہ اگر مہر مسمّٰی مہر مثل سے کم ہو۔ تو اولیاء کو اس پر اعتراض کا حق ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ یا مہر کو زیادہ کر کے مہر مثل کے مطابق کر دیں۔ یا تفریق قاضی سے کرا دیں۔ لیکن چونکہ نکاح بہر حال صحیح ہو چکا ہے۔ اس لیے بغیر تفریق قاضی در صورت مہر تھوڑا مقرر کرنے کے دوسری جگہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ اب اگر مہر، مہر مثل کے مطابق ہے۔ تو نکاح ثانی قطعاً ناجائز اور باطل ہے اور اگر کم بھی ہے۔ تب بھی بوجہ قبل از تفریق نکاح ثانی کیا گیا ہے۔ اس لیے اس صورت میں بھی باطل ہے۔ بہر حال نکاح ثانی صحیح نہیں ہے اور نکاح میں بیٹھنے والوں کو توبہ لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ رجب ۱۳۷۵ھ

بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمات عابدہ عاقلہ اور بالغہ ہے اور اس کا والد فوت ہو چکا ہے اور اس عورت مذکورہ کے دو بھائی موجود ہیں اور وہ اس عورت کی مرضی کے خلاف ظلم اور تشدد سے ایک بالغ لڑکے کے ساتھ

جس کی عمر ۱۵ سال ہے۔ نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ یہ عورت برابر انکار کر رہی ہے۔ لہٰذا بروئے قرآن مجید و حدیث مقدس یا بقول امامان اربعہ اگر یہ بھائی اس عورت کا نکاح اس لڑکے کے ساتھ کر بھی دیں۔ تو کیا نکاح جبراً و قہراً ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اگر اسی صورت سے بلا رضامندگی عورت بالغہ کے خود والد نکاح کردے تو نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ نہ اس کا والد اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کرسکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا ولی سرپرست۔ جب تک وہ نکاح سے انکاری رہے۔ اس کا نکاح شرعاً نہیں ہوسکتا۔ کما قال فی الکنز مع النہر الفائق ص ۲۰۲ ج ۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور ولا تجبر بکر بالغة علی النکاح . فقط واللہ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

لیکن اگر مجبور ہو کر لڑکی اپنی زبان سے نکاح کی اجازت دیدے تو باوجود مجبوری کے بھی نکاح ہوجائے گا۔

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ ذوالحج ۱۳۸۶ھ

بھاگی ہوئی لڑکی کے عقد اول پر دوسرا عقد کرانے والوں کا کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بکر کی لڑکی عمر کے لڑکے کے ساتھ نکل گئی۔ یعنی فرار ہوگئی۔ عمر کے گھر سے جاتے ہی باہر جا کر کسی اور جگہ نکاح کرلیا۔ اس کے بعد لڑکی کے وارث لڑکی کو اسی دن واپس لے آئے اور ورثہ کو نکاح کی کوئی خبر نہ تھی۔ لڑکی نے نکاح جا کر کیا یا نہیں کوئی گمان بھی نہ ہوا۔ اس کے بعد لڑکی کے ولی نے اپنے رشتہ دار کے ساتھ نکاح کردیا۔ بعد میں کوئی تقریباً ۲۸ دن بعد پتہ چلا کہ لڑکی تو جس کے ساتھ بھاگ گئی تھی اس کے ساتھ نکاح ہوگیا تھا۔ اب جناب مہربانی کرکے اس کا فیصلہ کریں کہ جو نکاح دوبارہ کیا گیا ہے۔ اس میں جو گواہ یا دوسرے لوگ جو نکاح میں موجود تھے۔ ان پر شریعت کا کیا حکم ہے۔ یعنی کہ نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں۔ اگر ٹوٹ گیا تو اب وہ نکاح کرلیں کہ حلالہ کرنا پڑے گا۔ جناب عالی کیا نکاح خوان مولوی پر کوئی حکم ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر لڑکی بالغ ہے تو وہ اپنے نکاح میں خود مختار ہے اور جس کے ساتھ وہ فرار ہوگئی ہے۔ اگر اس کے ساتھ اس

عورت نے شرعی طریقہ سے ایجاب و قبول کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں نکاح کیا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے اور دوسری جگہ جو نکاح پڑھایا گیا ہے وہ منعقد نہیں ہوا ہے۔

قال فی الهداية مع فتح القدير ص ۱۵۷ ج ۳ وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وان لم يعقد عليها ولی بكرًا كانت او ثيباً وفی الشامية ص ۱۳۲ ج ۳ اما نكاح منكوحة الغير ومعتدته (الی قوله) لم يقل احد بجوازه الخ ..... دوسرے نکاح میں شریک لوگوں اور نکاح خواں کو چونکہ سابقہ نکاح کا علم نہیں تھا۔ اس لیے بے علمی کی وجہ سے منکوحہ غیر کی شادی میں شرکت کرنے والوں میں شرعاً کوئی گناہ لازم نہیں آتا۔ سب کا نکاح بدستور باقی ہے۔ کوئی کفارہ وغیرہ لازم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ جمادی الاخری ۱۳۸۹ھ

نکاحِ بالغہ سے متعلق فتوے پر فتویٰ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح اس صورت میں کرتا ہے۔ جب کہ عورت کے اولیاء اس نکاح سے ناخوش ہیں اور نہ ان سے اس نے اجازت لی تو یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا

جواب از مفتی مدرسہ ضیاء العلوم

جواب از مفتی مدرسہ ضیاء العلوم

مندرجہ بالا صورت میں نکاح بلا اجازت و رضائے اولیاء عورت کے جو پڑھا گیا ہے۔ وہ نہیں ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ وَ شَاهِدَیْ عدل کہ نکاح اجازت ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا۔ یہی حسن بن زیاد نے امام اعظم ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے۔ وعليه الفتوی فی زماننا .

محمد حسین غفرلہ مدرس ضیاء العلوم بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا

الجواب صحیح محمد امیر، فقیر منظور حسین کھاٹوال

﴿ج﴾

بالغہ لڑکی کفو میں نکاح بغیر اجازت ولی کے کرسکتی ہے۔ اس کا نکاح جائز ہے۔ وہ خود اپنی نفس کی ولی ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

بالغہ کا نکاح اگر باپ نے ایک جگہ اور والدہ نے دوسری جگہ کرایا ہو تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی لڑکی بالغہ ہندہ کا بکر کے ہمراہ نکاح و شادی کر دینے کی تاریخ مقرر کر دی تھی۔ بکر کے وارثوں نے شادی کو دھوم دھام سے منانے کے لیے بہت سے لوگوں میں کاغذ اور دعوت نامے بھیجے۔ شادی اور نکاح ہونے میں دو دن باقی رہتے تھے کہ زید مذکور کا بکر کے وارثوں سے کسی بات پر تنازع جھگڑا ہو گیا اور ہندہ کا باپ اور بھائی اور ماموں اپنی بستی سے نکل کر دوسرے کنویں پر اپنے سردار زمیندار کے پاس حالات تنازع جھگڑا سنانے کے لیے چلے گئے۔ پھر وہاں جا کر مشورہ ہوا کہ اب نکاح ہندہ کا بجائے بکر مذکور کے خالد سے کیا جائے۔ پھر نکاح خواں حلقہ کو بلایا۔ زید نے اپنی دختر ہندہ بالغہ مذکورہ کا بغیر اجازت حاصل کیے خالد کے ہمراہ نکاح کر دیا۔ ادھر ہندہ اور اس کی ماں کو معلوم ہوا کہ زید ہندہ کا دوسری جگہ نکاح کرنے کو تیار ہو گیا ہے تو ہندہ اور اس کی ماں اپنے گھر سے نکل کر اپنے رشتہ داروں کے کنویں پر چلی گئی۔ جو رشتہ دار بکر کے نکاح کے حامی تھے۔ زید جب نکاح کر کے واپس اپنے مکان کی طرف آ رہا تھا تو راستہ میں کسی نے کہا کہ تمھاری لڑکی ہندہ اور بیوی تمھارے گھر سے نکل کر دوسرے کنویں پر چلی گئی ہیں۔ زید اپنے گھر آیا تو بکر کے رشتہ داروں نے جمع ہو کر زید سے معافی مانگی اور صلح کرا دی۔ پھر ہندہ اور اس کی ماں کو واپس اپنے گھر بلایا گیا اور ہندہ کا نکاح با اجازت ہندہ کے بکر کے ہمراہ کیا گیا۔

قابل دریافت یہ امر ہے کہ شرعاً نکاح ہندہ کا بکر سے ہوگا یا خالد سے ہوگا۔ حالانکہ خالد سے نکاح کر دینے پر ہندہ اپنی عدم رضا ظاہر کر کے دوسرے کنویں پر چلی گئی تھی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ عورت نکاح میں خود مختار ہے۔ اسے کوئی شخص بھی نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا اور اس کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے کسی شخص نے نکاح قبول کر لیا تو یہ نکاح درست نہیں بلکہ عاقلہ بالغہ کی اجازت اور رضامندی ضروری ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے۔ **وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضائها (هدایه مع فتح القدیر ص ۱۵۷ ج ۳)** بنابریں صورت مسئولہ میں ہندہ بالغہ کی اجازت کے بغیر زید نے جو خالد سے اس کا نکاح پڑھایا ہے۔ وہ ہندہ بالغہ کی اجازت پر موقوف تھا۔ اگر اس نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اس نکاح کو رد کیا ہے۔ تو خالد کے ساتھ نکاح فسخ ہو گیا ہے اور بکر کے ساتھ جو ہندہ کی اجازت سے نکاح پڑھایا ہے۔ وہ صحیح اور نافذ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

بالغہ پر نکاح میں جبر کرنا

﴿س﴾

ایک شخص متوفی محمد بخش جس کو دس سال تخمیناً ہو گئے ہیں فوت ہو گیا ہے۔ ایک بھائی اور ایک زوجہ اور ایک دختر پانچ سالہ یا چھ سالہ چھوڑ گیا اور وہ غریب آدمی تھا۔ کچھ جائیداد کچھ مال اسباب نہیں رکھتا تھا۔ پس اس کی زوجہ محنت کر کے اور مشقت کر کے بہت تکلیف اٹھا کر اس یتیمہ کو کھلاتی پلاتی پہناتی رہی بلا امداد۔ کسی شخص علی الخصوص وہ بھائی متوفی جو کہ یتیمہ کا چچا لگتا ہے کوئی امداد خرچ اخراجات کھانے پینے کی اور کپڑے کی جو کہ پہنایا جائے بالکل نہیں دی۔ اب وہ یتیمہ عاقلہ بالغہ جو کہ ۱۵ یا ۱۶ سال کی ہو گئی ہے۔ ماں چاہتی ہے کہ میں اس کا عقد نکاح کسی اچھی جگہ کر دوں تا کہ اس سے شرعاً کوئی ناجائز کام نہ ہو جائے۔ اب اس کا چچا ضد کے مارے یا لالچ کے مارے کام کرنے نہیں دیتا۔ علی الخصوص وہ لڑکی چچا کا کام کسی جگہ کر دینا منظور نہیں کرتی۔ کہتی ہے کہ ماں میری جب کام کر دیں وہ منظور چچا کا کام کر دینا بالکل نامنظور ہے۔ بار بار کہتی ہے۔ ماں متولی نکاح کر دینے کی بن سکتی ہے یا نہیں۔

(نوٹ) ڈپٹی صاحب نے بعد درخواست اجازت نکاح کے حکم دے دیا ہے کہ ماں جہاں چاہے نکاح کر دے۔

﴿ج﴾

جب لڑکی عاقلہ بالغہ ہے۔ تو اسے اپنے نکاح کا خود اختیار ہے۔ جس سے چاہے کر سکتی ہے۔ کسی کو اس پر حق جبر حاصل نہیں۔ **ولا تجبر البکر البالغة علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ تنویر الابصار ص ۵۸ ج ۳**. واللہ اعلم بالصواب

بالغہ کا جبری کرایا ہوا نکاح درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہماری بہن بیوہ ہوئی ہے۔ پہلے خاوند سے ایک لڑکی تھی۔ پھر نکاح ثانی کیا تو بہن نے لڑکی نابالغہ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہا اور خاوند ثانی کے گھر لے گئی۔ جب لڑکی بالغ ہوئی تو خاوند ثانی نے اس سے زنا کا ارتکاب کیا۔ اتفاقاً لڑکی کو حمل ٹھہر گیا تو خاوند ثانی مذکور نے اس برائی کی ملامت سے بچنے کے لیے لڑکی مذکورہ حاملہ کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا۔ حالانکہ لڑکی رضامند نہ تھی اور جبراً اس کے پاس گواہ اور وکیل بھیجے گئے۔ لیکن ابتک رضامند نہ ہوئی۔ بھتیجا مذکور کی عمر تقریباً ۱۲ سال ہے۔ تو کیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

اگرلڑکی نے اپنی زبان سے اجازت نکاح نہیں دی اور ناراضگی کا اظہار کر دیا ہے تو نکاح صحیح نہیں ہوا۔ بالغہ پر جبراً نکاح باندھنے کا حق کسی کو نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگرلڑکی اول نکاح سے برابر انکار کرتی رہی ہے تو دوسرا نکاح درست ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میری شادی علی نواز سے ہوئی، وہ وفات پا گئے۔ میرے خاوند کے وفات پانے کے سوا چار ماہ بعد میرے دیور نثار نے مجھ سے نکاح کرنے کی بہت کوششیں کیں۔ مگر میں انکار کرتی رہی۔ چونکہ میرے دیور کی پہلے بھی بیوی موجود تھی۔ دوسرا یہ کہ اس نے ہمیشہ کوشش کے دوران زبردستی اور مار پیٹ کر نکاح کرنے کی کوشش کی۔

لیکن میں نے ہرطرح سے انکار کیا۔ آخران کی مار پیٹ کی وجہ سے مجھے بخار بھی ہوگیا۔ بخار کی حالت میں انھوں نے جعلی نکاح اندراج کرادیا۔ جس کا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ دوتین یوم کے بعد چیئرمین آیا۔ جس نے مرنے والے شوہر کے بارے میں کہا کہ تمھارے شوہر کی زمین کا معاملہ ہے۔ آپ انگوٹھا لگادیں۔ میں نے انگوٹھا لگادیا۔ اس طرح پہلے بےعلمی سے اجازت ایک سوروپیہ کے کاغذات پرلی گئی ہے۔ اب میں نے ملتان میں اپنے ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کے کہنے پر خلیل احمد سے شادی کرلی ہے۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ عاقلہ بالغہ عورت اپنے نکاح میں مختار ہے۔ اس کو کوئی بھی نکاح پر مجبور نہیں کرسکتا، نہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی نکاح کرسکتا ہے۔ کما فی کتب الفقه ولا تجبر البکر البالغة علی النکاح. تنویر الابصار ص ۵۸ ج ۳

پس صورت مسئولہ میں تحقیق کی جائے کہ اگرلڑکی نے نثار کے ساتھ نکاح کی دلالۃ یا صراحۃ اجازت دی ہو تو اس کے ساتھ نکاح صحیح ہے۔ اگرچہ اجازت زبردستی سے بھی حاصل کی گئی ہے۔ کیونکہ زبردستی سے بھی اگر اجازت حاصل کی جائے تو وہ بھی شرعاً معتبر ہے۔

لیکن اگرلڑکی نے بالکل اجازت نہیں دی اور وہ برابر نثار کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کرتی رہی اور اس کی

اجازت کے بغیر اس کا نکاح نثار کے ساتھ کیا گیا ہے اور اس سے انگوٹھا بھی دھوکہ سے لگوایا گیا ہے۔ جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے۔ تو یہ نکاح صحیح نہیں اور اس کے بعد اس کا خلیل احمد کے ساتھ جو نکاح کیا گیا ہے۔ وہ صحیح ہے۔ بشرطیکہ نکاح بھی لڑکی کی اجازت سے ہوا ہو۔

الحاصل پہلے نکاح کی صحت اور عدم صحت کا مدار لڑکی کی اجازت اور عدم اجازت پر ہے۔ لہٰذا خوب تحقیق کی جائے۔ اگرلڑکی نے واقعی پہلے نکاح کی اجازت نہیں دی تو خلیل احمد کے ساتھ نکاح صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

بالغہ باکرہ جب نکاح اول پر ناخوش تھی تو دوسرا نکاح کرسکتی ہے

﴿س﴾

بالغہ باکرہ ہے اور اس کی والدہ ہے۔ بغیر قبول ہندہ کے کتابی اور تحریری نکاح کرلیا اور ہندہ کو بار بار انکار رہا۔ دس سال کا عرصہ کتابی نکاح کی آڑ میں کسی نے نکاح کرنے کی خواہش بھی نہ کی۔ لہٰذا ہندہ نے مجبور ہوکر کتابی نکاح کو رد کرنے کے لیے عدالت میں دعویٰ دائر کرلیا۔ چنانچہ وہ نکاح بھی عدالت نے رد کردیا ہے۔ کیا ہندہ دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے۔

﴿ج﴾

باکرہ بالغہ کے اوپر ولایت اجبار نہیں۔ یعنی ولی باکرہ بالغہ کا نکاح جبراً نہیں کرسکتا۔ ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغة علی النکاح هدایه مع فتح القدیر ص ۱۶۱ ج ۳. اولاً صورت بالا میں تو والدہ خود ولی بھی نہیں۔ لہٰذا نکاح شرعی نہیں ہوا۔ عن ابن عباس ان جاریة بکراً اتت النبی صلی الله علیه وسلم فذکرت له ان اباها زوجها وهی کارهة فخیرها النبی صلی الله علیه وسلم رواه ابن ماجه. معلوم ہوا کہ صورت بالا میں ابتداً نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اب عورت جہاں نکاح کرے کرسکتی ہے۔

هذا ما ظهر لی فی هذا خویدم العلماء عزیز اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ نعمانیہ

الجواب صحیح بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ مدرسہ قاسم العلوم

احقر محمد محمود اختر مدرس مدرسہ قاسم العلوم

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا بالغہ کو باپ کے نکاح سے انکار کا حق ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی بالغہ جس کی عمر تقریباً اس

وقت ۱۹ سال کی ہے اور عرصہ چھ سال سے اپنے بھائی کے پاس رہتی ہے اور وہی اس کے خرچ وغیرہ کا کفیل ہے۔ چند روز ہوئے جب اس کا بھائی گھر موجود نہ تھا۔ کسی دوسرے شہر میں گیا ہوا تھا۔ رات کے وقت اس لڑکی کا حقیقی والد اور پانچ دیگر اشخاص ایک نکاح خوان کو لے کر آیا اور اس لڑکی کو نکاح کے لیے کہا۔ لڑکی کی والدہ نے بآواز بلند زور زور سے کہنا شروع کیا کہ میرے ساتھ ظلم نہ کرو۔ نہیں پڑھانا چاہتی۔ اس لڑکی کا والد بھی شور مچا مچا کر کہہ رہا تھا کہ اس کا نکاح نہ پڑھو۔ ان کے شور وغل سے اہل محلہ گلی میں جمع ہو گئے اور لڑکی کا انکار سن رہے تھے۔ مکان کی کنڈی اندر سے بند تھی۔ باپ نے زبردستی لڑکی کے انکار کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نکاح کی اجازت دے دی اور نکاح خوان نے نکاح پڑھ دیا۔ لڑکی پہلے سے انکاری تھی اور اس جگہ اپنا نکاح کروانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نکاح میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں۔

بینوا توجروا

(نوٹ) لڑکی صوم وصلوٰۃ کی پابند نیک ہے اور لڑکے کو صحیح کلمہ بھی پڑھنا نہیں آتا۔

۷ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ

﴿ج﴾

لڑکی بالغہ پر کسی کو بھی ولایت اجبار حاصل نہیں۔ باپ یا کوئی دوسرا ولی اس کو کسی سے نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا۔ ولا تجبر البکر البالغة علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ (درمختار باب الولی کتاب النکاح) ص ۵۸ ج ۳ لہٰذا یہ نکاح صحیح نہیں۔

بالخصوص جبکہ وہ بعد والد کے نکاح کرانے کے بھی اپنے انکار پر قائم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بالغہ کفو میں نکاح کرنے کی مختار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ۔ ایک لڑکی نے یتیمی کے زمانہ سے لے کر بلوغت کے زمانے تک اپنی حقیقی بڑی ہمشیرہ کے ہاں پرورش پائی۔ چونکہ والدین کا بچپن کے زمانہ ہی میں سر سے سایہ اٹھ گیا تھا اور صرف ایک چچا تھے۔ انھوں نے اسی دوران بچپن کے زمانہ میں اس کی پرورش کرنے سے صاف جواب دے دیا تھا کہ تم ہی اس کے ہر حال میں مالک ہو۔ اب وہ لڑکی بالغ ہو گئی۔ اس نے اپنی سہولت کی وجہ سے اور اپنی حقیقی ہمشیرہ کی عین رضامندی سے مختار نامہ عدالتی طور پر حاصل کیا اور بلوغت کا سرٹیفیکیٹ بھی حاصل کیا۔ اس خوف کی وجہ سے شاید وہ چچا جنھوں نے پرورش کرنے سے جواب دیا تھا۔ ایسا نہ ہو کہیں وہ ناجائز مجھ پر دباؤ دیں۔ دونوں چیزیں حاصل کر کے اب وہ اپنی حقیقی بڑی ہمشیرہ کی اجازت اور اپنی خود اجازت اور رضامندی سے نکاح کر سکتی ہے یا نہ؟ سائل نجیب اللہ ملتان

﴿ج﴾

اگر اس عورت کی نابالغی کے زمانہ میں چچا نے اس کا نکاح کسی سے نہ کیا ہو تو بعد بالغ ہونے کے وہ اپنی مرضی سے بغیر اجازت چچا کے کفو میں نکاح کر سکتی ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بالغہ کو شرعاً کفو میں نکاح کرنے کا حق ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ۔ نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے ایک عورت مطلقہ جس کی عمر تقریباً پچیس ۲۵ سال سے تیس ۳۰ سال کے درمیان ہے۔ ایک ایسے شخص سے نکاح کر لیتی ہے۔ جس سے اس کے والد صاحب نے ایک آدمی کی موجودگی میں مسجد میں بیٹھ کر دعاء خیر (وعدہ نکاح کر لیا تھا) پڑھ دی تھی۔ لڑکی کا والد ناکح سے رقم بھی کھاتا رہا۔ ناکح صلوٰۃ وصوم کا پابند ہے اور اپنی منکوحہ سے اونچے نسب سے تعلق رکھتا ہے۔ کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

سائل غلام رسول خان پور

﴿ج﴾

جب عورت بالغہ ہے تو اس کو شرعاً اختیار ہے کہ کفو میں بغیر اجازت اولیاء (باپ وغیرہ) نکاح کر سکتی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ شخص بوجہ نیکوکار ہونے کے اور بوجہ شرافت نسب ہونے کے اس کا کفو ہے تو یہ نکاح صحیح اور درست ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ محرم ۱۳۷۵ھ

عاقلہ بالغہ کے لیے باپ کی اجازت مستحب ہے ضروری نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی دو تین سال سے بالغہ نے اپنے والد کی اجازت کے بغیر کسی آدمی سے نکاح کر لیا۔ کیا شرعاً یہ نکاح جائز وصحیح ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ عورت اپنے نکاح میں خود مختار ہے۔ باپ کی اجازت اگرچہ مستحب ہے۔ لیکن ضروری نہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں نکاح شرعاً درست وصحیح ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۵ شعبان ۱۳۸۳ھ

ماموں کا بھانجی کا رشتہ بہن کی اجازت کے بغیر کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ مسمات بھولاں ابھی تک چھوٹی بچی تھی۔ اس کا والد بقضائے الٰہی فوت ہو گیا اور وہ اپنی والدہ حقیقی کے پاس جو کہ اپاہج تھی رہنے لگی۔ مسمات بھولاں کے ماموں حقیقی نے اپنی شادی کے لالچ میں مسمات بھولاں کا عقد نکاح پڑھا دیا۔ جس کو اب عرصہ دس سال گذر چکے ہیں۔ جبکہ بھولاں تین سال کی تھی۔ اس کی والدہ نکاح میں موجود تھی۔ لیکن اس کی رضامندی نہ تھی اور وہ اس سے انکار کرتی رہی۔ دیگر کوئی نزدیکی رشتہ دار بھولاں کا موجود نہ تھا۔ اب بھی ہر دو محنت مزدوری کر کے گذارہ کرتی ہیں۔ عرصہ قریباً دو ماہ کا ہوا ہے کہ مسمات بھولاں جبکہ جوان ہوئی ہے اور اس کو پہلی مرتبہ ماہواری آئی تو اس نے فوراً اسی وقت اپنی والدہ حقیقی مسمات بُدھاں اور مسمی محمد علی جو اسی مکان میں رہتا ہے کے روبرو نکاح خود کو فسخ کر کے نامنظور کر دیا ہے اور اس کی تائید بھی یہ ہر دو کرتے ہیں۔ اب بھی بھولاں کو نکاح مذکور منظور نہ ہے۔ کیا اس کی والدہ بھولاں کا نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے یا نہ؟ اور حاکم وقت کے پاس ایسی اجازت لینے کی ضرورت ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

اگر نکاح کے وقت والدہ نے انکار کر دیا ہے اور اس لڑکی کا کوئی جدی قریب ولی موجود نہ ہو۔ تو اس کا سرے سے نکاح ہی نہیں ہوا۔ نکاح کی ولایت پہلے تو جدی قریب کو حاصل ہوتی ہے۔ بعد ازاں والدہ کو ماموں اس صورت میں ولی نہیں ہے۔ لہٰذا اس صورت میں تو فسخ ہو گیا اور مجسٹریٹ سے حکم لینے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کوئی دوسرا ولی (جدی قریب) موجود ہو تو والدہ کے انکار کے باوجود یہ ان کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اجازت دے دی تو نکاح صحیح ہو گا۔ ورنہ نہیں۔ لیکن نکاح کے صحیح ہونے کی صورت میں بھی اگر وہ بلوغ کے عین وقت انکار کر چکی ہے اور دو گواہ بنا لیے تو مجسٹریٹ (مسلم) کے پاس دعویٰ دائر کر کے خیار بلوغ کے حق سے فسخ کرا سکتی ہے۔ اس صورت میں فیصلہ مجسٹریٹ کا ضروری ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بالغہ کے نکاح پر چچا کا ناخوش ہونا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی بالغہ نے اپنا نکاح اپنی ماں کی موجودگی میں اپنی اجازت

سے اپنے کفو میں کر لیا ہے اور اس لڑکی کا چچا موجود نہ تھا۔ جب اس کو علم ہوا تو وہ اس نکاح سے ناخوش ہے۔ کیا اس صورت میں لڑکی نے اپنا جو نکاح اپنے کفو میں شرعی طور پر وکیل اور گواہوں کی موجودگی میں کیا ہے۔ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ لڑکی بالغہ ہے اور اس نے اپنا نکاح شرعی طور پر باقاعدہ وکیل اور گواہوں کی موجودگی میں پڑھایا ہے اور اپنے کفو میں نکاح کیا ہے تو یہ نکاح جائز اور درست ہے۔ ولی کی اجازت کے بغیر بھی اگر لڑکی بالغہ اپنا نکاح اپنے کفو میں کرلے تو وہ نکاح نافذ ہو جائے گا۔ نابالغہ لڑکی کے لیے ولی کی ضرورت ہوتی ہے۔ درمختار ص ۵۵ ج ۳ میں ہے۔ وھو ای الولی شرط صحة نکاح صغیر و مجنون ورقیق لا مکلفة فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضا ولی الخ ۔ لہٰذا اس لڑکی کا یہ نکاح صحیح و درست ہے۔ چچا کی ناراضگی کی وجہ سے نکاح باطل نہیں ہو سکتا۔ فقط واللہ اعلم

الجیب سید مسعود علی قادری مفتی و مدرس مدرسہ انوار العلوم

چونکہ بعد البلوغ ولی کو حق اجبار و اکراہ باقی نہیں رہتا۔ اس لیے یہ نکاح شرعاً صحیح و نافذ ہے۔ درمختار میں ہے۔ ولا تجبر البکر البالغة علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ انتھی ص ۵۸ ج ۳۔ واللہ ورسولہ اعلم

سید احمد سعید کاظمی۔

اصاب من اجاب محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر لڑکی نے عقد اول کی اجازت نہ دی ہو تو دوسرا عقد درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ بھرانواں بنت [illegible] بلوچ سکنہ چک نمبر ۲۱ تحصیل ملتان اپنے حقیقی نانا سردار خان کے گھر بسلسلہ ملاقات چند [illegible] چنانچہ سردار خان کا بھائی رمضان خان نے لالچ میں آ کر بھرانواں کی مرضی کے خلاف سکندر خان سے نکاح پڑھوا دیا۔ برادری اور مسمات بھرانواں کے والد محمد نواز خان نے پنچائت کی اور اپنی لڑکی کا نکاح اپنے گھر میں لا کر دوبارہ اپنی جانب سے رمضان خان ولد کامو خان بلوچ سے اپنی لڑکی بھرانواں کی رضامندی سے کر دیا۔ جہاں وہ آباد ہے اور تین بچے بھی ہیں۔ مگر سکندر خان سابقہ نکاح والد پر اصرار ہے کہ بھرانواں بروئے نکاح میری منکوحہ ہے۔ مگر بھرانواں اس نکاح کو مسترد کرتی ہے۔ آیا کونسا نکاح صحیح ہے؟

﴿ج﴾

تحقیق کی جائے۔ اگر پہلے نکاح کے وقت لڑکی بالغہ تھی اور اس سے اجازت حاصل نہیں کی گئی اور اس کی اجازت کے بغیر بالغہ لڑکی کا نکاح غیر ولی اقرب نے کر دیا اور نکاح کے بعد بھی لڑکی نے اجازت نہیں دی تو دوسری جگہ بالغہ لڑکی کی اجازت سے جو نکاح ہوا ہے۔ یہ نکاح صحیح اور نافذ ہے۔ اگر پہلا نکاح بھی بالغہ لڑکی کی اجازت سے ہوا ہے۔ تو دوسرا نکاح صحیح شمار نہ ہوگا۔ اس لیے تحقیق کی جائے۔ جو صورت ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

١٩ ربیع الاول ١٣٨٩ھ

بالغہ کا والد کے نکاح سے انکار کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص غلام حسین نے بدرستی حواس خمسہ اپنی لڑکی امیراں مائی عمر ١٦ سال نکاح کر کے دعاء خیر و شیرینی تقسیم کر کے مسمّی غلام محی الدین صاحب کے ساتھ کر دی گئی اور نکاح کی تاریخ مقرر کر دی۔ لڑکے کے والد مسمّی غلام حسین کو مجبور کر کے اس لڑکی مسماۃ امیراں مائی کو دوسری جگہ نکاح کرنے پر مجبور کر کے کرایا گیا۔ لیکن جب لڑکی کے باپ نے وکیل بن کر دوسرے نکاح کا نام لڑکی کے سامنے لیا تو لڑکی نے اپنی زبان سے اقرار نہ کیا اور نہ ہی انکار کیا۔ بلکہ بلند آواز سے رونا شروع کر دیا۔ لڑکی کے والد نے مجمع عام کے سامنے آ کر نکاح کی اجازت دے دی اور دو گواہوں کے بیان شہادت بھی کرا دیے۔ نکاح خواں نے نکاح پڑھ دیا۔ جب برادری اور رشتہ دار چلے گئے تو بعد میں لڑکی سے رونے کی وجہ پوچھی گئی تو لڑکی نے اپنی والدہ کو جواب دیا کہ مجھے یہ موجودہ نکاح منظور نہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ اگر نکاح جائز تصور ہو جائے تو اب جہاں دعاء خیر کر کے نکاح کی تاریخ مقرر کی گئی تھی اور پہلی جگہ جہاں لڑکی بھی رضامند ہے۔ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اب والد اور والدہ بھی کہتے ہیں کہ برادری سے سخت مجبور ہونے پر زبردستی نکاح کر دیا ہے نہ اس وقت لڑکی رضامند تھی نہ اب ہے اور نہ ہی آئندہ رضامند ہونے کو تیار ہے۔ اس مسئلہ میں علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ والدہ کا کیا ہوا نکاح جائز ہے یا نہیں۔ لڑکی بالغہ ہے اور نکاح سن بلوغ میں پایا گیا۔ لڑکی کی عمر ١٦ سال تھی۔ نیز مذکورہ گواہ لڑکے کی طرف سے تھے اور وہ حق کی گواہی دینے کو تیار ہیں۔

مستفتی غلام حسین والد لڑکی مسماۃ امیراں مائی سلطان پور

﴿ج﴾

بالغ لڑکی خود مختار ہوا کرتی ہے۔ شریعت کی رو سے اس کی مرضی کے بغیر کوئی نکاح نہیں کرا سکتا۔ باپ کی ولایت

اس کے اوپر بلوغ کے بعد نہیں رہتی۔ لہٰذا چونکہ اس جبری نکاح پر لڑکی ناراض تھی۔ اس لیے یہ نکاح نہیں ہوا ہے اور نہ یہ نکاح شرعاً شمار ہوگا۔ البتہ اگر وہ باپ کے سوال کے جواب میں خاموش ہو جاتی یا ہنس جاتی تو نکاح ہو جاتا۔ لیکن اس نے جواب میں رو کر ناراضگی کا اظہار کر دیا۔ اس لیے یہ نکاح بالکل صحیح نہیں۔ ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغة علی النکاح اھ هدایه مع الفتح ص ١٦١ ج ٣ مطبوعه مکتبه رشیدیه کوئٹه. واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر اطلاع پہنچتے ہی بالغہ نے انکار کر دیا ہو تو نکاح نہ ہوا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی بالغہ کا نکاح اس کا ولی والد بغیر اجازت کر سکتا ہے یا نہیں۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک لڑکی جو کہ عرصہ چھ سات ماہ سے بالغہ ہو چکی ہے۔ اس کا نکاح اس کے والد نے بغیر اجازت اس لڑکی کے کر دیا۔ لڑکی کو جب اس کی ہمشیر نے ذکر کیا کہ تمہارا نکاح ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ میں خود بالغہ ہوں اور مجھ سے نہیں پوچھا گیا۔ میرا نکاح نہیں ہوا۔ اگر میرا نکاح ہوتا تو مجھ سے پوچھا جاتا۔ مجھے منظور نہیں ہے۔ صورت مسئولہ میں کیا نکاح ہوا یا نہیں۔ براہ شفقت از روئے شرع شریف جو بھی فیصلہ ہو بمع مہر دستخط فرمائیں۔

﴿ج﴾

چونکہ یہ لڑکی بالغہ ہے اور جس وقت اس کو نکاح ہو جانے کی خبر پہنچی۔ اس نے انکار کر دیا تو یہ نکاح جائز نہیں ہوا۔ کیونکہ ولایت اجبار ولی بلوغ تک ہے۔ بلوغ کے بعد عورت خود مختار ہو جاتی ہے۔ تمام فقہاء احناف کا اس پر اتفاق ہے۔ حیث قالوا ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغة علی النکاح. الخ ہدایہ مع الفتح ص ١٦١ ج ٣ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر واقعی لڑکی بالغہ ہے اور اس سے اجازت نہیں لی گئی اور اطلاع ملتے ہی اس کے انکار کا صحیح ثبوت موجود ہو تو ایسی صورت میں نکاح نہیں ہوا۔ ورنہ ہو چکا۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

٢٥ رجب ١٣٧٩ھ

اغواء کردہ لڑکی کا نکاح کسی رشتہ دار سے کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ لال خان ولد محمد بخش قوم گورمانی نے اپنی لڑکی مسماۃ مبارک مائی اللہ بخش قوم ساہقی کے لڑکے محمد بخش کو دینے کا وعدہ کیا۔ جس پر مسمی لال خان کا بھانجا عبدالرحمٰن اور مسمی مذکور کا داماد محمد رمضان مخالف ہو گئے۔ مسمی محمد رمضان اور اس کی گھر والی جو مسماۃ مبارک مائی کی بہن ہے۔ انھوں نے اس کو سکھلایا کہ تجھے عبدالرحمٰن مذکور کے ساتھ بیاہ کریں گے۔ جس پر وہ آمادہ ہوگئی۔ جس دن مسمی محمد بخش قوم ساہقی کی شادی ہونے والی تھی۔ عبدالرحمٰن اس سے پہلی رات سوتے میں مبارک مائی کو گھر سے جگا کر لے بھاگا۔ مسمی خیر محمد ولد عبداللہ قوم گورمانی جو مسمی عبدالرحمٰن مذکور کا چچازاد بھائی ہے۔ اس کے گھر مسماۃ مذکورہ کو بٹھایا اور اسی رات سحری کے وقت عبدالرحمٰن اور مبارک مائی کا نکاح کیا گیا اور نکاح خوان غلام محمد ولد عبداللہ گورمانی تھا اور وکیل خیر محمد ولد عبداللہ اور گواہ حامد خان ولد اللہ بخش اور اللہ بخش ولد امام بخش قوم گورمانی ہوئے اور مذکورہ عورت نے اپنی زبانی بیان دیا جو اس مجلس میں موجود تھی۔ جب پوچھا نکاح خوان اور وکیل نے کہ تو بالغ ہے۔ اس نے کہا کہ میں چھ ماہ سے بالغ ہوں اور ویسے کاغذ پر عمر اس کی چودہ سال پانچ چھ ماہ تھی۔ محمد رمضان اور اس کی گھر والی کی بھی یہی تصدیق ہے کہ وہ چھ ماہ سے بالغ تھی۔ یہ سب بیان مسجد میں حلفیہ لیے گئے۔ مگر اس عورت مذکورہ کا ولی نکاح میں موجود نہ تھا۔ اس عورت مذکورہ کے بیانوں پر نکاح ہوا۔ کیا یہ نکاح شرعاً صحیح ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

اگر لڑکی مذکورہ بوقت نکاح بالغہ تھی۔ اس کا عقد نکاح ہمراہ عبدالرحمٰن درست ہو گیا ہے۔ کیونکہ بالغہ لڑکی اپنی مرضی سے کفو میں اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ والد کو اس نکاح کے رد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ ہکذا فی کتب الفقہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ رجب ۱۳۹۸ھ

بالغہ جب انکار کرتی رہے تو نکاح ہی نہ ہوا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ۔ (۱) میری شادی حسین ولد فرید قوم سہو کے ساتھ عرصہ پانچ سال پہلے

ہوئی تھی۔ دو سال بعد میرا خاوند فوت ہو گیا اور میں بیوہ ہو کر اپنے والدین کے پاس کرم پور محنت مزدوری کر کے وقت گزار رہی تھی۔

(۲) میرا حقیقی بھائی رجب علی مجھ کو دھوکہ دے کر موضع دھلو میں لے گیا اور وہاں ایک شخص فیض بخش ولد بصارہ قوم سہو کے ساتھ میرا نکاح زبردستی کروانے پر زور دیا۔ جب مجھ سے تین آدمی مطابق شرعاً نکاح کرنے پر میری رضامندی لینے آئے۔ جس پر میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ میں نے کافی واویلا کیا اور اس جگہ سے بھاگ کر محمد بخش قوم بھانجہ کے گھر پناہ لے لی اور دوسرے دن میرا بڑا بھائی و چچا اللہ یار وہاں پہنچ گئے اور انھوں نے نجات دلوائی اور مجھ کو گھر واپس لائے۔ اب فیض بخش پروپیگنڈہ کرتا پھر رہا ہے کہ میرا نکاح ہے۔ کیا ان حالات کے تحت شرعاً نکاح ہے یا نہیں۔ فتویٰ عنایت فرمایا جائے۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ عاقلہ بالغہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر منعقد نہیں ہوتا۔ پس صورت مسئولہ میں پوری تحقیق کی جائے کہ اگر عورت نے صراحۃً نکاح کی اجازت نہیں دی ہے۔ بلکہ انکار کرتی رہی ہے تو اس کا نکاح منعقد نہیں ہوا اور اگر اس سے اجازت حاصل کی گئی ہو تو نکاح صحیح ہے۔ الغرض اگر اس کی اجازت کے بغیر نکاح کیا گیا ہے تو وہ معتبر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

کیا ۱۴ سال والی لڑکی بالغ ہو سکتی ہے؟

بالغہ باکرہ کا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء مسئلہ ذیل میں کہ لڑکی بعمر چودہ سال و چند ماہ میں بالغ ہو سکتی ہے یا کہ نہیں؟ سائل حافظ غلام محمد

﴿ج﴾

(۱) پندرہ سال سے قبل اور نو سال کے بعد عورت جوان ہو سکتی ہے۔ اگر وہ خود اقرار بلوغ کرے۔ بشرطیکہ اس کی جسمانی حالت اس قابل ہو۔ ھکذا فی الشامی و کتب الفقہ۔ (۲) باکرہ بالغہ کا نکاح بغیر اذن ولی کے ہو سکتا ہے۔ اس کو خود اختیار ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بالغہ کا زبرستی انگوٹھا فارم پر لگوانے سے نکاح جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عورت بالغہ کا نکاح پڑھانے کا جب وقت آیا تو اس کی رضامندی معلوم کرنے کے لیے وکیل اور گواہ اس کے پاس پہنچے۔ چنانچہ عورت نے دروازہ بند کر کے ان تینوں کو کہا کہ مجھے ہرگز منظور نہیں ہے۔ تینوں واپس چلے آئے۔ اب لڑکی کا والد اور لڑکا جس کا نکاح ہو رہا ہے۔ اس کے وارثان لڑکی جس نے نکاح سے انکار کیا تھا کے پاس دروازہ زبردستی کھلوا کر پہنچے۔ اس کو خوب مارا کہ تو نکاح کی رضامندی ظاہر کر۔ اس نے صاف انکار کر دیا۔ اب نکاح رجسٹر میں عورت مذکورہ کے زبردستی انگوٹھا جات ثبت کیے گئے اور لڑکے کے وارثان واپس چلے گئے اور عورت اپنے والدین کے گھر بدستور مقیم رہی اور سرمیل بعدازاں کرنا قرار پا گیا۔ (۲) یہ اب چند یوم ہوئے ہیں۔ اس لڑکی کو جس کا زبردستی نکاح برضامندی اس کے والد کے پڑھایا گیا تھا کو اس لڑکے کے وارثان بشمول اس لڑکے کے اس بغیر رضامندی کی منکوحہ کو اٹھا کر زبرستی رات کے وقت اپنے گھر لے گئے اور تا حال عورت مذکورہ ان کے پاس ہے۔ آیا نکاح مذکور جو عورت کی رضامندی کے بغیر صرف اس کے والد کی رضامندی تھی اور دیگر اس اہل کنبہ کی رضامندی بھی نہیں تھی۔ زبردستی پڑھایا گیا تھا اور اس کے انگوٹھا جات رجسٹر نکاح خوانی درجہ کیے گئے تھے۔ غلط ہے یا صحیح ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ بالغہ عاقلہ عورت نکاح میں خود مختار ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن صورت مسئولہ میں شرعی طریقہ سے خوب تحقیق کی جائے۔ اگر واقعی لڑکی نے دلالۃً یا صراحۃً کوئی اجازت نہیں دی ہے بلکہ وہ انکار کرتی رہی اور اس کی رضامندی کے بغیر زبردستی اس کا انگوٹھا نکاح فارم پر ثبت کیا ہے تو شرعاً یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ البتہ اگر اس نے کسی قسم کی کوئی اجازت دی ہو تو پھر نکاح جائز شمار ہوگا۔ بہر حال خوب تحقیق کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۴ صفر ۱۳۹۴ھ

اگر لڑکی نے نکاح کی اجازت نہ دی ہو تو وہ نکاح درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے اپنی لڑکی کا نکاح لڑکی کی اجازت کے بغیر پڑھ دیا ہے۔ جبکہ اس وقت لڑکی ڈیڑھ سال سے شرعاً بالغہ تھی۔

﴿ج﴾

اگر بالغہ لڑکی نے نکاح سے پہلے یا بعد کسی وقت بھی صراحۃً یا دلالۃً اجازت نہیں دی اور اس نکاح کا اس نے انکار کر دیا ہو تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔ کیونکہ بالغہ لڑکی نکاح میں خود مختار ہے۔ اس پر کسی کو بھی ولایت جبر حاصل نہیں اور اگر نکاح سے قبل یا بعد صراحۃً یا دلالۃً اجازت دی ہو تو نکاح صحیح شمار ہوگا اور خاوند سے طلاق حاصل کیے بغیر دوسری جگہ نکاح جائز نہ ہوگا۔ شرعی طریقہ سے خوب تحقیق کی جائے۔ جو بھی صورت ہو۔ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۴ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

بالغہ کا نکاح اگر اس کے والد نے جان کے ڈر سے کرایا ہو تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

مسمی زید اپنی دختر ہندہ (بالغہ) کا نکاح بغیر اذن کے ساتھ عمرو (جو کہ مذھباً جدی شیعہ چلا آتا ہے) کے اس حال میں کر دیتا ہے کہ اول زید کو ایک دن کسی بے جا الزام کے تحت اتنا مارا پیٹا جاتا ہے کہ بے ہوشی تک نوبت پہنچتی ہے۔ پھر رات کو اسے اپنے تسلط میں رکھ کر اگلے دن بزور اس سے اس کی دختر ہندہ کا نکاح کروالیا ہے۔ جب ہندہ کو نکاح کا علم ہوتا ہے کہ میرے والد سے دشمنوں نے زور دے کر میرا نکاح کرالیا ہے تو خوب روتی ہے۔ نیز خود زید بھی کہتا ہے کہ میں نے دشمنوں کے تسلط میں آ کر محض مارے خطرہ جان کے نکاح کر دیا ہے تو کیا یہ عقد عقد جبر کے حکم میں ہوگا یا نہ۔ ہندہ بالغہ سے اجازت نہ لینا اور بعد العقد علم ہونے پر ہندہ کا آواز سے رونا انعقاد یا عدمِ انعقادِ عقد میں مؤثر ہوگا یا نہ۔ نیز سنیہ کا نکاح شیعی سے کیا حکم رکھتا ہے۔ الغرض مذکورہ تینوں پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے شرعی تحقیق سے بہرہ ور فرما کر فتویٰ پر مہر ثبت فرمائیں۔ واضح رہے کہ ہندہ خود زید اور اس کا تمام خاندان سنی المذہب ہے۔ عمرو وغیرہ سے ان کا کوئی دور کا رشتہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ زید ایک مسافر و اجنبی کی حیثیت سے ان کے شہر میں بوجہ غیر آبادی علاقہ کے عارضی طور پر مقیم ہے۔

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ عورت نکاح میں خود مختار ہے۔ اسے کوئی شخص بھی نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا اور اس کی اجازت کے سوا اس کی طرف سے کسی شخص نے نکاح کر لیا تو یہ نکاح درست نہیں۔ غرضیکہ عاقلہ بالغہ عورت جب تک خود قبول نہ کرے یا کسی کو اپنا وکیل نہ بنائے۔ اس وقت تک اس کا نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ اس کی رضاء کے بغیر اس کے والد کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں۔ آواز کے ساتھ رونا اجازت نہیں بلکہ ردِ نکاح ہے۔ لہٰذا یہ نکاح قطعاً صحیح نہیں۔ قال فی شرح التنویر ص ۵۸ ج ۳ ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ الخ . وفی الشامیة تحت قوله فلو بصوت لم یکن اذنا (الی قوله) فیه نظر وبعضهم قالوا ان کان مع الصیاح والصوت فهو رد والا فهو رضا وهو الاوجه وعلیه الفتوی الخ . شامی ص ۵۹ ج ۳. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۸ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ

بالغہ لڑکی کے لیے والد کی قسم کی پاس داری کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک باپ اپنی بیٹی نابالغہ سے متعلق قرآن پاک ضامن دیتا ہے یعنی کسی سے یوں کہتا ہے کہ میں اپنی بیٹی کو تمھاری رضاء کے مطابق بیاہوں گا۔ اب لڑکی بالغ ہے۔ اگر وہ اپنے باپ کی قسم کا پاس نہیں کرتی۔ اس بارے میں اس کا باپ کیا کرے۔ جواب مفصل لکھیں۔

﴿ج﴾

بالغہ لڑکی نکاح میں خود مختار ہے۔ اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر اس کا باپ نکاح نہیں کر سکتا۔ یعنی بالغ لڑکی جب تک خود قبول نہ کرے۔ یا کسی کو وکیل نہ بنائے اس کا نکاح نہیں ہوتا۔ بالغ لڑکی پر ولایت جبر حاصل نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

بالغہ لڑکی نے اصالۃً یا وکالۃً جو نکاح کیا اسے عدالت سے فسخ نہیں کرا سکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں (۱) ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً ۱۴/۱۳ سال تھی۔ اس کا نکاح ایک لڑکے سے جو ایک ماہ کا تھا کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لڑکی کے والد کی جائیداد تھی۔ پاکستان کے اندر وہ جائیداد لڑکی کے حق میں ہونے کے واسطے یہ نکاح لڑکی کے نانا نے اپنے پوتے کے ساتھ کر دیا۔ برادری ناراض ہو کے چلی گئی کہ یہ ناجائز بات ہے۔ مگر چند آدمی بیٹھ کر نکاح کر گئے۔ آج وہی لڑکی جس کو تقریباً ۸/۷ سال کا عرصہ ہوا۔ اب اس وقت عدالت جج صاحب نے اس کا نکاح فسخ کر دیا۔ اب لڑکی کی عمر تقریباً ۲۳/۲۲ سال ہے اور جس کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ اس لڑکے کی عمر تقریباً ۸/۷ سال ہے۔ اس وقت غیرت کو بحال رکھنے کے لیے عدالت عالیہ میں تنسیخ نکاح کرا لیا۔ اب از روئے شریعت مجھے اجازت فرمائیں تاکہ اپنا جائز نکاح کر کے اپنی عزت محفوظ کر سکوں۔

بطور تنقیح گذارش ہے۔ کیا باوجود ان وجوہات کے نکاح اس لڑکی کا از روئے شرع شریف صحیح ہے یا کوئی گنجائش بھی ہے۔ جبکہ اس کے ولی نے محض دنیوی اغراض کے لیے نکاح کا اقدام کیا ہے۔ نیز تنسیخ نکاح عدالتی اور لڑکی کی یہ عمر جوانی اگر تقاضا کرے کسی امر ناشائستہ کی تو اس کے سدباب کے لیے کوئی سہل تجویز از روئے شرع شریف ہے۔

بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر یہ لڑکی نکاح کے وقت بالغہ تھی اور اس نے خود ایجاب و قبول کیا ہے یا کسی کو وکیل بنا چکی تھی۔ اگرچہ ولی کی مرضی نہ بھی تھی۔ تب بھی نکاح منعقد ہو گیا ہے اور بعد میں عدالت سے فسخ کر لینا صحیح نہیں ہے اور اگر اس وقت نابالغہ تھی اور اس کا ولی اقرب نانا کے علاوہ کوئی اور موجود تھا۔ مثلاً چچازاد بھائی وغیرہ اور پھر بھی نانا نے نکاح کر دیا اور اس ولی اقرب نے اسے رد کیا تب نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں ہے اور اگر نانا ہی ولی اقرب تھا تو پھر نکاح ہو گیا ہے اور اسے خیار بلوغ حاصل ہے۔ اب اگر اس نے شرعی طریقہ سے حق خیار بلوغ استعمال کر کے عدالت سے نکاح فسخ کرا لیا ہے۔ پھر تو یہ دوسری جگہ نکاح کر سکے گی ورنہ نہیں۔ اس لیے ہمیں عدالتی فیصلہ کی نقل بھیج دیں اور فتویٰ حاصل کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ

مُطلقہ ماں کے پاس رہنے والی ۱۶ سالہ لڑکی کا ولی کون ہوگا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید و ہندہ کا تنازعہ کی وجہ سے فیصلہ ہوا۔ یعنی زید نے ہندہ کو طلاق دے دی ہے۔ ان کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔ تو لڑکا باپ لے گیا اور لڑکی ماں کے پاس ہی ہے۔ اب لڑکی بالغ ہے۔ تقریباً سولہ سال عمر ہے۔ اب لڑکی کی مرضی نکاح ماں کی رائے کے مطابق کرنے کی ہے۔ یعنی نانکے میں اور باپ جبر کرتا ہے کہ میں لے جاؤں گا اور اپنی مرضی کے مطابق نکاح کروں گا۔ اب شریعت صافیہ لڑکی کے بارہ میں کیا فیصلہ فرماتی ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

لڑکی جب سولہ سال کی بالغہ ہے تو اسے اپنے نکاح کا خود اختیار ہے۔ شرعاً پندرہ سال کی عمر سے ہی لڑکی بالغ شمار ہوتی ہے اور اسے تمام امور (نکاح، بیع شراء وغیرہ) میں مکمل اختیار حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں لڑکی باپ کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ صفر ۱۳۹۱ھ

مزنیہ کی بالغہ لڑکی کی ولایت نکاح کسے حاصل ہوگی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ چنن خاتون کے کسی دیگر شخص کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔ جس کے بطن سے ایک لڑکی بخت سوائی پیدا ہوئی۔ جو کہ اب سولہ برس کی ہے۔ مسماۃ چنن خاتون کی والدہ زندہ ہے اور مسماۃ چنن خاتون مسمی بہاول بخش کی منکوحہ ہے۔ لڑکی کا ماموں بھی زندہ ہے۔ جناب سے مؤدبانہ استدعا ہے کہ اس بات کا فتویٰ دیا جائے کہ اس لڑکی بخت سوائی کا نکاح کون کرسکتا ہے۔ جناب کی عین نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

سولہ سالہ لڑکی شرعاً بالغہ ہے اور عاقلہ بالغہ عورت نکاح میں خود مختار ہے۔ اسے کوئی شخص بھی نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا اور اس کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے کوئی شخص بھی نکاح نہیں کرسکتا۔ غرضیکہ عاقلہ بالغہ عورت جب تک خود قبول نہ کرے یا کسی کو اپنا وکیل نہ بنائے۔ اس وقت تک اس کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ مسئولہ صورت میں لڑکی اپنے کفو میں

نکاح کرسکتی ہے۔ قال فی شرح التنویر ص ۵۸ ج ۳ ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ وایضاً فی ص ۵۵ ج ۳ فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولی فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ

بالغہ کا نکاح اگر والد زبردستی کرے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

سوال یہ ہے کہ محمد حسین ولد بہادر خان سیال ساکن موضع اوئی تحصیل میلسی ضلع ملتان نے برادری میں چند وجوہات کے باعث بحالت غصہ اپنی دختر مسماۃ امیر مائی دختر محمد حسین ساکن مذکور کا عقد نکاح برادری سے باہر ایک شخص وریام ولد سلطان ذات سہو ساکن موضع چک نمبر ۴ تحصیل خانیوال ضلع ملتان سے بلا رضامندی دختر خود مسماۃ امیر مائی کر دیا ہے۔ حالانکہ لڑکی نے ایجاب و قبول نہیں کیا۔

کیا جبکہ لڑکی بالغہ ہو اور اصول کے مطابق اسے اپنے نکاح کا منظور کرنا ضروری ہو۔ مگر والد بلا رضامندی و ایجاب کے لڑکی کا نکاح کردے وہ جائز ہے یا نہیں؟ فقط والسلام بینوا توجروا

۱۷ اکتوبر ۱۹۶۸ھ

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ عورت اپنے نکاح میں خود مختار ہے۔ اسے کوئی شخص بھی نکاح پر مجبور نہیں کرسکتا اور اس کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے کسی شخص نے نکاح قبول کرلیا تو یہ نکاح درست نہیں۔ غرضیکہ عاقلہ بالغہ عورت جب تک خود قبول نہ کرے یا کسی کو اپنا وکیل نہ بنائے۔ اس وقت تک اس کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ بنابریں صورت مسئولہ میں جس وقت اس کے باپ نے اس سے اذن طلب کیا یا نکاح ہو جانے کی خبر پہنچی۔ اس نے انکار کر دیا تو یہ نکاح جائز نہیں ہوا اور اگر بوقتِ طلبِ اذن یا بلوغِ خبر ساکت ہوگئی تو نکاح ہوگیا اور قبل یا بعد نکاح کے انکار کا اعتبار نہیں۔ جبکہ استیذانِ ولی یا بلوغِ خبر کے وقت سکوت کیا ہو۔ کما فی الهداية مع الفتح ص ۱۶۱ ج ۳. ولا يجوز للولي اجبار البكر البالغة على النكاح واذا استأذنها الولي فسكتت او ضحكت فهو اذن . (الى ان قال) ولو زوجها فبلغها الخبر فسكتت فهو على ماذكرنا ص ۱۶۷ ج ۳. واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۳ رجب ۱۳۸۸ھ

عاقلہ بالغہ کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر درست نہیں

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ ہے اوراس کی دو بچیاں ہیں۔ایک کی عمر ۹ سال اور دوسری کی چھ سال ہے۔وہ تقریباً چھ سال سے بیوہ بیٹھی ہے۔اس کے والدین اس کی شادی اپنی برادری میں کرنا چاہتے ہیں۔مگر وہ اس بات پر رضامند نہیں اوروہ شادی برادری سے باہر کرنے کی خواہشمند ہے۔برائے کرم اس کے متعلق فتوٰی صادر فرمائیں کہ آیاوہ اپنی مرضی کے مطابق برادری سے باہر شادی کرسکتی ہےاور آیا اسے شرعاً کوئی ممانعت تو نہیں۔

﴿ج﴾

بالغہ عاقلہ عورت اپنے نکاح میں خودمختار ہے۔اس کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔وہ اپنی مرضی سے اپنے کفو میں نکاح کرسکتی ہے۔لیکن غیر کفو میں اولیاء کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ شوال ۱۳۹۱ھ

جب لڑکی دادا کے نکاح سے انکار کرتی ہے تو نکاح درست نہیں

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی کا عقد نکاح لڑکی مذکورہ کے دادا نے اپنی مرضی سے ایک لڑکے سے کردیا ہے۔حالانکہ لڑکی کا حقیقی والد زندہ موجود ہےاوراس کے والد کے مشورہ وارادہ سے نکاح نہیں کیا گیااور لڑکی بھی ایسے نکاح سے انکار کرتی ہے۔مگراس کے دادا نے اپنی مرضی سے شرعی نکاح کردیا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ آیا دادا مذکور کی مرضی سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہ۔جبکہ لڑکی کا حقیقی والد زندہ موجود ہےاور لڑکی بھی رضامند نہیں ہے۔لڑکی کی عمر اس وقت تقریباً ۱۵ سال ہے۔مفصل حل فرمایا جائے۔

﴿ج﴾

بالغ لڑکی اپنے نکاح میں خودمختار ہے۔اگراس نے دادا کو نکاح کا وکیل نہیں بنایا ہےاور نہ اجازت دی ہے تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا ہے۔غیر ولی اقرب کی اجازت میں سکوت کافی نہیں۔واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ شعبان ۱۳۸۸ھ

۲۰ سال عمر والی لڑکی کا نکاح زبردستی کرانا

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی جو کہ مطلقہ عاقل بالغ عمر ۲۰ سال ہے۔اس کے والدین نے ایک شخص کے ساتھ اس کا زبردستی نکاح پڑھادیا۔نکاح کے وقت لڑکی روتی اور چلاتی رہی کہ وہ اس شخص کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند نہیں ہے۔والدین نے اس کی ایک نہ سنی اور زبردستی نکاح نامہ پر انگوٹھہ لگوالیا ہے۔والدین نے برادری میں اپنی آن کی خاطر اس کا زبردستی نکاح کیا ہے تو کیا شریعت کی رو سے اس لڑکی کا نکاح ہوا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ لڑکی نکاح میں خودمختار ہوتی ہے۔ولایت جبر اس پر کسی کو حاصل نہیں ہے۔پس اگر لڑکی مذکورہ بوقت نکاح رضامند نہیں تھی۔تو شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوگا۔البتہ اگراس نے انگوٹھہ لگاتے وقت بادل ناخواستہ اس نکاح کو منظور کرلیا ہے تو یہ نکاح شرعاً منعقد تصور ہوگا۔اس لیے مقامی علماء لڑکی کے بارہ میں تحقیقات کریں اوراس کے بعد علماء کے قول کے مطابق عمل کیا جائے۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ

عاقلہ بالغہ مرضی سے کفو میں نکاح کرسکتی ہے

مذاق میں بھی نکاح ہوجاتا ہے

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ (۱) ایک لڑکی عاقلہ بالغہ بغیر رضامندی والدین وورثاء کے کسی شخص کو روبرو دو مردوں کے یا ایک مرد اور دو عورتوں کے کہتی ہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا تو مرد نے جواباً کہا کہ میں نے قبول کیا تو کیا ازروئے شرع اس کا نکاح اس مرد کے ساتھ منعقد ہوجاتا ہے

(۲) یا کسی لڑکی عاقلہ بالغہ نے بطور مذاق روبرو گواہان کسی مرد کو کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا یا اس کے برعکس مرد نے کہا میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں۔دوسرے فریق نے کہا۔میں نے قبول کیا۔کیا نکاح ان دو صورتوں میں بھی منعقد ہوجائے گا یا نہ۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح میں خودمختار ہے۔ اگر شخص مذکور لڑکی مذکورہ کا کفو ہے۔ تو لڑکی مذکورہ کے اس کہنے سے نکاح منعقد ہوگیا ہے۔ والدین کو اس نکاح کے رد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

(۲) اگر دو گواہوں کے روبرو مذاق کے ساتھ ایجاب وقبول کیا گیا ہے۔ تب بھی اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ لقوله عليه السلام ثلث جد هن جد وهز لهن جد النكاح والطلاق واليمين . فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ شوال ۱۳۹۷ھ

فرار ہو جانے والی لڑکی کا اپنی مرضی سے نکاح؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی عاقلہ بالغہ جو اپنی مرضی خوشی سے اپنے رشتہ دار کے ساتھ گھر سے چلی گئی اور دوسرے شہر میں جا کر ماں باپ کی عدم موجودگی میں اپنا شرعی نکاح کر لیا ہے۔ پھر والدین نے کسی طرح لڑکی کو منگوایا۔ اب والدین اس نکاح پر راضی نہیں اور عدالت میں تنسیخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے۔ کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہ اور اگر عدالت تنسیخ بھی کر دے تو دوسری جگہ وہ لڑکی نکاح کر سکتی ہے یا نہ۔ نیز اس تنسیخ کی معاونت اور امداد کرنی جائز ہے؟

﴿ج﴾

بر تقدیر صحت واقعہ عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح میں خودمختار ہے۔ پس اگر نکاح میں مہر پورا باندھا گیا ہے اور کفو میں کیا گیا ہے تو وہ نکاح ہوگیا ہے۔ خاوند سے طلاق حاصل کیے بغیر اس عورت کا دوسری جگہ نکاح درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۴ صفر ۱۳۹۶ھ

اغواء کرنے کے بعد اگر لڑکی سے زبانی ایجاب وقبول نہیں کرایا گیا تو نکاح درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسماۃ راستی دختر نور محمد کو خضر حیات، محمد

یوسف، شیر عباس، گلزار خان اقوام پٹھان ساکنان چک نمبر ۱۰/۸۴ اے علاقہ تحصیل خانیوال نے من مسمی نور محمد کو زدوکوب کر کے دختر من مسمات راستی متذکرہ بالا کو جبراً اٹھا کر لے گئے اور بغیر رضامندی مسمات راستی کا نکاح اپنے نوکر چاندی ولد خان کے ساتھ کر دیا۔ جس کی بندہ نے تھانہ خانیوال میں رپورٹ درج کرائی تھانہ دار اور کبیر محمد سابقہ زیلدار چک نمبر ۱۰/۶۵ اے پٹھو کی امداد سے ان کے پنجۂ ظلم سے دختر خود مسمات راستی کو رہا کروایا مسمات راستی اب میرے قبضہ میں ہے۔ جو نکاح جبراً مسمات راستی کا بغیر رضامندی منکوحہ کے پڑھا گیا ہے۔ وہ نکاح منعقد اور جائز ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ پر روشنی قرآن شریف اور حدیث شریف کے ثبوت سے ڈال دی جائے۔ منشی فلک شیر خان کہتا ہے کہ تحریر بالا درست ہے اور میرے سامنے یہ واقعات ہوئے۔ بیان بالا حلفی درست ہے۔ فلک شیر خان چک ۸۵، ۸۳ فارم۔

کبیر بقلم خود چک نمبر ۱۵۳\۶۵۔ اللہ ڈتہ چک نمبر ایل ۶۵/۱۵

کہا جائے کہ نکاح میں ایجاب وقبول ہوا ہے یا نہیں اور لڑکی سے زبردستی زبانی اجازت حاصل کی گئی تھی یا نہ۔ یا صرف اس سے زبردستی انگوٹھا لگوایا گیا تھا۔ زبانی اجازت وغیرہ نہیں ہوئی۔ بہر حال جو صورت ہو تفصیل سے لکھیے تا کہ اس کے مطابق حکم لکھا جائے۔

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱\۱\۸۹ھ

حلفیہ بیان مسمات راستی بالغہ میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ بصورت ڈاکہ مسمیان خضر حیات۔ محمد یوسف شیر عباس گلزار خان لے گئے اور خضر حیات کے گھر بٹھا دیا نہ مجھ سے زبانی اجازت حاصل کی اور نہ ہی کوئی میرا انگوٹھا کسی کتاب یا کاغذ پر لگوایا گیا۔

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ کا نکاح بغیر اس کی رضامندی اور اجازت کے منعقد نہیں ہوتا۔ پس مسئولہ صورت میں جبکہ مسماۃ راستی نے نہ ایجاب وقبول کیا ہے اور نہ ان سے اجازت لی گئی ہے تو یہ نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا۔ لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۵ محرم ۱۳۸۹ھ

صورت مذکورہ میں نکاح درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ فاطمہ بیوہ عرصہ دو۲ سال یا کم وبیش بغیر شمولیت ولی عقد نکاح کیا میں جو کہ ولی خود مہر رقم کے لیے بذریعہ درخواست ڈپٹی کمشنر صاحب پیش کر کے نکاح زید سے کیا۔ جس میں آج تک نکاح کرنے کے بعد خوش اور راضی ہیں مگر چار سال کے بعد اب ولی دعویدار ہیں کہ ہماری رضامندی کے بغیر نکاح ہوا ہے۔ لہٰذا مسماۃ مذکورہ واپس دی جائے۔ اس میں صرف خواہش رقم وصول کرنا ہے۔ اجازت حاصل کردہ پیش خدمت ہے کیا نکاح بیوہ کا بغیر شمولیت ولی شرعاً صحیح وجائز ہے۔

﴿ج﴾

بالغہ عورت اپنے کفو میں بغیر اجازت ولی کے نکاح کر سکتی ہے اس لیے مذکورہ صورت میں نکاح صحیح ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ محرم ۱۳۷۹ھ

احناف کے ہاں بالغہ عورت اپنی مرضی سے کیونکر نکاح کر سکتی ہے؟

﴿س﴾

بسم اللہ حامداً ومصلیاً۔ استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بغیر اجازت ولی کفو میں یا غیر کفو میں نکاح صحیح ہو سکتا ہے۔ اور حدیث ایما امرأة نكحت بغير اذن وليها فنكاحها باطل کا کیا جواب ہے اور کیا مطلب ہے۔ یہ مسئلہ مدلل باحادیث صحیحہ بیان فرمائیں۔ کسی قسم کے شبہ اور اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔ مفصل بیان کریں۔

اگر بغیر اجازت ولی کے غیر کفو میں کسی عورت نے نکاح کر لیا۔ خواہ بیوہ ہو یا غیر بیوہ ہو۔ بالغہ ہو یا غیر بالغہ ہو۔ تو ولی کو تنسیخ کرانے کا حق ہے یا نہیں۔ اگر تنسیخ کرا لے تو شرعاً نکاح فسخ ہو جائے گا یا نہیں۔

المستفتی عبدالرحمان بقلم خود

﴿ج﴾

احناف کے نزدیک مکلفہ کفو میں بغیر اجازت ولی بھی نکاح کر سکتی ہے۔ البتہ غیر کفو میں اس کا خود کردہ نکاح جائز نہیں ہے۔ کما فی الدر المختار ص ۵٦ ج ۳ مطبوعہ مصر ويفتى فى غير الكفؤ بعدم جوازه اصلا هو المختار للفتوى لفساد الزمان حدیث مذکور فی السوال کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث محمول ہے غیر مکلفہ پر اور جو تصرف فی ملکیت نہ رکھتی ہو یا محمول ہے۔ عدم کمال پر جیسا کہ لا صلوٰة لجار المسجد الا فى المسجد یا نفی لزوم پر اور اسی وجہ سے بعض احناف نے غیر کفو میں لکھا ہے۔ وللولی فی غیر الکفو نیز حدیث مذکور کی روایت حضرت عائشہ کرتی ہیں۔ حالانکہ انھوں نے خود اپنی بھتیجی کا نکاح کرا دیا تھا۔ جبکہ لڑکی کا باپ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ہی ولی تھے۔ نیز اس حدیث کی سند میں کچھ کلام ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بالغہ کے نکاح میں ولی کی اجازت ضروری نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسمّی مراد اڑوڑ ایک دن میرے گھر پر چند آدمیوں کے ہمراہ آیا۔ اس نے کہا کہ میں تمھاری لڑکیوں کے نکاح کے لیے آیا ہوں۔ لیکن میں نے انکار کیا۔ بعد ازاں میں ایک ضروری کام کی وجہ سے گھر سے باہر چلا گیا۔ جب میں واپس آیا تو مسمّی مذکور نے مجھ سے کہا کہ مبارک ہو کہ تمھاری دونوں لڑکیوں کا نکاح ہو گیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ میری اجازت کے بغیر نکاح کیسے ہو سکتا ہے۔ جب یہ اعلان میری لڑکیوں نے سنا تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ ہمارا نکاح نہیں ہوا۔ کیونکہ جو آدمی ہمارے پاس آئے تھے انھوں نے ہم سے صرف کلمہ طیبہ پڑھوایا اور اس کے بعد وہ چلے گئے اور کسی قسم کا ایجاب وقبول نہیں ہوا۔ کیا شرعاً جائز ہے کہ ولی کی غیر موجودگی میں یا بغیر ایجاب وقبول کے نکاح ہو جاتا ہے اور کلمہ طیبہ و ایجاب و قبول کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ نیز جبکہ دونوں لڑکیاں جو کہ نوجوان ہیں۔ اس سے انکاری ہیں۔ بینوا توجروا

سدو ولد مہری قوم اڑوڑ ساکن چک نمبر ڈبلیو بی/۱۴۰ تحصیل وہاڑی ضلع ملتان

نشان انگوٹھا سدو ولد مہری

﴿ج﴾

اگر لڑکی بالغ ہو اور کلمہ طیبہ پڑھاتے وقت اسے یہ بتلایا گیا ہے کہ فلاں ابن فلاں سے تمھارا نکاح کرنا چاہتے ہیں اور اس نے خوشی سے کلمہ پڑھ کر اجازت دے دی ہے تو نکاح منعقد ہو گیا۔ ولی کی اجازت بالغہ کے نکاح میں شرط نہیں اور اگر اسے یہ نہ بتلایا گیا ہو کہ تمھارا نکاح فلاں سے کرنا چاہتے ہیں تو نکاح نہیں ہوا۔ مقامی طور پر حالات کی تحقیق کر کے فیصلہ کیا جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب بالغہ نے نکاح سے انکار کر دیا ہو تو وہ ختم ہو گیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بالغہ باکرہ لڑکی کا نکاح بغیر گواہان و وکیل و بغیر اذن بالغہ باکرہ اس کے والد نے کر دیا۔ جب اس لڑکی کو علم ہوا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہ۔ نیز لڑکی کی عمر ۱۷ سال ہے۔ (۲) جب لڑکی کا نکاح ہوا تو اس کو زمینداروں نے مجبور کیا کہ اس لڑکی کے بھائی کو شادی کے لیے کوئی رقم دے دو تو اس نے صاف انکار تو نہ کیا مگر کوئی معمولی رقم بتائی تو انھوں نے کہا کہ اس معمولی رقم سے کیا بنتا ہے۔ تو میں اس لڑکی سے فارغ ہوں۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ تین چار دفعہ کہا۔ جس مجلس میں فریقین کی طرف سے دس پندرہ آدمی موجود تھے۔ خصوصی بیان جو میرے سامنے ہوئے۔ وہ تین آدمیوں کے ہیں۔ غلام مصطفیٰ خان ولد محمد خان، سردار ربنواز خان ولد حاجی قادر بخش، اللہ وسایا ولد بدھو جٹ نیولہ۔

تو کیا ان بیانات سے لڑکی فارغ ہے اور دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ بالغہ لڑکی پر کسی کو ولایت جبر حاصل نہیں۔ یعنی اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی اس کا نکاح نہیں کر سکتا۔ پس صورت مسئولہ میں تحقیق کی جائے۔ اگر واقعی بالغہ لڑکی نے نکاح سے قبل یا بعد کسی وقت بھی صراحۃً یا دلالۃً اجازت نہیں دی۔ بلکہ نکاح کے علم ہونے پر اس نے اس نکاح کو رد کر دیا ہے تو نکاح فسخ ہو گیا، دوسری جگہ نکاح جائز ہے۔ شرعی طریقہ سے تحقیق واقعہ ضروری اور لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ صفر ۱۳۹۸ھ

بالغ لڑکا اگرچہ نکاح میں خود مختار ہے لیکن والد کے مشورہ پر عمل کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میرا ایک لڑکا عمر ۱۸، ۱۹ سال کا ہے۔ اس کے نکاح کرنے کے واسطے ماموں کی لڑکی کی تجویز کی گئی۔ مگر وہ انکار کرتا ہے۔ اب چونکہ دوسری جگہ شادی کرنے سے برادری کا تعلق خراب ہو جاتا ہے اور خرچ بھی زیادہ آتا ہے۔ میری لڑکی بھی بالغہ موجود ہے۔ ہمارے ہاں عوضانہ بازو کا رواج ہے۔ بغیر بازو دیے کے کام نہیں ہوتا۔ اب چونکہ آپ علماء۔ مسائل دینیہ سے واقف ہو۔ عوضانہ بازو لینا دینا جائز ہے یا نہ اور لڑکے کا

سوال اپنے ارادہ والا درست ہے یا غلط ہے۔ اگر دوسری اقوام کے ساتھ شادی کی جائے تو قطع رحمی ہو جاتی ہے۔ اس کا کوئی گناہ ہے یا نہ۔ اولاد بالغہ کو اپنا ارادہ ظاہر کرنا جائز ہے یا نہ۔ جیسے مناسب کوئی تدابیر کتب ائمہ میں درج ہو یا اپنی رائے سے مستفیض فرما کر بندہ کو ممنون و مشکور فرمائیں۔ اگر اولاد نہ مانے اور اس کی شادی کر دی جائے تو والد پر کوئی گناہ تو نہیں ہے۔

السائل حکیم دوست محمد متولی بمقام بستی چھابری بالا ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

لڑکا بالغ اپنے نکاح میں خود مختار ہے۔ شرعاً اس کو مجبور نہیں کرایا جا سکتا اور اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح منعقد بھی نہیں ہو سکتا۔ نیز نکاح نہ کرنے سے صلہ رحمی منقطع نہیں ہوتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دوسری قوموں میں نکاح کرنے کا عام رواج تھا۔ البتہ اگر دوسری وجوہ سے لڑکے کو اس کا والد اور دوسرے بڑے مشورہ دیں تو اس کو چاہیے کہ ان کے مشورہ پر عمل کرے اس میں اس کا فائدہ ہے۔ بہر حال مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مُطلّقہ عورت کی بچیوں کی شادی مرضی سے کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میری ہمشیر اقبال بیگم کا نکاح محمد حسین سے ہوا تھا۔ بعد میں ان سے دو بچیاں پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد محمد حسین نے اقبال بیگم کو طلاق دے دی۔ محمد حسین نے اپنے حق مہر میں اپنا مکان لکھوایا تھا۔ اب محمد حسین میری ہمشیر سے اپنی دو بچیوں کو زبردستی لینا چاہتا ہے اور بچیوں کا اپنی مرضی سے کسی جگہ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ دو بچیوں کے علاوہ دو بیٹے خاوند نے اپنے پاس رکھ لیے تھے۔ لڑکیاں جوان ہیں۔ کیا وہ اپنی مرضی سے والد کی رضا کے بغیر نکاح کر سکتی ہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ یہ دو لڑکیاں جب بالغ ہیں تو وہ دونوں اپنے بارے میں خود مختار ہیں۔ اپنی مرضی سے کفو میں (جہاں چاہیں) نکاح کر سکتی ہیں۔ ان کی والدہ بھی مطلقہ ہو گئی ہے۔ وہ بھی اپنا نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے۔ بالغ لڑکیوں کا والد ان کو اپنی مرضی سے عقد نکاح کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ شوال ۱۳۹۹ھ

لڑکی بالغ ہونے کے بعد خود نکاح کرسکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی جس کی عمر انیس ۱۹ سال ہے۔ اس لڑکی کا نکاح کرنا ہے۔ اب والد کے نکاح پر لڑکی راضی نہیں ہے اور لڑکی کے نکاح پر اس کا والد راضی نہیں ہے۔ البتہ چچا لڑکی کا ساتھ دیتا او دونوں نکاح اپنی قوم میں کرسکتے ہیں۔ کیا لڑکی بالغ ہونے کی صورت میں خود نکاح کرسکتی ہے۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اگر لڑکی بالغہ ہے تو وہ خود مختار ہے اپنی مرضی سے جہاں چاہے کفو میں نکاح کرسکتی ہے۔ باپ اس پر جبر نہیں کرسکتا۔ البتہ باپ اور لڑکی دونوں ایک جگہ نکاح کرنے پر رضامند ہو جائیں تو بہتر ہے۔ باپ یا چچا جو کا نکاح کرنا چاہیں وہ لڑکی سے اجازت لے کر نکاح کرسکتے ہیں۔ بغیر اجازت لڑکی کوئی بھی اس کا نکاح نہیں کرسکتا فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سیّد مرد اور ارائیں عورت کے بچے کا نکاح سادات میں جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک سید بخاری خاندان کے فرد نے ایک ارائیں قوم کی منکوحہ عورت نکاح اپنے پاس عرصہ تین سال رکھی اور اس عرصہ میں سیّد بخاری کے نطفہ اور مسماۃ مذکورہ ارائیں قوم سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ بعد ازیں پنچائت وغیرہ کی وجہ سے عورت اپنے والدین کے پاس چلی گئی اور دو ماہ بعد خاوند سے طلاق حاصل کی۔ فوراً ہی حصول طلاق کے بعد سید بخاری مذکور کے پاس آ گئی اور اس سیّد بخاری سے نکاح کرلیا۔

(۲) یہ کہ سیّد بخاری اور آرائیں قوم عورت سے جو بچہ پہلے تولد ہوا کیا اس کی شادی سادات خاندان میں ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

نابالغہ لڑکی اور اس کے اولیاء کی اجازت ورضامندی سے سادات قوم کی لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے شرعاً جائز ہے۔ بالغہ لڑکی اور اس کے اولیاء کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

اگر بالغہ غیر کفو میں نکاح کرے تو ورثاء کے لیے کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک سید صاحب نے اپنی لڑکی عاقلہ بالغہ کا نکاح بقائمی ہوش وحواس کسی مرد غیر سید سے جو کہ نہایت شریف ہے تقریباً عرصہ سات ماہ سے کردیا ہے۔ اس کا اب تک سرمیل یعنی شادی نہیں ہوئی۔ اب وہ شخص شادی کرنا چاہتا ہے۔ لیکن لوگ اسے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سیدزادی کا نکاح کسی غیر سید سے منعقد نہیں ہوتا اور سیدزادی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ آپ یہ فرماویں کہ اس کا نکاح ہوا یا نہیں۔ اگر ہوگیا تو شرعاً کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ بنی ہاشم کی عورتوں کا نکاح بالغہ لڑکی اور اس کے اولیاء کی اجازت سے ہر قوم کے مسلمانوں میں ہو سکتا ہے۔ لیکن بغیر رضاء اولیاء قریش کے علاوہ کسی دوسرے خاندان میں کرنا درست نہیں اور یہ حکم فقط بنی ہاشم کی عورتوں کا نہیں۔ بلکہ جملہ اقوام کا یہی حکم ہے کہ غیر کفو میں نکاح کرلینے پر اولیاء کو فسخ کرنے کا حق ہوتا ہے۔

قال فی الهداية مع الفتح ص ۱۷۸ ج ۳ واذا زوجت المرأة نفسها من غير كفو فللا ولياء ان يفرقوا بينهما دفعا لضرر العار عن انفسهم انتهى . والفتوى على رواية الحسن من انه لا ينعقد كما صرح به فى الدر المختار. ص ۵۶ ج ۳

بنابریں صورۃ مسئولہ میں اگر یہ نکاح خود بالغہ لڑکی اور اس کے اولیاء کی اجازت سے ہوا ہے تو یہ نکاح بلاریب صحیح اور درست ہے۔ جو لوگ بنی ہاشم کی عورتوں کے نکاح کو غیر بنی ہاشم سے حرام کہتے ہیں۔ سخت گنہگار ہیں۔ قال تعالى ولا تقولوا لما تصف السنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام . (فتاوی دارالعلوم قدیم ص ۱۰۸ ج ۱)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ جمادی الاولی ۱۳۸۹ھ

کیا بالغہ کفو میں باپ کی مرضی کے بغیر نکاح کرسکتی ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ باپ اپنی لڑکی بالغہ کا نکاح اپنی کفو میں نہیں کرنے

دیتا۔ اس غرض سے کہ مجھے اس کا معاوضہ باز و ملے۔ چنانچہ ناکح منکوحہ دونوں راضی ہیں۔ کیا لڑکی بالغہ اٹھارہ سال اپنے ہم کفو مرد سے بغیر رضاء باپ نکاح کرسکتی ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بلوغ سے ہی ولایت نکاح باپ کی ختم ہو چکی۔ غیر کفو میں اس کو حق اعتراض تھا۔ اگر ناکح دینداری، دنیاداری، دیانتداری کسبکاری میں منکوحہ سے کم نہیں تو وہ کفو شرعی ہے۔ جس کے ساتھ وہ لڑکی بالغہ بغیر رضاء باپ کے نکاح کر لے جائز ہے۔ فی الدر المختار ص ۵۸ ج ۳ ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ اھ اور ص ۴۳۶ پر ہے واکفائه حق الولی لاحقها فلو نکحت رجلا ولم تعلم حاله فاذا هو عبد لاخیار لها بل للاولیاء . واللہ اعلم

سید احمد سعید کاظمی مہتمم مدرسہ انوار العلوم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عجموں میں کفو سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا

﴿س﴾

ایک بالغ لڑکی کو اس کی سوتیلی ماں بھائی غیر کفو دھوکا دے کر زبردستی اغوا کر کے لے گئے۔ مگر کچھ ایام کے بعد اس لڑکی نے عدالت میں اپنے بیان دیے کہ میں رضامندی سے اغوا کنندہ کے ہمراہ آئی ہوں اور اپنا نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ دیگر حالات سے پتہ چلا ہے کہ اس لڑکی نے اپنے باپ کی عدم موجودگی و اجازت کے بغیر اغوا کنندہ کے ساتھ برضاء خود نکاح کر لیا۔ دو ماہ کے بعد لڑکی کے باپ نے بذریعہ پولیس لڑکی کو واپس کر لیا اور عدالت میں اغوا کنندگان کے خلاف دعویٰ دائر کیا۔ اسی لڑکی نے عدالت میں پھر بیان دیے کہ مجھے زبردستی اغوا کیا گیا اور میری رضامندی کے بغیر نکاح درج ہوا۔ حالانکہ محرر نکاح مولوی صاحب اور دوسرے شامل نکاح نے بیان دیے کہ نکاح لڑکی کی رضامندی سے ہوا۔ کیا یہ نکاح از روئے شریعت درست ہے یا نہیں۔ اسی لڑکی کا نکاح اپنی خالہ کے لڑکے سے دوبارہ پڑھا گیا حالانکہ باپ راضی نہ تھا۔ باپ کو موقع نکاح کی اطلاع نہیں دی گئی اور ماموں متولی ٹھہرا۔ مگر لڑکی بروقت نکاح ہذا راضی تھی۔ کیا یہ نکاح از روئے شریعت درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جب لڑکی بالغہ تھی تو اس کو اختیار ہے کہ اولیاء کی مرضی اور اجازت کے بغیر اپنا نکاح کرسکتی ہے۔ عجم میں نسبی وغیرہ

کفو ہونے کا فرق نہیں ہے۔ پیشہ وغیرہ سے کفو و غیر کفو کا فرق ہوتا ہے لیکن یہاں حسب بیان سائل پیشہ میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ لہٰذا پہلا نکاح صحیح ہے اور دوسرا نکاح محض باطل ہے اور نہ اور کسی جگہ اس کا نکاح ہوسکتا ہے۔ جب تک کہ پہلے خاوند سے طلاق حاصل نہ کرے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بالغہ عورت کا کفو میں والدین کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ (۱) عورت کا پہلا نکاح شرعاً تھا۔ تقریباً دس سال آباد خانہ خود رہی۔ عورت کے بطن سے اولاد نرینہ بھی پیدا ہوئی۔ (۲) مرد تقریباً تین چار سال متواتر اپنی منکوحہ کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرتا رہا۔ نیز مارنا تنگ کرنا اور خود بدچلن تھا۔ عورت ان غلط کاریوں سے روکتی تھی۔ باوجود روکنے کے الٹا سزا پاتی تھی۔ آخر تب وہ نہایت صبر و سلوک کے ساتھ گزر اوقات کرتی رہی۔ (۳) علاوہ ازیں مرد نے عورت کو دو تین دفعہ گھر سے نکال بھی دیا تھا۔ تب بھی وہ اپنے بچوں کے سہارے اپنے گھر بیٹھ گئی۔ آخر مرد نے طلاق ثلاثہ زبانی دے کر عورت کو اپنے تن سے حرام کر کے گھر سے نکال دیا۔ اس کے بعد عورت تقریباً ایک سال اپنے والدین کے گھر بیٹھی رہی۔ پھر عورت نے اپنی مرضی سے ایک آدمی کے ساتھ نکاح شرعاً کیا ہے۔ جس کے بطن سے ایک لڑکا بھی ہے۔ اس نکاح میں والدین اور دیگر رشتہ دار شامل نہیں ہیں۔ اب ان کا نکاح رجسٹر میں درج کرانا ہے۔ کیا نکاح رجسٹر میں اندراج ہوسکتا ہے۔

﴿ج﴾

بالغہ عورت اپنے کفو میں والدین کی مرضی کے بغیر بھی نکاح کرسکتی ہے۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں نکاح عورت کا شرعاً صحیح ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ رمضان ۱۳۷۸ھ

بالغہ لڑکی کا نکاح کفو میں ماموں اور والدہ کرا سکتے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی بالغہ ہے۔ جس کے والد نے بیوی اور بچوں کا خرچہ عرصہ تیرہ سال سے بند کر دیا ہے اور دس سال پہلے اس کی والدہ کو طلاق دے دی ہے۔ والدہ اور ماموں نے اس کو پالا ہے۔ باپ بھٹی برادری سے تعلق رکھتا ہے اور پیشہ دوکانداری ہے۔ ماں اور ماموں لڑکی کا نکاح لڑکی کی رضامندی سے ایک

نوجوان سے کرنا چاہتے ہیں۔ جو بلوچ برادری سے تعلق رکھتا ہے اور حافظ قرآن ہے اور اس کا پیشہ امامت ہے۔ کیا ماں اور ماموں اس بالغ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی سے کرنے کے حقدار ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ لڑکی نکاح میں خودمختار ہے۔ اس پر کسی کو ولایت جبر حاصل نہیں۔ بالغہ لڑکی کی اجازت اور رضامندی کے ساتھ کفو میں نکاح کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ شوال ۱۳۹۸ھ

بالغہ لڑکی کفو میں نکاح کرسکتی ہے

جب دونوں طرف سے مہر مقرر ہو تو یہ نکاح شغار نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت بالغہ کو ولایت خود حاصل ہے یا نہ۔ بالخصوص جب کہ اس کے والدین اس کا نکاح نہ کر دیتے ہوں تو وہ اپنا نکاح بغیر اجازت ولی کے کرسکتی ہے یا نہ۔ (۲) آمنے سامنے نکاح کرنا جبکہ دونوں لڑکیوں کا حق مہر الگ الگ مقرر ہو۔ جائز ہے یا نہ۔ کیا یہ نکاح شغار کی تعریف میں داخل ہوگا یا نہیں۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب

المستفتی مولوی محمد حیات سکنہ چک ۱۶ ڈبلیو بی تحصیل وہاڑی ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) نکاح کے متعلق بالغہ عورت کو شریعت نے اختیار دیا ہے۔ یعنی ولایت نکاح اس کو حاصل ہے۔ والدین کی رضا و عدم رضا اس میں برابر ہے۔ لیکن یہ ضروری جان لو کہ اگر اس نے غیر کفو میں نکاح کرلیا تو ولی کو صرف حق اعتراض نہیں۔ بلکہ سرے سے یہ نکاح جائز نہیں ہے۔ لان کم من واقع لا یدفع۔ آجکل متاخرین نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔ (۲) یہ نکاح جائز ہے۔ ہر لڑکی کو مہر مقرر دینا واجب ہے۔ یہ نکاح شغار نہیں ہے۔ نکاح شغار میں مہر مثل واجب ہوتا ہے۔ نیز نکاح شغار میں مہر کا ذکر نہیں ہوتا۔ (۱) حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو۔

ویفتی فی غیر الکف بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان کذا فی الدر المختار ص ۵۶ ج ۳ والشغار ان یزوّج الرجل ابنته علی ان یزوّجه ابنته ولیس بینهما صداق مسلم شریف ص ۴۵۴ ج ۱۔ واللہ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ المحرم ۱۳۸۰ھ

بالغہ کی اجازت سے چچا کا کسی شیعہ سے اس کا رشتہ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ باکرہ بالغہ کا عقد نکاح مسمّٰی زید کے ساتھ کیا گیا۔ ہندہ مذکورہ کا والد فوت ہوگیا۔ باجازت بڑے چچا کے نکاح کیا گیا اور مسمّٰی مذہب شیعہ رکھتا ہے۔ منکوحہ بالا سے جبرًا ایجاب وقبول کرایا گیا۔ وہ خواہاں نکاح نہ تھی۔ اب مسماۃ بالا کہتی ہے کہ شیعہ کے گھر میں جانا نہیں چاہتی۔ میرا نکاح شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔ مسماۃ مذکورہ کے چھوٹے تین چھوٹے چچوں کی رضامندی نکاح کرنے کی نہیں تھی۔ فقط بڑے چچا نے رضامندی دے کر نکاح کر دیا۔

﴿ج﴾

اذا زوجت المرأۃ نفسها غیر کف ورضی به أحد الاولیاء لم یکن لهذا الولی ولا لمن هو مثله او دونه فی الولایة حق الفسخ ویکون ذلک لمن فوقه. فتاوی قاضیخان ص ۱۳۵۱ ج ۱.

اس عبارت مرقومہ بالا سے معلوم ہوا کہ دوسرے چچا کی رضامندی کے بغیر بھی پہلا نکاح صحیح ہے۔ کیونکہ پہلا نکاح چچا نے باندھا ہے۔ جس کا درجہ دوسروں سے کم نہیں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ نکاح شیعہ سے ہوا۔ پس اگر شیعہ اس قسم کا ہے کہ افک حضرت عائشہؓ کا قائل ہو یا صحابیۃ صدیق اکبرؓ کا منکر ہو یا قرآن کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ یہ موجودہ قرآن پورا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ البتہ اگر شیعہ تفضیلی ہے۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام صحابہؓ سے افضل سمجھتے ہیں وغیرہ تو نکاح جائز ہے۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

بالغہ لڑکی کا پہلا نکاح اگر کفو میں ہوا ہے، وہی درست اور دوسرا غلط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نامی غلام محمد ولد اللہ بخش قوم چڈو سکنہ ہیتو تحصیل بھکر ضلع میانوالی نے اپنے کنبہ قریبی رشتہ دار میں سے ایک لڑکی عاقلہ بالغہ بعمر تقریبا ۱۸/۱۷ سال بغیر رضامندگی اپنے والدین کے بموجودگی مندرجہ ذیل اشخاص عقد نکاح کر دیا ہے۔ لڑکی کا نام مسماۃ غلام سکینہ دختر اللہ بخش قوم چڈو سکنہ ہیتو تحصیل

بھکر ضلع میانوالی۔

(۱) نکاح خواں مولوی فتح شیر صاحب ولد حاجی محمد نواز قوم بھون سکنہ حال چاہ عباسیاں والا داخلی موضع بیتو۔

(۲) محمد ریاض ولد جیون قوم بڑیننگ سکنہ بیتو۔

(۳) رستم ولد غلام حسن قوم کچھڑ سکنہ چاہ بگیوالہ داخلی موضع بیتو۔

(۴) غلام شبیر ولد خدا بخش قوم کچھڑ سکنہ چاہ بگیوالہ داخلی موضع بیتو۔

(۵) احمد نواز ولد محمد ریاض قوم بڑیننگ سکنہ بیتو۔

یہ تمام گواہان و نکاح خوان حضرات کی موجودگی میں مسماۃ غلام سکینہ خاتون نے خود حاضر ہو کر عقد نکاح کرایا ہے۔ قبل ازیں مسماۃ غلام سکینہ کا کوئی نکاح وغیرہ نہیں تھا۔ کیا یہ نکاح بغیر رضامندی ورثاء غلام سکینہ کے اپنے کفو میں عند الشرع درست ہے یا نہ؟ نیز اس نکاح کے ہوتے ہوئے اور ایک خاص و عام میں مشتہری کے باوجود غلام سکینہ کے والد نے اپنی اسی لڑکی غلام سکینہ پر جبر وتشدد کر کے ایک دوسری جگہ نکاح ہمراہ محمد حیات ولد منھنہ قوم چڑ وسکنہ بیتو کر دیا ہے۔ حالانکہ کئی مرتبہ بوساطت چند شرفاء شہر غلام سکینہ کے ورثاء کو روکا گیا اور شریعت کی دعوت بھی دی گئی اور غلام سکینہ نے بھی دوسری جگہ شادی کرانے سے انکار کیا۔ مگر باوجود شدید کوشش کے انھوں نے شریعت پاک سے انحراف کر کے دوسری جگہ نکاح کر دیا ہے۔ کیا نکاح پہلا ہمراہ غلام محمد ولد اللہ بخش درست ہے یا نہیں اور جو اشخاص دیدہ دانستہ دوسرے نکاح کی مجلس میں بیٹھے ہیں اور شادی میں شریک ہوئے۔ ان کے متعلق کیا حکم ہے۔ واضح دلائل سے جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں وعند الناس مشکور ہوں۔ خاص طور پر مولوی صاب جو کہ مسجد میں امام ہے اور نماز پڑھاتا ہے۔ وہ بھی شادی میں شریک ہوا ہے۔ کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور نائی جو حجامت اور دیگر گھریلو کاروبار کرتا ہے۔ اس کے متعلق تحریر فرمائیں۔ فقط

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح میں خود مختار ہے۔ پس صورت مسئولہ میں اگر اس لڑکی نے شرعی طریقہ سے ایجاب و قبول کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں اپنے کفو کے ساتھ عقد نکاح کیا تو یہ نکاح درست شمار ہوگا اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا نکاح پر نکاح اور حرامکاری شمار ہوگا اور نکاح خوان اور دیگر شرکاء نکاح اگر باوجود اس بات کے جاننے کے کہ یہ نکاح پر نکاح ہو رہا ہے۔ شریک ہوئے ہیں تو اگرچہ ان کے اپنے نکاح تو فسخ نہیں ہوئے لیکن یہ لوگ سخت گنہگار بن گئے ہیں۔ سب کو توبہ کرنا لازمی ہے۔ توبہ میں یہ بھی داخل ہے کہ طرفین میں تفریق کے لیے ہر ممکن کوشش کر کے لڑکی کو

سابقہ خاوند کے حوالہ کریں۔ امام مسجد اگر توبہ تائب نہیں ہوا تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ لیکن اگر پہلا نکاح شرعی طریقہ سے نہ ہوا ہو تو دوسرا نکاح صحیح شمار ہوگا۔ نیز واضح رہے کہ عاقلہ بالغہ اگر اپنے کفو میں نکاح کرے تو اس کے لیے والد کی اجازت ضروری نہیں۔ بہرحال سابقہ نکاح کے بارے میں پوری تحقیق کی جائے۔ اگر وہ شرعی طریقہ سے ہوا ہے تو لڑکی کو اسی خاوند کے حوالے کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ رجب ۱۳۹۰ھ

لڑکے کا مہاجر ہونا کفو پر اثر انداز ہوگا یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی عاقلہ بالغہ موکلہ بنت معزز زمیندار کو ایک مہاجر لڑکا جو کہ لڑکی عاقلہ بالغہ کے پدر حقیقی معزز زمیندار کا نوکر تھا۔ لڑکی عاقلہ بالغہ موکلہ بنت زمیندار کو مہاجر لڑکے نوکر نے اغواء کر کے اپنا نکاح بغیر رضامندی پدر حقیقی مغویہ سے کر لیا ہے۔ اس لڑکی مغویہ کی عمر تقریباً ساڑھے چودہ سال ہے تو عند الشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر پدر حقیقی مغویہ اس نکاح کے جواز کو تسلیم نہ کرے۔ یہ صحیح ہوگا یا باطل۔ مہربانی فرما کر جواب عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح میں خود مختار ہے۔ کفو میں نکاح کر سکتی ہے۔ کما فی الدر ص ۵۵ ج ۳ شامی۔ فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضا ولی۔ پس اگر یہ لڑکا مذکور لڑکی مذکورہ کا کفو ہے اور مہر میں بھی انھوں نے غبن فاحش نہیں کیا تو پھر یہ نکاح منعقد ہو گیا۔ اولیاء لڑکی کو اس کے رد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کفائت میں لوکل اور مہاجر ہونے کو کوئی دخل نہیں۔ یعنی لڑکے کا مہاجر ہونا اس کو لڑکی مذکورہ کے لیے غیر کفو نہیں بناتا۔ اگر کوئی اور وجہ عدم کفائت کی موجود نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

عاقلہ بالغہ کفو میں مرضی سے نکاح کرسکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عاقلہ بالغہ جس کی عمر تقریباً ۲۴/۲۵ سال ہے۔ اس کے والد صاحب نے آج تک اس کا نکاح نہ کیا۔ کیا اب وہ لڑکی اپنی مرضی سے کسی شخص کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح میں خود مختار ہے۔ کفو میں اپنا نکاح کرسکتی ہے۔ پس اگر عاقلہ بالغہ لڑکی اپنا نکاح کفو میں کرلے اور مہر میں بھی غبن فاحش نہ ہو۔ اگرچہ یہ نکاح اولیاء کی اجازت کے بغیر ہو تو شرعاً وہ نکاح منعقد ہوگا۔ اولیاء عورت کے اس نکاح کے رد کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ کما فی الدر ص ۵۵ ج ۳ فنفذ نکاح حرة معکلفة بلا رضا ولی ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۴ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

درج ذیل صورت میں لڑکی اور لڑکا دونوں کفو ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی مسمّی فوزیہ خوشی کے ساتھ ایک لڑکے مسمّی اشتیاق کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے اور لڑکی کی عمر ۱۴ سال کی ہے اور اس کے اقرار کے مطابق اس کو حیض بھی آتا ہے۔ لیکن ان کے اہل خانہ کفو کے لحاظ سے شیخ ہیں اور لڑکا جوئیہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا یہ نکاح صحیح ہوسکتا ہے یا نہیں۔ نیز ان کے اہل خانہ اس رشتہ سے راضی نہیں ہیں۔ مگر لڑکی اپنی خوشی سے اس لڑکے کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ بینوا توجروا

خادم حسین ولد واحد بخش قوم جوئیہ ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر لڑکی مذکورہ کو حیض آتا ہے تو شرعاً وہ بالغہ ہے اور اپنے نکاح میں خود مختار ہے۔ جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ یہ لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کے لیے کفو ہیں۔ لہٰذا اگر یہ لڑکی لڑکے مذکورہ سے نکاح کرے گی تو شرعاً نکاح منعقد ہوجائے گا۔ البتہ مہر میں کمی نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ مدرس ومفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

بیوہ غیر کفو میں اولیاء کی اجازت کے بغیر شادی نہیں کرسکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ ہے اور اس کی دو بچیاں ہیں۔ ایک کی عمر ۹ سال اور دوسری کی ۶ سال ہے۔ وہ تقریباً ۶ سال سے بیوہ بیٹھی ہے۔ اس کے والدین اس کی شادی اپنی برادری میں کرنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ اس بات پر رضامند نہیں اور وہ شادی برادری سے باہر کرنے کی خواہشمند ہے۔ برائے کرم اس کے متعلق فتویٰ صادر فرمائیں کہ آیا وہ اپنی مرضی کے مطابق برادری سے باہر شادی کرسکتی ہے اور آیا اسے شرعاً کوئی ممانعت تو نہیں۔

﴿ج﴾

بالغہ عاقلہ عورت اپنے نکاح میں خود مختار ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ وہ اپنی مرضی سے اپنے کفو میں نکاح کرسکتی ہے۔ لیکن غیر کفو میں اولیاء کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ شوال ۱۳۹۱ھ

بیوہ اگر کفو میں نکاح کرے تو بھائی اور بیٹے کو اعتراض کا حق نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وحامیان شرع متین علماء مسئلہ اہل سنت ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ۔ اندریں صورت کہ مسماۃ ہندہ جس کا مسلک اہل حدیث (غیر مقلد) ہے جو کہ عرصہ ۱۰/۱۲ سال سے بیوہ ہے۔ اس کا ایک بیٹا ۲۰/۲۲ سال اور دو بھائی عمر تقریباً ۴۵/۵۰ سال ہے۔ بقید حیات ہیں۔ ہندہ کا والد بھی اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا بیٹا اور دونوں بھائی بھی مسلکاً اہل حدیث ہیں ہندہ کا پہلا خاوند مسمّی بکر مسلک حنفی سے تعلق رکھتا تھا۔ مسمّی بکر اور مسماۃ ہندہ کی کفو بھی (رشتہ داری) ایک تھی۔ بکر کی وفات کے بعد مسماۃ ہندہ کم وبیش ۱۰/۱۲ سال تک بیوہ بیٹھی رہی بعد ازاں ہندہ نے اپنے ایک دیور مسمّی زید اور دو مزارعان کی موجودگی میں اپنے ایک رشتہ دار خالد سے نکاح کرلیا۔ ہندہ کا بیٹا اور دونوں بھائی اس نکاح میں نہ تو موجود تھے اور نہ ہی اس نکاح کے کرنے پر رضامند تھے۔ خود ہندہ رضامند تھی۔ ہندہ کے دیور زید نے نکاح خوان کے فرائض انجام دیے اور دو مزارعان گواہ بنائے گئے۔ وکیل کوئی نہیں بنایا گیا۔ بوقت نکاح طرفین کی جانب سے صرف ایجاب وقبول کیا گیا اور نہ ہی بر موقع نکاح تعین حق مہر کیا گیا اور نہ ہی خطبہ مسنونہ پڑھا گیا۔ ہندہ نے خالد سے جو نکاح کیا ہے۔ اس کے بعد ہندہ کے بیٹے نے اپنی والدہ اور

اپنے ماموں سے بات چیت کر کے ہندہ کو خاوند کے ساتھ جانے سے روک دیا۔ ہندہ کے لڑکے اور دونوں بھائی کہتے ہیں کہ جب تک وارث موجود ہو۔ نہ بیٹا نکاح کرنے پر رضامند ہے اور نہ دونوں بھائی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ہندہ نے خالد سے جو نکاح بغیر رضامندی لڑکی اور بھائیوں اپنے کے اپنی ہی کفو میں کیا ہے اور نہ ہی بوقت نکاح حق مہر مقرر کیا گیا ہے اور نہ ہی خطبہ نکاح پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں کیا نکاح درست ہوا ہے یا نہیں۔ حوالہ کے طور پر قرآن وحدیث اور فقہ (ہر سہ) سے صورت مذکورہ کا جواب عنایت فرمایا جائے۔ کیا ہندہ عاقلہ نکاح ثانی کرنے میں خود مختار ہے یا نہیں اور اس کو یہ حق پہنچتا ہے یا نہیں کہ وہ بیٹے اور بھائیوں کو وارث بنائے۔ ہندہ کا بیٹا اور دونوں بھائی فقہ کا حوالہ شاید نہ مانیں۔ ان کے لیے حدیث وقرآن کی روشنی میں یہ بتلایا جائے کہ کیا ہندہ کا یہ نکاح خالد کے ساتھ بوجہ وارث کے موجود نہ ہونے کے درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بالغہ عورت خود مختار ہے۔ اپنے نفس کی آپ ہی ولی ہے۔ قرآن شریف میں جابجا نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے۔ مثلاً حتى تنكح زوجا الأية . قرآن پاک میں ہے ان ينكحن ازواجهن اور مسلم شریف میں صریح حدیث ہے قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الايم احق بنفسها من وليها ترجمہ۔ بالغہ غیر منکوحہ زیادہ حقدار ہے اپنے ولی سے بھی اپنی جانکی۔ کیونکہ اپنے کفو میں ہے بیٹے اور بھائی کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔

علی محمد عفا اللہ عنہ مدرس دار العلوم کبیر والہ
۵ ذی الحج ۱۳۸۸ھ

صورت مسئولہ میں مہر مثل واجب ہے۔

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ صفر ۱۳۸۹ھ

عاقلہ بالغہ کا نکاح غیر کفو میں جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی تقریباً گیارہ سال پہلے اس کا عقد ہوا۔ اس کو زچگی ہونے سے قبل اس کا خاوند ایکسیڈنٹ سے جان بحق ہو گیا۔ اس کی عمر اب تقریباً ۲۴ سال ہے۔ قوم سے سید کہلاتے ہیں۔ لڑکی کا والد جہاں اپنی لڑکی کا رشتہ کرنا چاہتا ہے تو لڑکی کی والدہ وہاں رشتہ کرنے کو قبول نہیں کرتی اور جہاں لڑکی کی والدہ کرنا چاہتی ہے تو لڑکی کا والد وہاں رشتہ قبول نہیں کرتا۔ لڑکی کا ایک بچہ ہے۔ تقریباً عمر ۱۰ سال ہے۔ جہاں لڑکی کا والد رشتہ کرنا چاہتا ہے۔ لڑکی کا پھوپھی کا لڑکا ہے۔ اس کی پہلی تین شادیاں ہوئی ہیں۔ عمر تقریباً ۶۰ سال کے لگ بھگ ہے۔

لڑکی کو وہ رشتہ پسند نہیں۔ کیونکہ ایک تو وہ بوڑھا ہے اور دوسرا اسے شک ہے۔ کیونکہ اس کی ممتا کو ٹھیس نہ پہنچے۔ لڑکی کسی غیر جگہ اپنی پسند سے عقد کرنا چاہتی ہے۔ قومیت سے وہ سید نہیں ہے۔ اس کو پورا یقین ہے کہ وہاں اس کی ممتا کو ٹھیس نہیں پہنچے گی۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

﴿ج﴾

لڑکی کے غیر کفو میں والد کی صریح اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں۔ في الدر المختار وله اى للولى (اذا كان عصبة) ولو غير محرم كابن عم فى الاصح خانيه وخرج الأرحام والأم والقاضى (الاعتراض فى غير الكفؤ) (الى قوله) ويفتى فى غير الكفؤ (بعدم جوازه اصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان) اه ص ۵۶ ج ۳. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ شوال ۱۳۸۸ھ

اور نہ والد لڑکی کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

درج ذیل صورت میں کفو کون ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے رشتہ داروں میں کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ اس کے حقیقی بھائی کا بیٹا موجود ہے اور اس کے حقیقی بھائی نے بھی رشتہ مانگا ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے۔ میں پہلے ان سے (دوسرے رشتہ داروں سے) زبان کر چکا ہوں اور جن سے اس نے زبان کی ہے۔ وہ اس لڑکی کے والد کا چچا ہے اور اسی چچا کا ایک لڑکا ہے۔ جس سے نکاح ہوگا۔ بین طور پر فرمائیں کہ حقیقی بھائی کے لڑکے کی بجائے اس چچا کے لڑکے کو زیادہ حق ہے یا حقیقی بھائی کے لڑکے کو دینا اور اس کے حقیقی بھائی کے لڑکے میں کوئی غیر شرعی اعتراض نہیں۔ جس کی وجہ سے اس کے لیے رشتہ موزوں نہ ہو۔ حقدار کے حق کو واضح طور پر فرمائیں۔

﴿ج﴾

اگر لڑکی بالغہ ہے تو اس کے باپ کو اس کی رضامندی اور اجازت کے ساتھ نکاح پڑھانا چاہیے۔ اگر لڑکی اپنے باپ کے چچا کے لڑکے کے ساتھ رضامند ہو تو اس سے نکاح کرنا چاہیے ورنہ حقیقی بھائی کے لڑکے کے ساتھ صرف زبان کرنے سے کوئی بات نہیں بنے گی۔ لڑکی کی اجازت ضروری ہے۔ دونوں کفو ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان
۷ اپریل ۱۹۶۹ء

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ محرم ۱۳۸۹ھ

لڑکی کی رائے اگر کفو سے باہر نہ ہو تو والدین کو اس کی رائے پر عمل کرنا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ فاطمہ کے والدین نے اس کے بالغ ہونے سے قبل یعنی بچپن میں ایک لڑکے کے ساتھ نکاح کر دینے کا ارادہ کرلیا۔اب بالغ ہونے کے بعد فاطمہ کے والدین کا ارادہ زید سے نکاح کر دینے سے ملتوی ہو گیا ہے۔ بلکہ دوسرے لڑکے سے نکاح کرنے کا ارادہ ہے۔مگر لڑکی فاطمہ چاہتی ہے کہ میرا نکاح اسی ساتھ لڑکے سے یعنی زید سے ہو جائے اور اسی بات پر لڑکی اور لڑکا دونوں راضی ہیں۔مگر والدین دوسرے لڑکے کے بارہ میں راضی ہیں کیا والدین کی رضامندی لڑکی کے لیے ضروری ہے یا شرع میں اس کو نکاح کے بارہ میں پورا اختیار ہے۔اپنی رضامندگی سے جہاں چاہے نکاح کرے۔

﴿ج﴾

بالغ یعنی جوان عورت اپنے نکاح میں خود مختار ہے۔کسی کو اس پر ولایت حاصل نہیں۔لیکن اگر اپنے کفو (مثل) میں نکاح نہیں کیا تو فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح درست نہ ہوگا۔نفاذ نکاححرة مكلفة ولو من غير كفو بلا ولي وله الاعتراض هنا وروى بطلانه بلا كفؤ ولا يجبر الولي بالغة ولو بكرا (شرح الوقايه مع الشرح ص ۲۰ ۱ج ۲) وقال في العلائية ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه اصلا وهو المختار للفتوى لفساد الزمان وفي الشامية ص ۵۷ ج ۳ وهذا اذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد فلا يفيد الرضا بعده بحر . وأما اذا لم يكن لها ولي فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً . لیکن خوش زندگی گزارنے کے لیے بہتر یہی ہے کہ والدین کی رضامندگی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ

جس حافظ قرآن کا والد موچی کا کام کرتا ہو وہ عام لڑکی کے لیے کفو ہو سکتا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص قومیت کے لحاظ سے کھوکھر اور مشہور کتانہ ہے اور شغف بر عمل تعلیم و تعلم اور دوسری طرف سے قومیت کھوکھر اور حافظ قرآن و شریف الطبع باحیا ہے۔لیکن اس کا والد موچی کا کسب

کرتا ہے۔کیا یہ آپس میں کفو ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ مذکورہ صورت میں لڑکی کا والد بھی راضی ہے اور والدہ بھی راضی ہے۔البتہ لڑکی کے والد کے بھائی اور لڑکی کی دادی راضی نہیں ہے۔

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی اور اولیاء کی اجازت کے ساتھ ہر قوم کے مسلمان مرد کے ساتھ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ شوال ۱۳۹۶ھ

بالغہ لڑکی اگر مرضی سے کفو میں نکاح کرلے تو درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی بالغہ عاقلہ مسلمان ہے۔اس کے والدین نے ایک جگہ پر جو لڑکا مسلمان ہے۔اس کو رشتہ دینے کے بہانے اس لڑکے سے روپے کھائے ہیں۔اس کے بعد لڑکی کے والدین نے مذکورہ بالا کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔اس کے بعد لڑکی نے دو گواہوں مسلمان عقلمند اور بالغوں کی موجودگی میں مذکورہ بالا لڑکے سے نکاح شرعی کرلیا۔لڑکی کا یہ نکاح کرنا درست ہوگا یا نہیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر بالغہ لڑکی نے شرعی طریقہ سے ایجاب و قبول کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں اپنی رضامندی کے ساتھ اپنے کفو میں نکاح کرلیا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے۔فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ جمادی الاولی ۱۳۹۶ھ

عاقلہ بالغہ ولی کی اجازت کے بغیر کفو میں نکاح کر سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک لڑکی باکرہ بالغہ جو کہ تقریباً دس سال کی ہے نے بغیر رضا باپ کے اپنے کفو میں نکاح کیا ہے۔کیا ایسی لڑکی کا نکاح شرعاً صحیح ہے یا نہ۔ کتب فقہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسی لڑکی کا نکاح صحیح ہے۔ پھر صاحبین کے متعلق شراح نے لکھا ہے کہ ایسی لڑکی کا نکاح صحیح نہیں۔شرح وقایہ چلپی کے حاشیہ میں

امام محمد کے متعلق ہے کہ آپکا قول ہے کہ ایسی لڑکی کا نکاح قطعاً صحیح نہیں ہے۔ خواہ کفو میں ہو یا غیر کفو میں۔ اگر متون پر فتوی دیا جائے تو موجودہ فتنہ کے زمانہ میں اغوا کا اندیشہ ہے اور اگر بالکل صحت نکاح رضا ولی پر موقوف ہو تو اس طرح لڑکیوں پر لوگ ظلم کرتے ہیں کہ ان کا نکاح کہیں نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ کئی لڑکیاں بوڑھی ہو چکی ہیں۔ ابتک ان کا نکاح نہیں ہوا۔ ایسے حالات میں کس بات پر فتوی دیا جائے۔ امید ہے کہ مدلل طور پر مسئلہ کی تحقیق فرمائیں گے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ لڑکی بغیر اجازت ولی کفو میں نکاح کر سکتی ہے۔ وھو المذہب۔ اور غیر کفو میں اس کا کیا ہوا نکاح صحیح نہیں۔ وھو المفتی بہ وھو روایۃ حسن بن زیاد عن ابی حنیفۃؒ غیر کفو میں نکاح کرنے سے ولی کو شدید عار لاحق ہے۔ مندرجہ صورت میں اس کا سدباب کر دیا گیا ہے۔ کفو میں نکاح کرنے میں کچھ زیادہ عار نہیں۔ اس لیے اس کو برداشت کرتے ہوئے لڑکی پر ظلم کا راستہ بھی بند کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی سے کفو میں جائز ہے

﴿س﴾

میرا چھوٹا بھائی محمد بخش ولد الٰہی بخش میرا حقیقی بھائی ہے۔ اس کی ایک لڑکی زیتون بی بی دختر محمد بخش جس کی عمر تقریباً چودہ ۱۴ سال ہے اور بالغ ہو چکی ہے۔ میرا بھائی محمد بخش اس لڑکی زیتون بی بی کی شادی اپنی لڑکی زیتون بی بی کی مرضی کے خلاف اپنے سسرال کے رشتہ داروں کے ایک لڑکے کے ساتھ کرنا چاہتا ہے۔ کل لڑکی نے جب وہاں نکاح (شادی کرنے) سے انکار کیا تو اس کو زبردستی مارا پیٹا اور منانے کی کوشش کی۔ مگر زیتون بی بی نے پھر انکار کیا اور کہا کہ میں شادی کروں گی تو اپنے چچازاد شبیر احمد سے کروں گی تو اس کے بعد وہ لڑکی زیتون بی بی کو بالوں سے پکڑ کر ہمارے گھر بٹھا گیا ہے اور وہ لڑکی ہمارے گھر موجود ہے۔ اب میں اللہ بخش ولد الٰہی بخش آپ سے یہ فتوی لینا چاہتا ہوں کہ آیا اس لڑکی (زیتون بی بی) کی شادی میں اپنے لڑکے شبیر احمد سے کر سکتا ہوں یا نہیں۔

﴿ج﴾

بالغہ لڑکی پر کسی کو ولایت جبر حاصل نہیں۔ وہ نکاح میں خود مختار ہے۔ پس بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی اور اجازت کے ساتھ اپنے کفو میں جائز ہے۔ صورت مسئولہ میں چچازاد لڑکے سے نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ رجب ۱۳۹۹ھ

بالغہ لڑکی کی اجازت سے کفو میں نکاح جائز ہے اگرچہ والد وہاں موجود نہ ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ فتح بی بی دختر نواب اور مسمی حاجی ولد اللہ بخش سے چھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تولد شدہ ہیں۔ جس میں سے ایک لڑکا یٰسین عرف شاہدی بالغ ہے۔ اسی طرح ایک لڑکی شادی شدہ ہے اور چار لڑکیوں میں سے اس وقت ایک لڑکی مسماۃ حفیظاں بی بی عرصہ تقریباً ۳ سال سے بالغ ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ مسمی حاجی ولد مسماۃ حفیظاں بی بی کا چال چلن خراب ہے عرصہ ۳۔۳ سال گھر سے گھر غائب رہتا ہے۔ نشہ آور چیزیں بھی استعمال کرتا ہے۔ خرچہ خوراک بھی اہل وعیال کو مہیا نہیں کرتا۔ مسماۃ فتح بی بی خود محنت مزدوری کر کے بسر اوقات کرتی ہے۔ نیز مسمی حاجی مذکور میں یہ عادتِ بد بھی ہے کہ اکثر جگہ لڑکی کا وعدہ رشتہ کر کے پھر ان کو نقصان دے کر بدل جاتا ہے۔ مسماۃ فتح بی بی غریب بھی ہے اور شریف بھی۔ چاہتی ہے کہ میں اس بار کو یعنی دختر حفیظاں کا بھی نکاح کر کے شرعی طور پر سرخرو ہو جاؤں اور اس رشتہ پر یٰسین عرف شاہدی بالغ برادر حفیظاں بی بی اور اس کے دیگر رشتہ داران حقیقی نانا و نانی بھی راضی ہیں۔ کیا مسماۃ فتح بی بی والدہ حفیظاں بی بی و برادر و نانا نانی حفیظاں کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ بروئے احکام شرع محمدی نکاح عمل میں لائیں۔

﴿ج﴾

بالغہ لڑکی نکاح میں خود مختار ہے۔ اس پر کسی کو ولایت جبر حاصل نہیں۔ لہٰذا بالغہ لڑکی کی اجازت اور رضامندی سے کفو میں نکاح کرنا جائز ہے۔ اگرچہ والد نکاح میں موجود نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ شعبان ۱۳۹۹ھ

اگر دادا کے کرائے ہوئے نکاح پر چچا و نانا راضی نہ ہوں تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی کا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس کے دادا نے اس لڑکی کا نکاح کر دیا۔ جبکہ لڑکی نابالغ تھی۔ لڑکی کا نانا اور چچا ناراض ہیں اور کہتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا۔ ہم اس کے وارث ہیں۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ نکاح درست ہے یا غلط اور نانا نکاح کا متولی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جب لڑکی نابالغہ کا باپ فوت ہوگیا ہے تو اس کا ولی دادا ہے اور دادا نے جب اس لڑکی کا نکاح کردیا تو یہ نکاح بلاریب صحیح اور نافذ ہے۔ نانا یا چچا کے عدم اجازت یا ناراضگی کا نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس صورت میں لڑکی کو خیار بلوغ بھی حاصل نہیں۔ قال فی شرح التنویر ص ۶۵ ج ۳ (وللولی) انکاح الصغیر والصغیرة) ولو ثیبا ولزم النکاح ولو بغبن فاحش وفی الشامیة (قوله ولزم النکاح) ای بلا توقف علی اجازة احد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الأب والجد والمولٰی وکذا الابن علی مایأتی (ردالمحتار ص ۶۲ ج ۳) وفی العلائیة الوالی فی النکاح لا المال العصبة بنفسه (الی ان قال) علی ترتیب الارث والحجب وفی الشامیة (قوله لا المال) فانه الولی فیه الأب ووصیه والجد ووصیه والقاضی ونائبه فقط الخ (شامی ص ۷۶ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ رجب ۱۳۹۱ھ

چچا اور بھائی کے ہوتے ہوئے والدہ کو حق ولایت حاصل نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ پٹھانی ولد غلام رسول کا نکاح نابالغی میں اس کی والدہ نے کیا تھا۔ لڑکی پٹھانی وہ اس بات سے بے خبر تھی۔ لڑکی پٹھانی کے بھائی اور چچا نے اس نکاح ہونے پر انکار کردیا۔ عرصہ تک جھگڑا کیا۔ اس کے بعد والدہ لڑکی نے داماد سے مل کر اور لڑکی کے بھائی اور چچا سے چوری اور دھوکہ سے لڑکی کو نکاح والے کے پاس بھیج دیا اور زبردستی سے ایک سال اپنے پاس رکھا۔ ایک سال کے بعد لڑکی کو فرصت ملی تو اس نے کچہری جا کر دعویٰ کردیا کہ میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ اس پر میں راضی نہیں ہوں اور نہ نکاح کیا ہے۔ کچہری سے لڑکی کو اجازت مل چکی ہے اور لڑکی دوسری جگہ شادی کرنے پر راضی ہے اور اس کا بھائی اور چچا کہتے ہیں کہ نقد رقم جو کہ ایک ہزار روپیہ ملنے پر وہ لڑکی دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے۔ لڑکی اور اس کی والدہ اس لالچ کے بغیر شادی کرنا چاہتی ہے۔ اس پر آپ سے درخواست ہے کہ فتویٰ دیں کہ یہ لڑکی اس مرد سے شادی کرسکتی ہے؟

﴿ج﴾

چچا اور بھائی کے ہوتے ہوئے والدہ نے جو کیا ہے۔ وہ نکاح از روئے شریعت باطل ہے۔ الدر المختار ص ۷۸ ج

۳ میں ہے۔ فان لم یکن عصبة فالولایة للام ۔ والدہ کو اس وقت ولایت نکاح پہنچتی ہے۔ جبکہ عصبہ میں سے کوئی ولی اقرب نہ ہو۔ لڑکی اگر اب بالغ ہوگئی ہو تو وہ خود مختار ہے۔ جس کے ساتھ چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے۔ بشرطیکہ نکاح کفو میں ہوتا کہ بھائی یا چچا کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہو نکاح پر رقم لینا حرام ہے۔ کفو کا معنی یہ ہے کہ نکاح کسی ہم پلہ آدمی کے ساتھ ہوجائے۔

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر لڑکی نے بلوغ کے بعد نکاح اپنی مرضی سے نہیں کیا تو اس صورت میں نکاح درست نہیں ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ

حقیقی بھائی کی موجودگی میں چچا ولی نہیں بن سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں۔ بکر کا برادر حقیقی بقضائے الٰہی فوت ہوگیا اور متوفی کی اولاد سے ایک لڑکا بالغ اور ایک دختر نابالغہ تھی جو چچا حقیقی بکر نے بغیر مرضی اپنے بھتیجہ بالغ اور بھتیجی نابالغہ کے نکاح زمیندارہ طریق پر ہر دو کو مرعوب کر کے زید سے کردیا۔ لڑکی یعنی بھتیجی نابالغہ اور بھتیجہ بوقت نکاح روتے چلاتے رہے۔ مگر نکاح خوان جو کہ خود زمیندار ہے۔ مذکوران کے واویلا پر کوئی شنوائی نہ کی اور زبردستی نکاح پڑھکر نابالغہ کا انگوٹھا رجسٹر نکاح پر لگوالیا۔ اس مسئلہ پر مکمل روشنی ڈالی جائے کہ لڑکی نابالغہ کے بھائی حقیقی اور بالغ کی موجودگی میں چچا حقیقی کا زبردستی کیا ہوا نکاح بروئے مذہب حنفیہ جائز ہے یا نہیں۔

خاکسار محمد اشرف

﴿ج﴾

حقیقی بھائی کی موجودگی میں چچا کو حق ولایت حاصل نہیں ہے۔ اس لیے یہ نکاح نہیں ہوا۔ وفی فتح القدیر ص ۱۷۵ ج ۳ والترتیب فی ولایة النکاح کالترتیب فی الارث والا بعد محجوب بالاقرب فتقدم عصبة النسب وأولاهم الابن وابنه (الی قوله) ثم الاب ثم الجدأبوه ثم الأخ الشقیق اه .
واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

درج ذیل صورت میں دونوں نکاح غلط ہیں،لڑکی تیسری جگہ نکاح کرسکتی ہے

﴿س﴾

ایک شخص نے اپنی بیوی کو کسی جھگڑے کی بناء پر طلاق دے دی۔مطلقہ کی گود میں اس وقت ایک لڑکی تھی۔جس کی عمر تقریباً ایک سال تھی۔مطلقہ اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔کچھ یوم بعد مطلقہ نے اپنے بھائی کے بدلے میں اپنی اس گود کی لڑکی کا نکاح کر دیا (یعنی جس سے اپنے بھائی کا رشتہ لیا ان کے کسی لڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا) لڑکی کے والد کو جب اس کا علم ہوا تو آ کر پنچائت وغیرہ کر کے اپنی لڑکی کو لے گیا۔طلاق وغیرہ کچھ نہیں۔اب یہ لڑکی کا والد کراچی چلا گیا۔اس لڑکے کے دادا نے بغیر اپنے لڑکے کے مشورہ کے اور کسی جگہ نکاح پڑھا دیا۔لڑکی کے والد کو پتہ چلا تو وہ آیا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔دوسرے اس نکاح کو بھی کئی سال ہو گئے۔اب یہ لڑکی بالغہ ہونے کو ہے یا ہو گئی ہے۔اس نکاح ثانی والے شادی لینا چاہتے ہیں۔لڑکی کا والد بھیجنا نہیں چاہتا اور لڑکی بھی انکار کرتی ہے۔بتائیں کہ ان دونوں نکاح میں سے کوئی نکاح ہوا ہے یا دونوں ہی نہیں ہوئے اور اب اس کی کیا صورت ہے۔

﴿ج﴾

والدہ کو حق ولایت نکاح نہیں ہے۔اس لیے والدہ نے جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کیا ہے۔وہ صحیح نہیں ہے۔نیز دادا نے جس جگہ نکاح پڑھا ہے۔وہ بھی فضول ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔حق ولایت نکاح صرف والد کو پہنچتا ہے۔وہ جس کے ساتھ چاہے بلوغ سے پہلے نکاح کر دے۔ہاں بعد از بلوغ لڑکی خود مختار ہو گی۔باپ بھی بعد از بلوغ اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح نہیں پڑھا سکتا۔والد کے ہوتے ہوئے دادا کا تصرف بے کار ہے۔واللہ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ

قریب البلوغ لڑکی کا ولی کون ہوگا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی قریب البلوغ ہو بالغ نہ ہو۔اس لڑکی کے نکاح کا اختیار اس لڑکی کو ہے یا اس لڑکی کے ولی کو۔

﴿ج﴾

نابالغہ لڑکی کے نکاح کا اختیار ولی اقرب کو ہے۔اگر قریب البلوغ لڑکی اپنا نکاح کر دے تو وہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔اگر ولی نکاح کو جائز قرار دے تو نافذ ہو جاتا ہے۔اگر فسخ کر دے تو فسخ ہو جاتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ شعبان ۱۳۹۱ھ

جب لڑکی والد کے نکاح سے انکار کرتی ہے تو نکاح درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج سے ۹ سال قبل کرم خان کی لڑکی جو کہ صرف ۷ سال کی تھی کا نکاح شرعی کرم خان کے والد وہاب خان نے اپنے بیٹے کرم خان کی مرضی کے خلاف کسی جگہ پڑھوا دیا۔لڑکی فیضان مائی کا والد کرم خان برابر انکار کرتا رہا۔کرم خان کے باپ وہاب خان کی اپنے بیٹے کرم کو جائیداد سے عاق کر دینے کی دھمکی کے باوجود بھی کرم خان راضی نہ ہوا اور محفل سے اٹھ کر چلا گیا۔لڑکی کا دادا وہاب اپنی ضد پر اڑا رہا اور اپنی پوتی کا نکاح پڑھوا دیا۔اب لڑکی جوان ہے اور لڑکی کا والد کرم خان بدستور انکاری ہے۔شرع شریف کے احکام کے مطابق کیا نکاح ہے یا نہیں۔اب لڑکی کا والد کرم خان کسی دوسری جگہ نکاح اپنی مرضی سے اپنی بچی کا کر سکتا ہے یا نہیں۔

(نوٹ) جب دادا نے نکاح کیا تھا تو باپ نے اسے نامنظور کیا تھا۔لڑکی کی نابالغی کے وقت یہ نکاح باپ نے نامنظور کیا تھا۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال ولی اقرب (باپ) کی موجودگی میں ولی ابعد (دادا) کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب باپ کی اجازت پر موقوف تھا۔**فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ. الدر المختار** ص ۸۱ ج ۳ پس اگر باپ نے لڑکی کی صغرسنی میں دادا کے اس نکاح کو نامنظور کیا تو نکاح فسخ ہو گیا اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح جائز ہے۔پہلا نکاح نافذ نہیں ہوا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ جمادی الاخری ۱۳۹۸ھ

نابالغہ کا نکاح جب والد نے کرایا ہو تو دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک سُنیہ عورت جس کا شرعی نکاح نابالغہ ہونے کی صورت میں منعقد ہوا تھا۔ بالغ ہونے کے بعد اس کو ایک شیعہ مرد نے اغوا کر لیا اور اگر وہ اب اس شیعہ کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کر لے یا اسے نکاح پر مجبور کیا جائے۔ کیا اس صورت میں اس سُنی عورت شرعی نکاح والی کا شیعہ رافضی مرد کے ساتھ از روئے شریعت ہو سکتا ہے یا نہیں۔

(نوٹ) نابالغہ کا نکاح باپ نے کر دیا تھا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر لڑکی کی صغرسنی میں شرعی طریقہ سے ایجاب وقبول کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں والد نے نکاح کر دیا ہے تو وہ نکاح صحیح اور نافذ ہے اور جب تک خاوند طلاق نہ دے۔ دوسری جگہ نکاح جائز نہیں۔ لڑکی کو خیار بلوغ بھی حاصل نہیں اور فسخ نکاح اس بنا پر اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ پس صورت مسئولہ میں شیعہ مرد سے شرعاً نکاح جائز نہیں ہے۔ قال فی شرح التنویر ص ۶۵ ج ۳ وللولی انکاح الصغیر والصغیرة ولو ثیباً ولزم النکاح ولو بغبن فاحش وفی الشامیة قوله ولزم النکاح ای بلا توقف علی اجازة أحد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الأب والجد الخ ص ۶۶ ج ۳. فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ جمادی الاخری ۱۳۹۸ھ

درج ذیل صورت میں تین احتمال ممکن ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص ایک لڑکی اغواء کر کے لے گیا۔ لڑکی کے ورثاء اس شخص کے بھائی پر دباؤ ڈلوا کر مغویہ کا عوض لینا چاہتے تھے یا وہ لڑکی۔ آخر کار بھائی نے ایک بھینس اور اپنی نابالغہ بہن کا نکاح عوض میں کر دیا۔ باپ کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ باپ نے واپس آ کر اس معاملہ کو قبیح سمجھا۔ خلاصہ یہ کہ اب لڑکی جوان ہو گئی ہے وہ کہتی ہے کہ میرا کوئی اس کے ساتھ نکاح نہیں تم نے کیوں کیا تھا۔ میں اس وقت چھوٹی تھی اور اس کے ورثاء بھی کہتے ہیں کہ ہم نہیں دیتے تو کیا اس صورت میں نکاح مذکورہ ہو گیا ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

نابالغہ لڑکی کا والد جب ایسی جگہ ہو کہ اس کا مشورہ حاصل کیا جا سکتا ہو تو ایسی حالت میں والد کی اجازت کے بغیر بھائی کا کیا ہوا نکاح والد کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔ مسئولہ صورت میں ظاہر ہے کہ والد سے اجازت لینا اور مشورہ کرنا کوئی دشوار نہ تھا۔ لہٰذا یہ نکاح والد کی اجازت پر موقوف رہا۔ مگر سوال میں مذکور ہے کہ اب لڑکی بالغ ہو چکی ہے۔ لہٰذا اس میں تین احتمال متصور ہو سکتے ہیں۔ ہر ایک کا جداگانہ حکم تحریر ہے۔

(۱) اگر والد نے لڑکی کی صغرسنی میں بھائی کے کیے ہوئے نکاح کو جائز قرار دیا ہو اور نکاح کے علم ہونے پر اس کی اجازت دے دی ہو تو نکاح صحیح اور نافذ ہے اور لڑکی کو خیار بلوغ بھی حاصل نہیں۔

(۲) لڑکی کے بلوغ سے پہلے ہی والد نے نکاح کو رد کر دیا ہو تو اس صورت میں نکاح باطل ہو گیا۔

(۳) لڑکی کے بلوغ تک باپ خاموش رہا ہو تو اب بلوغ کے بعد والد کا رد کرنا معتبر نہیں۔ لڑکی خود مختار ہے۔ پس اگر بعد البلوغ لڑکی نے نکاح کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی کوئی فعل دال علی الرضا کیا تو اس کے نامنظور کرنے سے نکاح فسخ ہو گیا ہے۔ جو صورت ہو تحقیق کے بعد اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ قال فی الدر المختار ص ۸۱ ج ۳ فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

اگر چچا کے کرائے ہوئے نکاح سے لڑکی انکاری ہو تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت میں کہ مسماۃ حفیظن کا نکاح اس کے چچا محمد صدیق نے سید جلال دین سے کر دیا۔ جب نکاح ہوا تو اس کی عمر تین چار سال کی تھی مگر جس وقت سے اس نے ہوش سنبھالا اور اسے معلوم ہوا کہ میرا نکاح جلال دین سے میرے چچا نے کر دیا ہے تو اس نے انکار کر دیا کہ یہ نکاح مجھے نامنظور ہے۔ میں اس کے ہاں نہیں جاتی۔ وہ تو بوڑھا ہے اور سفید بالوں والا ہے۔ اس نے بہت آدمیوں کے سامنے کہا مگر جب بالغ ہوئی تو اس وقت بھی اس نے کئی آدمیوں کو کہا کہ میرا نکاح جلال دین سے کوئی نہیں ہے۔ بے شک اس کو کہہ دو۔ میرا انتظار نہ کرے۔ میں نے اس سے کوئی نکاح نہیں کیا۔ اب تک لڑکی کو جوان ہوئے دو تین سال ہو چکے ہیں۔ مگر اس کا بیٹھنا اب محال ہے۔ اب وہ لڑکی اپنی مرضی کے مطابق نکاح کرنا چاہتی ہے۔ کسی دوسرے آدمی سے۔ تو کیا عند الشریعت نکاح کر سکتی ہے یا

نہیں۔ جواب سے سرفراز فرمائیں۔

(نوٹ) نیز جب صدیق نے حفیظن کا نکاح کیا تھا تو اس وقت حفیظن کی ماں نے بھی اجازت نکاح نہیں دی۔ بلکہ صدیق نے زبردستی حفیظن کا نکاح جلال سے کر دیا اور نیز صدیق حفیظن کا سگہ چچا نہیں بلکہ حفیظن کی ماں کا خاوند ہے۔ عرف میں اس کو بھی چچا کہہ لیتے ہیں۔

بیان تنگل خان ولد مہوخان قوم راجپوت سکنہ خانپور

میں حلفیہ بیان کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ مسماۃ حفیظن نے مجھ کو بھی بلکہ کئی آدمیوں کو کہا۔ جوان ہونے سے پہلے بھی اور بلوغ کے بعد بھی کہ جو نکاح میرا میرے چچا محمد صدیق نے جلال دین سے میرے بچپن کی عمر میں کیا ہے۔ میں اس کو منظور نہیں کرتی۔ وہ تو میرے باپ کی طرح بوڑھا ہے۔ میرا اس سے کوئی نکاح نہیں ہے۔ میں اپنی مرضی سے دوسری جگہ نکاح کروں گی۔ یہ بات مسماۃ نے بالغ ہونے سے پہلے بھی کہی ہے اور بالغ ہونے کے بعد بھی کہی کہ وہ نکاح مجھے منظور نہیں۔ یہ بیان میں نے سن کر تسلیم کیا۔ نشان انگوٹھا۔

رشید ولد میر باج قوم راجپوت سکنہ خانپور۔

میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ مسماۃ حفیظن نے مجھے کہا کہ میرے چچا محمد صدیق نے جو میرا نکاح جلال سے کیا ہے۔ میں اس کو جائز نہیں رکھتی۔ وہ تو ایسا ایسا ہے۔ میں اپنی مرضی سے نکاح کروں گی۔ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ مسماۃ جب سمجھدار ہوئی ہے تو اس وقت بھی لڑکی نے مجھے یہی کہا کہ میرا جلال سے کوئی نکاح نہیں ہے۔ میں نے دوسرے آدمیوں سے بھی سن رکھا تھا۔ مگر جب سے میرے سامنے اس نے کہا تو اور بھی یقین ہو گیا کہ اس نے تو بچپن سے ہی انکار کر رکھا ہے اور کہتی رہتی ہے کہ میرا جلال سے کوئی نکاح نہیں۔ یہ بیان میں نے سن کر تسلیم کیا ہے۔ نشان انگوٹھا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ لڑکی کے صغرسنی میں نکاح کرانے کا حق سب سے قبل اس کے عصبات (جدی وارث) کو بترتیب حق وراثت ملتا ہے۔ ان میں سے کوئی موجود نہ ہو تو اس کے بعد ماں وغیرہ رشتہ داروں کو ترتیب کے ساتھ نکاح کرانے کا حق پہنچتا ہے۔ صورت مسئولہ میں محمد صدیق مذکور حسب بیان سائل چونکہ حفیظن کا جدی وارث نہیں ہے نہ قریب کا نہ دور کا۔ اس لیے اس کو نکاح کرانے کا حق حاصل نہیں تھا۔ لہٰذا اس نے جو نکاح کرایا وہ نکاح فضولی کہلائے گا۔ جو لڑکی کی صغرسنی میں اس کے ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اور ولی اقرب سکوت اختیار کر جائے تو لڑکی کے بالغ ہونے پر خود لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر ماں سے قریب

کوئی جدی وارث نہ ہو تو بشرط صحت سوال کہ اس کی ماں نے اجازت نہیں دی تھی۔ اگر ماں نے نکاح ہو جانے کے بعد اس نکاح کو نامنظور کر کے رد کر دیا ہو تو وہ رد ہو گیا ہے اور اگر اس نے سکوت اختیار کیا ہو، نہ اجازت دی ہو اور نہ رد کر چکی ہو تو لڑکی کے بالغ ہونے پر لڑکی کو حق حاصل ہے۔ لڑکی نے چونکہ بالغ ہونے پر رد کر دیا ہے۔ لہٰذا نکاح کالعدم شمار ہوگا اور اس کو دوسری جگہ جہاں چاہے نکاح کرنا جائز ہے۔ کما قال فی الدر المختار ص ۸۱ ج ۳.

فلو زوج الابعد حال قيام الاقرب توقف على اجازته ولو تحولت الولاية اليه لم يجز الا باجازته بعد التحول قهستانی وظهيريه وفی الدر ايضا قبيل ذالک صغيرة زوجت نفسها ولا ولی ولا حاكم ثمه توقف ونفذ باجازتها بعد بلوغها لأله. مجيزا وهو السلطان . ص ۸۰ ج ۳ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر دادا نکاح کرا دے اور نانا و چچا ناراض ہوں تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی کا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس کے دادا نے اس لڑکی کا نکاح کر دیا۔ جبکہ لڑکی نابالغ تھی۔ لڑکی کا نانا اور چچا ناراض ہیں اور کہتے ہیں۔ نکاح نہیں ہوا۔ ہم اس کے وارث ہیں۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ نکاح درست ہے یا غلط اور نانا نکاح کا متولی ہے یا نہیں اور دادا کی موجودگی میں چچا نکاح کے متولی ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جب لڑکی نابالغہ کا باپ فوت ہو گیا ہے تو اس کا ولی دادا ہے اور دادا نے جب اس لڑکی کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح بلاریب صحیح اور نافذ ہے۔ نانا یا چچا کے عدم اجازت یا ناراضگی کا نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس صورت میں لڑکی کو خیار بلوغ بھی حاصل نہیں۔ قال فی شرح التنویر ص ۶۵ ج ۳ وللولی انكاح الصغير والصغيرة ولو ثيبا ولزم النكاح ولو بغبن فاحش وفی الشاميه (قوله ولزم النكاح) ای بلا توقف على اجازة أحد وبلا ثبوت خيار فی تزويج الأب والجد والمولى وكذا الابن على مايأتی (ردالمحتار ص ۶۶ ج ۳) وفی العلائية الوالی فی النكاح لاالمال العصبة بنفسه (الی ان قال) على ترتيب الارث والحجب وفی الشامية (قوله لا المال) الولی فيه الاب ووصيه والجد ووصيه والقاضی ونائبه فقط الخ (شامی ص ۷۶ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ رجب ۱۳۹۱ھ

اگر چچانے نکاح کرایا ہواور والد نے اجازت دی تو دوسری جگہ نکاح درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ نیامت بی بی بعمر تقریباً ۵/۴ سال دختر احمد ذات شجرا سکنہ گوبند گڑھ کا عقد نکاح مسمی بہادر سلطان ذات شجرا سکنہ مخدوم پور آج سے قبل تقریباً ۱۱/۱۰ سال ہوا۔ بوقت نکاح لڑکی کے والدین رضامند نہ تھے۔ والدہ برادری کو گھر میں داخل ہوتے ہی دیکھ کر دوسرے گاؤں میں چلی گئی۔ والد کو اس کے بھائیوں نے زبردستی پکڑ کر چٹائی پر بٹھالیا۔ نکاح خوان کو والد نے اجازت نہیں دی۔ مسماۃ مذکورہ کے حقیقی چچا مسمی فاضل نے دی۔ والد خاموشی اختیار کر گیا۔ لڑکی کے پاس گواہ وکیل گئے تو والدہ موجود نہیں تھی۔ لڑکی نابالغ تھی۔ لڑکی کی چچی نے کلمہ طیبہ پڑھ کر اجازت دی۔ بہر حال اس وقت کا نکاح تصور ہو گیا۔ لیکن اسی روز سے تا حال والد کہتا ہے کہ میں نے تو کوئی اجازت نکاح نہیں دی۔ لہٰذا نکاح جائز نہیں ہے۔ اب لڑکی کے بالغ ہونے پر لڑکی بھی اس لڑکے کے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتی۔ آیا یہ نکاح از روئے شریعت جائز ہے یا کہ نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شریعت اسلامیہ میں والد، چچا یا تایا کی نسبت ولی اقرب ہے اور ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کو اجازت نکاح کا حق نہیں۔ والد نے اجازت نہیں دی۔ جس کے شاہدین کے سماع شہادت کے بعد یہ فیصلہ کر رہا ہوں کہ نکاح فاسد ہے اور نکاح ثانی ہو سکتا ہے۔ اس کے گواہ بہادر ولد عبدالوہاب، رمضان ولد میرداد ہیں۔ ھکذا فی الحدیث والکتب المعتبرہ للفتاوی الحنفیہ . واللہ اعلم

محمد عبدالرحمٰن الٰہی صدر مدرس مدرسہ مظہر العلوم دربار حضرت عبدالحکیم صاحب

۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ بات تو درست ہے کہ چچا ولی ابعد ہے۔ والد کی اجازت کے بغیر اگر وہ نکاح کرادے تو وہ والد کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ والد نے اگر اجازت دی تو نکاح منعقد ہو گیا ہے اور اگر رد کر چکا ہو تو نکاح رد ہو گیا ہے۔ والد کی خاموشی اجازت شمار نہیں ہوتی۔ لیکن یہ فتویٰ ہم فریقین دونوں کے بیان لیے بغیر نہیں دے سکتے کہ احمد کی لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اگر فریق ثانی یعنی بہادر ولد سلطان بھی یہ تسلیم کرے کہ چچا نے نکاح کرایا تھا اور لڑکی کے والد نے اجازت نہ دی تھی۔ تب تو لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہے اور اگر وہ اس کو تسلیم نہ کرے تو یہ متنازعہ فیہ واقعہ ہے۔ اس کا فیصلہ شرعی ثالث یا حاکم مجاز ہی کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ

اگر چچا کے نکاح کرانے پر والد نے ناراضگی ظاہر کی ہو تو نکاح درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ (۱) مسماۃ مدنیہ کا نکاح اس کے چچا نے ہمراہ عبدالمجید کے اُس وقت کیا تھا جب کہ مدنیہ کی عمر ۳ سال اور عبدالمجید کی عمر بھی تقریباً اتنی ہی تھی۔ یعنی اس وقت دونوں نابالغ تھے۔ (۲) جس وقت مدنیہ کا نکاح اس کے چچا نے ہمراہ عبدالمجید کیا تھا۔ اس وقت اس لڑکی کا والد زندہ تھا۔ مگر اپنے شہر سے کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ واپس آنے کے بعد اس نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس نے کہا میں نے کیا اجازت دی تھی کہ میری لڑکی کا نکاح مذکور لڑکے سے کیا جائے؟ (۳) مسماۃ مدنیہ جب سن بلوغت کو پہنچی یعنی (۱۶) سال کی ہو گئی۔ اس نے عبدالمجید کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ کیا از روئے شریعت طلاق ہو جائے گی یا نہیں ہوگی۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ استفتاء میں دو باتیں درج ہیں۔ ایک یہ کہ چچا نے نکاح پڑھایا تھا اور لڑکی کا والد زندہ تھا۔ لیکن کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ دوسری یہ کہ عدالت نے بحق خیار بلوغ تنسیخ بھی کر دی۔ پہلی بات کے متعلق تو حکم یہ ہے کہ اگر لڑکی کے والد کا پتہ تھا کہ فلاں جگہ ہے اور اس کی رائے اس بارہ میں معلوم کی جاسکتی تھی لیکن نہ اس کے آنے کا انتظار کیا گیا اور نہ اس کی رائے معلوم کی گئی اور چچا نے لڑکی کے والد کی غیبوبت میں اس کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح فضولی کہلائے گا اور والد کو علم ہو جانے کے بعد اس کو اختیار ہے۔ اگر وہ اس نکاح کو منظور کر چکا ہو تو نکاح لازم ہو گیا ہے اور لڑکی کو بعد از بلوغ حق خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا اور اگر اس نے اس نکاح کو رد کر دیا تو یہ نکاح رد ہو گیا اور لڑکی کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے نکاح کرے۔ کسی عدالتی تنسیخ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے اور اگر لڑکی کے والد نے سکوت اختیار کر لیا ہو تب لڑکی کو بعد از بلوغ رد کرنے اور قبول کرنے کا اختیار ہے اور وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اس میں بھی تنسیخ کی ضرورت نہیں اور اگر لڑکی کا والد غائب تھا اور اس کی رائے معلوم نہیں کی جاسکتی تھی اور ناکح نے انتظار نہیں کیا تو ایسی صورت میں تو نکاح درست ہے۔ لیکن لڑکی کو بعد از بلوغ حق خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے۔ پھر اگر لڑکی نے بالغ ہوتے ہی فوراً نکاح رد کر دیا ہو اور اس پر گواہ بھی بنا لیے ہوں۔ بشرطیکہ یہ لڑکی باکرہ ہو تو اس میں اس بناء پر اگر عدالتی تنسیخ ہو گئی ہو تو تنسیخ صحیح ہے اور لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

والدہ اور چچازاد بھائیوں میں سے ولی کون ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ حلیمہ کا باپ اور دادا فوت ہوئے تو اس کی پرورش اس کی اپنی والدہ اور اس کی پھوپھی سکینہ زوجہ حافظ عبدالرشید کے سپرد رہی۔ تقریباً اس کی عمر اس وقت چار سال کی تھی۔ سات سال کی عمر تک پرورش پاتی رہی۔ اب اس کی عمر گیارہ سال ہے۔ اب مسئلہ زیر غور یہ ہے کہ اس بچی کی ماں جو غیر کفو میں شادی شدہ ہے۔ شرعاً متولیہ فی النکاح ہوسکتی ہے یا اس کا چچازاد بھائی جو کہ اس بچی کی خالہ کا گھر والا بھی ہے۔ شرعاً متولی ہو سکتا ہے؟

﴿ج﴾

لڑکی مذکورہ نابالغہ کے نکاح کا متولی عبدالرشید اس کا چچازاد بھائی ہے۔ اگر اس نابالغی کے وقت وہ اس کا نکاح کسی سے کریگا تو بالغ ہونے پر وہ لڑکی اس نکاح کو رد کرسکتی ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ بالغ ہونے تک اس کا نکاح نہ کیا جائے۔ بالغ ہونے پر اس کی رضامندی کے مطابق اس کا نکاح کر دیا جائے۔ البتہ پرورش کا حق نہ اس کی ماں کو حاصل ہے اور نہ ہی اس کی خالہ سکینہ کو کیونکہ دونوں کے خاوند لڑکی مذکورہ کے لیے غیر محرم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

گیارہ سال کی لڑکی اگر بالغ ہے تو وہ نکاح میں خودمختار ہے۔ اس پر کسی کو ولایت حاصل نہیں اور نہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی نکاح کرسکتا ہے۔

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

فاتر العقل باپ کے سامنے بھائی کا اپنی نابالغہ بہن کا عقد کرانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے اپنی نابالغہ بہن کا نکاح پڑھوا دیا۔ جبکہ اس کا اصل ولی باپ بھی زندہ موجود تھا۔ لیکن وہ اس وقت فاتر العقل تھا اور لڑکی نے بھی اب تک خیار البلوغ کا اظہار نہیں کیا ہے۔ لیکن اس کی والدہ اور دوسرے رشتہ داروں نے یہ طے کرلیا ہے کہ رشتہ نہیں کرنا ہے تو کیا اس صورت میں یہ نکاح درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال یعنی اگر لڑکی کا باپ فاتر العقل یعنی بالکل مجنون ہے کہ اس کو معاملات کا کچھ پتہ نہیں چلتا تو لڑکی کا ولی بھائی ہے۔ پس بھائی کی اجازت سے اگر شرعی طریقہ سے ایجاب وقبول کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں نابالغہ کا نکاح کیا گیا ہے تو وہ نکاح صحیح ہے۔ لڑکی کو خیار بلوغ کا بوقت بلوغ اختیار نہیں اور خاوند سے طلاق حاصل کیے بغیر دوسری جگہ نکاح جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

والدین اگر جہیز نہ ہونے کی وجہ سے شادی نہ کرائیں تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک خاتون باعمر تقریباً بائیس سال ہے اور اس کے والدین نہایت غریب ہیں۔ وہ جہیز کی خاطر اس خاتون کی شادی نہیں کر سکتے۔ گناہ سے بچنے کے لیے بموجب شریعت از روئے قرآن کریم وحدیث فرمان حضور وہ اپنا کوئی اور ولی بنا کر عقد کرسکتی ہے کہ نہیں۔ کیونکہ اس کے والدین شادی کرنے کے لیے غریبی کی وجہ سے مجبور ہیں۔ جواب از روئے قرآن وحدیث تحریر فرما کر ماجور عنداللہ ہوں۔

(۲) اگر جوان لڑکی بالغہ کی شادی اس کے والدین نہ کریں تو والدین مجرم ہوتے ہیں یا نہیں۔ از روئے قرآن و حدیث تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ عورت اپنے نکاح میں خودمختار ہے۔ ولی کی اجازت کے بغیر کفو کے ساتھ اگر نکاح کرلے تو شرعاً نکاح صحیح ہوگا۔ والدین پر لازم ہے کہ وہ کسی دنیاوی رسم ورواج کی پرواہ کیے بغیر لڑکی کی شادی کردیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ بلوغ کے بعد بغیر کسی وجہ کے نکاح میں اگر تاخیر کی اور کوئی گناہ سرزد ہوا تو اس کا گناہ والد پر ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ

مطلقہ نے اگر بچی کا نکاح کر دیا ہو تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے زید سے نکاح کیا۔ اس عورت کی زید سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ زید نے اپنی عورت کو طلاق دے دی تو عورت اپنی لڑکیاں اپنے ساتھ لے گئی اور ان دو میں سے ایک لڑکی کا نکاح کر دیا۔ کیا عورت کو اپنی لڑکی کے نکاح کا حق حاصل ہے جبکہ لڑکی کے والد نے اجازت نہیں دی۔ علاوہ ازیں جب وہ منکوحہ لڑکی سن بلوغت کو پہنچی تو اس نے کہا۔ مجھے میری والدہ کا نکاح کیا ہوا منظور نہیں ہے۔ میں خود مختار ہوں۔ جہاں چاہوں نکاح کروں گی۔ کیا اس صورت میں اس لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

﴿ج﴾

نابالغہ لڑکی کا ولی اس کا باپ ہے۔ والدہ کو ولایت نکاح حاصل نہیں۔ والدہ کا کیا ہوا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف تھا۔ اگر لڑکی کے بلوغ سے قبل باپ نے اس نکاح کو نامنظور کیا ہو تو نکاح فسخ ہو چکا ہے اور اگر منظور کر چکا ہو تو نکاح صحیح ہے اور لڑکی کو خیار بلوغ بھی حاصل نہیں اور اگر لڑکی کے بلوغ تک باپ نے سکوت اختیار کر لیا ہے تو بلوغ کے بعد لڑکی کی نامنظوری کی وجہ سے نکاح فسخ ہو گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ

نابالغ بہنوں کے نکاح کا حق بھائیوں ہی کو ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ رحیم بخش متوفی کی ایک بیوی اور تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ جن میں سے دو لڑکیوں کا نکاح ہو چکا ہے اور متوفی کے انتقال کے بعد اس کے لڑکوں نے اپنی ماں کو گھر سے نکال دیا اور دو بہنیں چھوٹی جن کا نکاح ابھی تک نہیں ہوا۔ ان کو بھی ماں کے ساتھ نکال دیا تھا اور ماں اور لڑکیاں ایک شخص کی پرورش میں رہیں۔ اب ان کے عقد کے لیے بھائی وارث ہیں یا نہیں اور اب وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ نیز والدہ کے زیورات جو اس کے اپنے ذاتی تھے وہ بھی چھین لیے تھے۔ جو ان کی والدہ کے نہیں تھے۔ وہ ان زیورات کے لینے کی مستحق ہے یا نہیں۔ نیز اگر بھائی وارث ہو سکتے ہیں تو والدہ ان لڑکیوں کا خرچ خوراک لے سکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ان دو چھوٹی نابالغ لڑکیوں کے نکاح کرانے کا حق ان کے بھائیوں کو ہے۔ ماں کو نہیں ہے۔ جب بالغ ہو جائیں تو پھر یہ لڑکیاں اگر چاہیں اپنے بھائیوں کا نکاح خیار بلوغ کے ذریعہ حاکم مسلمان سے فسخ کرا سکتی ہیں اور جب بالغ ہو جائیں اور بھائیوں نے ابھی تک نکاح نہ کرایا ہو تو پھر ان کی مرضی ہے جہاں چاہیں نکاح کریں۔ ان کی والدہ کے جو ذاتی زیورات جوان لڑکوں نے زبردستی چھین لیے ہیں۔ واپس کر دینا ضروری اور لازم ہے۔ باقی ان لڑکیوں اور بیوی کا بھی رحیم بخش کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ میں سے مندرجہ ذیل حصے ہیں۔

بیوی	چار لڑکیاں	تین لڑکے
۱۰	۷،۷،۷،۷	۱۴،۱۴،۱۴

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ رجب ۱۳۸۴ھ

چچازاد بھائی کا بہن کا نکاح چچا کی اجازت کے بغیر کرانا

﴿ج﴾

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام کہ ایک آدمی کی لڑکی کا نکاح اس کے بھتیجے نے اس کی عدم موجودگی میں کر دیا تھا۔ لیکن لڑکی اس وقت بہت چھوٹی تھی۔ اس کا والد کہیں باہر کام کرنے کے لیے چلا گیا تھا تو بعد میں برادری نے اس آدمی کے بھتیجے کو مجبور کر کے نکاح کروالیا۔ جب لڑکی کا والد واپس گھر آیا تو اس نے یہ حال معلوم ہوا تو اس نے صاف انکار کر دیا کہ جہاں تو نے نکاح کرایا ہے۔ میں اس جگہ پر نہیں دینا چاہتا۔ لیکن لڑکی اب بالغ ہو چکی ہے۔ اس نے اپنی بلوغت کے بعد بیان دیے ہوئے ہیں کہ میں اس جگہ پر نکاح نہیں چاہتی۔ یعنی اس وقت لڑکی کا باپ اور خود لڑکی رضامند نہیں ہیں۔ آپ برائے مہربانی فتویٰ عنایت فرمائیں۔

سائل محمد بخش ولد غلام حیدر موضع دائرہ دین پناہ

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں جب لڑکی کے والد نے بھتیجے کے کیے ہوئے نکاح کو رد کیا تو یہ نکاح ختم ہو گیا۔ کیونکہ ولی اقرب تو والد ہے۔ بھتیجے کا نکاح والد کی رضا پر موقوف تھا۔ جب اس نے انکار کر دیا تو نکاح ختم ہو گیا۔ پھر لڑکی نے بھی

بوقت بلوغ انکار کر دیا ہے۔ اس کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ اب لڑکی آزاد ہے۔ جہاں چاہے نکاح کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب لڑکی کے والد نے عقد اول سے انکار کیا ہو تو دوسرا نکاح درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل صورت مسئولہ میں کہ ایک شخص کی غیر حاضری میں اس شخص کے والد نے بغیر سمجھے سوچے اور رضا لیے بغیر اس شخص کی نابالغہ بچی یک سالہ کا نکاح نابالغ لڑکے کے ساتھ کر دیا۔ جب والد کو پتہ چلا تو اس نے برادری کے سامنے اس نکاح سے صاف صاف انکار کر دیا ہے۔ اب وہ لڑکی بلوغت کو پہنچ چکی ہے۔ باپ اس لڑکی کا اب اپنی صواب دید کے مطابق لڑکی کی مرضی کے مطابق نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا اس شخص کا نکاح کرنا شرعاً درست ہے۔

﴿ج﴾

ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ صورۃ مسئولہ میں لڑکی کا ولی اس وقت باپ تھا۔ بشرط صحت سوال جب لڑکی کے والد نے اسی وقت اس نکاح سے انکار کر دیا اور اس نکاح کو رد کر دیا تو یہ نکاح فسخ ہوا۔ لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔ **فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته (درمختار ص ۸۱ ج ۳)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ صفر ۱۳۸۷ھ

سگے چچا کی موجودگی میں لڑکی کے دادا کے بھائی کا نکاح کرانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کے فوت ہونے کے بعد اس کی اہلیہ کے ساتھ اس کے حقیقی بھائی نے عقد نکاح کیا ہے۔ اس عورت سے پہلے گھر سے ایک لڑکی اور دو لڑکے تھے نابالغ۔ اس چچا کی پرورش میں اس لڑکی نے بلوغت پائی ہے۔ نابالغی کی عمر میں اس کا عقد نکاح کرایا گیا تھا۔ لڑکی کا ولی دادا کا بھائی بنا۔ اس نے نکاح

کرایا۔ اس چچا کی عدم موجودگی میں جو صحیح ولایت کا حق رکھتا تھا۔ نہ اس کا ارادہ ہے اور نہ لڑکی کی والدہ کا ارادہ اب وہ لڑکی مدت بلوغت کو پہنچ چکی ہے۔ جب پہلی مرتبہ ایام لڑکی کو آئے اس سے پوچھا گیا کہ پہلے عقد نکاح پر تو راضی ہے یا نہیں تو اس نے صاف طور پر انکار کیا ہے۔ اس بیان پر گواہ بھی موجود ہیں۔ لہٰذا آپ مہربانی فرما کر شرعی قانون کے ساتھ فتویٰ عنایت کریں۔ آپکی عین نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

دادا کے بھائی کو شرعاً اس لڑکی کی ولایت نکاح حاصل نہیں۔ بلکہ صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال ولی نکاح اس کا چچا ہے اور ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد یا فضولی کا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر چچا نے دادا کے بھائی کے کیے ہوئے نکاح کو رد کر دیا ہے تو یہ نکاح فسخ ہو گیا ہے۔ لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ **فی الدر المختار علی هامش تنویر الابصار ص ۸۱ ج ۳ فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی اجازته وفی الشامیة (قوله توقف علی اجازته) فلا یکون سکوته اجازة لنکاح الأبعد وان کان حاضرا فی مجلس العقد مالم یرض صریحا أو دلالة تأمل الخ (ردالمحتار ص ۸۱ ج ۳)** فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ محرم ۱۳۸۹ھ

اگر والد صاحب کی رائے رشتہ کے متعلق بدل جائے تو لڑکا کیا کرے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک جگہ پر میں نے اپنے والد صاحب کے فرمان پر اپنی لڑکی کا عہد کر دیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد میرے والد صاحب نے کہا کہ جہاں تو نے میرے کہنے پر پہلے عہد کیا ہے۔ وہاں اپنی لڑکی کا رشتہ نہ کرو۔ بلکہ اب دوسری جگہ جہاں میں کہتا ہوں وہاں کرو۔ حالانکہ کوئی وجہ بھی نہیں ہے پہلی جگہ پر رشتہ نہ دینے کی اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں میرے والد صاحب کہ اگر تو میرے کہنے پر دوسری جگہ پر رشتہ نہیں کرے گا تو میری جائیداد کا تو وارث نہیں بن سکتا۔ میں تجھے اپنی جائیداد سے محروم کر دوں گا۔ اب سائل کے بارے میں شریعت مطہرہ کے مطابق فتویٰ عنایت فرمائیں۔ تاکہ بندہ از روئے شریعت عمل کر کے نجات حاصل کرے۔

﴿ج﴾

سائل کو چاہیے کہ اپنی لڑکی کے مستقبل کے سکون و آرام کا خیال کر کے اپنے والد کے مشورہ کو قبول کرے۔ جہاں والد لڑکی کے رشتہ دینے کے لیے سائل کو مجبور کر رہے ہیں۔ اگر وہاں لڑکی کی زندگی آرام و سکون سے گزرنے کا اطمینان ہو تو بہتر یہی ہے کہ والد کی خوشی پوری کی جائے۔ اگر خدانخواستہ اس جگہ حالات تسلی بخش نہ ہوں تو سائل اپنی لڑکی کو عمر بھر کے لیے عذاب میں نہ ڈالے۔ والد کی ناراضگی پھر بے جا ہے۔ اس کی عنداللہ کوئی گرفت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

المجیب ابوالانور محمد غلام سرور القادری نائب مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان
۲۴ اگست ۱۹۶۸ء
الجواب صحیح سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ شعبان ۱۳۸۸ھ

کیا نانا و نانی کو اپنی پروردہ نواسی کی ولایت حاصل ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ متوفی اللہ وسایا کے چار دختران دو پسر موجود ہیں۔ جن میں تین دختران شادی شدہ ہیں اور ایک کنواری ہے۔ جس کی عمر بیس برس کے لگ بھگ ہے۔ بڑا بھائی وٹہ کے بغیر کنواری بہن کی شادی کرنا نہیں چاہتا۔ چھوٹا بھائی وٹہ کو برا جانتا ہے۔ بڑے نے کہہ دیا ہے کہ اگر وٹہ نہ کیا گیا تو میں خودکشی کرلوں گا۔ کنواری لڑکی نانا نانی کے پاس رہتی ہے۔ انھوں نے پرورش کی ہے۔ کیا نانا نانی کو نکاح کردینے کا حق ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ آجکل وٹے کے نکاح کا جو رواج ہے۔ یعنی کہ ایک شخص اپنی لڑکی بہن وغیرہ کا نکاح دوسرے شخص سے اس شرط پر کرتا ہے کہ وہ دوسرا شخص بھی اپنی لڑکی بہن وغیرہ کا نکاح پہلے شخص سے کرے اور دونوں جانب سے مہر مقرر ہوتا ہے۔ شرعاً جائز ہے۔ اس لیے دونوں بھائیوں کو آپس میں مصالحت کرنی چاہیے اور ایک جائز کام میں اختلاف نہ کریں۔ باقی لڑکی چونکہ بالغہ ہے۔ وہ اپنے نکاح میں خود مختار ہے اور اس پر کسی کو ولایت حاصل نہیں۔ اس لیے وہ اپنا نکاح ازخود (بلا اذن ولی) کرلے یا بھائیوں یا نانا اور نانی کے مشورے سے کرے۔ ہر صورت میں نکاح درست ہے۔ لیکن ازخود غیر کفو میں یا مہر مثل سے کم پر نکاح نہ کرے۔ فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضی ولی وله الاعتراض فی غیر الكفء (درمختار ص ۵۶ ج ۳)

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم دارالافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

ماموں کا کرایا ہوا نکاح اگر دادا رد کردے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں جسکی تفصیل حسب ذیل درج ہے۔ من اینکہ مسماۃ مائی حواء دختر محمد نواز مسماۃ مذکورہ نوزائیدہ تھی جو کہ مسماۃ مذکورہ کے پیدا ہونے کے بعد تقریباً دو چار ماہ والد مسماۃ مندرجہ بقضائی الٰہی فوت ہوگیا۔ پھر مسماۃ مذکورہ اپنے حقیقی چچا مسمی احمد کے زیر سایہ پرورش پاتی رہی۔ پھر مسماۃ مذکورہ تقریباً دو تین سال کی ہوگئی مسمی عبداللہ ماموں نے مسماۃ مندرجہ کا نکاح سرقۃً وخفیۃً بغیر صلاح مشورہ و بلا اجازت مسماۃ مذکورہ کے چچا حقیقی و دادی کے موجود ہوتے ہوئے نکاح خواں مولوی سے دوسرے موضع میں مسماۃ مذکورہ کا اپنے فرزند مسمی غلام حسین سے کروالیا جس کا وارثان حقیقی مثلاً چچا و دادی کو بعد میں علم ہوا کہ یہ واردات ہوچکی ہے۔ یہ کارروائی ہوچکی۔ (۲) اینکہ مسماۃ مندرجہ بالا بتاریخ ۱۰ فروری ۱۹۶۹ء بروز سوموار بہ لحاظ شرعی حد بلوغت کو پہنچ کر تقریباً ۱۲ بجے دن ایام ماہواری اول نمودار ہوتے ہی اس جگہ بیٹھے ہی اپنے حقیقی چچا مسمی احمد مسمی محمد جلال ولد ملک احمد علی اپنے رشتہ دار و محمد رمضان برادر محمد جلال کو بلا کر بیانات حسب ذیل دیے مجھے معلوم ہوا تھا کہ میرے ماموں نے میرا نکاح میرے وارثان حقیقی سے خفیہ وبغیر اجازت وعلم و میری معصوم حالت میں اپنے لڑکے کے ساتھ نکاح کرایا تھا۔ اب میں شرعاً بہ اظہار ماہواری اول بالغ ہوچکی ہوں اور بطور گواہاں بیان حلفیہ باقرار صالح و رضامندی خود و بلا اکراہ واجبار کرتی ہوں کہ جو نکاح میرے ماموں نے میرا اپنے فرزند کے ساتھ خفیۃً کیا تھا۔ مجھے ہر حال میں منظور نہیں تو کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ مندرجہ تحریر و بیانات مسماۃ و گواہاں مندرجہ بالا کے حلفیہ پر کہ یہ نکاح عندالشریعۃ محمدیہ علیہ السلام جائز ہے یا ناجائز۔ نیز جب وارثان حقیقی کو نکاح خفیہ کا علم ہوا۔ تقریباً آٹھ سال بعد علم ہوا تو وارثان حقیقی نے عدم رضامندی کا اظہار کیا اور کہا ہم کو قطعاً یہ نکاح منظور نہیں اور ہم فسخ کرائیں گے تو ایسی بات کا علم وہاں کے زمیندار کو بھی ہوا۔ حتیٰ کہ لڑکی نے بوقت بلوغ ماہواری اول روبرو گواہان انکار کردیا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جبکہ لڑکی کے بلوغ سے قبل چچا نے اس نکاح کو رد کرلیا ہے تو یہ نکاح فسخ ہوگیا ہے۔ قال فی شرح التنویر ص ۸۱ ج ۳ فلو زوج الابعد حال قیام الأقرب توقف علی اجازته۔ بہرحال صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال یہ نکاح فسخ ہوگیا ہے۔ لڑکی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کوئی اجنبی باکرہ لڑکی کو نکاح کی اطلاع کر دے تو اس کی خاموشی رضاء شمار ہوگی یا نہیں؟

﴿س﴾

ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر علیحدہ کر دیا تھا۔ بعد گزرنے عدت کے اس عورت نے دوسری جگہ نکاح کر لیا۔ طلاق کے وقت پہلے خاوند کی مطلقہ سے ایک لڑکی بھی تھی۔ جو بوجہ نابالغی اپنی والدہ کے ساتھ چلی گئی۔ جب لڑکی بالغ ہوئی اور اس کے والد کو اس کا علم ہوا تو والد نے بغیر اجازت اپنی لڑکی کا نکاح روبرو گواہان کر دیا اور اسکے مربی کو اس امر کی اطلاع کر دی کہ میں نے لڑکی کا نکاح کر دیا ہے۔ آپ کو اطلاع ہونی چاہیے۔ لڑکی کو جب اس معاملہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے اقرار یا انکار کوئی اظہار نہیں کیا۔ لیکن قلباً وہ والد کے نکاح پر رضامند نہیں ہے۔ یہ نکاح ہو جائے گا (باقی رہے گا یا نہیں) نیز لڑکی کا مربی خرچہ کا مطالبہ کرتا ہے۔ کیا شرعاً اس کا مطالبہ درست ہے اور والد پر خرچ دینا واجب ہے یا نہیں۔ فقط بینوا توجروا

﴿ج﴾

باکرہ بالغہ سے اجازت لینے والا اگر ولی اقرب نہیں ہے تو اس صورت میں باکرہ کا سکوت کافی نہیں بلکہ اجازت بالقول ضروری ہے اور صورت مسئولہ میں تو سرے سے اجازت طلب بھی نہیں کی گئی۔ اجنبی آدمیوں کی طرف سے اطلاع ہونے کی صورت میں لڑکی کا خاموش رہنا رضامندی نہیں۔ لہٰذا اس لڑکی نے اگر زبان سے اس نکاح کی اجازت نہیں دی تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ **قال فی شرح التنویر فان استاذنها غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرة لسکوتها بل لا بدمن القول کالثیب البالغة (الدر المختار ص ۶۲ ج ۳)**

باقی لڑکی کو والد کے حوالہ کرنا ضروری ہے۔ اگر لڑکی کو والد کے حوالے نہیں کرتا تو مربی کا دعویٰ خرچ کا صحیح نہیں۔ گذشتہ عرصہ کا خرچہ بھی اگر مربی نے از خود کیا ہے تو اس خرچہ کا حق بھی اب مربی کو نہیں پہنچتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ

باپ اور دادا کے انکار سے نکاح فسخ ہو چکا ہے، دوسری جگہ عقد درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی جو کہ بالغہ ہے۔ اس کا عقد نکاح اس کے دادا نے بغیر اذن والد کے کر دیا ہے۔ اس عقد پر لڑکی کا والد راضی نہ تھا۔ نیز یہ عقد طوعاً و کرہاً لڑکے کے دادا سے کرایا گیا تھا۔ خوب مار

کٹائی کی گئی ہے اور لڑکی کا باپ دادا بے ہوش ہو گئے۔ ان کی بے ہوشی کی حالت میں لڑکے کے دادا نے عقد نکاح کرا دیا تھا۔ اب لڑکی کا باپ اور دادا دونوں ان کے پاس گئے کہ ہمارے سے لڑکی کا کام کر لیں۔ لیکن وہ نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہاں آ کر اپنی دختر کا کام کر دیں۔ تمھارے گھر ہم نہیں آتے۔ یہ کئی دفعہ گئے۔ لیکن وہ نہیں آتے اب اس کا کیا حل ہو سکتا ہے کہ لڑکی اب بالغ ہو چکی ہے کہ اس کا آگے نکاح کر دیا جائے یا وہی عقد صحیح ہے جب لڑکی کے باپ کو ہوش آیا تو اس نے اس عقد کو نامنظور کیا۔

﴿ج﴾

ولی اقرب یعنی باپ کی موجودگی میں ابعد یعنی دادا کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب (باپ) کی رضامندی پر موقوف ہوتا ہے۔ لہٰذا بشرط صحت سوال اگر باپ نے ہوش میں آنے کے بعد اس نکاح کو نامنظور کر لیا ہے تو یہ نکاح فسخ ہو چکا ہے۔ لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔ **قال فی شرح التنویر فلو زوج الأبعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته وفی الشامیة (قوله توقف علی اجازته) فلا یکون سکوته اجازة لنکاح الأبعد وان کان حاضرا فی مجلس العقد مالم یرض صریحا أو دلالةً تأمل (شامی ص ۸۱ ج ۳)** فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

دادا کا کرایا ہوا نکاح جب لڑکی کے باپ نے فسخ کر دیا تو ختم ہو گیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عائشہ بنت غلام یٰسین بدون اجازت غلام یٰسین کے اس کے دادا سلطان خان نے نکاح مسمی غلام فرید کے ساتھ پڑھا دیا۔ حالانکہ غلام یٰسین کے والد سلطان خان نے اپنی پوتی کا نکاح مسمی مذکور سے کر دیا۔ جب غلام یٰسین دوسرے روز بھکر سے واپس آیا تو بہت شدید ناراض ہوا اور اپنے والد سلطان خان کو خوب ڈانٹا کہ تم نے بدون اجازت میری کے نکاح کیوں پڑھا دیا۔ اس کے بعد غلام یٰسین نے کوئی ایسی چیز قبول نہیں کی۔ جس سے نکاح کی رضامندی پر دلالت کرے اور ہمیشہ مسلسل غلام یٰسین سے ناخوشی ہی ظاہر ہوتی رہی۔ تقریباً پندرہ برس ہو گئے۔ جب لڑکی کی عمر نکاح کے وقت دو سال کی تھی۔ اب لڑکی جوان ہے اور مسمی غلام فرید کہتا ہے کہ مجھے شادی کر دو اور غلام یٰسین والد عائشہ کہتا ہے کہ شروع سے جب کہ میں نے نکاح سے انکار کیا تھا۔ اب کیسے شادی کر

دوں۔ جب میری لڑکی کا نکاح منعقد ہوا ہی نہیں۔ کیسے رخصتی کر دوں۔ اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ عائشہ بنت غلام یٰسین کا نکاح صحیح ہوا ہے یا نہیں۔ اگر غلام یٰسین دوسری جگہ اپنی لڑکی کا نکاح کر دے۔ از روئے شرع شریف مجرم ہے یا نہیں۔ جبکہ اس کے پاس عدالت عالیہ کا فیصلہ تنسیخ موجود ہے۔ یعنی عدالت عالیہ نے بھی انھی وجوہات کی بنا پر نکاح باطل کر دیا۔ علاوہ ازیں جب کہ لڑکی بالغ ہوئی فوراً اپنے نکاح سے انکار کر دیا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ نابالغہ لڑکی کا والد جب ایسی جگہ ہو کہ اس کا مشورہ حاصل کیا جا سکتا ہو تو ایسی حالت میں والد کی اجازت کے بغیر دادا کا کیا ہوا نکاح والد کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔ مسئولہ صورت میں ظاہر ہے کہ والد سے مشورہ کرنا اور اجازت لینا دشوار نہ تھا۔ لہٰذا یہ نکاح والد کی اجازت پر موقوف رہا۔ مگر سوال میں مذکور ہے کہ لڑکی کے بلوغ سے قبل ہی والد نے نکاح کو رد کر دیا تو (بشرط صحت واقعہ) اس صورت میں نکاح باطل ہو گیا۔ لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ **کما فی الدر المختار علی هامش تنویر الابصار ص ۸۱ ج ۳ فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته الخ .** واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بشرط صحت واقعہ لڑکی مذکورہ کا نکاح منعقد نہیں ہوا اور بفرض تقدیر انعقاد والد کے رد کرنے سے کالعدم ہو چکا ہے۔ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

والدہ اگر بیٹے کو بدچلن گھرانے میں رشتہ کرنے پر مجبور کرے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی ایک لڑکی ہے اور شخص مذکور کی والدہ بھی زندہ ہے اور شخص مذکور کو اس کی والدہ اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ تو اپنی لڑکی کا نکاح فلاں جگہ کر دے ورنہ میں تیرے سے راضی نہیں ہوں اور کبھی بھی راضی نہیں ہوں گی۔ شخص مذکور جواب میں کہتا ہے کہ جہاں آپ مجھے مجبور کر رہی ہیں اس گھر کے افراد بدچلن ہیں۔ یعنی برائی کی عورتوں تک نوبت پہنچی ہوئی ہے۔ ماسوائے اس گھر کے اور جہاں چاہے آپکا اختیار ہے اور میں راضی ہوں تو کیا شریعت کی بنا پر اپنی والدہ کے کہنے پر اگر کام نہ کرے تو اپنی ماں کا بے وفا ہے۔

﴿ج﴾

حق ولایت نکاح شخص مذکور کو شرعاً حاصل ہے۔ جس جگہ کے بارے میں اس کی ماں اسے مجبور کر رہی ہے۔ اگر یہ ایسی جگہ ہو کہ وہاں جا کر لڑکی کی ابتلائے معصیت کا اندیشہ ہو تو ہرگز اپنی والدہ کی بات نہ مانے اور اپنی مرضی کے مطابق لڑکی کا نکاح کر دے کوئی گناہ نہیں۔ **لقوله علیه الصلاة والسلام لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق .**

اگر لڑکے کا حقیقی چچا ولی بننے سے انکار کرے تو اب ولایت کسے حاصل ہوگی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت مسئولہ کہ ایک غیر بالغ یتیم لڑکے کے نکاح کرنے کی ضرورت درپیش ہے۔ اس کا متولی چچا حقیقی موجود ہے۔ مگر وہ برادری کے متنازعات کے باعث کسی صورت میں اپنے بھتیجے کا نکاح کرنے کے لیے تیار نہیں۔ بلکہ وہ حلف اٹھا چکا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں لڑکے کا نکاح ولایۃً کروں تو میرے اوپر خدا کا قہر نازل ہو۔ لڑکے کو بازو دینے والا اس کے معاوضہ لڑکے کی ہمشیرہ کے ساتھ تو اپنے لڑکے کا نکاح پہلے سے کر چکا ہے۔ اب وہ لڑکی دینے کے لیے تیار ہے۔ چچا قبول نہیں کرتا اور نہ ہی چچا کی لڑکی موجود ہے۔ جس سے قطع الرحم کا اندیشہ موجود ہو۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکے کی ماں بہن موجود ہے۔ وہ لڑکے کے نکاح کرانے کے لیے تیار ہیں۔ مگر درمختار کی اس عبارت کے سبب مشکل درپیش ہے۔ **فان لم یکن العصبة فالولایة للام .** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عصبہ کی موجودگی میں ماں کو ولایت حاصل نہیں حالانکہ اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ لڑکے کے بلوغ تک معاملہ نکاح موقوف رکھا جائے تو یہ بازو (رشتہ) میسر نہ آ سکے اور یتیم کی حق تلفی ہو جائے۔ اب ان حالات میں لڑکے کی ماں یا بہن کو ولایت نکاح حاصل ہو سکتی ہے اور لڑکے کی طرف سے قبول کر سکتی ہے یا نہیں۔ عبدالعزیز مدرس مدرسہ مخزن العلوم خانپور۔

﴿ج﴾

جس مقام کی نسبت سوال کیا گیا ہے۔ یہ نکاح ماں کی ولایت سے جائز نہیں ہے۔ اگرچہ کفو کے فوت ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو۔ لیکن دوسرا اسہل طریقہ علامہ شامی نے بتایا ہے کہ اس قسم کا نکاح جس میں ولی اقرب اگر ظالم ہو تو یہ نکاح کسی مسلمان حاکم سے کرایا جائے۔ یاد رہے کہ درمختار کی ایک عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب ولی اقرب حاضر ہو اور ممتنع للتزویج ہو تو ولایت اقرب سے ابعد کی طرف منتقل ہوگی اور ابعد درمختار ص ۸۲ ج ۳ کی اس عبارت میں

عام لیا گیا ہے۔حیث قال ویثبت للأبعد من أولیاء النسب الی قوله التزویج بعضل الأقرب ای بامتناعه عن التزویج . لیکن صاحب درمختار نے ص۸۲ ج ۳ میں بھی یہ قول شرح وقضائیہ سے نقل کر کے اسکے بعد یوں لکھا ہے۔لکن فی القهستانی عن الغیائی لو لم یزوج الأقرب زوّج القاضی عند فوت الکفو . اس پر علامہ شامی نے قوله لکن فی القهستانی استدراک عن ما فی شرح الوهبانیه فانه لم یستند فیه الی نقل صریح و هذا منقول)اس کے بعد علامہ شامی نے قہستانی کی روایت کی خوب تائید کی ہے اور بہت ساری کتابوں کی عبارات شرح رہبانیہ کے رد میں نقل کی ہیں۔ نیز اس بیان کے آخر میں یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ بعض صورتوں میں ولی اقرب باہر ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ حق بجانب ہوتا ہے۔ پس اس صورت مسئولہ میں جو ولی اقرب ہے۔اگر واقعی ناحق ہے تو یہ نکاح اگر مجسٹریٹ سے کرایا جائے بالکل صحیح ہوگا۔ اگر چہ اس کا چچا حقیقی اس پر راضی نہ ہو کذافی ردالمحتار ص۳۴۲ ج ۸۔فقط واللہ اعلم

عبدالرحمٰن ۹ ذوالقعد ۱۳۷۹ھ

باپ ایک جگہ اور بھائی دوسری جگہ رشتہ کر دے تو کیا کیا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں نے اپنی مرضی سے اپنی لڑکی اپنے بھتیجے کو دے رکھی ہے۔اب میرے لڑکے نے میری لڑکی کا نکاح کر دیا ہے۔ حالانکہ نہ لڑکی سے پوچھا گیا ہے اور نہ مجھ سے اور یہ نکاح رجسٹر میں درج ہے۔ اب لڑکی جوان ہے۔ لڑکی سے پوچھا گیا تو لڑکی کہتی ہے کہ میں بھائی کے کیے گئے نکاح پر رضامند نہیں ہوں۔ باپ نے جس کو میرا رشتہ دیا ہے۔ میں اس پر رضامند ہوں تو کیا بھائی کا کیا ہوا نکاح درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر آپ نے ایسی لڑکی کا نکاح صغرسنی میں شرعی طریقہ سے ایجاب وقبول کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے یا بالغہ ہونے کی صورت میں لڑکی کی اجازت سے کیا ہے تو ہر دونوں صورت میں آپ کا کیا ہوا نکاح نافذ اور صحیح ہے اور اس کے بعد آپ کے لڑکے کا اس بہن کا دوسری جگہ نکاح کرنا ناجائز اور حرام ہے اور منعقد نہیں ہوا اور اگر آپ نے باقاعدہ شرعی نکاح نہیں کیا۔ صرف منگنی یعنی بھتیجے سے وعدہ نکاح کیا ہے تو آپ کے لڑکے کا کیا ہوا نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف تھا۔ اگر اس نے رد کر دیا ہے تو نکاح فسخ ہو چکا ہے۔ سوال مجمل ہے۔ اس لیے دونوں صورتوں کا حکم لکھ دیا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ صفر ۱۳۹۷ھ

مطلقہ عورت کی بچیوں کی ولایت باپ کو حاصل ہے یا والدہ کو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص در محمد ولد محمود نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور عرصہ آٹھ سال سے اپنی بیوی سے دور رہا۔ نہ بیوی کو خرچہ دیا نہ بچوں کو نفقہ دیا اور اب اس عید قربانی پر اس نے اپنی نابالغہ بچی کا نکاح بلا اطلاع اس کی والدہ کسی کو کر کے دے دیا۔ تو یہاں از روئے شرع اس کی والدہ کا بھی کوئی حق ہے۔ جو اس بچی کو آج تک اپنے خرچہ پر پالا یا صرف والد کا حق ہے۔ بلا نفقہ بچوں کے ادا کیے جہاں چاہے نکاح کر دے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں ولی نکاح باپ ہے اور نان ونفقہ بھی باپ کے ذمہ ہے۔ نکاح صحیح ہے۔ خاوند سے طلاق حاصل کیے بغیر دوسری جگہ نکاح جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ذوالحج ۱۳۹۶ھ

شیعہ لڑکی کا نکاح اگر دادا نے وہابی سے کرا دیا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک دادا نے حقیقی پوتی نابالغ بعمر پانچ سالہ کا نکاح شرعاً اس کے والد کی عدم موجودگی میں کر دیا۔ لڑکی کا والد اہل تشیع سے تعلق رکھتا ہے اور لڑکی کا رشتہ کہیں نہیں کرتا۔ دوسری طرف جس کو رشتہ دیا یا نکاح کر دیا تھا۔ وہ وہابی ہے۔ کیا اندریں حالات اس لڑکی کا نکاح ہوا یا نہیں۔

﴿ج﴾

لڑکی کا ولی اقرب باپ ہے۔ اگر باپ نے نکاح سے قبل یا بعد اس نکاح کی اجازت دیدی ہے تو نکاح صحیح ہے اور اگر باپ نے دادا کے کیے ہوئے نکاح کو اطلاع ہونے پر رد کر دیا ہے تو نکاح نافذ نہیں ہوا۔ تحقیق کی جائے۔ جو صورت ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ رجب ۱۳۹۶ھ

ہندوستان میں نانا کے ساتھ رہ جانے والی لڑکی کا ولی کون ہوگا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں صورت کہ ایک لڑکی تین سال کی عمر میں تھی کہ اس کا والد فوت ہوگیا تھا۔لیکن اس کا دادا اور نانا موجود ہے۔اس انقلاب میں اس لڑکی کا دادا پاکستان آگیا اور لڑکی نانا کے پاس ہندوستان میں رہ گئی اور کوئی اس لڑکی کا ہندوستان میں نہ تھا۔اب نانا نے اس لڑکی کا نکاح بغیر اجازت دادا کے اسی تین سال کی عمر میں کروادیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ نکاح شرعاً معتبر ہے یا نہیں۔ایک سال کے بعد وہ لڑکی پاکستان آچکی ہے۔کیا دادا کو حق ہے کہ نکاح جدید کروادے یا نہیں؟

﴿ج﴾

عالمگیری ص ۲۸۵ ج ۱ میں ہے۔وان زوج الصغير او الصغيرة أبعد الاولياء فان كان الأقرب حاضرًا وهو من أهل الولاية توقف نكاح الأبعد على اجازته وان لم يكن من أهل الولاية بأن كان صغيرًا أو كان كبيرًا مجنونا جاز وان كان الأقرب غائباً غيبةً منقطعة جاز نكاح الأبعد كذا في المحيط اور البحر الرائق ص ۲۲۲ ج ۳ پر ہے۔ لا بعد التزويج بغيبة الأقرب مسافة القصر أى ثلاثة أيام فصاعدا لأن هذه ولاية نظرية وليس من النظر التفويض الى من لا ينتفع برأيه ففوضناه الى الأبعد اور درمختار ص ۸۱ ج ۳ میں ہے۔وللولي الأبعد التزويج بغيبة الأقرب (الى أن قال) ولا يبطل تزويجه السابق بعود الأقرب لحصوله بولاية تامة الخ ص ۸۳ ج ۳ مذکورہ عبارت سے واضح ہے کہ ولی اقرب کے سفر کی مسافت کے ساتھ غائب ہونے کی صورت میں ولی ابعد کا صغیر یا صغیرہ کا نکاح کرانا درست ہے اور اگر ولی اقرب حاضر بھی ہوجائے۔ولی ابعد کا کیا ہوا نکاح باطل نہیں ہوتا۔لہٰذا صورۃ مسئولہ میں نانا کا کیا ہوا نکاح شرعاً معتبر ہے اور دادا کے پاس آنے سے نکاح سابق باطل نہیں ہوتا۔بلکہ بدستور باقی ہے۔اس لیے دادا کو نکاح جدید کرانے کا حق حاصل نہیں۔البتہ اگر لڑکی نابالغ ہوتی تو عین بلوغ کے وقت اس کو خیار بلوغ حاصل تھا۔لیکن بالغ ہونے کے بعد وہ بھی نہیں رہتا۔واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ

بھائی اگر بہن کا نکاح والد کی اجازت کے بغیر کردے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنے باپ انور کی اجازت کے بغیر اپنی ہمشیرہ نابالغ کا عقد نکاح کردیا ہے۔باوجود کہ انور موصوف نے اپنے بیٹے زید مذکور کو منع بھی کیا ہے کہ فلاں جگہ اپنی برادری کے مجمع میں تم جاکر شمولیت کرنا۔مگر دیکھنا اپنی ہمشیرہ کا عقد نہ کرنا اور نیز جب انور نے سنا کہ زید نے نکاح کرکے دے دیا ہے تو اپنے بیٹے سے سخت ناراض ہوگیا۔بلکہ صاف کہہ دیا کہ چونکہ یہ نکاح میری مرضی کے بغیر ہوا ہے اس لیے میں اس کو نکاح نہیں سمجھتا اور اب لڑکی کا نکاح دوسری جگہ خود کرنا چاہتا ہے۔اندریں حالات پہلا نکاح ازروئے شریعت جائز ہے یا نہیں۔دوسری جگہ باپ عقد کرنے کا مجاز ہے یا نہیں۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

یہ نکاح جو باپ کی مرضی کے بغیر ہوا ہے۔نافذ نہیں ہے۔لہٰذا اس لڑکی کے باپ کو ازروئے شریعت یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کردے اور پہلا نکاح کالعدم سمجھا جائے۔ہدایہ مع فتح القدیر ص ۱۷۵ ج ۳ میں ہے۔والابعد محجوب بالاقرب اور ظاہر بات ہے کہ اولیاء میں بھائی ابعد ہے باپ اقرب ہے۔واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ جمادی الاخری ۱۳۸۰ھ

لڑکی کے ماموں اور چچا میں سے زیادہ حقدار کون ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا حقیقی بھائی مسمی عبدالجبار جو ۱۹۵۳ء میں فوت ہوگیا تھا۔اس کی بیوی ۱۹۵۵ء میں فوت ہوگئی تھی۔ان کی ایک لڑکی میری بھتیجی حقیقی مسماۃ غلام فاطمہ ہے۔والدین کے فوت ہونے کے کچھ عرصہ بعد تک وہ میرے پاس پرورش پاتی رہی۔اس کے بعد اس کی نانی ہماری اجازت سے اپنے پاس لے گئیں۔میری ہمشیر بھی ان کے گھر بیاہی ہوئی تھی۔لڑکی اپنی پھوپھی اور میری ہمشیر کے پاس پرورش پاتی رہی اور کپڑہ وغیرہ کا خرچہ ہم دیتے رہے۔اس کے علاوہ ۱/۲ ۱ ایکڑ اراضی زرعی برائے لڑکی کی پرورش کے لیے ان کے سپرد کی ہوئی ہے۔اب لڑکی کی عمر تقریباً ۱۲ سال ہے۔مجھے تقریباً تین سال کا عرصہ ہوا ہے۔سنا ہے کہ لڑکی کا رشتہ کسی جگہ میری مرضی کے خلاف کررہے ہیں۔اس وقت میں برادری کے آدمی بطور پنچایت لے کر ان کے پاس گیا کہ آپ کو کیا حق ہے کہ

میری بھتیجی کا رشتہ میری مرضی کے خلاف کر رہے ہو تو اس کے ماموں نے بمعہ پنچایت کے جواب دے دیا کہ ہم اپنی مرضی کریں گے تو پھر میں نے یونین کونسل ۱۱۴ میں دعویٰ دائر کیا۔ یونین کونسل نمبر ۱۱۴ نے ۶۴/۷/۱۵ کو فیصلہ میرے حق میں کر دیا ہے۔ اب ہم شرعی فیصلہ بھی چاہتے ہیں کہ لڑکی واپس لی جا سکے۔ مہربانی کر کے شرعی فتویٰ صادر فرمائیں۔

﴿ج﴾

لڑکی کی عمر بارہ سال ہے۔ اب اگر یہ بالغہ بھی ہوگئی ہے تو پھر نکاح اس لڑکی کی مرضی پر موقوف ہے۔ ماموں کرائے یا چچا کرائے یا خود یہ لڑکی کسی کے ساتھ نکاح کرے صحیح ہے۔ ادنیٰ مدت بلوغ لڑکیوں کے حق میں نو سال ہے اور اکثر پندرہ سال۔ اگر اسے حیض (ماہواری خون) آنے لگا ہے تو پھر تو یہ بالغہ ہے اور اس کی اجازت پر اس کا نکاح موقوف ہے۔ ماموں بھی اس سے اجازت لے کر وکالۃً اس کا نکاح کرا سکتا ہے۔ چچا بھی اور اجنبی آدمی بھی اور خود اپنے الفاظ سے بھی یہ لڑکی نکاح کر سکتی ہے۔ ہاں بلوغ کی صورت میں اگر یہ لڑکی خود یا ماموں بطور وکالت اس کا نکاح شرعی کسی غیر کفو میں کرے اور چچا نہ چاہے تو اس صورت میں اس کا نکاح نہیں ہوگا اور اگر یہ ابھی تک بالغ نہیں ہوئی ہے تو پھر چچا کی موجودگی میں چچا کا حق مقدم ہے۔ ماموں کا نکاح کرانا چچا کی اجازت پر موقوف ہے۔ چچا اگر اجازت نہ دے تو نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ قال فی الدرالمختار ص ۸۱ ج ۳ (وللولی الابعد التزویج بغیبة الاقرب) فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته . واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

منگنی کے وقت اگر ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح ہوا ہے تو وہی کافی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کو زوجۂ اولیٰ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔ لڑکا عالم وعاقل بالغ تھا تو زید نے اپنی لڑکی کو عالم لڑکے سے مشورہ لے کر عمر سے منگنی کر دی اور بوقت منگنی نکاح خوانی خود والد صاحب نے کرادی۔ کیونکہ زید خود عالم ہے اور یہ نکاح خوانی روبرو حاضر مجلس ہوئی اور مبلغ سات یا آٹھ سو روپے مہر اپنی لڑکی کے لیے مقرر کر دیا اور یہ بھی کہا کہ جب مہر مذکورہ بالا کو ادا کرو گے تو تمھاری شادی ہو جائے گی ورنہ مہر مقررہ سے شادی موقوف ہے تو عمر نے دو تین سال تک مہر کے پیسے آدھے ادا کیے اور پھر زید کی لڑکی بالغ ہوئی حتیٰ کہ دو تین برس بلوغ کے بعد گزر گئے تو لوگوں نے زید اور اس کے عالم لڑکے سے کہا کہ عمر تنگدستی کی وجہ سے پانچ سو روپے ادا نہیں کر سکتا۔

آپ مہربانی کر کے لڑکی بالغہ کو بغیر نکاح کے نہ روکو۔ بہت لوگوں نے نصیحت کی۔ مگر وہ اپنی ضد سے دور نہیں ہوا تو لوگ اسکے لڑکے مولوی کو تنگ کرنے لگے کہ یہ اچھا نہیں ہے تو والد صاحب کے قول کو مان کر لڑکی کو گھر پر نہ بٹھا تو لڑکے کے دل میں رحم آیا اور داماد کو پوشیدہ خط لکھا کہ مبلغ ۴۰۰ روپے لے کر آ۔ میں نکاح کا ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ عمر ۴۰۰ روپیہ لے کر آیا اور زید کے لڑکے نے کسی اور مولوی صاحب کو نکاح خوانی کے لیے طلب کیا اور عمر کے ساتھ اپنی بہن کی نکاح خوانی کر دی۔ لڑکی ہمیشہ اپنے بھائی کے پاس رہتی تھی۔ اس کی والدہ مر گئی تھی۔ اس کے باپ نے دوسری شادی کر لی تھی۔ اس لیے وہ بھائی کے ساتھ رہ رہی تھی۔ والد اس وقت ۴۰، ۵۰ میل دور فاصلہ پر رہتا تھا۔ جب زید کو معلوم ہوا کہ میرے لڑکے نے میرے اذن کے بغیر بہن کا نکاح کر دیا ہے تو غصہ ہو کر کہنے لگا۔ میرا لڑکا عاق ہے۔ جس مولوی صاحب نے نکاح خوانی کی ہے۔ ان سے میرا دعویٰ ہے۔ اس پر رپورٹ کرنے کو تیار ہوں تو جو مولوی صاحب نکاح کرتا ہے۔ اس پر کوئی جرم شرعاً ہے یا نہیں۔ اس مولوی صاحب کا دعویٰ قابل سماع ہے یا نہیں۔ مولوی نکاح خواں اگر مجرم ہے تو اس کا جرم کیا ہے۔

عبدالحکیم حاجی نواب شاہ سندھ پوسٹ آفس فارسی

﴿ج﴾

اگر منگنی کے وقت باقاعدہ ایجاب وقبول کر کے عقد نکاح روبرو گواہان والد صاحب نے خود کر دیا ہو تو وہی نکاح ہے۔ دوسرے نکاح کی حاجت نہیں۔ اس لیے لڑکی مذکورہ کا نکاح عمر کے ساتھ بلا شبہ درست ہے اور مولوی صاحب پر کوئی جرم نہیں ہے اور اگر منگنی کے وقت فقط وعدۂ نکاح ہوا ہے اور باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوا تو بھائی کے نکاح کے متعلق اب دیکھا جائے گا کہ یہ نکاح کفو میں ہے۔ اگر کفو میں ہے تو بھی نکاح درست ہے۔ باپ کی ولایت بالغہ لڑکی پر نہیں ہوتی۔ نسبی کفالت کا عجم میں اعتبار نہیں ہے۔ صرف پیشہ وغیرہ کو دیکھا جا سکتا ہے اور اگر غیر کفو میں ہے تو باپ کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ شعبان ۱۳۸۶ھ

اگر شوہر نے زندگی میں لڑکی کی ولایت نکاح کا حق بیوی کو دیا ہو تو اس کے مرنے کے بعد قائم رہے گا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ (۱) ایک شخص کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی تو اس کی بیوی نے پرورش میں ذرا کوتاہی کی۔ خاوند نے کہا کہ تم اس کی پرورش دل سے کرو۔ جب بڑی ہو جائے تو اس کے نکاح کا حق تم کو حاصل ہے۔ جہاں

تمھارا دل چاہے شریعت کی حدود کے اندر اندر اس کا نکاح کر دینا۔ اب فوتگی کے وقت وصیت کر گیا کہ شریعت اسلام کے اندر میرا میری بیوی کو لڑکی کا ولی قرار دینا جائز ہے تو ٹھیک ہے اور اگر اس کو ولی قرار دینا ٹھیک نہیں تو میرا بڑا بیٹا جس جگہ چاہے اس کا نکاح کر دے۔

(۲) ایک شخص نے فوتگی کے وقت وصیت کی کہ بیٹے زید اور بکر میں سے جو کہ اس کے رشتہ داروں میں سے ہیں۔ جو شرعاً اقرب ہے۔ اس کو ایک رشتہ ضرور دینا۔ زید اس کا بھتیجہ ہے۔ اس کے سگے بھائی کا لڑکا ہے۔ مگر اس کی بیوی کا رشتہ دار نہیں ہے۔ بکر کا بذاتہ اس سے کوئی رشتہ نہیں مگر بکر کی بیوی اس کی بھانجی سگی بہن کی لڑکی ہے۔ اب شرعی رو سے جو زیادہ اقرب ہو اس کا شرعاً زیادہ لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اسکے لڑکے سے وصی کا فرزند اپنی بہن کا رشتہ کرے۔

﴿ج﴾

اس میں شرعی ترتیب یہ ہے کہ جو ولی اقرب ہو اسی کو نکاح کا حق حاصل ہے۔ والولی فی النکاح هو العصبته ولی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ولایت دوسرے کسی کے ملک کر دے۔ لہٰذا اس کے مر جانے کے بعد اگر لڑکی بالغہ ہے تو اسے خود نکاح کا اختیار ہوگا۔ اگر نابالغہ ہے تو اس کے ہر ایک عاقل بالغ بھائی کو اس کی ولایت نکاح حاصل ہے۔ اس کا ہر عاقل بالغ بھائی اس کا نکاح مناسب جگہ پر کر سکتا ہے۔

(۲) زید جو کہ متوفی کا سگہ بھتیجا ہے۔ زید سے زیادہ قریبی رشتہ رکھتا ہے۔ لیکن نکاح کرانے کی وصیت جائز نہیں۔ اس لیے شخص مذکور کی اس وصیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ بلکہ اگر لڑکی کے لیے موجودہ اولیاء دونوں میں سے کسی کو مناسب اور موزوں نہ سمجھیں تو کسی کو رشتہ نہ دیں اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو زیادہ بہتر سمجھیں تو اس کو دے دیں۔ لڑکی کے نفع کا لحاظ رکھا جائے نہ کہ وصیت کا۔ اگر لڑکی بالغہ ہے تو اس کی مرضی سے جہاں چاہے نکاح ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

لڑکی کے بھائیوں کے ہوتے ہوئے ماموں کا نکاح کرانا

﴿ج﴾

مرد مذہب اہلسنت والجماعت ہے اور عورت بھی اہلسنت والجماعت ہے اور نکاح خواں کا مذہب شیعہ ہے۔ عورت کے دو بھائی بالغ ہیں اور پوری عقل سمجھ رکھتے ہیں۔ عورت کے دونوں بھائی نکاح کے وقت موجود نہ تھے بلکہ عورت کے ماموں حقیقی نے زبردستی عورت کی رضا کے بغیر نکاح پڑھوا دیا ہے اور رقم لے لی ہے۔ براہ کرم اس سوال کو حل کر کے پبلک کے سامنے پیش کیا جائے۔ عین نوازش ہوگی کہ آیا عورت اور مرد کا نکاح ہو سکتا ہے یا کہ نہیں ہو سکتا۔

مولوی محمد حسین سکنہ کھیوڑا ک خانہ حیدر آباد تحصیل بھکر

﴿ج﴾

بصورت نابالغہ ہونے عورت کے اگر بھائی کو علم ہوا اور اس نے اس نکاح کی اجازت دے دی تو نکاح ہو گیا۔ اگر اجازت نہ دی تو نکاح نہیں ہوا۔ ایک دفعہ رد کر دینے کے بعد اجازت کا اعتبار نہیں ہے۔

(نوٹ) اگر بالغہ ہے تو اگر اس نے اجازت دے دی ہے تو نکاح ہو گیا۔ اگرچہ اجازت مجبوری سے دی ہو۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ رمضان ۱۳۷۷ھ

فوت شدہ شخص کی بچی کا ولی اس کی والدہ ہے یا چچا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید مر گیا ہے اور وہ دختر نابالغہ چھوڑ گیا اور اب زید کی عورت نے دوسری جگہ پر نکاح کر لیا ہے اور زید کا بھائی یعنی چچا اس لڑکی کا موجود ہے۔ اب تنازعہ اس لڑکی پر ہے کہ لڑکی کا متولی زید کا بھائی ہے یا زید کی عورت اور لڑکی نابالغہ ہے۔ اس کی زمین موروثی والد والی کی کاشت کاری یا نگہبانی کون کرے۔ فقط بینوا توجروا

تحریر کنندہ حافظ عبدالعزیز ڈیرہ غازی خان تحصیل تونسہ ڈاکخانہ وہوا بمقام جلو والی

﴿ج﴾

جب تک لڑکی نابالغہ ہے۔ اس کے نکاح کی ولایت اس کے چچا کو ہوگی۔ اس کی والدہ کو اس کے نکاح کرانے کا ہرگز اختیار نہیں ہے اور بوجہ دوسری جگہ نکاح کر لینے کے وہ لڑکی کے حق پرورش سے بھی محروم ہو گئی۔ باقی رہی لڑکی کے مال کی ولایت تو اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر لڑکی کے باپ نے کسی وصی (سربراہ) لڑکی کے متعلق مقرر کر لیا ہے تو وہ مال کا ولی ہے ورنہ کسی مسلمان مجسٹریٹ کے فیصلہ سے کسی دیانتدار شخص کو لڑکی کا سربراہ مقرر کر کے اس کے جملہ اموال کا اس کو اختیار دیا جائے اور وہ مال میں صرف وہ تصرف کرے جو اس کی نظر میں لڑکی کے لیے بہتر ہو۔ البتہ حسب ضرورت اس کی حفاظت یا لڑکی کے ضروری اخراجات مہیا کرنے کا حق اس کے چچا کو ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

برادر حقیقی اور لڑکی دونوں اگر نابالغ ہوں تو چچازاد بھائی کو اعتراض کا حق حاصل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنا نکاح بولایت برادر حقیقی زید کے ساتھ کیا اور شادی بھی ہوگئی ہے۔ اب عرصہ تین ماہ کے بعد بکر کہتا ہے کہ مسماۃ ہندہ منکوحہ کا دادا کا میرا والد چچازاد بھائی ہے۔ لہٰذا میرا حق تھا کہ نکاح اپنی ولایت سے کرتا اور عورت انکار کرتی ہے کہ مجھے اس کی ولایت ہرگز منظور نہیں۔ کیونکہ میرے والد کے فوت ہونے کے بعد میرا حال پرسان بھی نہیں ہوا۔ اب میرا نکاح کرنے کا کیا حق ہے۔ بلکہ اپنے والد کے فوت ہونے کے عرصہ سات آٹھ سال بعد بھی میں نے دیکھا بھی نہیں۔ لہٰذا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ منکوحہ کے نکاح کا اعتراض کرسکتا ہے یا نہ اور منکوحہ نے نکاح اپنی کفو میں کیا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی محمد بخش بک سیلرز مقام واصو آستانہ تحصیل وضلع جھنگ

﴿ج﴾

اگر عورت بالغہ ہے تو نکاح میں خود مختار ہے۔ کسی ولی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ بشرطیکہ کفو میں نکاح کیا ہو۔ کسی رذیل پیشہ والے کے ساتھ نکاح نہ کیا ہو اور اگر نابالغہ ہے اور اس کا برادر حقیقی بالغ ہے تو ولایت اس کے بھائی کو حاصل ہے۔ بکر کو نہیں اور اس کا بھائی حقیقی بھی نابالغ ہے تو اس صورت میں اگر بکر سے قریب کوئی جدی رشتہ دار نہیں ہے تو بکر کو اعتراض کا حق ہے اور اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔ آپ نے کوئی تفصیل نہیں لکھی۔ اس لیے جواب میں تفصیل کردی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

اگر لڑکی کو والد نے نانا کو سونپ دیا ہو تو ولی کون ہوگا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کی لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے وہ لڑکی اپنے سسر اور ساس کے حوالے کردی کہ یہ آپ کی ہے۔ آپ ہی پرورش کرو اور اس کی شادی وغیرہ بھی آپ ہی کرنا۔ اب وہ لڑکی جوان ہوگئی ہے اور وہ اپنے نانا کے پاس ہی پرورش پاتی رہی۔ اب نانا اپنی نواسی کی شادی کرنے کے لیے تیار ہے اور باپ اس کا پہلے تو اپنی بیوی کو اجازت دے گیا ہے۔ لیکن اب وہ انکار کرتا ہے کہ اب میں اپنی مرضی سے شادی کروں گا۔ میں نانا کو شادی

نہیں کرنے دیتا اور نانا نے بات چیت شادی کی پکی کر کے نکاح کا وقت مقرر کردیا ہے۔ اب شریعت مطہرہ اس مسئلہ میں کیا حکم دیتی ہے کہ نکاح ہوسکتا ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بالغہ لڑکی نکاح میں خود مختار ہے۔ اس پر کسی کو ولایت جبر حاصل نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ والد کی اجازت اور رضامندی حاصل کی جائے۔ لیکن اگر والد کی رضامندی کے بغیر بالغہ لڑکی کی اجازت سے نکاح کیا جائے تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔ بہرحال نانا ولی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ صفر ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زنا کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی لڑکی کی ولایت کس کو حاصل ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت نکاح شدہ کو اغوا کر کے کافی عرصہ ہوگیا ہے کہ اپنے پاس رکھی ہوئی ہے۔ اسکے اپنے نطفہ سے ایک لڑکی اسی عورت اغوا شدہ منکوحہ غیر سے ہوئی۔ لڑکی نابالغہ کا نکاح کردیا ہے۔ اپنے بھائی کے لڑکے کے ساتھ اور لڑکا بالغ ہے۔ لڑکی سات سال کی ہے اور لڑکا اس وقت بالغ ہے۔ بیس سال کا ہے۔ آیا نکاح کرنے کا صحیح متولی بن سکتا ہے یا نہ اور نکاح جائز ہے یا نہ۔ اغوا کر کے چار سال کے بعد مغویہ کے ساتھ اپنا نکاح کیا ہے۔ عورت مغویہ منکوحہ نے پچھلے خاوند سے طلاق لے کر عدت گذارنے کے بعد زانی مرد کے ساتھ نکاح کیا ہے۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اس لڑکی کا نسب مغویہ عورت کے خاوند اول سے ثابت ہے، وہی اس لڑکی کا ولی ہے اور مغوی نے جو نکاح اس لڑکی کا کیا ہے۔ وہ خاوند اول کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر وہ منظور کرلے تو نکاح صحیح رہے گا اور اگر وہ نامنظور کرلے تو نکاح ختم ہوجائے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا حق ولایت رضاعی والدہ کو بھی حاصل ہوسکتا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی اولاد پیدا ہونے کے بعد فوت ہوگئی۔ اس کی بیوی دوسرے ایک رشتہ دار کی بیوی کے پاس گئی اور اس نے استدعا کی کہ وہ اپنی لڑکی جس کی عمر گیارہ دن تھی مجھے دے دے اور اس نے لڑکی دے دی۔ اب وہ عورت (لڑکی لینے والے) کہتے ہیں کہ اس کو لڑکی بخش دی ہے۔ مگر لڑکی کی اصل ماں کہتی ہے کہ اس نے لڑکی نہیں بخش دی ہے۔ اس کا کوئی گواہ نہیں ہے۔ اس وقت اس لڑکی کی عمر ۱۸ سال ہے۔ اب اس کے اصل والدین لڑکی کو زبردستی اپنے گھر لے گئے ہیں۔ اصل والدین کہتے ہیں کہ اس دوران میں انھوں نے لڑکی کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ مگر فریق دوئم کہتے ہیں کہ لڑکی کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ اس کا کوئی گواہ نہیں۔ صرف دو عورتیں ہیں۔ کیا لڑکی کو اب اصل والدین لینے کے حقدار ہیں۔ کیا اصل والدین لڑکی کا خرچہ ادا کرنے کے حقدار ہیں۔

﴿ج﴾

لڑکی کے حقدار اس کے والدین ہی ہیں۔ البتہ مجازی ماں یعنی مرضعہ کو بوجہ پرورش اور خدمت کچھ معاوضہ مالی اگر وہ مطالبہ کرے تو دینا مناسب ہے۔ لیکن تولیت نکاح اور وراثت اور نسب وغیرہ معاملات میں اصلی وحقیقی والدین ہی احق ہیں اور اس خادمہ کی دلجوئی اور خوش قلبی کے لیے جو مروت ہوسکتی ہو کرنے سے دریغ نہ کیا جائے۔ هل جزاء الاحسان الا الاحسان . فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سگے چچا کے ہوتے ہوئے سوتیلے چچا کا نکاح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی بعمر ۶ ماہ کی تھی کہ اس کا نکاح اس کے سوتیلے چچا نے جس کا نام قلندر خان ہے۔ سگے چچا کی عدم موجودگی میں بلکہ سگے چچا کے روکنے پر بھی سوتیلے چچا نے اس لڑکی کا نکاح دوسرے کنویں پر جا کر نکاح پڑھ دیا ہے۔ یعنی لڑکی کی والدہ کا نکاح لڑکی کے سگے چچا کے ساتھ ہے اور لڑکی بھی اپنے سگے چچا کے گھر اپنی والدہ کے ساتھ رہتی ہے۔ سوتیلے چچا نے اپنے کنویں پر جو دوسری جگہ ہے نکاح اپنی مرضی سے پڑھ دیا ہے۔ سگا چچا اس کو قبول نہیں کرتا اور نہ اس وقت قبول کیا تھا۔ بلکہ روک رہا ہے۔ اب ولی اقرب کی موجودگی میں ولی

ابعد کا نکاح پڑھ دینا ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ایسا نکاح' نکاح شمار ہوگا یا نہیں۔ اس لڑکی کا چچا دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ لڑکی اب تک بالغ نہیں ہے۔ کیا وہ سگا چچا دوسری جگہ نکاح کرسکتا ہے یا نہیں۔ کیا ایسے نکاح کے لیے قضاء قاضی برائے فسخ ضروری ہوگی یا نہیں۔

السائل اللہ ڈیوایا برنانوالی

﴿ج﴾

سگے چچا کے ہوتے ہوئے سوتیلے چچا کو حق ولایت نکاح نہیں پہنچتا۔ اس لیے یہ نکاح صحیح نہیں۔ یہ نکاح نکاح شمار نہ ہوگا۔ والابعد محجوب بالاقرب "هداية" مع فتح ص ۱۷۵ ج ۳ سگا چچا دوسری جگہ نکاح کرا سکتا ہے۔ قضائے قاضی کی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ

اگر باپ نے نانا کو کسی قسم کی اجازت نہ دی ہو تو نکاح والد کی مرضی پر موقوف ہوگا

﴿س﴾

باپ کی موجودگی میں نانا نے ایک سال کی لڑکی کا نکاح اپنے پوترے سے رجسٹرار سے زبردستی رجسٹر نکاح لے کر کسی اور آدمی سے نکاح درج کرا دیا۔ لڑکی کا والد ناراض ہوا اور کہا کہ میری لڑکی کا نکاح نہیں ہے۔ بعد میں لڑکی جب جوان ہوئی تو لڑکی کے والد کے پاس لڑکے والے گئے تو لڑکی کے باپ نے کہا کہ میری لڑکی کا نکاح نہ ہے اور میں شادی نہیں دیتا تو لڑکی کے نانا نے لڑکی کے والد کی عدم موجودگی میں اپنے پوترے سے شادی کر دی۔ ایجاب وقبول نہ کروایا۔ چند ماہ کے بعد جب والد واپس آیا تو اپنی لڑکی کو گھر لے گیا اور آج تک وہ والد کے گھر موجود ہے۔ لڑکے والوں نے مارشل لاء میں درخواست دی تو لڑکی نے بیان کیا کہ میرا کوئی نکاح نہیں ہے اور نہ ہی میں نے ایجاب وقبول کیا ہے اور نہ یہ میرا مرد ہے۔ تو کیا شرعی قانون میں لڑکی کا نکاح ہے یا نہیں۔ لڑکی دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے یا کہ نہیں۔

﴿ج﴾

نابالغہ لڑکی کے ولی اس کے باپ کے ہوتے ہوئے نانا کو ولایت حاصل نہیں۔ پس صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال اگر باپ نے نکاح سے پہلے یا بعد نانا کو نکاح کرنے کی صراحۃً یا دلالۃً کسی قسم کی اجازت نہیں دی اور نانا نے نکاح کیا تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف تھا۔ اگر باپ نے لڑکی کی صغر سنی میں نکاح کو نامنظور کیا ہے تو نکاح فسخ

ہو چکا ہے۔اور بلوغ کے بعد اگر بالغہ لڑکی کی اجازت سے شرعی طریقہ سے گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح نہیں کیا گیا تو صغرسنی میں نانا کے کیے ہوئے نکاح کا اعتبار نہیں۔ نانا کا نکاح تب معتبر شمار ہوگا کہ اگر باپ نے اجازت دے دی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ صفر ۱۳۹۸ھ

متعدد سوالوں کے جوابات

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک شخص مسمی عطاء محمد نے اپنی بیٹی مسماۃ فرہاد بیگم کا نکاح عام مجلس میں مسجد محلّہ کے اندر اپنے سگے بھانجے گل حیات کے ساتھ مولوی محمد یوسف امام محلّہ سے پڑھوایا ہے۔لڑکی نابالغہ ہے۔ بلوغ تک نہیں پہنچی تھی۔ کیا لڑکی بالغ ہونے کے بعد فسخ نکاح کا حق رکھتی ہے۔کیا حکومت وقت اس نکاح کو اگر فسخ کرے تو فسخ عندالشرع صحیح ہوگا یا نہ۔(۲) اسباب فسخ کتنے ہیں اور یہاں پر کونسا سبب موجود ہے۔(۳) جب باپ نے نکاح کرایا ہو تو اس کے بالغ ہونے یا نہ ہونے میں کچھ فرق پڑتا ہے یا نہیں۔(۴) اس لڑکی کا نکاح اس کے ماموں یا والدہ نے اگر دوسرے کسی شخص سے بغیر رضائے والد کے پڑھوایا تو نکاح ثانی صحیح ہوگا یا نہ۔جس عالم نے جان بوجھ کر چند پیسوں کے لیے نکاح پڑھوایا ہو اس کا عندالشرع کیا حکم ہے۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر لڑکی کا باپ معروف بسوء الاختیار نہ ہو اور نکاح کرتے وقت لڑکی کے مصالح کا خیال کیا ہو۔غیر کفو میں نکاح نہ ہو تو باپ کا کیا ہوا نکاح شرعاً صحیح اور لازم ہے۔اس میں لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں۔اس صورت میں حاکم کا فسخ صحیح نہ ہوگا اور نکاح بدستور رہے گا۔ ماموں یا والدہ کا لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا۔شرعاً صحیح نہیں۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ذوالحج ۱۳۸۲ھ

چچا کو غیر عاقلہ بالغہ بھتیجی پر ولایت جبر حاصل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ مسماۃ عطاء الٰہی دختر سید حیدر حسین شاہ صاحب مرحوم جو گونگی زبان سے اور کانوں سے بہری بھی ہے۔بناء علی ذالک غیر عاقلہ اور بالغہ ہے۔اپنے نفع ونقصان کی تمیز نہیں رکھتی۔اس کا کوئی بھائی نہیں۔ چچا علی سید نور محمد شاہ موجود ہے۔اس وقت اس کو اس کی والدہ باشارہ اپنے میکے کے جو اس لڑکی کے نانکے ہیں ورغلا کر شادی کرنا چاہتی ہے۔بعض دنیاوی مفاد کی بناء پر۔ چنانچہ قبل ازیں مسماۃ صالحہ بی بی سید حیدر حسین شاہ کی ہمشیرہ کو جو بعینہ اسی لڑکی کی طرح گونگی اور بہری تھی۔ورغلا کر اسی خاندان مذکور میں اس کی شادی کی گئی تھی۔ بہت ایذاء رسانی کے بعد مطلقہ کیا گیا تھا۔ جو آج تک لوگوں کے دروں پر ٹھوکریں کھا رہی ہے۔اندریں حالات سید نور محمد شاہ چچا کو جو اس وقت ولی اقرب ہے۔کیا حق حاصل ہے کہ اس لڑکی کے جمیع مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے ایجاب وقبول لڑکی عطاء الٰہی مذکور کی جو بالغہ غیر عاقلہ ہے۔کسی مناسب جگہ پر اس کا نکاح کرسکتا ہے یا نہیں۔بینوا توجروا

سید نور محمد شاہ ساکن مظفر گڑھ چاہ حیدر والہ

﴿ج﴾

مسماۃ عطاء الٰہی کا ولی اس کا چچا ہے اور ولی کو بالغہ غیر عاقلہ پر ولایت اجبار حاصل ہے۔درمختار ص ۵۵ ج ۳ میں ہے۔والولایة تنفیذ القول علی الغیر شاء أو أبی وهی هنا نوعانٍ ولایة ندب علی المکلفة ولو بکرًا وولایة اجبار علی الصغیرة ولو ثیباً ومعتوهة و مرقوقة کما افاده بقوله وهو أی الولی شرط صحة نکاح صغیر ومجنون ورقیق الخ . عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ مجنونہ اور مجنونہ اگر چہ بالغ ہو۔اس پر ولی کو ولایت اجبار حاصل ہے۔لہٰذا صورت مسئولہ میں وہ چچا ہی اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرسکتا ہے اور اس کی والدہ کا نکاح اگر وہ نکاح کرا بھی دے۔شرعاً اس وقت تک صحیح نہ ہوگا۔جب تک لڑکی کے چچا کی اجازت حاصل نہ ہو۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نابالغہ کا نکاح اگر چچا نے کیا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابالغہ لڑکی ہے۔جس کا والد فوت ہوا۔اب اس کے بھائی حقیقی

اور چچا موجود ہیں۔ اگر اس لڑکی کا چچا بغیر اجازت ورضامندی بھائی کے نکاح کر دے۔ کیا وہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا

﴿ج﴾

نابالغہ لڑکی کی ولایت نکاح عصبہ قریبہ کو ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر بھائی عاقل بالغ موجود ہیں تو وہی نکاح صغرسنی کے مختار ہیں۔ چچا ان کی مرضی کے بغیر صغیرہ کا نکاح نہیں کرسکتا۔ اگر کرلیا ہے۔ تو صحیح نہیں۔ اگر چند بھائیوں میں سے ایک نے بھی اجازت دے دی ہو تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ دوسروں کی رضامندی کی ضرورت نہیں۔ کذا فی الکتب الفقھیہ . واللہ اعلم بالصواب

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان

نابالغ کے ایجاب قبول اور باپ کی ولایت سے متعلق ایک مفصل فتویٰ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت میں کہ زید نے خالد کی بالغہ لڑکی سے نکاح کیا۔ اس نکاح کے عوض اپنی مراہقہ لڑکی کا نکاح خالد کے صغیر لڑکے کے ساتھ طریقہ ذیل سے کیا کہ نکاح خوان نے زید سے دریافت کیا کہ اس نکاح کے عوض خالد کے صغیر لڑکے کے ساتھ تیری لڑکی کا نکاح کر دینا تجھے منظور ہے۔ زید نے کہا، ہاں، بعد میں نکاح خوان نے خالد کے صغیر لڑکے سے کلمہ شہادت پڑھایا اور اس صغیر سے کہا کہ تجھے زید کی لڑکی اپنی ہمشیرہ کے نکاح کے عوض نال شرع شریف کے منظور ہے اور اس صغیر سے قبلت کہلوایا اور صغیر کے باپ نے کوئی الفاظ قبول وغیرہ نہیں کہلوائے۔ نکاح خوان نے مسجد شریف میں چند معتبر گواہوں کے سامنے بیان دیے۔ اب لڑکی بالغہ ہے اور خالد کے صغیر لڑکے کو بالغ ہونے میں چار پانچ سال دیر ہے اور بسبب فساد زمانہ اور غلبہ جوانی کے زید کی لڑکی اتنی مدت برداشت نہیں کرسکتی۔ خصوصاً اب زید اور خالد کے درمیان آپس میں خانہ جنگی اور فساد برپا ہو گیا ہے۔ جس سے فریقین کو اندیشہ اور خطرہ جان ہے۔ جن کا اتفاق کسی صورت میں نظر نہیں آتا۔ لڑکی بیچاری کا کیا قصور ہے۔ باپ میں جو شفقت اور خیر خواہی صغیرہ مظنونہ تھی اس کا لحاظ نہیں کیا۔ بلکہ اپنی شہوت رانی کے عوض اپنی معصومہ کو قربانی کا بکرا بنا دیا اور اسے آگ میں دھکیل دیا۔ کیا اس حالت میں باپ کی ولایت شرعاً قائم رہتی ہے۔ یا سُوء الاختیار میں داخل ہے اور نابالغ کا ایجاب یا قبول شرعاً معتبر ہے یا مجور اور مردود ہے اور الفاظ بالا سے شرعاً ایجاب وقبول ہوتا ہے یا نہ اور نکاح بعوض نکاح شرعاً جائز ہے یا نہ۔ نکاح خوان کے پہلے بیانوں میں حق مہر کا نام نہ تھا۔ مگر بعد میں دریافت پر دوبارہ بیان کیا کہ

اس میں حق مہر کا نام لیا گیا تھا۔ مگر گواہان حلفیہ کہتے ہیں کہ حق مہر کا کوئی نام نہیں لیا گیا۔ بلکہ نکاح کے عوض نکاح جس کو ہمارے عرف میں وٹہ کہتے ہیں کیا گیا ہے۔ زید کی لڑکی مفلس ہے۔ برداشت خلع نہیں رکھتی۔ خصوصاً خالد کا لڑکا صغیر ہے۔ نہ محل طلاق ہے۔ اور نہ ان سے خانہ آبادی یا طلاق کی توقع ہے کہ معاملہ سخت ضدیت میں پڑ گیا ہے کہ فریقین بلوچ سخت جاہل ہیں اور بسبب غلبہ جوانی اور فساد زمانہ کے خطرہ گناہ ہے۔ ایک لحظہ بھی مصیبت سے گزرتا ہے۔ خیالات فاسدہ کی وجہ سے نہ نماز ہوتی ہے نہ روزہ۔ شریعت السہامتہ البیضاء میں اس بے قصور لڑکی کی جان رہائی کی کوئی صورت ہے یا نہ۔ مہربانی فرما کر جلد سے جلد اس کا جواب باصواب لفافہ مرسلہ میں ارسال فرما کر روانہ فرمائیں۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین . جزاک اللہ .

السائل صوفی حسین بخش ولد غلام حسن نرالی دوکاندار حاجی سوجھل سکنہ یارو ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر اس لڑکی کا زوج صغیر عاقل ہے۔ تو باوجود نابالغ ہونے کے اس کا قبول صحیح ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ فان النکاح الصبّی العاقل یتوقف نفاذہ علی اجازة ولیہ انتھی. اب دیکھنا یہ ہے کہ ولی اس لڑکی کا ولی شرعی ہے یا نہیں۔ تو جاننا چاہیے کہ ولایت باپ کی اس وقت ناقص ہوتی ہے۔ جبکہ وہ نکاح سے قبل معروف بسوء الاختیار ہو نہ یہ کہ اس نکاح کے کر دینے سے اس کے سوء الاختیار لالچی اور بے باک ہونے کا تحقق ہو۔ علامہ شامیؒ نے باب الولی کتاب النکاح ص ۶۷ ج ۳ میں لکھا ہے۔ والحاصل أن المانع هو كون الأب مشهوراً بسوء الاختيار قبل العقد فاذا لم يكن مشهوراً بذالک ثم زوّج بنته من فاسق صح وان تحقق بذلک أنه سيئ الاختيار واشتهر به عند الناس فلو زوّج بنتا أخرى من فاسق لم يصح الثاني الخ . اس کے علاوہ باپ کو معروف بسوء الاختیار تسلیم کرنے کی صورت میں بھی نکاح بالکل باطل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس صورت میں بمنزلہ ولی غیر الاب والجد شمار ہوگا اور لڑکی کو بعد از بلوغ حق فسخ حاصل ہوگا۔ گویا معروف بسوء الاختیار باپ ایسا ولی ہوگا جس کے نکاح کو عورت خیار بلوغ سے فسخ کرسکتی ہے۔ نہ یہ کہ معروف بسؤ الاختیار باپ کا سرے سے نکاح ہی صحیح نہیں۔ شامی صفحہ مذکورہ میں ہے۔ ثم اعلم أن ما مر من النوازل من أن النكاح باطل معناه أنه سيبطل كما فى الذخيرة لأن المسئلة مفروضة فيما اذالم ترض البنت بعدما كبرت كما صرح به فى الخانية والذخيرة وغيرهما الخ اور صورت مسئولہ میں لڑکی نے اس نکاح کو جو اس کے سیئ الاختیار باپ نے منعقد کیا تھا۔ بلوغ کے وقت فسخ نہ کیا۔ خیار بلوغ کے فسخ میں قضاء قاضی شرط ہے اور عورت نے کسی مسلمان حاکم سے اپنا نکاح بلوغ کے وقت فسخ نہیں کرایا۔ اس لیے سیئ الاختیار تسلیم کرتے ہوئے بھی اب تو بہر حال

نکاح لازم ہوگیا ہے۔ اب تو لامحالہ خاوند کے بالغ ہونے تک انتظار کرنا ہوگا۔ اس کے بعد وہ اسے رکھے یا طلاق دے۔ اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ اس کا باپ بھی اس کی طرف سے طلاق کرنے کا مجاز نہیں ہے اور یہ شبہ بھی صحیح نہیں کہ یہ نکاح معاوضہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نکاح معاوضہ (شغار) میں نکاح صحیح ہوتا ہے اور مہر مثل واجب کر دیا جاتا ہے۔ بہرحال خود کردہ را چہ علاج۔ اپنی غلطی کو شریعت کے سر تھوپنا عقلمندی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

جب ولی سے اجازت لیے بغیر نکاح ہوا ہے تو ولی دوسری جگہ نکاح کرواسکتا ہے

﴿س﴾

مسمی غلام رسول نے اپنی بیوی حاملہ کو طلاق دی اور طلاق کے وقت یہ کہا ہے اس حمل کو میں اس کی والدہ کو ھبہ کرتا ہوں اور ھبہ کر دیا اور کہا کہ میرا کوئی واسطہ نہیں۔ اس کی والدہ کا مال ہے۔ مطلقہ غلام رسول نے مسمی خوشی محمد سے نکاح کرلیا اور مطلقہ سے لڑکی پیدا ہوگئی۔ جو غلام رسول کی تھی۔ جب وہ لڑکی چار پانچ سال کی ہوئی۔ تو مسمی خوشی محمد نے چار سو پر فروخت کر دی اور نکاح کر دیا۔ مگر ابھی تک لڑکی اپنی والدہ کے پاس ہے۔ نکاح بھی والدہ کی خوشی سے ہوا۔ اب قابل دریافت یہ ہے کہ کیا آزاد عورت کا محل ھبہ ہوسکتا ہے۔ کیا بعد ھبہ والدہ کو اس نابالغہ لڑکی کا نکاح بغیر اجازت والد کے کر دے۔ کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہ۔ اب والد اس لڑکی کو اپنے قبضہ میں کر کے دوسری جگہ نکاح کر دینا چاہتا ہے۔ کیا والد کو شرعاً حق حاصل ہے؟

﴿ج﴾

لڑکی نابالغہ کا ولی شرعاً اس کا والد ہے۔ ولایت نکاح ھبہ نہیں ہوسکتا۔ اگر اس غیر ولی کے کیے ہوئے نکاح کی اجازت ولی نے کسی وقت نہیں دی ہے۔ تو وہ اس کا دوسری جگہ نکاح کرا سکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

باپ کی اجازت کے بغیر دیگر رشتہ داروں کا لڑکی کا نکاح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔ امید ہے شرع محمدی کے مطابق فتویٰ سے آگاہ فرمایا جائے گا جناب

عالی۔ گزارش ہے۔ (۱) وطن سابق ہندوستان میں جس کو عرصہ بیس سال کے قریب ہوگیا ہے۔ دختر جمال الدین قوم گجر کی بعمر دو سال یعنی کہ شیر خوار کو برادری میں اپنے ذاتی پرانے تکرار و فسادات کی وجہ کو مدنظر رکھ کر معصوم مسماۃ جیمبا کو اپنے ماں باپ سے جدا کر کے یعنی کہ زبردستی کسی دوسرے مکان میں مسماۃ مذکورہ کے والدین کو دھوکہ دے کر یہ افواہ اڑا دی کہ چوڑا ولد رمضان کے ہمراہ نکاح ہوگیا ہے اور دختر جمال الدین کی مسمی مذکور کے ہمراہ روانہ کر دی۔ والدین کی نہ تو اس وقت رضامندی اور نیت سے لڑکی روانہ ہوئی ہے اور نہ ہی اب وہاں لڑکی کو روانہ کرنے کی نیت و خواہش ہے۔ اس میں برادری کے فیصلے پنچائیت وغیرہ کے ہونے کے باوجود عرصہ دو سال کے بعد چوڑا مذکور دختر جمال الدین کو گھر پر چھوڑ گیا اور خود چلا گیا۔ عرصہ آٹھ دس سال سے جس کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ واللہ اعلم دنیا پر زندہ ہے یا نہیں ہے۔ اب لڑکی کی عمر ۲۰، ۲۱ سال ہے۔ اس کو گھر میں نہیں بٹھا سکتے۔ بلکہ ہم نے عدالتی کارروائی ہر طرح سے کر لی ہے۔ جو فیصلہ عدالتی لف ہذا ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ شرعی کے طور پر مسمات اپنا دوسرا نکاح کرنے کی اجازت حاصل کرتی ہے۔ علماء دین کی طرف سے فتویٰ عطاء فرمایا جائے۔

سرپرست ولی محمد ولد عبداللہ قوم گجر سکنہ درکھانہ اسٹیشن ریلوے چک نمبر ۹ تحصیل کبیر والہ ضلع ملتان

﴿ج﴾

مقامی طور پر تحقیق کر لی جائے۔ اگر واقعہ اسی طرح ثابت ہو جائے۔ جیسے کہ سوال میں درج ہے۔ تب اس پر عمل کیا جائے۔ ورنہ نہیں۔ اگر واقعی ثابت ہو جائے کہ نابالغہ چھوٹی لڑکی کا نکاح اس کے والد کی اجازت کے بغیر برادری کے سابقہ فساد کو رفع کرنے کی غرض سے کر دیا ہے اور نکاح کے بعد بھی لڑکی کے والد نے اجازت نہیں دی۔ بلکہ انکار کرتا رہا۔ تو یہ نکاح صحیح نہیں ہے۔ لڑکی جہاں چاہے۔ نکاح کر سکتی ہے اور اگر لڑکی کے والد نے اجازت دے دی یا نکاح کے بعد انکار نہیں کیا۔ بلکہ اجازت دے دی تو نکاح صحیح ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ

نابالغ کا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ نکاح نابالغ لڑکی کا یا لڑکے کا شرعاً درست ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

نابالغ چونکہ خود مختار نہیں۔لہٰذا ان کا نکاح موقوف باجازۃ ولی یا رد از ولی تک موقوف ہے۔رد نکاح از ولی زمانہ عدم بلوغ تک محدود ہے۔بعد از بلوغ خود مختار ہیں۔ولی کی اجازت یا عدم اجازت کی پھر ضرورت نہیں۔اگر صورت مسئولہ میں نکاح خود صغائر ممیزین سے صادر ہوا ہو یا کسی اور فضولی نے کیا ہو اور ان سے نابالغ ہونے کے زمانے میں ولی نے رد نکاح کر ائیہ سے کیا ہو تو نکاح چونکہ درست نہیں۔ناکح کے طلاق دینے کے بغیر ولی اس صغیرہ کو دوسری جگہ میں دے سکتا ہے۔اگر اب بالغ ہو گئے ہوں تو وہ اپنے نفس کے خود مختار ہیں۔ھذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

المجیب فقیر عبدالقادر از چک آر ۱۱/۸ تحصیل خانیوال ضلع ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ذوالحج ۱۳۸۹ھ

نابالغہ کا نکاح اگر ولی کی اجازت کے بغیر پڑھایا گیا ہو اور بلوغ کے بعد لڑکی انکار کرے؟

﴿س﴾

بعد سلام مسنون گزارش ہے کہ نابالغ لڑکی کا نکاح بغیر ولی شرعی پڑھا جائے اور لڑکی بالغ ہو کر اس نکاح سے انکار کرے تو کیا ضرورت طلاق ہوگی یا کہ اس کا انکار کافی ہوگا۔جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

نابالغ لڑکی کا نکاح جب باپ کی اجازت کے بغیر کسی اور نے کر لیا ہے۔تو یہ نکاح ولی اقرب (باپ) کی اجازت پر موقوف تھا۔اگر لڑکی کے بلوغ سے قبل لڑکی کے نکاح ہو جانے کے بعد باپ نے اس نکاح کی اجازت نہیں دی۔بلکہ اس نکاح کو نامنظور کر لیا ہے۔پھر تو یہ نکاح فسخ ہو چکا ہے اور اگر باپ نے اجازت دی ہے تو پھر نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدرالمختار ص۸۱ ج۳) کسی ثالث معتمد علیہ کے سامنے تحقیق کی جائے۔اگر سائل کا بیان درست ہو تو فتویٰ پر عمل جائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۹ھ

جب لڑکی کے باپ نے اجازت نہیں دی تو نکاح فسخ ہو گیا

﴿س﴾

زید نے اپنی حقیقی پوتی نابالغ کا دوسرے گھر میں جا کر نکاح کر دیا۔حالانکہ اس لڑکی کا حقیقی باپ زندہ ہے۔نکاح ہونے سے پہلے بھی وہ باپ سخت ناراض تھا۔جب کہ دادا نے بغیر اجازت کے اور رضاء طلبی کے نکاح کیا۔تو باپ بیچارہ بہت رویا اور پیٹا اور کہتا رہا کہ اتنا ظلم اتنا ظلم کوئی نکاح نہیں۔بلکہ نکاح خوان مولوی سے بھی جا کر جھگڑا کیا کہ تو نے کیوں نکاح پڑھایا ہے۔جب کہ میں راضی نہ تھا۔تو نے کیوں نکاح پڑھایا۔جواب لکھ دیں کہ اب نکاح شرعاً منعقد ہوتا ہے یا کالعدم ہے۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف تھا۔اگر باپ نے نکاح کو نامنظور کیا ہے۔تو نکاح فسخ ہو گیا ہے۔بہرحال صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال نکاح فسخ ہے اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح جائز ہے۔فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی اجازتہ (الدر المختار ص ۸۱ ج ۳)

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ ذوالقعد ۱۳۸۹ھ

باپ ناراض ہو اور دادا نکاح کرا دے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ باپ کی موجودگی میں دادا لڑکی کا نکاح کرا سکتا ہے۔جبکہ باپ کی اجازت نہ ہو اور باپ ناراض ہو اور اگر اس طرح نکاح کیا جائے تو کیا باپ کی موجودگی اور عدم رضامندی میں نکاح ہو جائے گا یا نہ۔بینوا توجروا۔نیز نکاح ہو جانے کے بعد والد نے اس نکاح کو نامنظور کیا تھا۔

﴿ج﴾

مذکورہ بالا صورۃ میں سائل کے سوال کے مطابق جبکہ باپ سفر پر نہ ہو اور باپ کی اجازت نہ ہو۔رضامندی نہ ہو تو دادا شرعاً نکاح کرنے کا مجاز نہیں ہے۔کیونکہ ولی اقرب باپ ہے۔لہٰذا صغیرہ کا نکاح صرف باپ ہی پڑھا سکتا ہے۔کسی اور نے اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر اگر نکاح پڑھایا تو نکاح نہیں ہوگا۔واللہ اعلم بالصواب

احقر محمد مسعود غفرلہ مدرس مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم کوٹ ادو

ولی اقرب (باپ) کی موجودگی میں ولی ابعد (دادا) کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب (باپ) کی اجازت پر موقوف تھا۔ اگر باپ نے لڑکی کے بلوغ سے قبل اس نکاح کو نامنظور کیا ہے۔ جیسا کہ سائل کے سوال سے معلوم ہوتا ہے تو یہ نکاح فسخ ہوگیا ہے اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ شوال ۱۳۸۹ھ

نابالغہ کا نکاح اگر والدہ نے کرایا ہو تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی جس کی عمر اڑھائی سال تھی اور اس کے والد نے وعدہ کیا تھا کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح کردوں گا اور جب ہم نکاح کرنے کے لیے ان کے گھر گئے تو لڑکی کا والد موجود نہ تھا اور اس لڑکی کی والدہ نے نکاح کی قبولیت کردی اور اب لڑکی کا والد اپنے وعدہ سے منحرف ہوگیا اور اب والدہ کا کیا ہوا نکاح باقی رہ سکتا ہے یا کہ نہیں۔ جواب فرمائیں۔

﴿ج﴾

کسی ثالث کے سامنے تحقیق کی جائے۔ اگر نابالغہ کا نکاح والدہ نے کیا ہے اور والد نے اجازت نہیں دی ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوا ہے۔ بلکہ یہ نکاح والد کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر والد نے اجازت دے دی ہے تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور اگر والد نے رد کردیا تو نکاح ختم ہوجائے گا۔ **فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته** (الدر المختار ص ۸۱ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ رجب ۱۳۸۹ھ

والد کا نابالغہ کا نکاح دوسری جگہ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمٰی حاجی احمد ولد فتح شیر قوم اعوان سکنہ جبی کی دختر مسماۃ غلام فاطمہ نابالغہ عمر تقریباً ایک ماہ کا نکاح مسمٰی میاں محمد ولد نواب کی ہمشیر کا خاوند ہے۔ بصورت دھوکہ نکاح کردیا۔ مسماۃ مذکورہ کے والد نے کوئی اجازت وغیرہ اپنی دختر نابالغہ کے نکاح کی نہ دی۔ بعد نکاح اسی بناء پر مذکور حاجی احمد بالکل قطعاً

انکاری رہا۔ مسماۃ مذکورہ کا بالغ ہونے کے بعد دوسری جگہ نکاح کردینا چاہتا ہے۔ کیا شرع محمدی میں نابالغہ کا نکاح بغیر ولی کی اجازت کے جائز ہے۔ کیا نکاح ثانی مذکورہ کرسکتی ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ باپ کی موجودگی میں کسی اور کا کیا ہوا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر باپ نے نکاح سے قبل یا بعد اجازت نہیں دی ہو۔ بلکہ قطعاً انکاری رہا ہو۔ تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا اور دوسری جگہ نکاح جائز ہے۔ بشرط صحت سوال۔ **فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته الخ** (الدر المختار ص ۸۱ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ صفر ۱۳۹۰ھ

درج ذیل صورت میں دوسری جگہ نکاح درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی جس کی عمر ۹ ماہ تھی۔ اس کے والد نے اس کا نکاح ۱۳ سال کے لڑکے کے ساتھ کردیا۔ یعنی شربت پلایا۔ اب اس لڑکے کی عمر ۳ سال ہے۔ لڑکی کی عمر ۱۸ سال میں داخل ہوچکی ہے۔ لڑکا اب اپنی بیوی کو نہیں لے جاتا۔ شریعت کا فیصلہ کیا ہے کہ جب بیوی کو نہیں لے جاتا اور طلاق بھی نہیں دیتا۔ اب کس طرح کیا جائے۔

﴿ج﴾

سائلہ کی زبانی معلوم ہوا کہ لڑکی کا شرعی طریقہ سے ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح نہیں ہوا۔ بلکہ مولوی صاحب نے صرف پانی لڑکی کو پلایا۔ بس برتقدیر صحت بیان سائل وسوال صرف پانی پلانے سے نکاح منعقد نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا دوسری جگہ نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

والد کا بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ مسمی زید نے ایک عورت اغواء کرلی۔ مغویہ کے ورثاء کے خطرے سے ۱۴ میل دور اقامت پذیر ہوگیا۔ مغویہ کے ورثاء نے بدلہ لینے کی خاطر مسمٰی زید کے ڈیرہ پر حملہ کردیا۔ بمع اسلحہ بارہ بجے رات محاصرہ کرلیا۔ دو مکانوں کے تالے بھی توڑے۔ تاکہ زید کی کوئی رشتہ دار عورت لے جائیں یا زید کو قتل کردیں۔ صبح کو جب گرد و نواح کے لوگ اکٹھے ہوئے۔ واقعہ دریافت کیا گیا۔ انھوں نے حملہ آوروں کو تسلی دی کہ محاصرہ شدہ جگہ سے زید بمع اہل و عیال باہر ہے تو حملہ آور زید کے بھائی کی بیوی بیٹی اٹھانے پر اڑ گئے۔ تب فیصلہ کرنے والوں نے کہا کہ ہم تمھیں اغواء کا بدلہ دیتے ہیں۔ تم محاصرہ چھوڑ دو۔ حملہ آوروں نے مطالبہ کیا کہ ہمیں مغویہ کی ضرورت نہیں۔ زید کی تین لڑکیاں ہمیں نکاح کردی جائیں۔ بنابریں تصفیہ کنندگان نے زید کو ڈھونڈا اور سمجھایا کہ اگر زید نے ایسا نہ کیا تو تیرے بھائی کو قتل کر جائیں گے۔ تو اپنی لڑکیان ساتھ لے کر گھر واپس ہو۔ جو اس کی پہلی بیوی سے تھیں اور نکاح کر دے۔ چنانچہ زید نے اسی ارادہ سے گھر جانے کا ارادہ کیا اور لڑکیوں کو ساتھ جانے کے لیے کہا تو بڑی لڑکی مسماۃ ہذا جس کی عمر سترہ سال تھی جوان تھی۔ اس نے انکار کردیا کہ میں اس بدلہ میں نکاح نہیں کرانا چاہتی۔ فیصلہ کنندگان نے بھی لڑکی کو مجبور کیا۔ لڑکی کے ماموں نے بھی اسے دھمکایا۔ مگر اس نے انکار کردیا۔ بعد ازاں والد نے جا کر اپنی تینوں لڑکیوں کا نکاح اغواء کے بدلہ میں کردیا۔ مسماۃ کا نکاح بھی مسمی عمر کے ساتھ کردیا۔ جب لڑکی ہذا کو نکاح ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے انکار نکاح کیا۔ شور برپا کیا کہ میں کنویں میں چھلانگ لگا دوں گی۔ کیا لڑکی ہذا کا نکاح عمر کے ساتھ جو اس کے والد نے کردیا ہے۔ جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ عورت اپنے نکاح میں خودمختار ہے۔ کوئی شخص بھی اسے نکاح پر مجبور نہیں کرسکتا اور اس کی اجازت کے سوا اس کی طرف سے کسی نے نکاح قبول کرلیا تو نکاح درست نہیں۔ پس صورت مسئولہ میں اگر لڑکی نے نکاح سے قبل یا بعد باپ کو نکاح کی اجازت نہیں دی بلکہ نکاح سے انکار کرتی رہی۔ جیسا کہ سوال میں درج ہے۔ تو اس کی رضا کے سوا اس کے والد کے نکاح کا کوئی اعتبار نہیں اور یہ نکاح قطعاً صحیح نہیں۔ بشرط صحت سوال دوسری جگہ لڑکی کا نکاح جائز ہے۔
قال فی الشرح التنویر ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ. الدر المختار علی ھامش تنویر الابصار ص ۵۸ ج ۳ وایضاً فیه وولایة اجبار علی الصغیرة ولو ثیبا معتوهة

ومرقوقة کما افاء ده بقوله (وهو) أی اوللی شرط نکاح صغیر و مجنون ورقیق لا مکلفة. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ جمادی الاخری ۱۳۹۲ھ

بھائی کی موجودگی میں والدہ کو ولایت حاصل نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسمی سلطان ولد شہامد دعویٰ کرتا ہے کہ میرا اسماۃ تسلیم بی بی دختر امام بخش سے عرصہ سات آٹھ سال ہونے کو ہیں جب کہ وہ نابالغہ تھی یتیمہ تھی اس کا اس کی والدہ مسماۃ آعلاں نے اس کا نکاح میرے ساتھ کردیا تھا۔ وہ اپنے نکاح کے گواہ کالو ولد احمد جو سلطان کا مادری بھائی ہے اور نامدار ولد شہامد جو اس کا حقیقی بھائی ہے۔ نکاح خواں اپنا امیر شاہ کو بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مسماۃ تسلیم مذکورہ کا بھائی منظور حسین بھی نکاح کے وقت موجود تھا اور نکاح کا وقت رات بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مذکورہ بالا افراد کے سوا اور کوئی آدمی نکاح میں موجود نہ تھا۔ اب مسماۃ تسلیم کی والدہ مسماۃ آعلاں اس نکاح کا انکار کرتی ہے کہ میں نے سلطان ولد شہامد کو اپنی بیٹی تسلیم بی بی کا نکاح نہیں کیا تھا اور نہ کسی کو اس کے نکاح کی اجازت دی تھی۔

گواہ نمبر ا کالو ولد احمد بھی کہتا ہے کہ ہم نے امیر شاہ نکاح خواں کو مسماۃ اعلاں کی طرف سے اجازت نکاح کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی اور نہ ہی کوئی نکاح ہوا تھا۔ بلکہ نکاح کے لیے ابھی ہم گئے ہی تھے کہ مسماۃ اعلاں کا بھائی محمد حیات ظاہر ہوا جو سلطان و نامدار پسران شہامد مذکوران کا مخالف تھا۔ اس کو دیکھ کر ہم سب بغیر نکاح کیے واپس گھر چلے گئے تھے۔

یہ بات نکاح خواں امیر شاہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ مجھے خود مسماۃ اعلاں نے کوئی اجازت نہ دی تھی۔ بلکہ کالو ولد احمد مذکور و نامدار ولد شہامد نے مسماۃ اعلاں کی طرف سے اجازت کی اطلاع مجھے دی تھی۔ جبکہ کالو امیر شاہ کے منہ پر اس کی تکذیب و تردید کرتا ہے۔ اسی طرح منظور حسین برادر مسماۃ تسلیم بھی کہتا ہے کہ میں اس موقعہ پر کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ گھر آیا تو یہ لوگ گھر پہلے آئے ہوئے تھے۔ ابھی میں بیٹھا ہی تھا کہ میرا ماموں محمد حیات آگیا۔ تو یہ لوگ اس کو دیکھ کر واپس چلے گئے تھے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ لوگ میری ہمشیرہ تسلیم بی بی کا نکاح ہمراہ سلطان مذکور کرنے آئے تھے۔ مگر میرے ماموں کو دیکھ کر بغیر نکاح کیے واپس چلے گئے ہیں۔ بہرحال سوائے ایک نامدار جو سلطان کا حقیقی بھائی ہے۔ باقی تمام افراد مذکورہ بالا جو نکاح میں موجود بیان ہوئے ہیں وہ اس نکاح کو ثابت کرنے میں ناکام معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے بیانات حلفیہ مفصل لف استفتاء ہیں۔ ملاحظہ فرما کر بحوالہ کتب معتبرہ فتویٰ دے دیں کہ ان بیانات کے مطابق

سلطان ولد شہامد کا نکاح ہمراہ تسلیم بی بی مذکورہ صحیح و جائز ہے یا ناجائز و باطل؟ آخر میں استدعا حسب ذیل ہے۔

(۱) کیا اصل وارث بھائی کی موجودگی میں ماں کو نابالغہ لڑکی کے نکاح کا حق بھی حاصل ہے یا نہ۔ جبکہ بھائی نے ماں کو یہ حق تفویض نہ کیا ہو۔

(۲) کیا ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں شرط ہیں یا ایجاب ایک مجلس میں ہو اور قبول دوسری مجلس میں اس طرح بھی نکاح ہو جاتا ہے۔

(۳) کیا صرف اجازت نکاح دینے سے ایجاب ہو جاتا ہے یا باقاعدہ قبول کے وقت ایجاب بھی ضروری ہوتا ہے۔ اگر اس صورت میں صرف اجازت پر اکتفا کر کے ایجاب نہ کرایا جائے تو نکاح ہو جائے گا یا نہ۔

(۴) کیا نکاح کا خطبہ نکاح سے پہلے ہوتا ہے یا بعد میں۔ اگر ایجاب کرنے والا ایک مجلس میں ہو اور قبول کرنے والا دوسری مجلس میں تو کیا اس صورت میں نکاح جائز ہوگا یا نہ۔

(نوٹ) سلطان ولد شہامد نے ایک اقرار نامہ ظاہر کیا۔ جو اصل لف باستفتاء ہے۔ اس پر جن آدمیوں کے دستخط ہیں۔ ان میں امیر شاہ اور کالو ان دستخطوں سے انکاری ہیں اور اس بارے میں ان کی تفصیل ان کے بیانات میں لکھی ہوئی ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی حق نواز ولد علی قوم دھنوایا سکنہ پتی غوث پر تھیم تحصیل کبیر والہ ضلع ملتان

ج

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ بھائی کی موجودگی میں والدہ کو ولایت نکاح حاصل نہیں۔ ولی کے مجلس عقد میں موجود ہونے سے اذن ثابت نہیں ہوتا۔ (کذا فی الشامی ص ۵۶ ج ۳)

لف بیانات میں مسماۃ آعلاں والدہ تسلیم بی بی، مسمی منظور حسین ولد امام بخش برادر مسماۃ تسلیم اور کالو تینوں اس نکاح کے ایجاب وقبول سے انکاری ہیں۔ محمد امیر شاہ نکاح خوان مسماۃ آعلاں کی اجازت کے ساتھ نکاح پڑھانے کا اقرار کرتا ہے۔ لیکن مسمی منظور حسین ولد امام بخش کے انکار کی بناء پر یہ نکاح نافذ نہیں ہوا۔ پس یہ نکاح شرعاً غیر معتبر ہے۔ الحاصل بشرط صحت بیانات مسماۃ تسلیم کا نکاح مسمی سلطان کے ساتھ شرعاً ثابت نہیں۔ لہٰذا مسماۃ تسلیم کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

لڑکی کی والدہ سے والد کا چچازاد بھائی نکاح کا زیادہ حق دار ہے

س

یعقوب فوت ہوگیا، ایک لڑکی اور والدہ اور زوجہ اور ایک چچازاد بھائی بھی چھوڑ گیا۔ نیز جنتاں اور زینو یہ دونوں دوسری جگہ نکاح کر چکی ہیں۔ یعقوب کی لڑکی سداں جو کہ نابالغہ ہے اس کا نکاح یہ دونوں کر سکتی ہیں۔ جبکہ یعقوب چچازاد بھائی حیدر موجود ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر۔

واحد بخش کوٹ ادو مظفر گڑھ

ج

لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے والد کا چچازاد کر سکتا ہے۔ اس کی والدہ اور بہن وغیرہ کو اختیار نکاح نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر لڑکی کا ماموں نکاح کرادے اور دوسرے ولی انکار کریں تو کیا حکم ہے؟

س

کیا فرماتے ہیں۔ ایک نابالغہ لڑکی نعمت بی بی جس کا نکاح مسمی حسن محمد سے لڑکی کے ماموں جمال الدین نے عمر تقریباً دس گیارہ سال کر دیا تھا۔ نکاح کے چند روز بعد مسمی حسن محمد مفقود الخبر ہوگیا۔ جس کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی۔ عرصہ آٹھ سال سے اس کا کوئی پتہ نہیں۔ تلاش کی بہت کوشش کی گئی۔ مگر ناکامی ہوئی۔ براہ کرم اس لڑکی کے مستقبل کے لیے حکم شرعی سے آگاہ فرمائیں۔ فسادات پنجاب کے دوران میں لڑکی مذکور کا والد شہید ہوگیا تھا اور والدہ بھی بچھڑ گئی تھی۔ جو دو سال بعد مل گئی تھی۔ اس وقت لڑکی اپنی والدہ کے پاس ہے اور اس کی عمر اب تقریباً اٹھارہ انیس سال ہے۔

سائل عبدالواحد بیگ دہلی گیٹ

ج

لڑکی کا نکاح اگر اس کے ماموں نے لڑکی کے والد یا دوسرے کسی ولی کی اجازت لیے بغیر کر دیا ہے۔ تو یہ نکاح غیر نافذ ہے اور لڑکی اگر بعد از بلوغ کہہ دے کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں ہے یا لڑکی کا کوئی دوسرا ولی اس کی نابالغی کے زمانہ میں اس نکاح کو رد کرے۔ تو نکاح نہیں رہتا اور لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہو سکتا ہے اور اگر ماموں نے یہ نکاح اولیاء کی اجازت سے پڑھایا ہے۔ یا لڑکی نے بعد بلوغ کے اس کو قبول کر لیا ہے۔ تو اب کسی مسلمان جج سے حسب قواعد شرع جس میں تفصیل ہے۔ رجوع کیا جائے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ شوال ۱۳۷۵ھ

بالغہ لڑکی نکاح میں خود مختار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ بندہ کی ہمشیر کا گھر والا پاگل ہو گیا ہے۔ ان کی دو بیٹیاں یہاں ہیں۔ جب وہ پاگل ہو گیا تھا۔ تو اس کو کبھی ہوش بھی آتا تھا۔ تو اس نے اپنے بھائی کو ایک رقعہ لکھ دیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ میرے مال بچے اور گھر والی کا مالک میرا حقیقی سالہ (عظیم شاہ) ہے۔ اس کو اختیار ہے کہ میرے بال بچے اپنے پاس رکھے اور جیسے کرے کر سکتا ہے۔ وہ رقعہ اس کے بھائی نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ مجھے دکھا کر پھر واپس لے لیا اور میری ایک ہمشیر اور تین بھانجیاں ہیں۔ میری ایک بھانجی کی شادی اس کے دادا نے اپنے ہاتھ سے کی تھی اور میری بھانجی کے دو چچا بھی ہیں۔ مگر میری بھانجی کے دادا نے کہا کہ میری دونوں پوتریوں کا مالک عظیم شاہ ہے۔ جہاں کام کرے کر سکتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد لڑکیوں کا دادا فوت ہو گیا۔ میں اپنی ہمشیر اور بھانجیوں کو اپنے گھر لے آیا۔ بعد میں میری بھانجی کی شادی اپنے دادا نے کی تھی۔ باقی دو بھانجیاں اور ایک ہمشیر رہ گئی۔ اب ان کو تین سال گزر چکے ہیں کہ نہ تو لڑکیوں کا والد مالک بنا نہ خرچ وغیرہ دیا اور نہ دو چچوں میں کوئی مالک بنا نہ پتہ کیا۔ اب تین سال گزر گئے۔ اب ایک لڑکی جوان ہے۔ لڑکی کے چچوں کو اطلاع دی ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ لڑکیاں مجھے دے دو۔ مگر لڑکیاں اپنے چچا اور والد کے گھر جانے سے انکاری ہیں اور کہتی ہیں کہ تین سال اگر میرے چچے اور والدہ پتہ کرنے نہیں آئے تو ہمارا کوئی نہیں سوائے ماموں کے اور کہتی ہیں کہ ہمارا مالک ماموں ہے۔ اب میں اس کی شادی کرنے کی کوشش میں ہوں۔ مگر شرع اجازت دے۔ تین سال سے اس لڑکی کے چچوں نے مجھے کوئی خرچ نہیں دیا اور نہ باپ نے ان لڑکیوں کو یاد کیا اور کہتا ہے کہ میرے بال بچے بھی نہیں اور لڑکی جوان ہے۔ کیا عند الشریعت جوان لڑکی کا بٹھانا جائز ہے؟

عظیم شاہ سائل

﴿ج﴾

بالغ ہو جانے کے بعد لڑکی اپنے نکاح میں خود مختار ہے نہ چچا اس کا ولی ہے اور نہ کوئی دوسرا۔ لہٰذا اس کی مرضی سے ہی اس کا نکاح ہو سکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ نکاح کفو میں ہو۔ ورنہ چچا کی مرضی کے بغیر صحیح نہیں ہوتا اور مہر بھی اس کا اپنے خاندان کی عورتوں سے کم نہ ہو۔ ورنہ پھر اس کے چچا کو فسخ کرنے کا حق ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ ذوالحجہ ۱۳۷۵ھ

باپ اور ماموں کے کرائے گئے نکاحوں میں سے کونسا صحیح ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کی ایک ماہ پہلے شادی ہوئی۔ پھر اس نے دوسری شادی کی۔ پہلی عورت اپنے میکے چلی گئی۔ ایک سال ڈیڑھ سال کی لڑکی ساتھ لے گئی۔ تیرہ سال گزر گئے۔ وہ نامانی۔ زید نے اپنی لڑکی جو اس کی پہلی عورت کے پاس تھی۔ اس کا نکاح کر دیا۔ عرض یہ ہے کہ لڑکی کو آج تک ماہواری بالکل نہیں ہوئی اور اس کی عمر تیرہ سال ہے اور لڑکی کا ماموں کہتا ہے کہ لڑکی کی عمر چودہ سال ہے۔ اس لیے فرمائیں کہ پہلا نکاح صحیح ہے یا دوسرا اور جب لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کیا گیا تو اول نکاح کی اس نے کوئی بات نہیں کی اور خاموش رہی اور اس کے ماموں کا بیان ہے کہ لڑکی انکاری ہے۔ لیکن اس نے کوئی انکار نہیں کیا اور نہ اقرار کیا۔

﴿ج﴾

باپ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے۔ وہ اس کا شرعاً ولی ہے اور ماموں کا نکاح غیر صحیح ہے۔ وہ اس کا ولی نہیں ہے اور لڑکی بھی نابالغہ ہے اور پہلے ایک نکاح صحیح بھی ہو چکا ہے۔ تو دوسرے نکاح کی صحت وعدم صحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ محض لغو ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر اور کوئی رشتہ دار نہ ہو تو والد کا چچازاد بھائی ولی ہو سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین بالا مذکورہ صورت میں کہ مسماۃ بچو مائی نابالغہ تقریباً دو تین سال کی عمر ہے۔ مسماۃ مذکورہ کا والد مسمی اللہ ڈتہ اور دادا مٹھو مذکور دونوں فوت شدہ ہیں۔ اللہ وسایا مسماۃ مذکورہ کا بھائی نابالغ عمر تقریباً ۱۲ سال کا موجود ہے۔ لیکن مسماۃ مذکورہ کا دادا مسمٰی مٹھو کے چچازاد بھائی یعنی سوتر مسمٰی خدا بخش بالا مذکور نے اپنے مسمٰی بلو کے لڑکے مسمی نوید سے مسماۃ مذکورہ بچو مائی کا نکاح کر دیا ہے۔ کیا مسماۃ مذکورہ کے بھائی نابالغ کے ہوتے ہوئے۔ حق ولایت نکاح کر دینے کا مسمٰی خدا بخش مذکور کو ہے یا نہ اور نکاح مسمی زبیر کا مسماۃ بچو مائی کے ہمراہ شرعاً جائز ہے یا نہ۔

بینوا توجروا

﴿ج﴾

جب خدا بخش کے قریب کوئی عصبہ مسماۃ بجو مائی کا نہیں ہے۔ تو وہی اس کے نکاح کا ولی ہے۔ بشرطیکہ مہر مثل سے کم مہر مقرر نہ کیا جائے۔ یعنی اس کی بہن یا خاندان کے قریبی عورتوں کے مہر مقرر کردہ سے اس کا مہر کم نہ ہو۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غیر ولی کے کرائے ہوئے نکاح کو اگر لڑکی کا باپ رد کردے تو وہ نکاح نہیں ہوتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فدوی کی دختر مسماۃ کنیزہ جس کی عمر اب سترہ سال کی ہے اور جس کی پیدائش پاکستان میں ہوئی ہے۔ جبکہ فدوی کی دختر کی عمر تقریباً چھ سال کی ہوگی۔ میری اور میری بیوی کی غیر حاضری میں مسمی عبدالغفور عزیز نے میری دختر مسماۃ اکبری کا عقد مسمی بشیر ولد نظام الدین سکنہ ڈیرہ غازی خان سے کر دیا تھا جو کہ ناجائز تھا۔ اس کے بعد فدوی نے اپنی دختر کا عقد ہمراہ چشم ولد کھتی قوم راجپوت سکنہ شاہ عالم تحصیل بھکر ضلع میانوالی سے کر دیا۔ اس کے بعد مسمی بشیر نے میرے برخلاف ڈیرہ غازی خان میں مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ جس میں تاریخ مقررہ پر ڈیرہ غازی خان پہنچا تو ملزمان مسمی بشیر، عزیز، عبدالغفور اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی تھے لڑکی کو زبردستی اغوا کر کے لے گئے۔ اب فدوی فتویٰ شرعی حاصل کرنا چاہتا ہے کہ ہر دو نکاح میں کونسا شرعی اور جائز ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لڑکی کی نابالغی میں ولی وسرپرست اس کا باپ ہوتا ہے اور ولی خود اس کا نکاح کرا سکتا ہے یا اس کی اجازت سے ہو سکتا ہے۔ چچا یا کوئی دوسرا شخص لڑکی کی نابالغی میں اس کے والد کی موجودگی میں اس کا نکاح نہیں کرا سکتا اور اگر کر دے تو وہ لڑکی کے والد کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ پتہ چل جانے کے بعد اگر نکاح کو منظور کرے تو نکاح ہو جاتا ہے اور اگر رد کرے تو رد ہو جاتا ہے۔ صورت مسئولہ میں اس لڑکی کے والد نے اس کی نابالغی میں چچا کے نکاح کرانے کا پتہ چل جانے کے بعد اگر اس کو رد کر دیا ہے۔ تو وہ نکاح رد ہو گیا ہے اور اس کے بعد جو اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہو گیا ہے۔ وہ شرعاً درست اور صحیح شمار ہوگا اور اگر والد کو پتہ چل جانے کے بعد اس نے سابقہ نکاح کی منظوری دیدی ہو تو وہ نکاح شرعاً درست ہو گیا ہے اور اس کے بعد دوسری جگہ اس کا نکاح درست شمار نہ ہوگا۔ لہٰذا اس کی تحقیق کر لی جائے۔ مسئلہ واضح کر دیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

درج ذیل صورت میں دونوں برابر کے سرپرست ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ منشی خان و عبداللطیف و محمد شریف پسران علی محمد تین بھائی ہیں۔ محمد شریف فوت ہو گیا۔ عرصہ ۱۲ سال کے قریب گذر گئے۔ شریف متوفی کی بیوی سے عبداللطیف نے نکاح کر لیا۔ عدت وغیرہ پوری ہو جانے کے بعد اس وقت ایک نابالغ بچی بھی تھی۔ جواب جوان ہو چکی ہے۔ اس کی پرورش نان ونفقہ عبداللطیف ہی کرتا رہا۔ اب جس وقت لڑکی کا رشتہ بیاہ وغیرہ رچانے لگے تو سرپرست منشی خان بن گیا اور لڑکی کے پیسے وغیرہ خرچہ بیاہ کے کہہ کر لیے۔ چونکہ عبداللطیف کی منکوحہ اور منشی خان کی منکوحہ دونوں حقیقی بہنیں ہیں۔ اس لیے منشی خان نے لڑکی کی والدہ کو اپنے ساتھ کر کے اس کے خاوند لطیف کو یہ بھی ڈر دکھایا کہ اگر زیادہ سرپرستی دیکھاؤ گے تو میں بذریعہ سفارش تنسیخ نکاح کرالوں گی۔ یہ بھی ساز باز منشی مذکور کی ہے۔ اب آپ اصل مقدمہ لڑکی کا سرپرست کس کو قرار فرماتے ہیں۔ تاکہ شرعاً اجازت نکاح ولی نکاح ودیگر شرعاً شرائط کس پر عائد ہوں گی۔ وضاحت فرماویں۔ خداوند کریم ہمارے علماء دین کو اور دین کو تاقیامت زندہ رکھیں۔ آمین ثم آمین

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی اور عبداللطیف دونوں لڑکی کے چچا ہیں۔ اس لیے دونوں ہی اس کے برابر کے ولی و سرپرست ہیں۔ کسی کا حق دوسرے سے مقدم نہیں ہے۔ لڑکی کے بلوغ کے بعد لڑکی اپنے نکاح کی خود مالکہ ہے۔ وہ جس شخص کے ساتھ نکاح کرنا چاہے کر سکتی ہے اور اس کی مرضی ہے۔ اپنے ان چچوں میں سے جس کو اپنا ولی وسرپرست اور وکیل بنائے بنا سکتی ہے۔ اس کو پابند نہیں کیا جا سکتا ہے۔ حق مہر بھی لڑکی کی ملکیت ہوا کرتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۰ محرم ۱۳۸۷ھ

ماموں کے کرائے ہوئے نکاح کو لڑکی کا بھائی رد کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ عرصہ چار سال ہوئے کہ میری بہن جو کہ تقریباً آٹھ سال تھی۔ میرے ماموں نے بغیر میرے مشورے کے نکاح کر دیا ہے اور مجھے کچھ پوچھا بھی نہیں حالانکہ میں پندرہ میل کے فاصلہ پر تھا

اور ابھی میری بہن حاملہ ہو چکی ہے۔ کیا اس صورت میں میرے ماموں نے جو بہن کا نکاح کیا ہے صحیح ہے یا نہیں۔ باوجود اس کے میں وارث بھی تھا اور جس وقت مجھے نکاح کا پتہ چلا ہے تو میں نے جا کر ان سے باز پرس کی ہے اور اب تک کرتا چلا آ رہا ہوں۔ فقط والسلام

﴿ج﴾

الوالی فی النکاح العصبة بترتیب الارث ھکذا فی جمیع کتب الفقه لہٰذا لڑکی مذکورہ کا ولی نکاح بھی اس کا بڑا بھائی ہی تھا۔ ماموں نے جب ان سے پوچھے بغیر نکاح لڑکی کا کرایا اور پھر بعد اطلاع کے لڑکی کے بھائی نے اس پر اعتراض کیا تو وہ نکاح کالعدم ہو گیا۔ اب بالغ ہونے کے بعد لڑکی جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نانا اور نانی کا اپنی نواسی کا نکاح کرانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں (۱) لڑکی بالغہ ہے۔ جس کی والدہ دس ماہ کی چھوڑ کر مر گئی تھی۔ (۲) جس نے نانا نانی کے گھر پرورش پائی ہے۔ اب عمر تقریباً سولہ سترہ سال کی ہے۔ (۳) نانا نانی اس کا رشتہ شادی کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں نانا نانی رشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہاں لڑکی بھی رضامند ہے۔ (۴) مگر والد اس جگہ رشتہ کرنے سے اتفاق نہیں کرتا۔ کچھ نیت کی خرابی ہے۔ جبکہ درمیان میں رشتہ والی جگہ سے پیسوں کا مطالبہ بھی کر چکا ہے۔ (۵) کیا والد کی غیر موجودگی میں یا بغیر اجازت نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کفو میں لڑکی عاقلہ بالغہ ولی کی اجازت کے بغیر بھی نکاح کر سکتی ہے اور غیر کفو میں ولی کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے نکاح نہیں کر سکتی۔ لیکن کفو میں بھی بہتر یہی ہے کہ لڑکی ولی کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے نکاح نہ کرے۔ اگرچہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لینے کی صورت میں نکاح جائز اور نافذ ہوگا۔ کما قال فی الهداية مع الفتح ص ۱۵۷ ج ۳ وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم یعقد علیها ولی بکرًا کانت أو ثیباً عند أبی حنیفة وأبی یوسف الخ.

لڑکی مذکورہ کا ولی اس کا باپ ہے نانا نانی نہیں۔

وفیها بعد اسطر ص ۱۵۹ ج ۳ ثم فی ظاهر الرواية لا فرق بین الکفء وغیر الکفء ولکن

للولی الاعتراض فی غیر الکفء وعن أبی حنیفة وأبی یوسف أنه لا یجوز فی غیر الکفء لان کم من واقع لا یرفع ویروی رجوع محمد الی قولهما . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ محرم ۱۳۸۷ھ

بالغہ باکرہ کا چچا اگر راضی نہ ہو تو کیا نکاح ہو جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی کا نکاح میرے ساتھ پڑھوایا گیا جس کے لیے لڑکی اور اس کی والدہ رضامند تھیں۔ جس میں تقریباً دس آدمیوں نے شمولیت کی اور باقاعدہ وکیل اور لوگ رکھے گئے اور یونین کونسل کے فارم پُر کیے گئے اور مولوی صاحب جس نے نکاح کی رسم ادا کی تھی۔ گورنمنٹ سے اسے باقاعدہ نکاح پڑھوانے کا لائسنس ملا ہوا تھا۔ نکاح کی رجسٹری کے فارم جس پر لڑکی کے دستخط اور اس کی والدہ کا انگوٹھا ثبت ہیں۔ حق مہر کی ادائیگی بھی کی گئی ہے۔ نکاح شریعت کے بمطابق کیا گیا۔ جبکہ لڑکی اور میں دونوں بالغ تھے۔ نکاح باقاعدہ رجسٹرڈ ہے اور لڑکی کے سرپرست کافی عرصہ سے رحلت فرما گئے تھے۔ اس وقت لڑکی نابالغ تھی۔ اب جبکہ لڑکی کا نکاح ہو چکا ہے۔ ایک عالم نے یہ فرمایا ہے کہ لڑکی کے چچا موجود ہیں۔ وہ نکاح میں بھی شامل نہیں تھے۔ اس نے میرا نکاح ناجائز قرار دیا ہے اور نکاح پر دوسرے نکاح کی اجازت دی ہے۔ لڑکی کے چچا اور لڑکی کی والدہ کی تقریباً پندرہ سال سے بلکہ لڑکی کا والد جب زندہ تھا۔ اس وقت سے لڑائی چلی آ رہی ہے اور ان کی آپس میں بالکل لاتعلقی ہو چکی تھی۔ لڑکی کے والد کی وفات کے بعد اس لڑکی کی سرپرستی اس کی والدہ کر رہی تھی نہ کہ اس کے چچا کرتے تھے۔ یعنی جب تک لڑکی کی کفالت کا مسئلہ تھا۔ وہ وارث نہ بنے اب جبکہ لڑکی بالغ اور شادی کے قابل ہو گئی ہے۔ تو وہ وارث بن گئے ہیں۔ مزید یہ کہ اس نکاح پر لڑکی اور اس کی والدہ دونوں رضامند تھے۔ ان کے چچا وغیرہ کو نکاح میں شرکت کے لیے کہا گیا تھا۔ چونکہ چچا صاحبان کا اپنا مفاد اس میں نہ تھا۔ انھوں نے لڑائی کے بہانے اس میں شرکت نہ کی اور وارث کے طور پر بھی شریک نہ ہوئے۔ چونکہ ان حضرات کا مفاد اس مسئلہ سے وابستہ تھا اور وہ چاہتے تھے کہ لڑکی کی رضامندی کو بالائے طاق رکھ دیا جائے۔ تاکہ وہ اس کا نکاح اپنی مرضی سے کر سکیں۔ ان کا اس تقریب میں شرکت نہ کرنا قدرتی فعل نہ تھا۔ بلکہ طمع کی وجہ سے تھا۔ لہٰذا ان کا یہ فعل شریعت کے اصولوں کے منافی تھا۔ ان حالات کے پیش نظر میری آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں میری رہنمائی فرماویں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ واضح رہے کہ اگر نکاح مذکور کفو کے اندر ہوا ہے تو یہ نکاح نافذ ہے ۔ لڑکی عاقلہ بالغہ خود اپنا نکاح بغیر اجازت ولی کے اپنے کفو میں کر سکتی ہے اور ایسا نکاح جائز اور نافذ ہوتا ہے ۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیان سائل نکاح مذکور درست ہے ۔ اگرچہ لڑکی کا چچا رضامند نہ بھی ہو ۔ کما قال فی الهدایه ص ۱۵۷ ج ۳ وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها و ان لم یعقد علیها ولی بکرًا کانت أو ثیباً عند أبی حنیفة وأبی یوسف فی ظاهر الروایة .... وفیها أیضا بعد أسطر ثم فی ظاهر الروایة لا فرق بین الکفء وغیر الکفء و لکن للولی الاعتراض فی غیر الکفء وعن أبی حنیفة وأبی یوسف أنه لا یجوز فی غیر الکفء لأن کم من واقع لا یرفع ویروی رجوع محمدؒ الی قولهما ص ۱۵۹ ج ۳ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

باپ کی موجودگی میں دادا کا نکاح کرانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک دادا نے اپنے دو بیٹوں کے ہونے کے باوجود اپنی دو پوتیوں کا نکاح ایک دوسرے کے پوتوں سے کر دیا ۔ اب یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ ان دو پوتیوں کا نکاح ان پوتوں سے دادا کا کیا ہوا قابل اعتماد ہے یا والد لڑکوں کا اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

الوالی فی النکاح العصبة بنفسه علی بترتیب الارث (فهو مصرح فی کتب الفقه مثل الدر المختار ص ۷۶ ج ۳) اگر لڑکیوں کا باپ موجود نہیں تو ولایت نکاح کا حق دادا کو نہیں پہنچتا اور دادا نکاح منعقد کرنے کا حقدار نہیں اور نہ نکاح صحیح ہے ۔ البتہ اگر لڑکیوں کا باپ بعد علم بالنکاح کے راضی ہو چکا ہے ۔ یعنی ایک دفعہ رضامندی ظاہر کر چکا ہے ۔ تو نکاح صحیح ہو گیا ۔ فسخ نہیں ہو سکتا ۔ نیز اگر لڑکیوں کا باپ کسی سفر پر چلا گیا ہو کہ اس کی رائے معلوم کرنا دشوار ہو ۔ تو یہی دادا نکاح کا مختار ہے اور اس کا نکاح صحیح ہو گا ۔ خوب غور کر لیا جائے ۔ وقال فی

الذخیرة الاصح انه اذا کان فی موضع لو انتظر حضوره او استطلاع رأیه فات الکفء الذی حضر فالغیبة منقطعة الخ . شامی ص ۸۱ ج ۳ کتاب النکاح

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

باپ کی وفات کے بعد چچا ہی ولی ہے، خالہ کو نکاح کرانے کا حق نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس کے دو لڑکے اور ایک لڑکی بھی ہے اور ان لڑکوں کی متولی والدہ صاحبہ اور چچا اور دادی بھی تھی اور ان لڑکوں کی والدہ صاحبہ کا ارادہ نہ تھا لڑکی کے نکاح کرنے کا اور ان لڑکوں کی خالہ نے جبراً نکاح کرا دیا اور اس نکاح میں چچا دادی بھی نہ تھی اور جن لڑکوں سے نکاح ہوا ہے وہ نابالغ ہیں اور لڑکی بالغ ہے ۔ کیا شریعت میں نکاح جائز ہے یا نہیں ۔

﴿ج﴾

لڑکی کے نکاح کا ولی اور مختار چچا ہے ۔ چچا کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا ۔ البتہ اگر بعد از نکاح رضامندی کا اظہار قبل از فسخ کرے تو نکاح صحیح نافذ ہے ۔

اگر شوہر بوقت طلاق لڑکی کی تولیت بیوی کو تفویض کرے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

مسمی عبدالرشید نے بوجہ افلاس ودیگر وجوہ کی بنا پر اپنی اہلیہ کو طلاق مغلظہ دی ۔ ابھی تک اسی اہلیہ کا مہر جو کہ مبلغ چار صد روپے ہیں ادا نہ کیے تھے ان پیسوں کے عوض تولیت دی تھی اور اسی اہلیہ مسمی عبدالرشید کو ایک لڑکی بھی تھی ۔ مسمی عبدالرشید نے اپنے طلاق نامہ پر تحریر کیا کہ اپنی لڑکی کی تولیۃ نکاح زوجہ کو دیتا ہوں ۔ بعوض حق مہر اور اس کی زوجہ بروئے گواہان یہ تحریر قبول کر لیتی ہے ۔ کیا حق تولیۃ نکاح لڑکی کا اس کی والدہ کو ہے یا والد کو یا اور ورثاء کو بصورت عدم پھر مہر واپس لے سکتی ہے یا نہ ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

حق ولایت کے عوض کچھ لینا جائز نہیں ۔ قال فی الدرالمختار ص ۵۱۸ ج ۴ لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة کحق الشفعة الخ وقال و رد المحتار قال فی البدائع الحقوق المفردة لا

تحتمل التملیک ولا یجوز الصلح عنها. قال الشامی تعلیقا علی قول الدر (کحق الشفعة) فلو صالح عنها بمال بطلت ورجع ولو صالح المخیرة بمال لتختاره بطل ولا شئ لها ولو صالح احدی زوجتیه بما لتترک نوبتها لم یلزم ولا شئ لها . حق خیار کے بدلہ میں مخیّرہ اگرکوئی مال یا شفع کے حق کے بدلہ میں مال لے اور حق شفعہ اور خیار کو ساقط کرے تو یہ تو ساقط ہو جائیں گے اس لیے کہ یہ حقوق نفس اسقاط سے ساقط ہو کر باقی نہیں رہ سکتے۔ لیکن حق قسم کے بدلہ میں اگر عورت مال لے کر اپنا حق تولیت چھوڑ دے تو حق ساقط نہیں اور سب صورتوں میں مال پر واپس رجوع ہوگا۔ مسئلہ بالا میں بھی ابراء عن دین المہر مطلق نہیں۔ بلکہ مقید ہے۔ شرط تولیۃ سے اور جب حق تولیۃ اس کو نہیں تو ابراء دین بھی نہیں۔ لہٰذا ولایت نکاح برابر والد کو ہوگا۔ والدہ کو نہیں اور عورت دین مہر پر رجوع کرے گی۔ یہ ابراء مقید ہے۔ مطلق نہیں۔ کما ھو مذکور بقسمیه فی کتب الفقه۔

الجواب صحیح محمد شفیع مہتمم مدرسہ

ولی اقرب موجود ہوتو ابعد کو اختیار نہیں

﴿س﴾

گذارش ہے کہ مسماۃ تاج بی بی کا ماموں نے باوجود چچازاد بھائی کی موجودگی کے اور اس کی عدم رضا کے نکاح کر دیا ہے۔ لڑکی بوقت نکاح قریب البلوغ تھی۔ مگر نکاح کا انکار کرتی رہی۔ بلکہ یوں کہتی رہی۔ کسی وقت نکل کر چلی جاؤں گی۔ یہ نکاح مجھے منظور نہیں۔ چار ماہ بعد بالغہ ہوئی اور اس کا چچازاد بھائی جو اس وقت نکاح میں باوجود موجودگی کے شامل نہیں کیا گیا۔ جب اسے نکاح کی اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ یہ نکاح میری مرضی کے خلاف ہے۔ میں موقع پا کر اس لڑکی کا نکاح کہیں اور کر دوں گا۔ چنانچہ اب چچازاد بھائی نے موقع پا کر لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا ہے اور لڑکی دوسرے ناکح کے پاس پہنچ گئی ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ باوجود موجودگی ولی اقرب اور عدم رضائے ولی اقرب ولی ابعد نکاح کر سکتا ہے یا نہ۔ صورت مذکورہ بالا میں نکاح اول درست ہے یا ثانی۔

﴿ج﴾

الوالی فی النکاح العصبة بنفسه (درمختار ص ۲۷ ج ۳ مطبوعہ مصر) چچازاد بھائی بھی لڑکی نابالغہ کے نکاح کا ولی ومختار ہے۔ جب وہ غائب بالغیبۃ المنقطعہ بھی نہیں ہے۔ تو ولی ابعد کو نکاح کا کوئی اختیار نہیں ہے اور اس کا کردہ نکاح ولی اقرب کے انکار سے کالعدم اور باطل محض ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ماموں کا نکاح یقیناً نکاح فضولی ہو کر ولی اقرب کے انکار سے باطل ہو جاتا ہے۔ اب جہاں لڑکی کا نکاح ہوتا ہے وہ نکاح صحیح ہوگا۔ کذا فی جمیع کتب الفقه فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی اجازته الخ درمختار ص ۸۱ ج ۳ مطبوعه مصر کتاب النکاح.

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا باپ کے کرائے ہوئے نکاح کو مجسٹریٹ ختم کر سکتا ہے؟

﴿س﴾

عرض خدمت ہے کہ یہاں پر ایک مسلم مجسٹریٹ سینئر جج نے ایک نکاح کی تنسیخ کی ہے اور باپ کے نکاح کے لیے خیار البلوغ کو عمل میں لا کر نکاح کو فسخ کیا ہے۔ تحریر کرتا ہے کہ مدعا علیہ خاوند نے تسلیم کیا ہے کہ میرا نکاح لڑکی مدعیہ نابالغہ کے ساتھ نابالغی کی حالت میں لڑکی مدعیہ کے والد نے کیا تھا میں نے اس نکاح کی قبولیت حالت نابالغی میں کی تھی۔ اس بیان پر مجسٹریٹ اپنی رائے دیتا ہے کہ یہ نکاح نہیں ہے۔ کیونکہ نابالغ لڑکی کی قبولیت کالعدم ہے یہ اس کے انگریزی فیصلہ کا خلاصہ ہے۔ مگر اس نے اپنے فیصلہ میں زیادہ زور خیار البلوغ پر دیا ہے کہ لڑکی نے خیار بلوغ کو اختیار کر کے اپنے باپ کے نکاح کو فسخ کر دیا ہے۔ اب قابل استفتاء بات یہ ہے کہ کیا شرعاً نابالغ لڑکی کی قبولیت بغیر ولی وکیل کے نافذ اور معتبر ہو سکتی ہے یا نہ اور صورت مذکورہ بالا میں نکاح فسخ ہو جائے گا یا نہ۔ حوالہ کتب معتبرہ سے جواب سے سرفراز فرماویں۔ راقم الحروف عبدالقدوس جامع مسجد ڈیرہ اسماعیل خان۔

(نوٹ) بعد بالغ ہونے کے لڑکے نے دوسری جگہ پر شادی کر لی تھی اور نکاح میں لڑکی کے رہا جس کا دعویٰ تنسیخ کیا گیا۔

﴿ج﴾

خیار بلوغ لڑکی کو باپ کے نکاح میں حاصل نہیں ہوتا۔ قال الشامی علی قول الدر ولزم النکاح أی بلا توقف علی اجازة أحد و بلا ثبوت خیار فی تزویج الأب والجد الخ ص ۶۶ ج ۳ مطبوعه مصر. البتہ اگر باپ پہلے سے دوسری لڑکیوں کے نکاح غیر مناسب مقامات میں کر چکا ہے اور اس کا سوء اختیار معروف ومشہور ہو چکا ہے۔ پھر تو اس کی ولایت ہی مسلوب ہو جاتی ہے اور اس کا نکاح بالکل صحیح ہی نہ ہوگا۔ لیکن جب ایک دفعہ اس ولایت کی وجہ سے نکاح کی صحت کو تسلیم کر لیا گیا اور اس کے فسخ کی درخواست دی گئی۔ نیز مجسٹریٹ نے بھی نفس نکاح کو تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن بوجہ خیار بلوغ کے فسخ کرا دیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ باپ کے نکاح کی صحت کو بوجہ ولایت کے باقی ہونے کے تسلیم کر لیا۔ اب کسی صورت سے باپ کے صحیح شدہ نکاح کا فسخ خیار بلوغ سے نہ ہوگا۔ کوئی ضعیف روایت بھی ایسی نہیں ہے کہ بعد صحت نکاح اب اس کو خیار بلوغ سے فسخ کیا جائے اور کتاب القضاء میں شامی نے تصریح کی ہے کہ قضاء قاضی علی خلاف مذہبہ صحیح نہیں۔ ظاہر ہے کہ مجسٹریٹ حنفی المذہب ہوگا۔ تو اس کا فیصلہ مذہب حنفی کے خلاف ہرگز نافذ نہ ہوگا۔ باقی دوسری بات کہ نابالغ کا قبول صحیح ہے یا نہیں۔ اس میں عرض ہے کہ صبی عاقل قبول

کااہل ہے وہ قبول نکاح کرسکتا ہے۔اس کے الفاظ معتبر ہیں۔لیکن ولی کی اجازۃ پر موقوف رہے گا۔اگر بعد علم کے ولی اس کا راضی ہوگیا ہے تو نکاح صحیح ہوجائے گا۔فان نکاح الصبی العاقل وان کان منعقدًا علی اصل اصحابنا فهو غیر نافذ بل یتوقف نفاذه علی اجازة ولیه کتاب النکاح بدائع صنائع ج ۲۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

چچا کے ہوتے بہنوئی ولی نہیں بن سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی احمد فوت ہوگیا اس کی تین لڑکیاں تھی۔ایک لڑکی مسمی غلام حسین کو دیدی۔دوسری لڑکی قادر بخش کو دیدی۔ایک لڑکی نابالغہ ہے۔اب مسمی غلام حسن کہتا ہے کہ میں اپنی نابالغہ سالی کا متولی ل۔جبکہ مسمی احمد مرحوم کے بھائی اور بھتیجے موجود ہیں۔تو اس صورت میں مسمی احمد مرحوم کی نابالغہ لڑکی کے نکاح کا ولی کون گا۔غلام حسین یا اس کے بھائی اور متوفی کی جائیداد کن کو ملے گی؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ غلام حسین مذکور اپنی نابالغہ سالی کا شرعاً ولی نہیں ہے۔مسماۃ مذکورہ کے چچے اس کے متولی ہیں اور اس کے نکاح کی ولایت بھی انہیں چچوں کو ہے۔اگر غلام حسین مذکور اس لڑکی کا کہیں نکاح کرے گا تو اس کے چچوں کو اس نکاح کے رد کرنے کا اختیار ہے اور متوفی احمد کی جائیداد کے وارث اس کی لڑ ں اور اس کے ئی ہیں۔شرعاً داماد کو خسر کے ترکہ سے حصہ نہیں ملتا۔فقط وا ا

بندہ محمد سحاق غفر لہ نائب

یکم جما ی لاخری ۱۴۰۰ھ

جب قریبی اولیاء موجود نہ ہوں تو ماں ولی بن سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین (۱) مسماۃ آمنہ بیگم زوجہ ممتاز علی مرحوم نے اپنی نابالغہ لڑکی مسماۃ حسینہ بیگم کا جسکا بھائی باپ دادا ماموں چچا ورثاء میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ایک بالغ لڑکے مسمی سید علی سے روبرو گواہان مجلس عام میں نکاح کردیا ہے۔کیا ازروئے شرع مذکورہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جب عصبہ قریبہ وبعیدہ یعنی جدی اقرباء کوئی نہ ہو تو نکاح کا اختیار ماں کو ہے۔برتقدیر صحت واقعہ مذکورہ بالا نکاح صحیح ہے۔فان لم یکن عصبة. واللہ اعلم

لڑکی کے چچا کے ہوتے ہوئے والدہ کا نکاح کرانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اپنے والد کے فوت ہونے کے بعد چچا حقیقی کی بغیر رضامندی کے اس کی والدہ نے کردیا۔بعد میں اسکی والدہ نے دوسری جگہ نکاح کرلیا اور لڑکی کو ہمراہ لے گئی۔وہاں لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد اس کو وہ دوسری جگہ مجبور کرتے رہے نہ وہ ثانی نکاح پر رضامند ہوئی اور نہ اس جگہ رضامند ہے۔بالغ ہو کر اپنی ماں کے پاس دس ۱۰ سال رہی۔اب وہ لڑکی اپنی والدہ سے روانہ ہو کر اپنے نانکے پاس آگئی۔اب لڑکی دوسری جگہ شادی کرنے پر رضامند ہوتی ہے۔اب لڑکی کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے یا نہیں۔اس وقت لڑکی کی عمر ۲۸،۳۰ برس ہے۔فقط

﴿ج﴾

لڑکی جب نابالغہ تھی تو اس کے نکاح کا اختیار چچا کے ہوتے ہوئے والدہ کو ہرگز ہرگز حاصل نہیں۔لہٰذا وہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔قال فی الدر المختار ص ۷۶ ج ۳ الولی فی النکاح العصبة بنفسه (الی ان قال) فان لم یکن عصبة فالولایة للام ص ۷۸ ج ۳ اور بعد بالغہ ہوجانے کے وہ نکاح میں خودمختار ہے۔جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ (درمختار)

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ولی اقرب مفقود ہو تو ولی ابعد نکاح کرا سکتا ہے

﴿س﴾

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی جس کی عمر زائد سے زائد بارہ سال ہوگی اور ظاہر دیکھنے میں بھی غیر مراہقہ ہے۔ اس کا باپ عرصہ ڈیڑھ سال سے گم اور مفقود الخبر ہے۔ لڑکی مذکورہ کا بھائی اور دادا بھی نہیں۔ چچا موجود ہے۔ وہ اس لڑکی کا نکاح اپنی ہی کفو میں کرنا چاہتا ہے۔ کیا شرعاً وہ اس بات کا مجاز ہے۔ نیز عرض ہے کہ لڑکی کا باپ کبھی کبھی دورہ جنون میں مبتلا ہو جاتا تھا۔ فقط والسلام

﴿ج﴾

نابالغہ کے نکاح کا اختیار ولی اقرب کو ہوتا ہے۔ لیکن جب ولی اقرب ایسا غائب ہو کہ اگر اس کی رائے معلوم کرنے کا انتظار کیا جائے تو موقع ہاتھ سے نکلتا ہے اور کفو حاضر اس کا انتظار نہیں کر سکتا۔ تو ولی ابعد کو نکاح کرانا جائز ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کفو میں ہو اور مہر مثل سے کم پر نہ ہو ورنہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ سال والی لڑکی کا نکاح اگر والدہ کرا دے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ہندہ کا نکاح اس کی والدہ نے زید سے کر دیا ہے اور بیان کرتی ہیں کہ اس کی عمر پورے پندرہ برس ہو چکی ہے اور دایہ کی شہادت بھی گزارتی ہیں۔ حالانکہ اس کی عمر اس وقت تیرہ برس کی تھی اور اس کے ولی تربیت یعنی چچا زاد بھائی موجود تھے۔ جن کو بالکل اطلاع نہیں دی۔ بلکہ رات کو خفیہ نکاح منعقد کیا اور ولی جب سنتے ہیں اپنی سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اور اب تک مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ نکاح ہم ہرگز منظور نہیں کرتے ہیں۔ (۲) اس کے سوا کوئی علامت بلوغت یعنی ایام ماہ واری وغیرہ موجود نہ تھی۔ کیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں۔ کیا قریب یا بعید اس سے اچھا برتاؤ نہ کریں تو ولایت بالکل ہوتی ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

لڑکی کو اگر حیض آ جائے یا حمل ٹھہر جائے تو وہ بالغہ ہے، حیض آنے میں اس کا اقرار معتبر ہوگا۔ اب اگر یہ لڑکی اپنے بالغہ ہونے کا اقرار کسی وقت کر چکی ہے اور اقرار بلوغ کے بعد نکاح ہوا ہے۔ تو نکاح جب اس کی اجازت سے ہے۔ تو صحیح ہے۔ نیز پندرہ سال پورے ہونے پر بھی بالغہ متصور ہوگی۔ لیکن اس کے لیے باقاعدہ شہادت دو دیندار مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گزارنی ہوگی۔ فقط ایک یا دو عورتوں سے اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اب اگر نہ تو دو گواہ پندرہ سال کی عمر کی گواہی دیتے ہیں اور نہ اقرار سے بلوغ لڑکی کا ہو چکا ہو تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ جبکہ اولیاء نے ناراضگی کا اظہار کیا اور اجازت نکاح کی نہ دی اولیاء بدستور اولیاء ہیں۔ جب تک کہ وہ معروف بہ سوء الاختیار نہ ہوں۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دادا کے کرائے ہوئے نکاح والدین کی اجازت پر موقوف ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ ایک شخص نے اپنے پوتے اور پوتی نابالغان کا نکاح کرا لیا ہے اور ان نابالغان کے والدین یعنی اس شخص مذکور کے لڑکوں سے نہیں پوچھا گیا۔ وہ دونوں گھر سے باہر اور کہیں ملازم ہیں۔ اب کیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صغیر اور صغیرہ یعنی نابالغان کے نکاح کا مختار والد ہی ہوا کرتا ہے۔ دادا کو باپ کی زندگی میں ولایت نکاح نہیں۔ البتہ جب والد یعنی ولی قریب اتنی دور چلا گیا ہو کہ اس کی رائے معلوم کرنا دشوار ہو تو ولی بعید کو اختیار نکاح ہوتا ہے۔ لیکن مسئلہ مذکورہ میں جب نابالغان کے والد (جو باہر ملازم ہیں) کی رائے معلوم کرنی آسان ہے تو جو نکاح ان کے پوچھے بغیر دادا نے کر لیا ہے۔ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نابالغہ کا ولی باپ کے بعد حقیقی بھائی ہے

﴿س﴾

میں ملک محبوب علی ولد ملک جان محمد ونیس مرحوم سکنہ چاہ نالاب والا موضع دان لب دریا تحصیل ملتان کا باشندہ ہوں۔ میرا ایک بڑا بھائی ملک شید علی ہے اور ہماری ایک ہمشیر مسماۃ ھاجرہ عمر تقریباً ۱۴ سال کے قریب ہے میرا بھائی اس کا ایسے آدمی کے ساتھ رشتہ کرنا چاہتا ہے۔ جس کو میں پسند نہیں کرتا۔ کیا مجھے حق ہے کہ میں اپنی بہن نابالغ کا نکاح خود بیٹھ کر کروا سکتا ہوں۔ مطابق اپنی ہمشیر کی مرضی کے۔

﴿ج﴾

نابالغ لڑکی کے دونوں بھائی اگر سگے حقیقی ہیں تو ہر ایک کو اس کے نکاح کا اختیار ہے۔ جس نے پہلے نکاح کرا دیا اس کا صحیح ہو گیا۔ دوسرے کو اس کے فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔ بشرطیکہ نکاح کفو میں ہو اور مہر مثل سے ہو۔ نیز یہ بھی خیال رہے کہ جب لڑکی چودہ سال کی ہے۔ اس کے بلوغ کا احتمال ہے۔ اس سے دریافت کر لیا جائے۔ اگر وہ اقرار بلوغ کا کرے پھر اس پر کسی کی ولایت اجبار نہیں۔ وہ خود مختار ہے۔ ولو زوجها وليان مستويان قدم السابق الخ (درمختار ص ۸۱ ج ۳) کاخوين شقيقين (شامی) واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان

اگر چچا ظالم ہو تو اب ولی کون ہو گا؟

﴿س﴾

ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی والدہ نے چچا کے ہوتے ہوئے کر دیا ہے۔ لڑکی ابھی نابالغہ ہے۔ مگر چچا نابالغہ کے اس نکاح پر ناخوش ہے۔ لالچی اور یتیم سے انس نہ رکھنے والا اور بیچ کھانے کے لیے آمادہ ہے۔ بلکہ اس کی کوشش ہے، کہ کسی طرح یہ میرے ہاتھ آ جائے۔ جس طرح میں دربدر بھٹک رہا ہوں۔ اس کو بھی ساتھ رکھوں۔ اس کے برخلاف والدہ یتیمہ مادرانہ شفقت سے کام لے رہی ہے۔ اس کے متعلق مفصل تحریر فرمائیے۔

﴿ج﴾

اگر چچا ظالم غیر مشفق ہو اور کفو سے نکاح کرنے سے مانع ہو تو ولایت کا ثبوت چچا کے بعد جو ولی قریب ہو اس کو ہو گا یا قاضی کو ہو گا۔ اس میں اختلاف ہے۔ بعض ولی بعید کے لیے ولایت ثابت کرتے ہیں اور بعض قاضی یعنی حاکم مسلم کو۔ اب اگر والدہ کے بغیر اس لڑکی کا کوئی عصبہ قریب یا بعید موجود نہ ہو تو ایک قول پر اس کی ولایت صحیح ہو گی۔ لیکن یہ قول مختار نہیں۔ کما ہو مصرح فی الشامی۔ اور اگر اس صغیرہ کا کوئی ولی عصبہ موجود ہو۔ تب تو والدہ کو بالاتفاق حق ولایت نہیں۔ نیز یہ بھی واضح ہو کہ اگر چچا کی نظر میں کوئی دوسری جگہ اس سے زیادہ موزوں ہو۔ اس لیے اس رشتہ کو منع کرے تو اس کی ولایت باقی رہے گی۔ واللہ اعلم

لڑکی کا نکاح جب دادا نے کرایا ہو تو والد دوسری جگہ نکاح کرا سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ میری لڑکی عمر دس سال کی ہے۔ جس کا نکاح میرے والد نے میری

عدم موجودگی میں میرے ماموں کے لڑکے سے کرا دیا ہے اور میرا ماموں سنّی شیعہ ہے۔ میں انکے لڑکے کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتا۔ کیا میری ناپسندی کے باوجود سنّی شیعہ سے میری لڑکی کا نکاح صحیح ہو سکتا ہے؟ کیا میں اب اپنی لڑکی کا کسی دوسرے سے نکاح پڑھا سکتا ہوں؟

سائل غلام محمد معرفت مولوی محمد رمضان میانوالی

﴿ج﴾

اگر لڑکی کے والد کی موجودگی میں نکاح کر دیا ہو تو نکاح بدون اجازت والد کے نافذ نہ ہو گا۔ البتہ اگر اتنی دور چلا گیا ہو کہ اس کے آنے تک انتظار کرنے میں کفو کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ اب مذکورہ صورت میں جب دادا نے نکاح سنّی شیعہ سے کر دیا ہے۔ تو بوجہ غیر کفو ہونے یہ بات ثابت ہے کہ ولایت نکاح دادا کی طرف منتقل نہیں ہوئی۔ نیز سنّی شیعہ سَبّ کو جائز اور کارِ خیر سمجھنے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں۔ اس لیے ان سے نکاح سرے سے صحیح ہوتا ہی نہیں۔ اس لیے لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بالغہ یتیم لڑکی کا ولی کون ہو گا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو حقیقی بھائیوں میں سے ایک فوت ہو گیا تو اس کی بیوہ اور یتیم کچھ دنوں دوسرے بھائی کی کفالت میں رہے۔ لیکن اس زندہ بھائی نے اس بیوی سے نکاح کرنا چاہا تو اس بیوہ نے انکار کر دیا اور اس تنگی میں اس کی کفالت سے بھی چلی گئی۔ اپنے سگے بھائی کے ساتھ رہنے لگی تو مدت چھ سال تک اس کا بھائی ہی اپنے بھانجوں اور بیوہ بہن کے خرچہ کی کفالت کرتا رہا۔ اب متوفی کا بھائی یہ کہتا ہے کہ وارث میں ہوں اور بچیوں کے نکاح کا حق صرف مجھے ہے اور خرچہ کا ذمہ دار نہیں بنتا تو از روئے شریعت ان یتیموں کا خرچہ اس کے ذمہ آتا ہے یا نہیں اور لڑکیاں بالغ ہیں۔ کیا وہ اپنے نکاح میں تایا کی اجازت کی پابند ہیں کہ نہیں اور وہ بیوہ اپنی بچیوں کا کوئی حق رکھتی ہے یا نہیں اور ان یتیموں کا ماموں بھی کوئی حق رکھتا ہے یا نہیں۔ جوان کی چھ سال تک چھ آدمیوں کی کفالت کرتا رہا ہے۔

﴿ج﴾

بالغہ لڑکی نکاح میں خود مختار ہے۔ اس پر کسی کو ولایت جبر حاصل نہیں۔ بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر کوئی بھی اس کا نکاح نہیں کر سکتا اور نہ شرعاً کسی کی اجازت کی پابند ہے۔ لہٰذا بالغہ لڑکی کی اجازت اور رضامندی سے اپنے کفو میں اس کا نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ جمادی ۱۴۰۰ھ

جب پہلا نکاح قریبی رشتہ داروں کی مرضی سے ہوا تو وہی درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ مسمات گانمی یتیم لڑکی تھی۔ اس کا نکاح اس کی والدہ نے مسمی شمس الدین کے ساتھ کر دیا۔ عقد نکاح کے وقت مسمات منکوحہ کے دو رشتہ دار بعید تعلق کے تھے اور ان دو سے اور کوئی زیادہ قریب نہ تھا۔ ایک یہاں سردار بخش دوسرا منشی احمد دونوں کے شجرہ کا نقشہ ساتھ ہے۔ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ معاملہ یہ ہوا کہ لڑکی مسمات گانمی منکوحہ جب حد بلوغت کو پہنچ گئی۔ قریباً دو سال کے بعد اس کی مرضی ایک اور شخص مسمی رجب کے ساتھ ہو گئی۔ حیلہ یہ کیا کہ مسمات منکوحہ کا ایک عینی بھائی نابالغ تھا۔ اس کو ہمراہ کر کے ساتھ چلی گئی۔ وہاں جا کر رجب کے ساتھ دوبارہ اپنا نکاح پر نکاح کرا لیا۔ بلوغت کے بعد سال دو گزارے۔ مسمات مذکورہ نے اس عرصہ کے اندر پہلے نکاح کا کوئی انکار وغیرہ نہ کیا۔ اس کے بعد شمس الدین اور اس کے باقی اور رشتہ داروں نے کوشش کر کے زمینداروں اور پولیس کے ذریعہ مسمات مذکورہ کو واپس لے آئے۔ اس کے بعد مقدمہ کچہری میں شروع ہو گیا۔ مجسٹریٹ نے عورت طلب کی۔ شمس الدین نے عورت پیش نہ کی۔ مجسٹریٹ نے فیصلہ رجب کے حق میں کر دیا اور یہ حکم نامہ پولیس کو دے کر کہ عورت جہاں ملے گرفتار کر لو۔ عورت پکڑی گئی اور حاکم کے روبرو کہا کہ میرا خاوند رجب ہے۔ ان میں سے منشی احمد رجب کی پارٹی کا ہو گیا ہے اور کہتا ہے کہ میں پہلے نکاح پر راضی نہ تھا۔ لیکن مقدمہ سے پہلے اس کا انکار ثابت نہیں۔ دوسرا میاں سردار بخش وہ پہلے بھی اور اب بھی نکاح پر راضی ہے۔

﴿ج﴾

الوالی فی النکاح العصبة کے مسلّمہ قاعدہ کے تحت منشی احمد اور میاں سردار بخش دونوں برابر کے عصبہ ہیں۔ دونوں کو لڑکی کی نابالغی میں ولایت نکاح حاصل ہے اور فقط ایک کی رضا سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ اگرچہ دوسرے کی رضا نہ بھی ہو۔ درمختار ص ۷۵ ج ۳ پر ہے فرضا البعض من الاولیاء قبل العقد او بعده كالكل لثبوته لكل كملا الخ ۔ اور عصبہ کے بعد پھر ولایت والدہ کی ہوتی ہے۔ فان لم یکن عصبة فالولایة للام (درمختار ص ۸۷ ج ۳) یہاں عصبہ اور والدہ دونوں کی رضاء سے نکاح لڑکی کی نابالغی کے زمانہ میں ہو چکا ہے۔ اس لیے پہلا نکاح صحیح ہے۔ دوسرا نکاح جائز نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

اگر ولی قریب نابالغ ہو تو ولی بعید کو حق نکاح حاصل ہوگا

﴿س﴾

اللہ یار

مٹھو — اللہ بخش

اللہ ڈتہ — خدا بخش پلو

اللہ وسایا — مسماۃ بچو مائی — زویر

کیا فرماتے ہیں علماء دین مذکورہ بالا صورت میں کہ مسمات بچو مائی نابالغہ عمر تقریباً دو برس کی اور مسمات مذکورہ کا والد مسمی اللہ ڈتہ اور دادا مٹھو مذکورہ دونوں فوت شدہ ہیں۔ مسمی اللہ وسایا مسمات مذکورہ کا بھائی نابالغ عمر تقریباً دس سال کا موجود ہے۔ مسمات مذکور کے دادا مسمی مٹھو کے چچازاد بھائی سوتر مسمی خدا بخش بالا مذکورہ نے اپنے بھائی مسمی پلو کے لڑکے مسمی زویر سے مسمات بچو مائی کا نکاح کر دیا ہے۔ حالانکہ مسمات مذکور بچو مائی کا بھائی مسمی اللہ وسایا نابالغ اور مسمات بچو مائی کی والدہ صدو مائی اور مسمات بچو مائی کا نانا گانمے خان اور مسمات بچو مائی کے تین ماماں مسمی اللہ یار واللہ دتہ و محمد نواز ان سب کی مجلس عقد میں عدم موجودگی عدم رضامندی کے مسمی خدا بخش بالا مذکور نے اپنے بھائی مسمی پلو کے لڑکے مسمی زویر سے مسمات بچو مائی مذکورہ کا نکاح کر دیا ہے۔ قابل دریافت یہ چیز ہے کہ مسمات مذکورہ کے بھائی نابالغ اللہ وسایا اور والدہ صدو مائی اور نانا نانی اور تین ماموں کے عدم موجودگی اور عدم رضامندی میں مسمی خدا بخش مذکور کا بحیثیت ولی ہونے بچو مائی کے مسمی زویر سے نکاح کر دینا شرعاً جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جب مسمات بچو مائی کا عصبہ قریب اللہ وسایا ہے اور اس کے بعد خدا بخش ہے اور جب اللہ وسایا نابالغ ہے۔ تو اس کی ولایت اپنی بہن پر نہیں ہے۔ لہٰذا خدا بخش ہی لڑکی کے نکاح کا مختار ہے۔ والدہ کو نیز والدہ کے اقرباء یعنی بچو مائی کے نانے اور ماموں وغیرہ کو خدا بخش کے ہوتے ہوئے ولایت نکاح ہرگز حاصل نہیں۔ بغیر العصبات من الاقارب ولایة التزویج عند ابی حنیفة هنا عند عدم العصبات الخ (هدایة) لهذا بچو مائی کا نکاح زویر مذکور کے ساتھ صحیح ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ صفر ۱۳۷۳ھ

باپ کی موجودگی میں چچا کو ولایت حاصل نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں رمضان ولد بہادر قوم جھمٹ سکنہ موضع جودھ پور تحصیل کبیر والہ ضلع ملتان کا کہ میں اپنے گھر سے باہر کسی خاص کام کے لیے عبدالحکیم چار یوم کے لیے گیا ہوا تھا۔ میرے بعد میری غیر موجودگی میں میرے بھائی سلطان نے میری نابالغہ لڑکی شہناز مائی جس کی عمر اس وقت چار پانچ سال تھی کا نکاح شرعی اسلم ولد نور قوم بھٹہ سے بغیر رضامندی میری کے کر دیا۔ جس وقت واپس گھر آیا تو میں اس ماجرا کو سن کر بھائی سلطان سے بہت ناراض ہوا اور اس سے قطع رحمی کر لی۔ اب لڑکی بالغ ہو گئی ہے اور رشتہ پر رضامند نہیں تو اس صورت میں کیا کیا جائے۔

﴿ج﴾

نابالغہ لڑکی کا ولی باپ ہے۔ باپ کی موجودگی میں چچا کو ولایت حاصل نہیں۔

شادی شدہ بہنوں سے چچا زیادہ حق دار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ زید و عمر ہر دو برادر عینی اند و عمر از دنیا فانی بملک جاویدانی رحلت کرد و پس خود چند دختر شادی شدہ و دو دختر غیر شادی شدہ و دو پسر نابالغ گذاشت آیا اکنوں دختران شادی شدہ و پسران نابالغانِ عمر و خواہران غیر شادی شدگان خود را بلا اجازت و رضاء زید کہ عمش است نکاح دادن توانند یا نہ؟ ورنہ اگر نکاح دادند بلا رضاء زید نکاح صحیح نمیشود پس حکمش چیست از روئے شرع متین؟

﴿ج﴾

عم دختران نابالغان ولی ایشان است۔ خواہران شادی شدگان را حق ولایت نکاح نہ رسد۔ اگر نکاح ایشان در نابالغی شدہ باشد۔ پس بغیر اجازت عم صحیح نہ شدہ۔ و اگر بعد از بلوغ ایشان خود باجازت ایشان شدہ باشد نکاح ایشان صحیح است۔ نکاح بالغہ باجازت خود صحیح شود۔ واما اموال فرزندان زید کہ اکنوں نابالغان اند۔ در ولایت عم یا خواہران نے آید۔ فقط وصی اب یا جد اگر باشد ورنہ قاضی را لازم است کہ برائے حفاظت اموال ایشان کسے را وصی مقرر کردہ اموال باو بسپارد۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بالغہ باکرہ کا چچا کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص نے بے نکاح اپنے گھر میں آباد کی ہوئی ہے۔ اس عورت کا پہلا خاوند زندہ ہے۔ اس عورت کی اولاد بالغ اس زانی سے ہے۔ یعنی اولاد حرام ہے اور اس اولاد بالغ کا نکاح کس طریقہ پر کیا جائے۔ آیا شرعاً ان کا کوئی ولی ہو سکتا ہے۔ السائل مولوی قادر بخش صاحب امام چک نمبر ۱۹۔

﴿ج﴾

حدیث شریف میں ہے۔ **الولد للفراش وللعاهر الحجر** لہٰذا ان نابالغوں کا باپ وہی ہے۔ جو اس عورت کا خاوند ہے۔ زانی سے نسب ثابت نہیں ہے۔ اس لیے ان کا نکاح زانی نہیں بلکہ اس عورت کا خاوند ہی کرا سکے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ رجب ۱۳۷۷ھ

دادا کی ولایت ہوتے ہوئے نانا کے نکاح کر دینے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ مسمی محمد حیات فوت ہو کر اپنے بعد سے ایک بیوہ مسمی زہرہ مائی لڑکے میاں حنیف بعمر آٹھ سال محمد الطاف بعمر تین سال نابالغہ لڑکیاں مسمات رشید مائی بعمر گیارہ سال حفیظ مائی بعمر چھ سال والد حقیقی فتح محمد خان چھوڑ گیا ہے۔ متوفی کی بیوہ اور نابالغہ بچوں کو مسمی احمد خان اپنے گھر لے جا کر کچھ عرصہ بعد مسمات رشید مائی نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں مسمی احمد خان نے لڑکی کے حقیقی دادا فتح محمد خان کی بغیر رضامندی سے کر دیا ہے۔ حالانکہ لڑکی کا حقیقی دادا فتح محمد خان موجود تھا۔ اس سے کسی قسم کا ذکر نہیں کیا۔ شرعاً دادا کی موجودگی میں نانا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔

المستفتی فتح محمد خان ولد دلدار خان سکنہ نور شاہ تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

شرعاً ایسی صورت میں نابالغ بچوں کے نکاح کی ولایت ان کے دادا فتح محمد خان کو حاصل تھی۔ ان کے نانا کو نکاح کرانے کا اختیار نہیں تھا۔ پس اگر نانا نے بدون اجازت فتح محمد خان نکاح کرا دیا ہو۔ پھر فتح محمد خان نے اس نکاح کو رد کر دیا ہو تو نکاح شرعاً مسترد ہو جائے گا۔ لیکن اگر فتح محمد خان نے نکاح ہو جانے کے بعد اس کی اجازت دے دی ہو تو یہ نکاح شرعاً صحیح ہو جائے گا۔ کما هو الحكم للنكاح الموقوف اور اگر اطلاع پانے پر دادا خاموش رہا ہو نہ اب

تک اس نے اجازت دی ہو اور نہ ہی رد کیا ہو تو یہ نکاح بدستور موقوف رہے گا۔ دادا کا محض سکوت اجازت نکاح نہیں قرار دیا جائے گا۔ (شامی ص ۳۴۱ جلد ۲)

غلام قادر مفتی دار الافتاء محکمہ امور مذہبیہ بہاول پور ڈویژن
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
المرقوم ۲۵ مارچ ۱۹۵۹ء، ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

کیا عصبہ کو ولایت حاصل ہے

﴿س﴾

غلاماں اور حسینہ زندہ ہیں۔ اب مسماۃ بختو در کھانی نے اپنے بطن سے متوفی کی دونوں لڑکیوں تاجو و عائشہ کا اپنے بھائی کے نابالغ بیٹوں سے اپنی مرضی اور عصبہ غلاماں مذکور کے مشورہ کے مطابق نکاح پڑھا دیا۔ بقول مولوی نکاح خواں وہ غلاماں کے پاس گیا۔ بعد از نماز مغرب قبل از نکاح اس سے پوچھا کہ صغیرہ بچیوں کی والدہ نکاح پڑھاتی ہے۔ تمہارا کیا مشورہ ہے۔ اس نے کہا کہ میری طرف سے تمہیں کوئی رکاوٹ نہیں۔ بلکہ اجازت ہے۔ میرا کوئی اعتراض نہیں۔ باقی جدی امراء یعنی ورثاء موجود نہ تھے۔ سفر میں تھے۔ یہ سب عصبہ ایک درجہ کے ہیں یا دو۔ رمضان، عیسیٰ حسینہ ناراض اور معترض ہیں۔ کیا یہ نکاح درست ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

نابالغہ لڑکیوں کے نکاح کی ولایت کا حق عصبہ کو ہے۔ عصبہ مساوی فی الدرجہ ہیں ہر ایک بلا مشورہ دوسرے کے ان کا نکاح کرنے کا مجاز ہے۔ صورت مذکورہ میں اگر واقعی غلاماں عصبہ کو یہ بتلا دیا گیا ہو کہ لڑکیوں کا نکاح فلاں فلاں شخص سے کرنا چاہتے ہیں اور انھوں نے اجازت دے دی ہے اور نکاح مہر مثل سے ہو چکا ہو تو نکاح صحیح ہے۔ لیکن اگر لڑکی عین بلوغ کی مجلس میں اس نکاح کو فسخ کر کے گواہ قائم کر دے اور پھر کسی مسلمان مجسٹریٹ سے تنسیخ نکاح کرا لے تو وہ نکاح فسخ بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

درج ذیل الفاظ سے نکاح درست ہو جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ مثال لعل کی لڑکی خاطو نامی عورت کا نکاح احمد نے پڑھایا ہے جو کہ عورت منکوحہ کے والد کا چچا ہے۔ روبرو گواہوں کے اور نکاح پڑھانے کے وقت کوئی قریبی رشتہ دار موجود نہیں تھا۔ اسی

چچا کی پرورش میں تھی اور اب بھی ہے۔ نکاح پڑھانے کے وقت جو الفاظ نکالے گئے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ احمد نے کہا کہ میری پوتری خاطو لال کی لڑکی کا نکاح میں نے محمد بخش کے ساتھ کر دیا ہے۔ کیا یہ نکاح ثابت ہے یا کہ نہیں۔

﴿ج﴾

لڑکی نابالغہ کے نکاح کا جائز ولی (باپ، دادا، چچا، چچازاد بھائی اور حقیقی بھائی بالغ کی عدم موجودگی میں) اس کے دادا کا حقیقی بھائی ہوتا ہے۔ درمختار میں ہے۔ **الوالی فی النکاح العصبة بترتیب الارث.** لہٰذا صورت مسئولہ میں احمد مذکور خاطو کے حقیقی دادا کا بھائی ہی اس کے نکاح کا ولی ہے اور اس کا نکاح صحیح نکاح ہوگا۔ چونکہ عرف عام میں بھائی کی پوتی کو بھی پوتی کہا جاتا ہے اور اس کا استعمال بالکل عام ہے۔ اس لیے اس کہنے سے کہ (میری پوتری) کوئی خلل نکاح میں واقع نہیں ہوتا۔ جبکہ نکاح خوان اور گواہوں کے خیال میں اسی خاطو کا نکاح پڑھا گیا۔ جو احمد کی پوتی ہے۔ لہٰذا نکاح میں کوئی شبہ نہیں اور نہ اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ

والد نے اگر نابالغہ کے نکاح کا انکار کیا ہو تو دوسری جگہ نکاح درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔ آج سے کئی سال پیشتر میرے والد صاحب نے میری نابالغ بچی کا نکاح میری رضاء کے خلاف ایک شیعہ لڑکے کے ساتھ کر دیا جو کہ سنی قسم کا شیعہ ہے۔ میں نے اسی وقت اس نکاح کے خلاف احتجاج کیا اور اپنے والد صاحب سے عرض کیا کہ میں اپنی لڑکی کبھی ان کو نہیں دوں گا۔ اب عزیزہ بالغ ہو رہی ہے۔ وہ بھی اس نکاح کے خلاف اظہار نارضامندی کر چکی ہے۔ علمائے دین اور مفتیان اسلام براہ کرم شرع شریف کے مطابق فتویٰ صادر فرمائیں۔ مندرجہ بالا میں شرعاً نکاح ہو گیا یا نہیں۔ کیا میں عزیزہ کا نکاح کسی اور جگہ پڑھا سکتا ہوں یا نہیں۔

المستفتی مقام خاص بھکر بمعرفت پوسٹ ماسٹر غلام مہری ای ڈی

﴿ج﴾

ولی اس کا باپ ہوتا ہے۔ لڑکی کا دادا باپ کی موجودگی میں نکاح کرانے کا شرعاً مجاز نہیں ہے۔ خواہ کسی سے ہو۔ جبکہ وہ نکاح شیعہ سے کر رہا ہو۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں نکاح والد صاحب کے انکار کی صورت میں منعقد ہی نہیں ہوا۔ دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ذوالقعدہ ۱۳۷۸ھ

دس سال والے لڑکے کا ایجاب وقبول کرنا

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے زینب کو اغواء کر کے بکر کے ہاتھ میں فروخت کر دیا۔ بکر سے زینب کے بال بچے پیدا ہوئے۔ چند سال گذرنے کے بعد خالد آیا اور آکر دعویٰ کیا کہ زینب میری بیوی ہے اور یہ واقعی ٹھیک تھا کہ زینب خالد کی بیوی ہے۔ جھگڑتے جھگڑتے آخر کار خالد نے بکر کو کہا۔ اگر تو مجھے گیارہ سو روپے دے تو میں زینب کو طلاق دے کر تیرے حوالے کر دوں گا۔ بکر نے طلاقیں دے دیں۔ اب بکر نے اپنے بیٹے جو کہ زینب سے زنا کے نتیجہ میں متولد ہوا ہے سے بوقت عمر دس سال نکاح پڑھایا ایجاب وقبول عمر نے کیا جو کہ دس سال کا بچہ تھا۔ اب مسئول یہ ہے کہ ازروئے شرع شریف رقیہ مذکورہ کا نکاح عمر کے ساتھ ثابت ہے۔ بات لازماً یہ یاد رہے کہ عمر کا نکاح جو لڑکپن میں عمر کے ایجاب قبول سے ہوا ثابت ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

عمر کا نکاح لڑکپن میں بغیر از ولی درست نہیں ہے۔ البتہ اگر اس کا ولی جو کہ خالد ہے۔ عمر کا نکاح کسی عورت کے ساتھ پڑھا دے تو درست ہوگا۔

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ ہذا
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ ذوالحج ۱۳۸۸ھ

قریبی رشتہ داروں کے ہوتے ہوئے دور والا رشتہ نہیں کرا سکتا

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ سکینہ کا نکاح جب کہ وہ آٹھ ماہ کی تھی۔ اس کی والدہ نے اپنے بھائی کے ساتھ مل کر مسمی اسماعیل جو کہ سکینہ کا کفو ہے۔ روبروئے گواہان پڑھا دیا ہے۔ حالانکہ سکینہ کا والد اور اس کا حقیقی چچا بھی زندہ تھے۔ جن سے اس نکاح خوانی کے لیے کوئی اجازت حاصل نہیں کی گئی۔ برائے مہربانی فتویٰ دیا جائے کہ ازروئے شرع شریف مسماۃ مذکورہ کا نکاح مسمی مذکور سے منعقد ہوگیا یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا

السائلہ عائشہ بی بی والدہ سکینہ چک ای بی/۶۷ تحصیل عارف والا ضلع منٹگمری

﴿ج﴾

یہ نکاح چونکہ ولی ابعد نے ولی اقرب کی موجودگی میں باندھا ہے۔ بغیر اجازت کے اس لیے جائز نہیں ہے۔

والابعد محجوب بالاقرب کما فی الفتح القدیر ص ۱۷۵ ج ۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ. البتہ اگر نکاح کے بعد کسی وقت ولی قریب نے اجازت دی ہو تو نکاح درست ہوگا۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دور کے رشتہ دار کا کرایا ہوا نکاح قریبی رشتہ دار کی اجازت پر موقوف رہے گا

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ عورت جس کے بطن سے پہلے ایک لڑکی تھی۔ بیوہ نے دوسرا نکاح کر لیا جو کہ مرحوم خاوند کا بھتیجا تھا۔ اس نے اس کی سابقہ لڑکی کا نکاح نابالغی کی حالت میں ایک نابالغ لڑکے سے کر دیا۔ لڑکی کے چچا بھی ہیں۔ وہ نکاح میں موجود نہ تھے۔ کیا یہ نکاح جائز ہے۔

غلام سرور زندہ ------ محمد ------------------ غلام محمد فوت

عزیزو   اللہ بخش زندہ بالغ   محمد شفیع خاوند ثانی عائشہ کا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ کما فی الدر المختار ص ۸۱ ج ۳ فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته.

پس صورت مسئولہ میں لڑکی عزیزو کا ولی اقرب اس کا بھائی اللہ بخش ہے۔ محمد شفیع کا کیا ہوا نکاح اللہ بخش کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر نکاح سے قبل یا بعد اس نے نکاح کی اجازت دی ہو تو نکاح صحیح ہے۔ اگر رد کر چکا ہو تو نکاح فسخ ہو چکا ہے۔ لیکن اگر اب تک اجازت یا رد کا قول نہ کر چکا ہو تو اب بھی یہ نکاح اللہ بخش کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ

باپ فوت ہونے کے بعد حقیقی چچا ہی ولی ہے

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو نابالغ لڑکیاں جو کہ یتیمہ ہیں۔ ان کا نکاح ان کے ولی وارث حقیقی کی رضا کے بغیر ان کی والدہ، نانا اور ان کے والد کے ابن العم نے کرایا ہے اور چچا بھی اسی شہر میں موجود تھا۔ اس سے

پوشیدہ ہوکر نکاح منعقد کیا گیا ہے۔ اب ان لڑکیوں کا نکاح عصبہ بنفسہ کے بغیر ذوی الارحام اور عصبہ ابعد کرا سکتے ہیں یا نہیں۔ ان کو ان لڑکیوں کی ولایت نکاح حاصل ہے یا نہیں اور یہ نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں۔ جواب بالتفصیل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ولی فی النکاح عصبات بنفسہ ترتیب الارث ہیں۔ قال فی العلائية الولی فی النكاح لاالمال العصبة بنفسه (الی ان قال) علی ترتيب الارث والحجب اه. الدر المختار ص ٧٦ ج ٣ قاضیخان ص ٣٥٥ ج ١ میں ہے۔ قال محمد الاب احق لانه يملك التصرف فی المال والنفس والابن لا يملك التصرف فی مالها وكذلك ابن الابن وان سفل ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم بنوهما علی هذا الترتيب ثم العم لاب وام ثم العم لاب ثم بنوهما علی هذا الترتيب ثم عم الأب لأب وام ثم عم الاب لاب ثم بنوهما علی هذا الترتيب...... وعند عدم العصبة كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوی الأرحام يملك تزويج الصغير والصغيرة...... والأقرب عند أبی حنيفة رحمه الله تعالٰی الأم ثم البنت ثم بنت الابن ثم بنت البنت الخ . قاضيخان. ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں ولی اقرب چچا ہے۔ پس اگر چچا نے صراحۃً یا دلالۃً اذن نہیں دیا تو یہ نکاح موقوف ہے۔ چچا کی اذن (اجازت) پر چچا کے سکوت سے اذن ثابت نہ ہوگا۔ اگر چچا نے صراحۃً یا دلالۃً اجازت دیدی تو صحیح ہو جائے گا اور اگر نہ دی تو باطل ہو جائے گا۔ قال فی شرح التنوير فلو زوج الابعد حال قيام الاقرب توقف علی اجازته وفی الشامية تحت (قوله توقف علی اجازته) فلا يكون سكوته اجازة لنكاح الأبعد وان كان حاضرا فی مجلس العقد مالم يرض صريحا أو دلالة تأمل ردالمحتار ص ٨١ ج ٣) لڑکیوں کے بلوغ تک چچا خاموش رہا تو اس کا اختیار ختم ہو جائے گا اور اب نکاح خود لڑکیوں کی اجازت پر موقوف ہو جائے گا۔ قال فی الشامية صغيرة زوجت نفسها ولا ولی ولا حاكم ثمه توقف' ونفذ باجازتها بعد بلوغها لأن له مجيزا وهو السلطان الخ (الدر المختار ص ٨٠ ج ٣) وأيضا فی العلائية قبيل باب المهر سيجئ فی البيوع توقف عقوده (الی الفضولی) كلها ان كان لها مجيز حالة العقد والاتبطل الخ .

فقط واللہ تعالٰی اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ محرم الحرام ۱۳۹۱ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بالغہ لڑکی کا پہلا نکاح اگر کفو میں ہوا ہے۔ وہی درست اور دوسرا غلط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی کنواری کا ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی کو ڈرا کر لڑکی کے چچا اور اس کے بڑے بھائی نے نکاح کر دیا ہے اور جب لڑکی کے باپ دادا کو پتہ چلا تو انھوں نے انکار کیا کہ ہم کو یہ نکاح نامنظور ہے۔ کیا اب یہ جو نکاح ہوا ہے۔ جائز ہے یا کہ نہیں۔ ہمیں اس مسئلہ کے بارہ میں تسلی نہیں۔ آپ واضح کر کے اس مسئلہ کو حل کر دیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال اگر واقعی لڑکی کے والد نے نکاح سے قبل یا بعد نکاح کی اجازت نہیں دی ہے۔ بلکہ نکاح کے علم ہوتے پر انکار کر دیا ہے۔ تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ لڑکی کا دوسری جگہ ولی کی اجازت سے نکاح جائز ہے۔ فی الدر المختار ص ٨١ ج ٣ فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف علی اجازته. فقط واللہ تعالٰی اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ رجب ۱۳۹۰ھ

سوتیلے بھائی اور باپ میں زیادہ حقدار ولایت کا کون ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ جیون مائی نے مثلاً زید سے شادی کی زید کا پہلی عورت سے ایک لڑکا تھا۔ جس کا نام مثلاً بکر ہے اور جیون مائی سے لڑکی پیدا ہوئی۔ بعد ازیں مسمی زید مر گیا۔ تو جیون مائی نے بعد گزر جانے عدت کے ثانی مرد سے نکاح کر لیا اور جیون کے خاوند ثانی نے بکر سے کہا کہ لڑکی کا وارث تو ہوگا۔ جہاں اس کا عقد ثانی کر دے اور اب خاوند ثانی نے بکر کو حق دار بنانے سے انکار کر دیا ہے۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس لڑکی جو کہ جیون کے بطن سے پہلے خاوند سے ہوئی ہے۔ اس کا نکاح کرنے کے لیے وارث کون ہے۔ آیا اس کا سوتیلا بھائی یا سوتیلا باپ یا ماں تفصیل سے بیان فرمائیں۔

﴿ج﴾

نابالغ لڑکی کا ولی اس کا باپ شریک بھائی ہے۔ سوتیلے باپ کو ولایت حاصل نہیں۔ قال محمد الاب احق

لانہ یملک التصرف فی المال والنفس والابن لا یملک التصرف فی مالھا وکذلک ابن الابن وان سفل ثم الأخ لأب وام ثم الأخ لأب ثم بنوھما علی ھذا الترتیب الخ . قاضیخان۔۳۵۵ج ا

اگرلڑکی بالغہ ہے تو اس پر کسی کو ولایت حاصل نہیں ہے۔بالغہ لڑکی کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح کوئی نہیں کر سکتا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹شوال ۱۳۹۳ھ

بیوہ کے نکاح کے متعلق فتوے پر فتویٰ

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین صاحبان مسماۃ ہندہ بیوہ نے اپنی رضاء ورغبت سے بغیر رضامندی اپنے بیٹے اور بھائیوں کے مسمی زید سے بمرضی اپنے دیوروں کے نکاح کیا۔زید ہندہ کی برادری میں سے ہے اور گواہان نکاح غیر برادری کے آدمی تھے۔نکاح پڑھنے کا کام ہندہ کے دیور نے سرانجام دیا۔زید وہندہ آمنے سامنے بیٹھے تھے۔نکاح خوان نے مسماۃ ہندہ سے پوچھا کہ تو زید سے نکاح کرنے پر رضامند ہے۔ہندہ نے گواہان کے روبرو یہ اقرار کیا کہ میں مسمی زید کو قبول کرتی ہوں اور یہی الفاظ زید نے بھی گواہوں کے روبرو اقرار میں کہے کہ میں بھی مسماۃ ہندہ کو نکاح کے لیے قبول کرتا ہوں۔خطبہ مسنونہ نکاح نہیں پڑھا گیا اور نہ ہی گواہوں کے سامنے بروقت نکاح حق مہر باندھا گیا ہے۔ناکح مذہب حنفی رکھتا ہے اور منکوحہ اہلحدیث ہے اور کئی سال سے بیوہ اب دریافت طلب یہ امر ہے کیا یہ نکاح شرع محمدی کی رو سے جائز ہوا یا نہیں۔یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ حق مہر بھی نہیں باندھا گیا۔

(ج)

بعون اللہ الوہاب بشرط صحت سوال جواب یہ ہے کہ نکاح مذکور الصدر صحیح نہیں ہے۔اس لیے کہ عورت نے اپنا نکاح کراتے وقت اپنا ولی مقرر نہیں کیا۔بلاولی نکاح کیا ہے۔حدیث میں ہے۔بروایت عائشہؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأۃ نکحت نفسھا بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل الخ . ایک روایت میں ہے۔لانکاح الابولی ہیں۔لاتزوج المرأۃ المرأۃ ولا تزوج نفسھا یعنی جوعورت اپنے وارث ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔کوئی عورت کسی عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ ہی اپنے نفس کا نکاح کرے۔خلاصہ مطلب یہ کہ عورت بغیر

وارث حقیقی کے اپنا نکاح خود بخود نہیں کراسکتی۔اگر بغیر ولی کے اپنا نکاح کر یگی تو وہ اس کا نکاح نہیں ہوگا۔قرآن کریم نے مرد کو عورت کا ولی قرار دیا ہے۔چنانچہ ارشاد ہے۔ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا . اس آیت میں عورتوں سے نکاح کرادینے کی نسبت ان کی طرف کی ہے اور دوسری آیت ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن آیت کا مفہوم ہے۔اگر کوئی عورت شرعی نقطہ نگاہ کے بعد مطابق کسی مناسب مقام پر اپنا نکاح کر لیتی ہے تو اس کو روکو نہیں بلکہ اجازت دے دو۔ان ہر دو آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ امر تزویج کا حق عورت کے وارثوں کو ہے۔عورت باکرہ ہو یا ثیبہ اپنی صواب دید کے مطابق اپنے نکاح کی تجویز کرسکتی ہے۔مگر بوقت نکاح اپنی طرف سے کسی اور مرد کو جو وارث حقیقی ہے۔ولی بنانا ضروری امر ہے۔ولی کے بغیر اس کا نکاح صحیح ہرگز نہیں ہوگا اور حق ولایت باپ کو ہے باپ کے بعد بیٹے یا بھائی کو یا چچا کو یا چچا کے بیٹے کو ہوگا۔جو عصبہ ہیں۔وہی حق ولایت میں معتبر جانے گئے ہیں۔مذکورہ نکاح جو دیور وغیرہ کا کرایا ہوا نکاح ہے۔ان کو عورت پر حق ولایت نہیں ہے۔عورت مذکورہ کا ولی اس کا بیٹا یا اس کے بھائی ہیں۔ان کی عدم موجودگی میں بلکہ ان سے چوری یہ نکاح پڑھایا گیا ہے۔لہٰذا یہ نکاح صحیح نہیں ہے۔ان کا عورت مذکورہ پر غاصبانہ قبضہ ہے جو سراسر شریعت کے خلاف ہے۔صرف عورت کی رضامندی سے کام نہیں۔تاوقتیکہ اس کا ولی ہمراہ نہ ہو۔جیسا کہ حدیث میں ہے۔لانکاح الابولی . دوسری وجہ درست نہ ہونے کی یہ ہے کہ عورت مرد کے لیے غیر کفو ہے اور مرد عورت کے لیے غیر کفو ہے۔کیونکہ نکاح مذہب ہر دو کا ایک نہیں۔جیسا کہ بیان سوال سے ظاہر ہے اور شرح وقایہ ج۲ ص۲۰ میں ہے۔ولہ الاعتراض ھھنا أی للولی والاعتراض فی غیر الکفو وروی الحسن عن ابی حنیفۃ عدم جوازہ ای عدم جواز نکاح من غیر کفو وعلیہ الفتوی قاضیخان. یعنی اگر کسی کی عورت کا نکاح غیر کفو سے ولی کی عدم موجودگی میں کیا جائے تو جب ولی کو اطلاع ہو جائے تو اس کو اس نکاح پر اعتراض کرنے کا حق ہے اور امام ابوحنیفہ سے بروایت حسن ثابت ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں اور فتاویٰ قاضی خان میں بھی نکاح صحیح نہ ہونے کا فتویٰ ہے اور اس کتاب کے حاشیہ نمبر۶ پر ہے۔قولہ ولہ ای لو زوجت نفسھا من غیر الولی لہ ان یعترض فیفرق القاضی الی آخرہ.

یعنی اگر عورت نے بغیر رضامندی اپنے وارث ولی کے نکاح کر لیا تو ولی نے اعتراض کیا کہ یہ نکاح میری رضامندی کے بغیر کیوں کیا گیا ہے۔تو قاضی ایسے نکاح کو فسخ کردے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کوئی نکاح بالکل صحیح نہیں۔پس صورت مذکورہ میں عورت مذکورہ کا نکاح دلائل بالا مذکورہ کی وجہ سے ہرگز صحیح نہیں ہے۔ایسے گھر میں عورت کا آباد ہونا جرم عظیم کا ارتکاب ہوگا۔ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

عبدالرحمن خطیب جامع مسجد اہلحدیث خانیوال
۸ مارچ ۱۹۶۹ء

یہ امر صحیح ہے کہ بغیر ولی نکاح نہیں ہے۔قرآن مجید اور احادیث صحیحہ شاہد ہیں کہ صورت مسئولہ کا نکاح باطل ہے۔مشتاق احمد مدرس مدرسہ دار الحدیث محمدی ملتان ۶۹/۳/۱۱

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم ۔پس مخفی نہ رہے کہ بشرط صحت سوال نکاح مذکور جس میں کسی قسم کے ولی مقرر کرنے کا ذکر نہیں ۔لہٰذا نکاح مذکور باطل ہے۔مطابق حدیث شریف لانکاح الابولی هذا ما عندی والله اعلم بالصواب وعنده علم الکتاب

حررہ فقیر بدرانی قدیر علی محمد جامعہ سعیدیہ خانیوال

جواب از دار الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جواب بالا صحیح نہیں بالغہ عورت اپنے نکاح میں خودمختار ہے۔بشرطیکہ نکاح غیر کفو میں نہ ہو۔قرآن مجید میں کئی جگہ نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے۔مثلاً حتی تنکح زوجاً غیره الایہ دوسری آیة ان ینکحن ازواجهن اور مسلم شریف کے حدیث میں ہے۔الایم احق بنفسها من ولیها وغیر ذلک۔بہرحال مسئولہ صورت نکاح صحیح ہے اور مہر مثل واجب ہے۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا لڑکی کے والد کا چچا شرعاً متولی ہوسکتا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ، نابالغ لڑکی کے نکاح کا متولی کون ہے۔جب باپ زندہ ہے اور باپ کا چچا نکاح کر کے دینا چاہتا ہے۔کیا شرعاً متولی بن سکتا ہے یا نہیں۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

شرعاً نکاح نابالغ کا متولی باپ ہے۔باپ کی موجودگی میں کوئی دوسرا متولی نہیں بن سکتا ہے اور اگر باپ زندہ ہو اور اس کی عدم موجودگی میں نکاح کر دیا تو نکاح موقوف ہوگا۔کما هو مصرح فی کتب الفقه

کتبہ افقر العبید الی اللہ رشید احمد مدرس مدرسہ عربیہ فاروقیہ شجاع آباد
اللہ وسایا معلم مدرسہ عربیہ اسلامیہ اشاعت العلوم [illegible]

نابالغ لڑکی کا ولی اس کا باپ ہے۔اگر باپ کی اجازت کے بغیر کسی اور نے نکاح کر دیا تو وہ باپ کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔اگر لڑکی کے بلوغ سے پہلے باپ اس نکاح کو رد کر دے تو وہ فسخ ہوجاتا ہے۔فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته کذا فی کتب الفقه. مثل الدر المختار ص ۸۱ ج ۳

والجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

باپ اگر ناراضگی کے باوجود اجازت دے تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو رشتہ کے لحاظ سے دادا لگتا ہے۔قبل از بلوغ یعنی دودھ پلا کر لڑکی کا نکاح کر دیا ہے۔جبکہ اس لڑکی کا باپ بھی موجود تھا اور نکاح کرنے پر بالکل راضی نہیں تھا۔اس بنا پر کہ میں بڑا ہوں میرا حق زیادہ ہے۔اب لڑکی جوان ہوچکی ہے اور باپ ابتک راضی نہیں ہے۔مطلوب یہ ہے کہ باپ کو نکاح فسخ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

نابالغ لڑکی کا ولی اقرب اس کا باپ ہے۔دادا کو اگر لڑکی کے باپ نے اجازت نہیں دی۔بلکہ دادا کے کیے ہوئے نکاح کو باپ نے نامنظور کر لیا ہو۔تو نکاح فسخ ہو چکا ہے اور اگر باپ نے باوجود ناراضگی کے اس وقت اجازت دے دی ہو تو پھر اب نکاح فسخ نہیں کر سکتا۔فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته . فقط واللہ تعالیٰ اعلم .

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

بالغہ کا نکاح والدہ ایک جگہ اور بھائی دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بیوہ عورت نے جس کے ہاں اسی کے بطن سے اس کے خاوند متوفی (غلام رسول) کی پشت سے ایک دودھ پیتی بچی تھی۔مذکورہ عورت نے بعد عدت گذر جانے کے ایک دوسرے مرد صدیق نامی سے نکاح کیا۔اس ناکح محمد صدیق کا ایک لڑکا پہلی عورت سے تھا۔جس کی والدہ فوت ہوچکی تھی۔اب صورت مسئولہ یہ ہے کہ جس اول الذکر بیوہ عورت نے محمد صدیق سے نکاح کیا تھا۔وہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی اپنے متوفی خاوند کی پشت سے چھوڑ کر محمد صدیق کے ساتھ چلی گئی۔اب اس عرصہ کو تقریباً چودہ، پندرہ برس گزر چکے ہیں کہ وہ لڑکی محمد صدیق کی زیر کفالت رہی اور اب کچھ مدت سے بالغ ہے۔مندرجہ کیفیت کے تحت قابل تفصیل یہ امر ہے کہ مذکورہ اول الذکر بیوہ کی لڑکی کا نکاح محمد صدیق اپنی پہلی عورت والے لڑکے سے کرنا چاہتا ہے۔مگر اس لڑکی کا حقیقی بھائی، حقیقی چچا، حقیقی نانا، اس معاملہ کے خلاف ہیں۔وہ لڑکی اپنے قبضہ میں لینا چاہتے ہیں۔برائے کرم نوازی اب اس معاملہ میں وضاحت فرمائیں کہ زیادہ حقدار ان ولیوں میں سے کون ہے۔ماں ہے یا لڑکی خودمختار ہے یا مندرجہ بالا برادر، چچا، نانا وغیرہ۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

عاقلہ بالغہ عورت نکاح میں خودمختار ہے۔اسے کوئی شخص بھی نکاح پر مجبور نہیں کرسکتا اوراس کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے کسی شخص نے نکاح قبول کرلیا ہے تو یہ نکاح درست نہیں ہوگا۔غرضیکہ عاقلہ بالغہ عورت جب تک خود قبول نہ کرے یا کسی کو اپنا وکیل نہ بنائے۔اس وقت تک اس کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔قال فی شرح التنویر ص ۵۸ ج ۳۔ ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ (الى قوله) فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي. والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه ومالا فلا .الخ ص ۵۵ ج ۳

واضح رہے کہ بلوغ کے ساتھ ولایت ختم ہوجاتی ہے۔اس لیے مذکورہ رشتہ داروں میں سے کوئی بھی لڑکی کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح نہیں کرسکتا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ صفر ۱۳۹۴ھ

باپ کی مرضی کے بغیر چچا کے نکاح کرانے کے بعد لڑکی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے متعلق۔ایک شخص بنام ملو نے اپنی دختر بنام امانت بی بی کی رسوم منگنی فتح محمد ولد نظام الدین کے ساتھ کردی۔لیکن کچھ عرصہ کے بعد ملو اور نظام الدین کے درمیان بدسلوکی پیدا ہوگئی۔تو ملو نے اپنی دختر امانت بی بی کی منگنی اب دوسری جگہ محمد رمضان ولد مولا بخش کے ساتھ کردی اور عقد نکاح کے دن تاریخ مقرر کردیے۔جب مقرر شدہ دن قریب آیا تو نظام الدین کو پتہ چلا کہ ملو نے اپنی دختر امانت بی بی کا رشتہ دوسری جگہ کردیا ہے تو جس دن محمد رمضان ولد مولا بخش کی برات آئی تھی۔اسی دن برات کے آنے سے پہلے نظام الدین بذریعہ پولیس امانت بی بی دختر ملو کا نکاح اپنے لڑکے فتح محمد کے ساتھ کراکے اپنے گھر لے گیا۔اس کے بعد جب محمد رمضان ولد مولا بخش کی برات آئی اوران کو معلوم ہوا کہ نظام الدین بذریعہ پولیس امانت بی بی کا نکاح اپنے لڑکے فتح محمد کے ساتھ کراکے اپنے گھر لے گیا تو برات والوں نے محمد حنیف سے کہا کہ ہمارے ساتھ یہ معاملہ ہوگیا ہے۔اب تم ہمارے ساتھ یہ احسان کرو کہ اپنی دختر کا نکاح محمد رمضان کے ساتھ کردو تاکہ ہماری عزت رہ جائے اور ہم یہ وعدہ وعید کرتے ہیں کہ جب ملو کی لڑکی بنام امانت بی بی محمد رمضان کے نکاح میں آجائے گی اوراس کے گھر آباد ہو جائے گی تو تمہاری لڑکی کو طلاق دے دیں گے۔بس اتنی بات سنتے ہی محمد حنیف نے جواب دیا کہ میں تو اپنی دختر کا نکاح کسی صورت بھی نہیں دیتا اور نہ میں نکاح کرنے پر راضی ہوں۔اس کے بعد برادری میں سے ایک شخص بنام مہر

الدین اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں بھی لڑکی کا چچا ہوں میرا بھی کچھ حق ہے۔میں اجازت دیتا ہوں۔تم نکاح پڑھاؤ حتیٰ کہ نکاح پڑھا دیا گیا اوراس وقت لڑکی کی عمر ۴ یا ۵ ماہ کی تھی۔اب آپ برائے کرم نوازی بندہ کو شریعت کی روشنی میں اس بات سے آگاہ فرمائیں کہ محمد حنیف کی دختر کا نکاح محمد رمضان کے ساتھ ہوگیا یا کہ نہیں۔جبکہ محمد حنیف نے نکاح کی اجازت بھی نہیں دی اور نہ نکاح کرنے پر راضی تھا اور لڑکی کی عمر بھی اس وقت ۴ یا ۵ ماہ کی تھی۔ آپ کی عین نوازش ہوگی۔فقط والسلام

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جب لڑکی نابالغہ کا والد موجود نہ تھا اور وہ نکاح میں دینے سے انکاری تھا اور نکاح ہونے کے بعد بھی انکار کرتا رہا ہے۔تو چچا کی اجازت سے نکاح نہیں ہوا ہے۔لڑکی اپنی مرضی سے دوسری جگہ جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔کیونکہ باپ ولی اقرب ہے اور چچا ولی ابعد ہے۔ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کا نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اور جب نکاح کے بعد وہ اس کو رد کرچکا ہے تو نکاح رد ہوگیا ہے اور لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر بیان سائل کا صحیح ہے اور وہ اس بیان کو ثابت کردے تو جواب درست دیا گیا ہے۔
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ محرم ۱۳۸۸ھ

چچا کا کرایا ہوا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ اللہ جوائی دختر پہلوان قوم ماچھی سکنہ حال چک نمبر ۲ ایٹ آر بعمر تقریباً تین چار سال کا عقد خاوند کے خلاف مرضی پہلوان کی بیوی مسماۃ نوراں نے بولایت نامہ جو کہ پہلوان کا حقیقی بھائی تھا۔مسمی بشیر ولد سعد اللہ سے جو نوراں کا چچازاد بھائی تھا۔اس نے لڑکی اپنی گود میں بٹھا کر نانا کی ولایت سے نکاح کردیا۔کلمہ خود نوراں نے پڑھا اور اس وقت لڑکی کا باپ پہلوان چک نمبر ۱۵۱/۴۴ ایل میں اپنی برادری کی فوتگی کے سلسلہ میں گیا ہوا تھا۔جب واپس آیا تو اس معاملہ کو سن کر بہت بیوی اور بھائی سے ناراض ہوا۔اب کیا ہوسکتا تھا۔اب لڑکی بالغ ہوچکی ہے اور وہ بھی اس ناطہ سے بہت متنفر ہے اور باپ بھی اسی طرح بدستور ناراض ہے تو ان کے بارہ عرض ہے کہ آیا شرعاً یہ نکاح منعقد ہوگیا ہے یا کالعدم ہے۔بینوا توجروا

(نوٹ) نکاح چک نمبر ۷۶ کرلاں بلوچاں میں ہوا تھا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ولی اقرب (باپ) کی موجودگی میں ولی ابعد (چچا) کا کیا ہوا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے۔ فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته (الدر المختار ص ۷۷ ج ۳) صورت مسئولہ میں لڑکی کے بلوغ سے قبل اگر والد نے صراحۃً اجازت دی ہو تو نکاح ہو گیا ہے اور اگر رد کر چکا ہو تو رد ہو گیا ہے اور اگر لڑکی کے بلوغ تک یہ خاموش رہا تو اس کے بعد لڑکی کی مرضی پر موقوف ہے۔ اس کے قبول سے ہو جائے گا اور اس کے رد کرنے سے رد ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

جس لڑکی کا نکاح دادا نے کرایا ہو اور باپ کی اجازت نہ ہو تو وہ آزاد ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی واحد بخش قوم درکھان سکنہ نمبر ۹۵ تحصیل وہاڑی نے اپنی پوتی نابالغہ مسماۃ شماں مائی کا نکاح اس کے والد کی اجازت کے بغیر کر دیا ہے اور لڑکی کا والد مسمی خدا بخش نے مجلس نکاح میں اس کا انکار کر دیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ لڑکی جوان ہو چکی ہے اور دادا کا کیا ہوا نکاح والد کی اجازت کے بغیر شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

شرعاً نابالغ لڑکی کا ولی حقیقی باپ ہوتا ہے۔ دادا نہیں ہوتا۔ لہٰذا باپ کی اجازت کے بغیر دادا کا کیا ہوا نکاح جائز نہیں۔ لہٰذا مسماۃ شماں کا نکاح درست نہیں ہے۔ اب دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔ ہکذا فی کتب الفقہ۔

محمد حکیم اللہ مفتی وخطیب جامع مسجد ملیشی شہر

اگر باپ نے نکاح کی اجازت نہ دی ہو اور دادا کے کیے ہوئے نکاح کو رد کر دیا ہو۔ جیسا کہ سائل کی زبانی معلوم ہوا تو بشرط صحت بیان سائل لڑکی کا نکاح نہیں ہوا اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح جائز ہے۔

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ جمادی الاخری ۱۳۹۰ھ

نابالغہ کا نکاح اگر ماں نے کرایا ہو تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

ایک لڑکی جس کی عمر ۴/۵ سال تھی۔ جب اس کا نکاح کیا۔ لیکن اس وقت اس لڑکی کا باپ موقع پر حاضر نہیں تھا۔ صرف لڑکی کی ماں تھی۔ اب لڑکی جوان ہو گئی ہے۔ اب اس کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے یا نہیں اور اب جو نکاح کرتا ہے اس لڑکی کا باپ وہ نکاح کیسا ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ماں کا کرایا ہوا نکاح لڑکی کے باپ کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر باپ نے نکاح کا علم ہو جانے کے بعد اس نکاح کی اجازت دی ہو تو یہ نکاح صحیح اور لازم ہو گیا۔ لڑکی دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی اور اگر باپ نے اس نکاح کو رد کر دیا ہو تو نکاح کالعدم ہو گیا ہے اور لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر باپ نکاح کے بعد بلوغ تک خاموش رہا تو بلوغ کے بعد لڑکی کی مرضی ہے اگر اجازت دے دے نکاح صحیح شمار ہو گا اور رد کر دے تو رد ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذو القعدہ ۱۳۸۷ھ

نابالغ لڑکے کا نکاح اگر ماموں کرا دے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک چھوٹے لڑکے (بعمر ۳ سال) کا نکاح اس کے ماموں نے پڑھا دیا۔ باوجود اس کے اس کا ولی اقرب اس لڑکے کے باپ کا چچا زاد بھائی تھا اور اس سے نہیں پوچھا گیا۔ اب لڑکا تقریباً ۱۸ سال کا ہے۔ کیا یہ نکاح ہو گیا یا نہیں۔

﴿ج﴾

ماموں چونکہ ولی ابعد ہے اور اس کے باپ کا چچا زاد بھائی ولی اقرب ہے۔ ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کا کرایا ہوا نکاح ولی اقرب کی رضامندی پر موقوف ہوتا ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر نکاح کرانے کے بعد ولی اقرب نے اس نکاح کو رد کر دیا ہو تو پھر رد ہے اور لڑکی جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے اور اگر منظور کر دیا ہو تو پھر نکاح ہو گیا ہے اور

لڑکی اس لڑکے کی ہی منکوحہ ہے اور اگر وہ خاموش رہا ہے نہ اس نے رد کیا ہے اور نہ منظور کیا ہے۔ یہاں تک کہ لڑکا بالغ ہوگیا ہے تو بعد از بلوغ لڑکے ہی کی رضامندی پر موقوف ہے۔ اگر بعد از بلوغ لڑکے نے رد کر دیا ہے تو رد ہے اور اگر منظور کر لیا ہے تو پھر اسی کی منکوحہ ہے اور اگر ابھی تک خاموش ہے تو اسے اختیار ہے چاہے قبول کرے چاہے رد کرے۔ قال فی العالمگیریة ص ۲۸۵ ج ۱ . وان زوج الصغیر أو الصغیرة أبعد الأولیاء فان کان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولایة توقف نکاح الأبعد علی اجازته وان لم یکن من أهل الولایة بأن کان صغیراً أو کان کبیراً مجنوناً جاز وان کان الأقرب غائباً غیبة منقطعة جاز نکاح الأبعد کذا فی المحیط وفیها ایضا ص ۲۸۶ ج ۱ سئل القاضی بدیع الدین عن صغیرة زوجت نفسها عن کفء ولا ولی لها ولا قاضی فی ذلک الموضع قال ینعقد ویتوقف علی اجازتها بعد بلوغها کذا فی التتار خانیة . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

ولی ابعد کے نکاح کرانے کے بعد اگر ولی اقرب اجازت دے تو نکاح درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی سلطان ولد رمضان اپنے والد کو کہتا ہے کہ میں اپنی لڑکی مسماۃ وساں بی بی اپنے بھتیجے افضل کو دوں گا۔ جبکہ سلطان مذکور کا والد اسے مجبور کرتا ہے کہ تو بھی اپنی لڑکی اپنے چچازاد بھائی کے عوض دے۔ مگر وہ برابر اسے انکار کرتا رہا۔ مگر چونکہ لڑکی مذکورہ کی عمر تین چار برس تھی اور سلطان اپنے والد کا حکم نہیں مانتا تھا۔ سلطان کے والد نے اس لڑکی مسماۃ کا عقد اپنی مرضی کے مطابق شہر کے مولوی صاحب کو بلا کر اپنی مطلوبہ جگہ کر دیا۔ سلطان کہتا ہے کہ میں اس مجلس نکاح میں بھی نہ موجود تھا اور میں نے اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے حقیقی برادران کی موجودگی میں اپنے والد کو منع بھی کیا تھا کہ میری لڑکی کا نکاح اس جگہ نہ کرو۔ مگر والد مرحوم برابر اپنی ضد پر قائم تھے اور نکاح کر دیا۔ سلطان کے برادران بھی حلفیہ سلطان کے بیانات کی تصدیق کرتے ہیں۔ سلطان کا والد اس وقت فوت ہوگیا ہے۔ نکاح خوان بیان کرتا ہے کہ واقعی نکاح سلطان کے والد نے ہی کر دیا تھا اور چونکہ یہ لڑکی اس کی پوتی تھی۔ لہٰذا میں نے بلا جھجک نکاح کر دیا۔ مگر مجھے قطعاً یہ معلوم نہیں تھا کہ لڑکی مذکورہ کا نکاح اس کے والد کی رضامندی یا بغیر رضامندی کیا جا رہا ہے اور نہ مجھے معلوم ہے کہ سلطان مجلس نکاح میں موجود تھا۔ ان واقعات کے علاوہ فریقین اور کوئی ثبوت نہیں دے سکتے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح منعقد ہوگیا ہے یا نہ۔ نیز اس کی لڑکی نے بالغ ہوتے ہی اس دادا والے نکاح سے انکار کر دیا ہے اور اس میں گواہ بھی بنائے ہیں۔

﴿ج﴾

ولی اقرب اس صغیرہ لڑکی کا باپ ہے اور دادا ولی ابعد ہے۔ ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کا نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اور اس ولی اقرب نے ولی ابعد کو نکاح کرانے سے روکا تھا۔ پس ولی اقرب نے اگر صراحۃً نکاح پڑھائے جانے کے بعد اس نکاح کا انکار کیا ہے تب تو نکاح فسخ ہے اور اگر رضا صراحۃً یا دلالۃً ثابت ہو تب نکاح صحیح اور نافذ ہے اور اگر اس نے سکوت اختیار کیا ہو تب بھی نکاح اس کی مرضی پر قبل از بلوغ لڑکی کے موقوف ہے اور اس لڑکی نے بھی بعد از بلوغ اس نکاح کا انکار کر دیا ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ اندریں حالات صورت مسئولہ میں نکاح مذکور صحیح نہیں ہوا ہے۔ قال فی الدر المختار علی هامش تنویر الابصار ص ۸۱ ج ۳ وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی اجازته وقال الشامی تحته (قوله توقف علی اجازته) تقدم ان البالغة لو زوجت نفسها غیر کفء فللولی الاعتراض مالم یرض صریحاً أو دلالة کقبض المهر ونحوه فلم یجعلوا سکوته اجازة والظاهر أن سکوته هنا کذلک فلا یکون سکوته اجازة لنکاح الابعد وان کان حاضرًا فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً أو دلالة تأمل . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ

لڑکی کی والدہ کا کرایا ہوا نکاح والد رد کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابالغ لڑکی جس کی عمر تقریباً پانچ یا چھ سال ہے اور اس کی والدہ کسی شخص سے اس لڑکی کا نکاح کر دیتی ہے اور خود ایجاب وقبول کرتی ہے اور اس لڑکی کا والد بوقت نکاح موجود نہیں۔ تین چار کوس کہیں باہر گیا تھا اور بعد میں جب اس کو نکاح کا علم ہوا تو اپنی گھر والی یعنی لڑکی کی والدہ پر بہت ناراض ہوا اور ابھی تک وہ اس نکاح پر راضی نہیں۔ کیا از روئے شرع اس لڑکی کا نکاح ہوا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

نکاح مذکور نافذ نہیں ہوا ہے۔ لڑکی مذکورہ کا نکاح جہاں کرنا چاہتے ہیں کرا سکتے ہیں۔ کیونکہ والدہ کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب جو لڑکی کا باپ ہے کی موجودگی میں بغیر اس کی اجازت حاصل کیے موقوف تھا۔ اس لڑکی نابالغ کے باپ کی

رضامندی پر۔ لیکن جب اس لڑکی کے باپ کو نکاح کا علم ہوگیا اور اس نے ناراضگی کا اظہار کر کے رد کر دیا تو رد ہوگیا ہے اور اب جہاں چاہے لڑکی کا نکاح کرا سکتے ہیں۔ قال فی العالمگیریة ص ۲۸۵ ج ۱ وان زوج الصغیر والصغیرة ابعد الاولیاء فان کان الاقرب حاضراً وهو من اهل الولایة توقف نکاح الابعد علی اجازته وان لم یکن من اهل الولایة بان کان صغیراً او کان کبیراً مجنوناً جاز وان کان الاقرب غائباً غیبة منقطعه جار نکاح الابعد کذا فی المحیط ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

واقعی جب لڑکی کے باپ نے نکاح کی اجازت نہیں دی تو نکاح نہیں ہوا۔

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر دادا نکاح کرائے اور باپ انکار کرے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دادا نے اپنی پوتی کا نکاح بغیر اجازت باپ کے کیا ہے اور جس گاؤں میں نکاح ہوا ہے۔ وہ باپ کے گاؤں سے تقریباً چھ فرلانگ دور ہے۔ جب دادا واپس آیا تو لڑکی کے باپ نے صراحۃً انکار کیا کہ میں اپنی لڑکی نہیں دیتا تو آیا یہ دادے کا کیا ہوا نکاح صحیح ہوگا یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر لڑکی مذکورہ نابالغہ ہے۔ تب تو دادے کا کیا ہوا نکاح باپ کی رضامندی پر موقوف ہے۔ جب باپ نے صراحۃً انکار کر دیا تو نکاح باطل ہوگیا۔ قال فی العالمگیریة ص ۲۸۵ ج ۱ وان زوج الصغیر والصغیرة أبعد الأولیاء فان کان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولایة توقف نکاح الابعد علی اجازته وان لم یکن من أهل الولایة بأن کان صغیراً أو کان کبیرا مجنوناً جاز وان کان الأقرب غائباً غیبة منقطعة جاز نکاح الأبعد کذا فی المحیط وقال ایضاً ثم قدر الغیبة بمسافة القصر وهو اختیار أکثر المتأخرین وعلیه الفتوی الخ ۔ اور اگر لڑکی بالغہ ہے اور اس نے اپنے دادا کو وکیل بنایا ہے اور اس نے اس کا نکاح کفو میں کیا ہے تب نکاح صحیح ہے ورنہ نہیں۔ کما هو مبین فی کتب الفقه ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ صفر ۱۳۸۵ھ

دادا کا کرایا ہوا نکاح بیٹے کی اجازت یا انکار تک موقوف ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رحیم بخش کی لڑکی معصومہ شیر خوار کا نکاح رحیم بخش کے والد یعنی احمد بخش نے ایک شخص سے بغیر رضامندی رحیم بخش کر دیا لیکن احمد بخش نے جو نکاح کر دیا ہے وہ اپنے دوسرے لڑکے کے عوض میں کیا ہے تو کیا نکاح صحیح ہے یا باطل۔ بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ دادا ولی ابعد ہے اور باپ ولی اقرب ہے۔ ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کا کرایا ہوا نکاح ولی اقرب کی رضامندی پر موقوف ہوتا ہے۔ صورت مسئولہ میں لڑکی کا باپ رحیم بخش اگر اس نکاح کو منظور کر دے تو نکاح لازم ہو جائے گا اور اگر وہ نامنظور اور رد کر دے تو نکاح کالعدم ہو جائے گا۔ کما قال فی عالمگیریة ص ۲۸۵ ج ۱ وان زوج الصغیر أو الصغیرة أبعد الأولیاء فان کان الأقرب حاضر او هو من اهل الولایة توقف نکاح الابعد علی اجازته وان لم یکن من اهل الولایة بأن کان صغیرًا أو کان کبیرا مجنونا جاز الخ ۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ جمادی الاخری ۱۳۸۷ھ

اگر نکاح میں والد کا دخل نہ ہو تو بیوی پر طلاق نہیں پڑے گی

﴿س﴾

تین بھائی ہیں انھوں نے ایک دوسرے کو لڑکی دینے کا وعدہ کر کے دعائے خیر کی۔ بعد میں بوجہ کسی تنازعہ کے دو بھائیوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہم نے اگر آپ کے بیٹے کو لڑکی دی تو ہماری عورت کو تین طلاق تو تیسرے بھائی نے بھی ایسا کہا کہ اگر میں نے بھی تمھیں لڑکی دی تو میری عورت کو تین طلاقیں ہوں گی۔ بعد ازیں ان دونوں بھائیوں نے اپنی لڑکیوں کی شادی غیر جگہ کر دی۔ تیسرے بھائی کی لڑکی بالغ ہوگئی اس نے بھی انھیں نہ دی۔ مگر اس کے والد صاحب نے اس کی غیر موجودگی کے وقت بغیر اجازت کے شادی کر دی تو اپنی لڑکی سے غصہ وغیرہ کیا۔ مگر بوجہ حیاء اپنے والد صاحب کو کچھ نہ کہا۔ اب کیا اس تیسرے کی عورت کو طلاق ہو جائے گی یا نہ۔ بینوا توجروا

المستفتی فقیر محمد نصیر الدین بقلم خود

﴿ج﴾

بالغہ لڑکی اپنے نکاح کی خود مختار ہے۔ اگر اس کے والد کی مرضی کے بغیر اس کے دادا نے نکاح کر دیا ہے۔ نہ تو اس میں شریک ہوا اور نہ شادی رخصتی میں کوئی تعاون کیا اور بالکل اس شادی سے الگ تھلگ رہا تو اس کی عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی ورنہ اگر اس نے اپنی لڑکی کو دینے میں حصہ لیا تو اس کی عورت مغلظہ ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر چچا نکاح کرادے اور باپ انکاری ہو تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نکاح صغر سنی میں اس کے چچا نے پڑھا دیا اور اس لڑکی کا باپ اس وقت موجود تھا اور اس نکاح پر رضامند نہیں تھا۔ چچا کے نکاح پڑھانے کے بعد اس لڑکی کا باپ آج تک انکاری ہے۔ کیا یہ نکاح شرعاً ہو گیا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

چچا کا یہ مذکورہ نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ اس کا ولی اقرب باپ موجود تھا اور وہ اس وقت سے اب تک انکاری ہے۔ لہٰذا یہ نکاح صحیح اور نافذ نہیں ہے۔ لڑکی دوسری جگہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ

باپ کے خاموش بیٹھنے سے اجازت ثابت ہوگی یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص محمد نے اپنی صغیرہ پوتی کا نکاح اللہ بخش کے لڑکے سے کر دیا۔ جب محمد نے اپنی پوتی صغیرہ کا نکاح دیا تو لڑکی کا والد یعنی محمد کا لڑکا بالکل قریبی کھیت میں تھا اور اس کو اپنی لڑکی کے نکاح کا علم بھی تھا اور راضی بھی تھا۔ اگر وہ والد کو اپنی لڑکی کے نکاح سے روکتا تو روک بھی سکتا تھا۔ لیکن بخوشی راضی رہا۔ نکاح کے بعد طرفین کے تعلقات بہتر رہے۔ تحفے تحائف لین دین کا معاملہ بھی جاری رہا۔ کچھ عرصہ بعد جب لڑکی بالغ ہوئی تو لڑکی کے والد نے کہا کہ میں لڑکی کا رشتہ نہیں دیتا۔ کیونکہ شروع سے مجھے لڑکی کا رشتہ دینے کا ارادہ نہیں تھا اور وہ اپنے اس انکار پر کوئی شرعی گواہ بھی قائم نہیں کر سکا۔ اب پہلے نکاح کی موجودگی میں لڑکی والوں نے لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کر

دیا۔ فقہ حنفی کی رو سے بتائیں کہ لڑکی کا سابقہ نکاح باقی ہے یا نہیں۔ اگر نکاح قائم ہے تو لڑکی کے پہلے خاوند سے طلاق حاصل کرنے کی کوشش کی جائے یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

لڑکی کا ولی اقرب باپ ہے۔ ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد دادا کا کیا ہوا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف تھا۔ یعنی اگر باپ نے صراحۃً یا دلالۃً اذن نہیں دیا تو یہ نکاح موقوف تھا۔ باپ کے اذن پر۔ باپ کے سکوت سے اذن ثابت نہیں ہوگا۔ اگرچہ باپ مجلس عقد میں موجود ہو۔ قال فی شرح التنویر فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی اجازته وفی الشامیة (قوله توقف علی اجازته) فلا یکون سکوته اجازة لنکاح الأبعد وان کان حاضرًا فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً أو دلالة تأمل (ردالمحتار ص ۸۱ ج ۳) پس صورت مسئولہ میں تحقیق کی جائے کہ اگر باپ نے نکاح سے پہلے یا بعد لڑکی کی صغر سنی میں صراحۃً یا دلالۃً اجازت دی ہے تو نکاح صحیح اور نافذ ہے۔ اگر باپ نے نکاح کو رد کیا ہے تو فسخ ہو چکا ہے۔ اگر باپ لڑکی کے بلوغ تک خاموش رہا تو اب بلوغ کے بعد لڑکی کو اختیار ہے کہ صغر سنی کے نکاح کو جائز قرار دے یا فسخ قرار دے۔ پس جو صورت ہو تحقیق کے بعد اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ جمادی الاخری ۱۳۹۸ھ

جب باپ بیٹی دونوں نکاح سے انکاری ہیں تو نکاح درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمات پٹھانی (جس کی عمر بوقت نکاح چار سال کی تھی) کا نکاح اس کے چچا نے بغیر رضا اس کے والد کے پڑھا دیا تھا اور اس کی عدم رضا کی وجہ سے باوجود گھر میں ہونے کے مجلس نکاح میں شامل نہیں ہوا۔ لیکن اس کا بھائی چونکہ بہت جابر تھا۔ اس لیے اس نے بغیر کسی پرواہ کے نکاح کر دیا۔ بعد ازاں طلاق کی کوشش بھی کی اور ناکح نے وعدہ بھی گواہان کے سامنے کیا۔ لیکن منحرف ہو گیا۔ اب لڑکی تقریباً چار پانچ ماہ سے بالغ ہے۔ لیکن لڑکی نے جب سے ہوش سنبھالا ہے۔ اس نکاح سے انکاری ہے۔ لیکن کسی خاص مجلس میں گواہ وغیرہ نہیں بنائے ہیں۔ اب جواب طلب دو امر ہیں۔ (۱) اس لڑکی مسمات پٹھانی کا نکاح بغیر اس کے والدین کی رضا کے ہو گیا ہے یا نہیں۔ (۲) اگر نکاح ہو گیا ہے تو اب اس کے انکار سے جبکہ وہ بلوغ سے قبل بھی انکاری تھی اور اب بھی بدستور انکاری ہے۔ فسخ ہو جاتا ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ باپ کے ہوتے ہوئے چچا کو ولایت نکاح حاصل نہیں۔ اگر باپ نے صراحۃً یا دلالۃً اذن نہیں دیا تو یہ نکاح موقوف ہے۔ باپ کے سکوت سے اذن ثابت نہ ہوگا۔ اگرچہ باپ مجلس عقد میں ہی موجود ہو۔ قال فی شرح التنویر فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی اجازته وفی الشامیة تحت قوله (توقف علی اجازته) فلا یکون سکوته اجازة لنکاح الأبعد وان کان حاضرا فی مجلس العقد مالم یرض صریحا أو دلالة تأمل (ردالمحتار ص ۸۱ ج ۳) بہرحال صورت مسئولہ میں جب والد نے اجازت نہیں دی ہے اور لڑکی بھی بلوغ کے وقت سے انکاری ہے تو یہ نکاح باطل ہے اور اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر لڑکی کے والد نے نکاح سے انکار کر دیا تو اسی وقت نکاح ختم ہو گیا۔

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ

اگر والد نے صراحۃً یا دلالۃً اجازت نہ دی ہو تو لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ منظوراں دختر ربنواز قوم نونانی سکنہ چک نمبر ۶ تحصیل کبیروالہ جس کی عمر ۱۹۵۸ھ میں تقریباً دو سال کی تھی۔ اس کے دادا مہر حق نواز ولد مہر چھتہ نے بلا اجازت باپ نکاح پڑھ دیا اور باپ بھی مجلس نکاح میں موجود تھا۔ کیونکہ اس روز اس کی شادی حاکم دختر مہر کرم سے مقرر تھی۔ نکاح خوان نے باپ سے پوچھا کہ اجازت ہے تو باپ نے کہا کہ نہیں میں رضامند نہیں ہوں تو فوراً دادا نے کہا کہ نکاح پڑھو پڑھو میں اجازت دیتا ہوں۔ نکاح پڑھا گیا۔ بعد نکاح باپ سے مجلس نکاح کے چند آدمیوں نے کہا کہ تم رضامند ہو تو باپ نے کہا کہ میں رضامند نہیں ہوا اور نہ ہی اب تک راضی ہوں۔ لڑکی اس وقت ۱۹۷۱ھ میں تقریباً ۱۵، ۱۶ سال کی ہے اور اس وقت لڑکی اپنی والدہ کے ساتھ نانا کے ہاں گئی ہوئی تھی۔ کیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں۔ لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر فتویٰ صادر فرمائیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں معتمد علیہ دیندار علماء کو ثالث مقرر کر لیا جائے۔ وہ شرعی طریقہ سے تحقیق کریں۔ اگر تحقیق سے

یہ بات ثابت ہو جائے کہ والد نے نکاح کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ نکاح سے قبل اور بعد میں بھی انکار کرتا رہا ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوا اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہوگا اور اگر والد کی اجازت سے نکاح پڑھایا گیا ہے تو پھر نکاح صحیح ہوگا اور بعد میں انکار کا اعتبار نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

نکاح کی اطلاع کے بعد اگر لڑکی اجازت دے چکی ہے تو اب انکار نہیں کر سکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی محمد دین نے ایک بالغہ لڑکی مسماۃ غلام عائشہ کو جبراً اغوا کر لیا۔ لڑکی کے وارثوں نے کچھ عرصہ کے بعد لڑکی کو حاصل کر لیا اور اول ہی میں مغوی پر مقدمہ دائر کر دیا۔ چنانچہ مغوی کو سزایابی کا جب خطرہ ہوا تو اس کے ورثاء نے صلح کی بات شروع کر دی۔ لڑکی والوں نے چار رشتہ لینے پر صلح کی آمادگی ظاہر کی۔ بامر مجبوری ورثاء نے شرط قبول کی اور نکاح کر دیے۔ جن میں سے دو لڑکیاں بالغہ تھیں اور دو غیر بالغہ۔ اب قابل استفتاء یہ بات ہے کہ وہ لڑکیاں جو صلح کے بدلہ میں نکاح کر کے دی گئیں۔ ان میں سے ایک مسماۃ نوراں ہے۔ جو کہ مغوی کے چچا کی لڑکی ہے۔ اس کا نکاح اس صورت سے ہوا کہ چونکہ وہ بالغہ تھی۔ تو اس سے اجازت حاصل کرنے کے لیے نکاح خوان اور اس لڑکی کا والد مسمی ملنگ اور تیسرا شخص مسمی وودھا گئے۔ جب اس کے گھر کے قریب پہنچے۔ جس میں مسماۃ نوراں بمعہ دیگر اہل خانہ عورتوں کے بیٹھی تھی تو مسمی وودھا راستہ پر ہی کھڑا ہو گیا اور دونوں آگے گھر کی طرف گئے تو وہاں سے بقایا عورتیں روتی اور گالی گلوچ دیتی ہوئی اٹھیں اور نکاح سے باز رہنے کو کہنے لگیں تو اس وقت جبکہ یہ دونوں صاحب یعنی نکاح خوان اور لڑکی کا والد ان عورتوں سے تقریباً پچاس فٹ دور تھے تو لڑکی کے والد مسمی ملنگ نے اپنی لڑکی نوراں کو اپنی طرف بلایا اور وہ اس محفل سے اٹھی۔ مگر عورتوں کی گالیوں اور شور سے تنگ آ کر اس لڑکی کے والد نے نکاح خوان کو کہا کہ چلو جی پھر کسی وقت لڑکی کا انگوٹھا لگا لیں گے۔ اس وقت عورتیں شور مچاتی ہیں۔ چنانچہ مسماۃ نوراں وہاں عورتوں میں رہی اور یہ دونوں صاحب بغیر اجازت حاصل کیے واپس مردوں کی محفل میں آ گئے اور واپس آ کر ملنگ نے اپنی لڑکی نوراں کا نکاح پڑھا دیا اور اب عرصہ تقریباً چار سال گذر گیا ہے۔ اب تک نہ ہی لڑکی نے انگوٹھہ لگایا ہے اور نہ ہی کبھی نکاح کا اقرار کیا ہے۔ بلکہ ہمیشہ انکار کرتی چلی آ رہی ہے اور اب بھی انکار پر قائم ہے تو کیا اس صورت میں مسماۃ نوراں کا نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

«ج»

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مسماۃ نوراں کے نکاح میں مندرجہ ذیل تفصیل ہے کہ اگر اس کے والد نے یا اس کے بھیجے ہوئے کسی آدمی نے اس سے شوہر کا نام بتا کر کے اس کے ساتھ نکاح کرانے کی اجازت مانگی ہو اور اس نے اجازت دی ہو یا سکوت اختیار کیا ہو یا نکاح کرا لینے کے بعد نکاح کی خبر اس لڑکی کو ملتے وقت اس نے تسلیم کر لیا ہو یا سکوت اختیار کر لیا ہو تو ان تمام صورتوں میں سے ہر ایک صورت میں جب یہ باکرہ ہے اس کا نکاح منعقد ہو گیا ہے۔ بعد میں انکار کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور اگر نکاح سے قبل والد کے اجازت مانگتے وقت اس نے انکار کر دیا ہو یا قبل از نکاح اس سے نہ پوچھا گیا ہو اور نکاح کرا لینے کے بعد نکاح کی خبر پہنچتے ہی فوراً اس نے اس نکاح کا اسی وقت ہی انکار کر دیا ہو تو نکاح منعقد نہیں ہے اور اس کی مرضی ہے جہاں نکاح کرتی ہے کر سکتی ہے۔

بہرحال نکاح سے قبل اجازت لیتے وقت یا نکاح کرا لینے کے بعد خبر ملتے وقت اگر اجازت دے چکی ہے یا تسلیم کر چکی ہے یا سکوت اختیار کر گئی ہے تو نکاح منعقد اور نافذ ہو گیا ہے اور اگر ان اوقات میں انکار کر چکی ہے تو نکاح کالعدم ہے۔ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ قال فی الوقایة ولا یجبر ولی بالغة ولو بکراً وصمتها وضحکها وبکاءها بلاصوت اذن ومعه رد حین استیذانه او بعد بلوغ الخبر بشرط تسمية الزوج لا المهر فيها هو الصحيح . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ رجب ۱۳۸۵ھ

جب بالغہ لڑکی نے عقد اول کی اجازت دیدی تو دوسری جگہ نکاح حرام ہوگا

«س»

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی بالغہ ہونے پر اپنے ایک رشتہ دار کے ساتھ بغیر اجازت لڑکی کے نکاح کر دیا۔ بالغہ باکرہ لڑکی کو بوقت نکاح علم ضرور تھا کہ آج میرا نکاح فلاں لڑکے کے ہمراہ میرا والد کر رہا ہے اور بعد نکاح بھی آج تک اس نے وہ نکاح مسترد نہیں کیا وہ خاموش رہی۔ بس صرف اس سے بوقت نکاح اجازت جا کر حاصل نہیں کی گئی۔ نکاح ہونے کے بعد شخص مذکور کے والدین نے اس نکاح کو ناپسند کیا۔ حالانکہ اس نے اپنے والدین کو پہلے اپنے بھائی کے لڑکے کے واسطے کہا تھا اور اس کے والدین نے اپنے اس لڑکے کو دو تین دفعہ کہا بھی کہ وہ اپنے لڑکے کے لیے اپنی بھتیجی کا رشتہ لے لے۔ مگر اس لڑکے نے لڑکی والے کی شرط نہیں مانی اور والد کے

اجازت دینے پر اس شخص نے دوسرے رشتہ داروں کے ہاں مندرجہ بالا طریق پر نکاح کر دیا۔ اب اس کو والدین بھائی اور تمام برادری والے بے حد مجبور کر رہے ہیں کہ وہ نکاح کا اقرار کرے۔

واضح رہے کہ شخص مذکور نے اس سے پہلے اپنے بھائی کو دعاء خیر کر دی تھی اور کپڑے بصورت منگنی لیے ہیں۔ لیکن لڑکی والوں کی طرف سے ایک شرط تھی۔ جس کو اس کے بھائی نے نہیں مانا۔ اس لیے دوسری جگہ نکاح کر دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس بات کے ہوتے ہوئے بوقت نکاح لڑکی بالغہ سے اجازت نہیں لی گئی اور اس کو علم ضرور تھا۔ مگر نکاح کے بعد اس نے کوئی اعتراض وانکار نہیں کیا۔ یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں۔

(۲) والدین اگر مجبور کریں کہ وہ باوجود انعقاد نکاح اپنے بھائی کے بیٹے کو دے۔ وہ ان کا حکم مانے یا نہ۔

بینوا توجروا

«ج»

بالغہ لڑکی نکاح میں خود مختار ہے۔ اس پر کسی کو ولایت جبر حاصل نہیں۔ پس صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال اگر باپ نے اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح شرعی طریقہ سے ایجاب وقبول کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں کر دیا ہے تو یہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر لڑکی نے باپ کے اطلاع دینے پر صراحۃً یا دلالۃً اس نکاح کو جائز قرار دیا ہے تو نکاح صحیح اور نافذ ہو چکا ہے اور دوسری جگہ نکاح جائز نہیں اور ایسی صورت میں دوسری جگہ نکاح کرنا یا اس کے لیے مجبور کرنا حرام ہے۔ ولی اقرب کے علاوہ اگر کوئی اور نکاح کی اطلاع کر دے تو صریح اجازت کی ضروری ہے۔ سکوت کافی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ جمادی الاولی ۱۳۹۷ھ

نکاح ایک دفعہ نامنظور کرنے کے بعد منظور اور منظور کرنے کے بعد نامنظور نہیں کیا جا سکتا

«س»

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میری لڑکی جب ۳/۴ سال کی تھی تو میرے والد صاحب نے میری لڑکی کا نکاح بغیر میری موجودگی ورضامندگی یا اطلاع سے کرادیا تھا۔ میں اس وقت انبالہ چھاؤنی نوح میں تھا۔ جہاں سے مجھے بذریعہ خط وکتابت مطلع کیا جا سکتا تھا۔ مگر بزرگوار محترم نے ایسا نہ کیا۔ جب میں رخصت گذارنے گھر آیا تو معلوم ہوا۔ میں نے والد صاحب سے عرض کی کہ آپ نے معصوم بچی کا نکاح بغیر میری اجازت کے کیوں کرادیا ہے۔ جس پر والد صاحب نے فرمایا کہ میں خود خوش نہ تھا۔ مگر مجبوراً کیا گیا ہے۔ اب التماس ہے کہ لڑکی جوان ہوگئی ہے اور

اس نکاح پر خوش نہیں ہے تو جو نکاح میرے والد صاحب نے کرایا تھا۔ وہ جائز ہے یا ناجائز۔ اس میں جو شرعاً حکم ہو۔ فیصلہ سے آگاہ فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی صوبیدار محمد زمان خان ۲۲، ۶۴ فیلڈ رجمنٹ ارٹلری پشاور چھاؤنی

﴿ج﴾

نابالغہ لڑکی کا نکاح باپ کی موجودگی میں دادا نہیں کرا سکتا۔ اگر باپ ایسے مقام پر ہو کہ اس کی رائے طلب کرنے تک ایک اچھی جگہ ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ اسوقت البتہ دادا باپ کی عدم موجودگی میں نکاح کرا سکتا ہے۔ لیکن صورت مسئولہ میں ایسی صورت نہیں ہے۔ بلکہ بذریعہ خط و کتابت اس کی رائے معلوم کی جا سکتی تھی۔ انھیں بلایا بھی جا سکتا تھا۔ اس لیے اب حکم یہ ہے کہ اگر باپ نے اطلاع پانے کے بعد لڑکی کے نابالغی کے زمانہ میں اس نکاح کو منظور نہیں کیا تو نکاح نہیں ہوا اور اگر اطلاع مل جانے کے بعد اسے منظور کر لیا ہے۔ خواہ بادل ناخواستہ ہی تو نکاح ہو گیا۔ البتہ ایک دفعہ نامنظور کرنے کے بعد منظور کرنا بے سود ہے۔ اسی طرح منظور کرنے کے بعد نامنظور کرنا بے فائدہ ہے۔ پہلی دفعہ کا اعتبار ہے۔ منظور کر لیا تو نکاح ہو چکا۔ نامنظور کر دیا تو نہیں ہوا تو اس صورت میں لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ

نواسی بلوغ کے بعد نانا کا کرایا ہوا نکاح رد کر سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکی اور ایک لڑکا نابالغ جن کا والد اور والدہ فوت ہو گئے۔ جن کو عرصہ تقریباً پندرہ سال ہوئے فوت ہو گئے ہیں۔ اس وقت تین بچے نابالغ تھے۔ جو نانا کی پرورش میں رہے۔ نابالغان کے والد کا چچازاد بھائی اللہ ڈتہ و نور اور سردار محمد پسران احمد زندہ تھے جو کہ تینوں میں سے دو فوت ہو گئے ہیں اور ایک اللہ دتہ موجود ہے۔ نابالغان کا نانا کہتا ہے کہ میں نے نابالغان کا نکاح کر دیا ہے۔ حالانکہ والد صاحب کے چچازاد بھائیوں سے نہ ہی اجازت لی اور نہ ہی پوچھا گیا۔ نکاح درست ہے یا نہیں۔ اب وہ تینوں بالغ ہیں۔ دونوں لڑکیاں انکاری ہیں۔

﴿ج﴾

ان دونوں لڑکیوں کا شرعی ولی و وارث ان کے صغر سنی میں ان کے باپ کا چچازاد بھائی تھا۔ نانا ولی نہیں تھا۔ کیونکہ باپ کا چچازاد بھائی ان کا عصبہ ہے اور نانا ذوی الارحام میں سے ہے۔ عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کو

ولایت نکاح حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا نانا نے ان کے نکاح کرانے سے قبل یا اس کے بعد اگر حقیقی ولی اقرب مذکور سے اجازت لی ہو۔ تب تو ان کا نکاح نافذ ہوا ہے اور اگر اس سے اجازت نہیں لی ہے اور نہ ہی نکاح رد کر دیا ہو تو لڑکیوں کے بعد از بلوغ انکار کر دینے سے نانا کا کرایا ہوا نکاح رد ہو گیا ہے اور لڑکیوں کی مرضی ہے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہیں۔ قال فی العالمگیریة ص ۲۸۴ ج ۱ وعند عدم العصبة کل قریب یرث الصغیر والصغیرة من ذوی الأرحام یملیک تزویجها الخ وفیها ایضاً ص ۲۸۵\ج ۱ ان زوج الصغیر أو الصغیرة أبعد الأولیاء فان کان الأقرب حاضرًا وهو من أهل الولایة توقف نکاح الأبعد علی اجازته الخ وفیها ایضاً ثم قدر الغیبة بمسافة القصر وهو اختیار المتأخرین وعلیه الفتوی. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

لڑکی کا بلوغ کے بعد انکار کافی ہے یا طلاق کی ضرورت ہوگی؟

﴿س﴾

بعد سلام مسنون گذارش ہے کہ نابالغ لڑکی کا نکاح بغیر ولی شرعی پڑھا جائے اور لڑکی بالغ ہو کر اس نکاح سے انکار کرے تو کیا ضرورت طلاق ہوگی یا کہ اس کا انکار کافی ہوگا۔ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

نابالغ لڑکی کا نکاح جب باپ کی اجازت کے بغیر کسی اور نے کر لیا ہے تو یہ نکاح ولی اقرب (باپ) کی اجازت پر موقوف تھا۔ اگر لڑکی کے بلوغ سے قبل لڑکی کے نکاح ہو جانے کے بعد باپ نے اس نکاح کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ اس نکاح کو نامنظور کر لیا ہے پھر تو یہ نکاح فسخ ہو چکا ہے اور اگر باپ نے اجازت دی ہے تو پھر نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته (الدر المختار ص ۸۱ ج ۳) کسی ثالث معتمد علیہ کے سامنے تحقیق کی جائے۔ اگر سائل کا بیان درست ہو تو فتویٰ پر عمل جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ جمادی الاخری ۱۳۸۹ھ

جب بالغہ نکاح پر مطلع ہونے کے بعد سکوت اختیار کرے تو ؟ حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ باپ نے اپنی بالغ کنواری لڑکی کا ا۔ر کو وکیل بنائے

بغیر روبروئے گواہان کے نکاح کر دیا۔ بعد از نکاح چند دفعہ منکوحہ سے اس نکاح کے متعلق رضاء یا عدم رضاء کا سوال کیا گیا تو لڑکی نے جواب دیا کہ میرے باپ نے جو کچھ کر دیا ہے میں اس سے کس طرح منحرف ہو سکتی ہوں۔ آیا یہ نکاح شرعاً صحیح نافذ ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

شرعی اصول یہ ہے کہ اگر باپ اپنی لڑکی عاقلہ بالغہ کا اس کو وکیل بنائے بغیر نکاح کر دے اور جب اس منکوحہ کو اس نکاح کے متعلق خبر پہنچے اور وہ خاموش رہے تو شرعاً نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ کما فی فتاوی عالمگیری ص۲۸۷ ج ۱ واذا قال لها الولی أرید أن أزوجک من فلان بألف فسکتت ثم زوجها فقالت لا أرضى أو زوجها ثم بلغها الخبر فسکتت فالسکوت منها رضى فی الوجهین جمیعا ۱۲. صورت مسئولہ میں یہ صورت موجود ہے۔ اس لیے شرعاً نکاح منعقد ہو گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ غلام فرید عفا اللہ عنہ مفتی بہاولپور
الجواب صحیح محمد عبدالحی معلم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ بہاولپور
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۴ سال عمر والی لڑکی کا والد کے نکاح سے انکار کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی لڑکی چودہ برس کی تھی۔ اس نے اپنی لڑکی کا نکاح دے دیا اور ایجاب وقبول لڑکی سے نہیں کرایا گیا۔ بلکہ لڑکی کی طرف سے والد صاحب نے متولی بن کر ایجاب وقبول کیا اور اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ نکاح کے کپڑے پہنانے کے لیے گئے تو لڑکی نے کپڑے پھینک دیے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر یہ لڑکی نکاح کے وقت نابالغ تھی۔ یعنی اس کو ابھی تک ماہواری کا خون نہیں آیا اور نہ اس کی عمر بحساب قمری پورے پندرہ سال ہو گئی تھی۔ تب تو باپ کا کرایا ہوا نکاح صحیح اور درست ہے۔ لڑکی کو بعد از بلوغ اس کے فسخ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے اور اگر بوقت نکاح یہ بالغ تھی تب اس کی رضامندی جواز نکاح کے لیے ضروری ہے۔ اگر نکاح کے علم ہو جانے کے بعد اس نے نکاح کو رد کر دیا ہو تو نکاح کالعدم ہو گیا ہے اور لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر علم ہو جانے کے بعد صراحۃً یا دلالۃً رضامندی لڑکی کی پائی گئی ہو تو نکاح صحیح ہو گیا ہے اور بعد میں ولی کو توڑنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ کما قال فی الکنز مع النهر ص ۲۰۲ ج ۲ ولا تجبر بکر بالغة علی النکاح الخ . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ذوالحج ۱۳۷۸ھ

اگر چچا نے لڑکی کا نکاح کرایا ہو تو لڑکی بعد بلوغ کے اسے فسخ کر سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ جناب عالی میرا باپ فوت ہو گیا تھا۔ میں یتیم تھی۔ میرا ایک چچا تھا۔ مجھے اس نے رہنے کی جگہ نہ دی اور تکلیف دیتے تھے۔ پھر وہ جگہ میں نے چھوڑ کر اور گھر میں رہائش کی اور پھر آسودہ حال ہوئی میں بچپن میں تھی کہ چچا دشمن نے میری اجازت کے بغیر اور بغیر میرے مشورہ کے میرا نکاح کر دیا اور بعد میں مجھے پتہ چلا تو میں نے انکار کیا اور اب تک میرا انکار ہے۔ اگر مجھے کوئی قتل کر دے گا تو بھی میں اس نکاح کو منظور نہیں کروں گی جو کہ میرے دشمن چچا نے کر دیا ہے۔ حضرات کی خدمت میں یتیم کا سوال ہے کہ مجھے کوئی ایسا راستہ بتاؤ کہ شریعت کے مطابق بھی پورا ہو اور نکاح بھی فسخ ہو جائے۔ مجھے شرعی فیصلہ منظور ہے فتویٰ عنایت فرمائیں۔ میرا نکاح ۱۹۶۱ء میں ہوا ہے۔ پھر میں ۱۹۶۶ء میں بالغ ہوئی ہوں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ چچا نے اس لڑکی کا نکاح صغرسنی میں اگر غیر کفو میں کر دیا ہو یا مہر میں غبن فاحش کر چکا ہو۔ یعنی ایسی لڑکیوں کا جتنا مہر ہوا کرتا ہے۔ اس سے نصف یا اس سے کم مقرر کر دیا ہو تو ایسی صورت میں چچا کا کرایا ہوا نکاح کالعدم ہے۔ لڑکی جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے اور اگر چچا نے اس کا نکاح کفو میں اور غبن فاحش کے بغیر کرایا ہو تو لڑکی کا نکاح ہو گیا ہے۔ لیکن شرعاً اسے حق خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے اور وہ اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔ لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ قبل از بلوغ اگر اسے نکاح کا پتہ چل گیا تھا تو بالغ ہوتے ہی اگر اس نے فوراً بلا کسی تاخیر کے نکاح مذکور کا انکار کر دیا ہو تو اسے فسخ کرانے کا حق ہوتا ہے اور اگر بالغ ہوتے ہی فوراً انکار نہ کیا ہو بلکہ بعد میں انکار کیا ہو تب شرعاً یہ نکاح فسخ نہیں کرا سکتی اور اگر اس کو قبل از بلوغ نکاح کا پتہ نہ چلا ہو تو بعد از بلوغ جب بھی اس کو پتہ چل گیا ہو۔ اگر فوراً اسی وقت نکاح کا انکار کر چکی ہو تو اس کو فسخ کرانے کا حق ہے۔ ورنہ نہیں۔ فسخ کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ حاکم مسلمان کی عدالت میں یہ لڑکی درخواست پیش کر دے کہ میرا نکاح صغرسنی میں میرے چچا نے کر دیا تھا اور اب میں بالغ ہو گئی ہوں اور میں

اس نکاح سے انکاری ہوں۔ لہٰذا حاکم میرا نکاح فسخ کردے۔ حاکم معاملہ کی تحقیق کرنے کے بعد اس کا نکاح فسخ کردے اور پھر جہاں چاہے اپنی مرضی سے یہ لڑکی نکاح کرلے۔ قال فی الکنز ولهما خيار الفسخ بالبلوغ فی غير الأب والجد بشرط القضاء ويبطل بسكوتها ان عملت بكرًا كنز مع النهر ص ۲۰۹ ج ۲ مطبوعه مكتبه حقانيه پشاور وفی التنوير وان كان المزوج غير هما لا يصح من غير كفؤ بغبن فاحش اصلا وان كان من كفؤ وبمهر المثل صح ولهما خيار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنكاح بعده بشرط القضاء الخ ص ٦٧ ج ٣. مزید حیلہ ناجزہ میں ہے۔ وفی الحيلة الناجزة نقلا عن الجوهرة والذى يتغا بن فيه الناس مادون المهر قاله شيخنا موفق الدين وقيل ما دون العشر وقال العلامة التهانوى فى الحاشية قلت لعل الاختلاف لاختلاف الزمان او المكان فالا ولى ان لا يقدر بل ينظر الى العرف . واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

باب سوم

وکیل کے ذریعہ نکاح کا بیان

کسی رشتہ دار نے اگر نابالغ لڑکے کے لیے قبول نہ کیا تو نابالغ کے قریبی رشتہ داروں کی اجازت پر موقوف ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی اللہ بخش نے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح دوسرے نابالغ لڑکے کے ساتھ کرا دیا اور اس نکاح میں ایجاب وقبول کرنے والا کوئی آدمی نہیں ہے۔ صرف اس لڑکے کے پلندر موجود تھے اور پلندر ہماری زبان میں اس شخص کو کہتے ہیں جس سے لڑکے کی والدہ نے دوسرا نکاح کرایا ہو۔ اب اگر ایجاب وقبول کرنے والا یہ پلندر ہے تو نکاح ہوا یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں اگر نابالغ لڑکا آپ قبول اور ایجاب کرے تو نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اب پلندر کا کیا ہوا نکاح فضولی کا نکاح ہوگا۔ اگر نابالغہ کے اولیاء نے اس کی اجازت دے دی تو صحیح ہو جائے گا اور اگر رد کر دیا تو رد ہو جائے گا۔ نیز لڑکا نابالغ اگر عاقل ہے تو اس کا ایجاب وقبول بھی اجازت اولیاء پر موقوف ہے اور اگر غیر عاقل یعنی بہت چھوٹا ہے تو وہ ایجاب وقبول لغو ہے۔ اجازت اولیاء صحیح نہیں۔ جب تک دوبارہ ایجاب وقبول نہ کیا جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نابالغ لڑکا اگر ایجاب وقبول خود کرے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابالغ لڑکے مسمی عبدالمجید نے بحالت یتیمی جبکہ اس کی عمر دس سال تھی اور اس کی ماں اغوا ہو کر دوسرے شہر چلی گئی تھی اور اس کی ماں کی راضی مرضی پر اس لڑکے نے وہاں مجلس نکاح میں بزبان خود ایجاب کر کے مہر مثل پر ایک بالغ عورت سے نکاح کر لیا۔ اب وہ عورت اپنے لڑکے کو لے کر اپنے خاندان میں چلی گئی اور اس خاندان کی اور لڑکی کے خاندان کی آپس میں سخت عداوت اور دشمنی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس نابالغ لڑکے کا نکاح مذکورہ جو وزیراں دختر عالم شیر سے پڑھا گیا اور ناکح کا نکاح پڑھنے کے وقت اس کا کوئی متولی موجود نہ تھا۔ بلکہ ان کی رضامندی تک بھی نہ تھی۔ تو کیا اس صورت میں نکاح منعقد ہوگا یا نہیں اور اندریں صورت وزیراں کا نکاح دوسری جگہ بلا کسی فسخ کے ہو سکتا ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اس نابالغ لڑکے کا یہ نکاح موقوف ہے۔ پس اگر اس کے ولی کو علم ہو گیا اور اس نے اجازت دے دی تو نکاح صحیح اور نافذ ہوگا اور اگر ولی غیر اب وجد ہے تو اس لڑکے کو بعد از بلوغ خیار بلوغ حاصل ہوگا اور اگر ولی نے اجازت نہ دی تو نکاح فسخ ہوگا اور اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔ قال فی العالمگیریۃ ص۲۸۶ ج ا سئل القاضی بدیع الدین عن صغیرۃ زوجت نفسها من کفٔ ولا ولی لها ولا قاضی فی ذالک الموضع قال ینعقد ویتوقف علی اجازتها بعد بلوغها کذا فی التتارخانیه واذا زوجت الصغیرۃ نفسها فاجاز الاخ الولی جاز ولها الخیار اذا بلغت کذا فی محیط السرخی وفیها ایضاً ص ۳۰۴ ج ا ولا یبطل خیار الغلام مالم یقل رضیت أو یجئ منه ما یعلم أنه رضی ولا یبطل بالقیام فی حق الغلام وانما یبطل بالرضا هکذا فی الهدایه وفی الخانیه علی هامش العالمگیریة ص ۳۴۰ صبی تزوج بالغة فغاب فلما حضر تزوجت المرأۃ بزوج اخر وقد کان الصبی اجاز بعد بلوغه النکاح الذی باشره فی الصغر فان کانت المرأۃ تزوجت بزوج اخر قبل اجازۃ الصبی جاز النکاح الثانی لأنها تملک الفسخ قبل اجازۃ الصغیر وان کان النکاح الثانی بعد اجازۃ الصغیر ینظر ان کان النکاح فی الصغر بمهر المثل أو بما یتغا بن الناس فیه لا یجوز النکاح الثانی لانه کان موقوفاً فینفذ باجازۃ الصبی بعد البلوغ وان کان بمهر کثیر لایتغا بن الناس فیه وللصغیر أب أو جد فکذالک لأنهما یملکان النکاح علیه بمهر کثیر فیتوقف عقد الصغیر علی اجازتهما فینفذ بالاجازۃ بعد البلوغ وان لم یکن للصغیر أب أو جد جاز الثانی من المرأۃ لأن عقد الصغیر علی هذا الوجه لم یتوقف فلا تلحقه الاجازۃ الخ . وهکذا فی الشامیة ص ۳۴۰ ج ا

(۱) اور اگر ولی نے سکوت اختیار کیا صراحۃً یا دلالۃً اجازت نہ بھی دی اور نہ فسخ کیا تو بعد از بلوغ اس لڑکے کی اجازت و فسخ پر نکاح موقوف ہے۔ چونکہ یہ نکاح موقوف ہے۔ اس لیے قبل از اجازت ولی اور بصورت دیگر قبل از اجازت اس لڑکے کے بعد از بلوغ لڑکی کو اس نکاح کے خود فسخ کرنے کا حق حاصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ

اگر نابالغ لڑکے کی طرف سے اجنبی شخص ایجاب وقبول کرے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص مسمی قادر بخش نے اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کا ایجاب ایک یتیم نابالغ لڑکے کے ساتھ کر دیا اور اس یتیم نابالغ لڑکے کے نکاح کی قبولیت ایک ایسے شخص مسمی غلام رسول نے کی۔ جو اس کا وارث نہیں۔ بلکہ ایک اجنبی شخص ہے۔ اب عرصہ تین سال سے لڑکی بالغہ ہے اور لڑکا بھی قریب البلوغ یا بالغ ہوگا۔ لڑکی کے والدین اس رشتہ کو ناپسند کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر شرعاً یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے تو ہمیں کوئی انکار نہیں۔ ورنہ چونکہ لڑکی بالغ ہے۔ اس لیے ہم دوسری جگہ اس کا نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں ایک اجنبی شخص کی قبولیت شرعاً معتبر ہے یا نہیں اور نکاح منعقد ہو چکا ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں اس یتیم نابالغ لڑکے کے ورثاء عصبہ بنفسہ وہاں سے ۱۱ میل کے فاصلہ پر موجود ہیں۔ لیکن ان کی طرف سے ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا ان کو نکاح منظور ہے یا نہیں اور اب اگر وہ کہیں کہ جب ہم نے اس کا حال سنا تھا۔ تو ہم نے منظور کیا تھا اور اب تک وہ ہمیں منظور ہے تو کیا اب ان کا یہ قول معتبر ہوگا اور نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

یہ نکاح لڑکے کے عصبہ بنفسہ کے منظور کرنے پر موقوف تھا۔ اگر عصبہ بنفسہ نے اس نکاح کو منظور کر لیا ہے تو نکاح صحیح ہو گیا ہے۔ لہٰذا عصبہ بنفسہ سے حال معلوم کیا جائے۔ اگر وہ کہیں کہ ہم نے قبول کر لیا تھا۔ تو نکاح صحیح ہوگا اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح جائز نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ محرم ۱۳۹۲ھ

دادا اگر پوتی کا نکاح بیٹے کی اجازت سے کرے تو درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء عظام فی هذہ المسئلہ کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کے نکاح کا وکیل اپنے باپ کو بنا دے۔ (دادا) اگر نکاح کر دے تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگرلڑکی کے والد کی اجازت سے دادا نے اس کا نکاح کر دیا ہے تو وہ نکاح شرعاً منعقد اور لازم ہے۔ بالغ ہونے پر اس نکاح کو رد کرنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ رمضان ۱۳۹۷ھ

بچی کا نامناسب جگہ رشتہ کرنے سے متعلق ایک مفصل فتویٰ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نور بنت سجاول قوم بھٹی موچی سکنہ موضع اکان والا تحصیل کبیروالا ضلع ملتان تقریباً سولہ سالہ ہوں۔ میرا نکاح ہوئے کو عرصہ چار سال گذر چکا ہے۔ میرے والد نے میرا نکاح کر دیا۔ میری عمر گیارہ سال تھی۔ جس شخص کے ساتھ میرا نکاح ہوا۔ وہ مسمی اللہ بخش عمر ۷۰ سال کا تھا۔ والد نے ضد میں آ کر میرا نکاح زبردستی برادران سے غلبہ کر کے کر دیا۔ کوئی شخص بھی راضی نہ تھا۔ جب میں بالغہ عمر ۱۵ سال میں پہنچی تو میں نے اس نکاح سے فوراً انکار کر دیا۔ میں اس خاوند سے سخت منکرہ ہوں۔ والد نے میرے اوپر بہت ظلم کیا ہے اور مجھ کو بوڑھے آدمی کے نکاح میں دے دیا ہے۔ میں اس نکاح سے معافی چاہتی ہوں۔ علماء کرام و حکام عظام سے درخواست ہے کہ میرے حق میں فیصلہ فرمائیں۔ والد کی شفقت میرے حق میں نہیں ہے۔ میں ہرگز اس نکاح کو قبول نہیں کروں گی۔ مفتی صاحب اپنا فتویٰ سے مشرف فرمائیں۔ تا کہ عند الضرورت عدالت عالیہ میں فتویٰ پیش کروں۔ انگوٹھا سائلہ۔ نورن مائی

جواب از مولوی عبدالجبار پاکپتن

ایسی لڑکی جس کو والد نے بغیر سوچے سمجھے ایک بوڑھے آدمی کو نکاح کر دیا ہے اور لڑکی اس سے نفرت کرتی ہے اور وہ بلوغت کے بعد اپنی مرضی اور رضا سے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ ایسا ولی نکاح شرعاً فضولی شمار ہوتا ہے۔ وہ مبذر اور مسرف کی جماعت میں سے ہے۔ فتاویٰ مولانا عبدالحی میں ہے کہ ولی نکاح نہیں بن سکتا ہے۔ بخاری شریف ص ۱۷۷۱ ج ۲ میں ہے۔ من زوجها الاب او الجد وهي كارهة فنكاحها مردود. حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس لڑکی کا نکاح والد یا دادا کر دے اور وہ لڑکی اس نکاح کو مکروہ جانے۔ پس وہ نکاح رد کیا جائے گا مشکوٰۃ شریف، ابوداؤد ص ۱۲۸۷ ج ۲۔ عن بن عباس قال ان جارية بكرا اتت النبيؐ فذكرت ان أباها زوجها وهي كارهة فخيرها النبيؐ. حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک لڑکی حاضر ہوئی جو کہ

بلوغ کے قریب تھی اور کہنے لگی کہ میرا نکاح والد نے کر دیا ہے اور میں مکروہ جانتی ہوں اس نکاح کو۔ پس حضورؐ نے اس کو اختیار دے دیا اور اس کا نکاح فسخ کر دیا۔ نووی شرح مسلم ص ۴۵۶ ج ۱ میں ہے۔ قال الأوزاعي وأبو حنيفة وأخرون من السلف يجوز لجميع الاولياء ان تنكحوا الصغيرة ولها الخيار اذا بلغت کہا ہے امام اوزاعیؒ اور ابو حنیفہؒ نے اور دوسرے اصحاب سلف نے کہ جائز ہے تمام ولیوں کے لیے کہ صغیرہ لڑکی کا نکاح کر دیں۔ لیکن وہ بالغہ ہونے کے بعد اختیار رکھتی ہے کہ خواہ نکاح کو رکھے یا نہ رکھے۔ وہ نفس کی مالک ہے۔ کہا ہے ملا علی قاری نے کہ علت فسخ نکاح کی کراہت ہے۔ لڑکی کا مکروہ جاننا نکاح کو فسخ کر دیتا ہے۔ کذا فی مظاہر حق اور فتاویٰ نذیریہ ص ۲۱۶، ۲۱۷ ج ۲ میں ہے کہ جب باپ اپنی لڑکی کا نکاح کر دے اور یہ لڑکی اس نکاح کو مکروہ جانے پس وہ نکاح فسخ کیا جائے گا۔ خواہ والد نکاح کرے یا دادا۔ صغیرہ کا نکاح کر دے یا بڑی بالغہ کا۔ ہر دو صورت میں لڑکی فسخ کر سکتی ہے۔ باپ نے نکاح کفو میں کیا ہو یا غیر کفو میں ایک ہی حکم ہے۔ الدر المختار ص ۵۸ ج ۳ میں ہے۔ لانقطاع الولاية بالبلوغ. یعنی بلوغت کے بعد ولی کی ولایت منقطع ہو جاتی ہے اور لڑکی مختارہ ہو جاتی ہے اور جس ولی میں شفقت نہیں ہے وہ ولی نکاح کی ولایت سے دور ہے۔ اس کا حکم شرعاً منسوخ ہے۔ لہٰذا لڑکی اپنے نفس کی مالک ہے۔ کیونکہ والد نے اس پر بہت ظلم کیا ہے۔ لہٰذا شرعاً اجازت اپنی مرضی سے اختیار کر سکتی ہے۔ قال البيهقي و حافظ ابن حجر اسند عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذ كنت كارهة فانت بالخيار. یعنی جب تو اس نکاح کو مکروہ جانتی ہے تو تو اختیار والی ہے۔ عن عائشة ان فتاة دخلت عليها فقالت ابى زوجنى من ابن اخيه وانا كارهة فقالت اجلسى حتى ياتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخبر فارسل الى ابيها ودعاه فجعل الامر اليها فقالت يا رسول الله قد اجزت ماصنع ابى ولكن اردت ان اعلم النساء انه ليس للاباء من الامر شيء. عائشہؓ صدیقہ سے روایت ہے کہ ایک جوان عورت عائشہ صدیقہ کے پاس حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میرا نکاح میرے والد نے کر دیا ہے اور وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تو بیٹھ جا۔ یہاں تک کہ رسول اللہؐ آ جائیں۔ جب حضورؐ تشریف لائے تو عائشہ صدیقہ نے بیان کیا۔ حضورؐ نے اس کے والد کو بلایا اور لڑکی کو اختیار دے دیا۔ اس کے بعد لڑکی نے کہا کہ میں والد کی بات مانتی ہوں۔ میں نے اس بات کو جتلانا تھا کہ لڑکیوں کو شرعاً اختیار ہے۔ جس والد کی شفقت نہ ہو اور لڑکی پر ظلم ہو۔ اس کا نکاح کیا ہوا لڑکی کے اختیار پر ہے۔ باپ کا کچھ حق نہیں ہے۔ نسائی کتاب النکاح۔ (نوٹ) فتویٰ لاجواب ہے۔ واللہ اعلم

حررہ علامہ بحر العلوم مولوی عبدالجبار مدرس کتب عربی مفتی تحصیل تام سند یافتہ دہلی شریف
علامہ فاضل بابری پوری، بونگوی، یعنی بونگہ صالح جان وارد بونگہ حیات تحصیل پاکپتن ضلع منٹگمری بقلم خود
مفتی اعظم مولوی عبدالجبار بونگہ حیات بقلم خود

﴿ج﴾

ہدایہ میں ہے۔ویجوز نکاح الصغیر والصغیرة اذا زوجهما الولی بکرا کانت أو ثیباً والولی هو العصبة (الی قوله) فان زوجهما الأب أو الجد یعنی الصغیر او الصغیرة فلا خیار لهما بعد بلوغهما لأنهما کاملا الرأی وافرا الشفقة فیلزم العقد بما شرتهما الخ هدایه مع الفتح ص ۱۷۲ ج ۳ درمختار علی هامش تنویر الابصار ص ۶۵ ج ۳. وللولی الأتی بیانه انکاح الصغیر والصغیرة جبرًا ولو ثیباً (الی قوله) ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مهرها و زیادة مهره او زوجها بغیر کفٔ ان کان الولی المزوج بنفسه بغبن أبا أو جداً وکذا المولی. اور ردالمحتار میں ہے۔ تحت قول درمختار لزم النکاح أی بلا توقف علی اجازة أحد و بلا ثبوت خیار فی تزویج الأب والجد الخ ص ۶۶ ج ۳ اور کنز الدقائق مع البحر الرائق ص ۱۲۶، ۱۲۷ میں ہے۔وللولی انکاح الصغیر والصغیرة والولی العصبة بترتیب الارث الی قوله ولهما خیار الفسخ بالبلوغ فی غیر الاب والجد بشرط القضاء اور بحرالرائق ۲۱۱ ج ۳ میں ہے۔تحت لهما خیار الفسخ الی قوله ولا جد بشرط قضاء القاضی بالفرقة هذا عند ابی حنیفةؒ ومحمدؒ وقال ابو یوسفؒ لا خیار لهما . اعتبارا بالاب والجد . واضح رہے کہ یہ کتب جن کی عبارتیں نقل کی گئیں ہیں۔معتبر کتب حنفیہ میں سے ہیں۔اسی طرح تمام فقہاء نے لکھا ہے اور یہی کتب فقہ میں ہے۔ یہ سب عبارتیں اس بات میں نص ہیں کہ تمام اولیاء ترتیب الارث سے ولایت اجبار رکھتے ہیں۔صغیر صغیرہ پر یعنی جو بھی کسی درجہ میں وارث بن سکتا ہے۔وہ صغیر وصغیرہ کا ولی نکاح بھی ہے۔ نیز یہ احناف کا متفقہ مسئلہ ہے کہ اب اور جد چونکہ وافر الشفقت ہوتے ہیں۔اپنی اولاد پر اور ان کی شفقت کامل ہوتی ہے۔اولاد کے مصالح اچھے طریقے سے سوچ سکتے ہیں۔اس بناء پر شرعاً ان کی ولایت بھی کامل ہوگی کہ وہ جب صغیر یا صغیرہ کا نکاح کردیں گے تو انھیں خیار بلوغ حاصل نہیں ہوگا کہ خیار بلوغ کی بناء پر اب اور جد کا نکاح فسخ کرسکیں۔ ان کا نکاح کیا ہوا لڑکے اور لڑکی پر اس طرح لازم ہوگا جیسے خود بعد البلوغ نکاح کردیں۔البتہ اب اور جد کے علاوہ اگر کسی دوسرے ولی نے نکاح کردیا تو ان کی شفقت چونکہ ناقص ہے۔ان کے مصالح اب اور جد کی طرح نہیں سوچ سکتے۔ہوسکتا ہے کہ وہ نکاح کردیں اور اس میں لڑکے لڑکی کا نقصان ہو۔تو اب اور جد کی طرح یہاں بھی لزوم نکاح کا حکم کردیں تو اس نقصان کی تلافی نہیں ہوگی۔اس بنا پر شریعت نے اب اور جد کے علاوہ دوسرے اولیاء کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ کی وجہ سے نکاح فسخ عند القاضی کا حق دے دیا ہے۔تا کہ اس نقصان کی تلافی ہوجائے۔لیکن اب اور جد میں بھی یہ بات نہ رہے کہ اپنی اولاد کے مصالح کا بالکل خیال نہ رکھیں اور شفقت ختم ہوجائے اور فقدان شفقت ہو ان کے حق میں برا سوچیں یعنی معروف بسوء الاختیار ہوجائیں تو عند الاحناف دوسرے ولیوں کی طرح اب اور جد

کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ سے فسخ نکاح کرسکتے ہیں۔اب یہ معلوم کرنا ہے کہ کسی باپ کا ایسے بوڑھے سے نکاح کرنا یہ اس کی شفقت سے عاری ہونے کی وجہ اور لڑکی کی مصلحت نہ سوچنے کی وجہ بن سکتی ہے اور وہ معروف بسوء الاختیار ہوگا یا نہ تو نبوت کے زمانہ سے لے کر آج تک مسلمانوں کے واقعات میں غور کرنے سے یہی سمجھ میں آئے گا کہ یہ عدم شفقت کی وجہ نہیں بن سکتی۔ویسے نکاح آج کل ہوتے رہتے ہیں مثالیں موجود ہیں۔تو اس سے باپ معروف بسوء الاختیار نہیں ہوسکتا۔تاکہ پھر اس کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ سے گنجائش فسخ نکاح ہو۔لہٰذا صورت مسئولہ میں والد نے کسی مصلحت کی بنا پر نکاح کیا ہوگا۔جو کہ دوسروں کی سمجھ میں نہیں آتی ہوگی تو لڑکی کو خیار بلوغ مذہب احناف کی رو سے شرعاً حاصل نہیں اور نکاح بدستور باقی ہے۔بغیر اس کے کہ اسی خاوند کے ساتھ رہے یا کہ طلاق یا خلع سے اپنے آپ کو چھڑائے کوئی خلاصی کی صورت نہیں۔باقی حضرت مجیب کا حال ملاحظہ فرمائیں۔وہ مذہب حنفی سے واقف نہیں ہیں۔مذہب حنفیہ میں صغیرہ اور کبیرہ کے نکاح کے حکم میں فرق کو نہیں سمجھا کہ احناف کے نزدیک بالغ یا بالغہ پر باپ یا دیگر اولیاء کی ولایت نہ رہنے کی وجہ سے اجازت کے بغیر نکاح نہیں کراسکتے۔اگر کریں گے تو بالغہ کی مرضی پر موقوف ہوگا۔بخلاف صغیرہ کے اس کے نکاح میں تفصیل مذکورہ بالا ہے اور صورت مذکورہ لڑکی صغیرہ کے نکاح کے متعلق ہے۔لیکن مجیب صاحب کی عبارت منقولہ درمختار وشامی وغیرہ سے بالغہ کے حق میں ہے۔نیز جو بھی حدیث مجیب صاحب نے نقل کی ہے اور ان احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اختیار دیا ہے۔ان کی مرضی پر نکاح موقوف رکھا ہے۔وہ سب کے سب بالغہ کے متعلق ہیں اور احناف بھی ان احادیث پر عمل کرتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ اگر بغیر رضاء واجازت بالغہ کے باپ یا کسی اور ولی نے نکاح کردیا اور لڑکی کو ناپسند رہا تو وہ عند الاحناف رد ہے۔بخلاف صغیرہ کے اس کے نکاح کا حکم ایسے نہیں۔چنانچہ خود مجیب صاحب ان احادیث کے ترجمہ میں بالغہ کا ترجمہ کرتے ہیں۔لیکن صورۃ مسئولہ میں نکاح صغیرہ کے متعلق ہے اور صغیرہ کے نکاح کے متعلق مجیب صاب نے کوئی حدیث بھی تحریر نہیں فرمائی اور فتاویٰ عبدالحی صاحب میں مجیب کے لیے کوئی عبارت اس مقصد کے لیے مفید نہیں۔نہ ملا علی القاری نے کوئی ایسی بات لکھی ہوگی وہ تو احناف کے امام ہیں۔باقی مسلک احناف جو کہ کتب معتبرہ حنفیہ سے ذکر کیا گیا ہے (اور امام نووی تو حنفی المذہب نہیں)۔باوجود اس کے فقہاء احناف کے مذہب حنفی سے واقف نہیں۔علاوہ ازیں بنا بر تقاضائے بشریت کی جگہ مذاہب کے نقل میں غلطی کی ہے اور یہ نقل بھی احناف کے مسلک مذکور فی کتب المذاہب کے موافق نہیں۔لہٰذا یہ عبارت بھی دعویٰ کے لیے مفید نہیں۔مسلک کتب احناف میں واضح ہوتے ہوئے اس کی نقل کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

احمد جان نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۱ھ

والدہ کا کرایا ہوا نکاح لڑکی بلوغ کے بعد ختم کرسکتی ہے

﴿ج﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک نابالغہ لڑکی جس کی عمر تقریباً تین سال ہو اور اس کا نکاح اس کی والدہ نے باپ کی عدم موجودگی اور رضامندی کے بغیر کسی لڑکے سے جو کہ اس وقت نابالغ تھا۔ پڑھا دیا ہو اور باپ نے اس نکاح کی مخالفت کی ہو اور لڑکی نے سن بلوغت کو پہنچ کر اس نکاح کو منظور کرنے سے انکار کر دیا ہو۔ کیا یہ نکاح شرعی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

تحقیق کی جائے اگر واقعی شرعی طریقہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ لڑکی کی صغرسنی میں نکاح لڑکی کی ماں نے پڑھایا تھا اور نکاح سے قبل یا بعد باپ نے اس نکاح کی اجازت نہ دی ہو۔ بلکہ نکاح کا علم ہونے پر باپ نے اس نکاح کو رد کر دیا ہو۔ جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے تو نکاح اسی وقت سے فسخ ہو چکا ہے اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح جائز ہے۔ لیکن اگر نکاح سے قبل یا بعد والد نے اس نکاح کی اجازت دی ہو اور لڑکی کی والدہ کے کیے ہوئے نکاح کو درست تسلیم کر لیا ہو تو پھر نکاح منعقد ہو چکا ہے اور اب بلوغ کے بعد لڑکی اس نکاح کو فسخ بھی نہیں کر سکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ محرم ۱۳۹۰ھ

لڑکی نے اگر اجمالی طور پر وکیل مقرر کیا ہو تو نکاح کے لیے وہی کافی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مولوی صاحب کسی شخص کا نکاح کرتے ہیں کہ دو گواہ اور ایک وکیل لڑکی کے پاس بھیج کر یہ کہلواتا ہے کہ تیرے نکاح کا وارث کون ہے اور لڑکی جواب میں کہتی ہے کہ میرا والد اور پھر اس کا والد نکاح کر دیتا ہے تو کیا یہ نکاح ہو جائے گا کہ نہیں۔ نیز اس نکاح کے بعد جب وہ مولوی صاحب نکاح پڑھا کر چلے گئے تو بعض نے کہا کہ نکاح نہیں ہوا۔ کیونکہ لڑکی کو یہ نہیں کہا گیا کہ تیرا نکاح فلاں بن فلاں سے کرتے ہیں۔ کیا تو راضی ہے۔ بلکہ لڑکی کو یوں کہا گیا ہے کہ تیرے نکاح کا وارث کون ہے اور لڑکی نے کہا کہ میرا والد ہے۔ نیز لڑکی بھی بالغ ہے۔

(نوٹ) حالانکہ یہ نکاح ولیمہ کے بھی بعد ہوا ہے اور پھر یہ شرعی نکاح ہوا ہے اور رجسٹر پر تو پہلے ہو چکا تھا اور لڑکی

نے دستخط بھی کر دیے تھے اور پھر شرعی نکاح کے وقت اس سے یہ پوچھا کہ تیرے نکاح کا وارث کون ہے اور لڑکی نے کہا کہ میرا وارث میرا والد ہے۔ پھر ان دو گواہوں نے اور ایک وکیل نے آ کر تمام لوگوں کے سامنے کہا کہ ہم لڑکی سے پوچھ کر آئے ہیں اور لڑکی نے جواب دیا ہے کہ میرا وارث والد ہے۔ پھر ایجاب وقبول ہوا اس کے بعد پھر ایک دوسرے مولوی سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ نکاح نہیں ہوا اور اس مولوی صاحب نے دوسرا نکاح لڑکے کے ساتھ کرا دیا۔ کیا یہ دوسرا نکاح ہو جائے گا۔ نیز اگر پہلا نکاح ہو گیا تو دوسرا نکاح پڑھانے والے مولوی کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر لڑکی نے رجسٹر نکاح پر دستخط کر دیے تھے اور گواہوں کے سامنے والد کو اپنے نکاح کا وارث یعنی وکیل مقرر کیا تھا اور والد نے شرعی طریقہ سے گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح کرایا تو صحت نکاح میں کوئی تردد نہیں اور نکاح ثانی ناجائز اور نکاح بر نکاح شمار ہوگا۔ نکاح پڑھنے والا مولوی صاحب اور نکاح میں موجود دوسرے اشخاص سخت گنہگار بن گئے ہیں۔ بشرطیکہ ان کو علم ہو کہ یہ نکاح بر نکاح ہو رہا ہے۔ سب کو توبہ کرنا لازم ہے اور نکاح خوان مولوی صاحب کی امامت (جب تک وہ توبہ نہ کرے) مکروہ تحریمی ہے۔ ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغة علی النکاح واذا استأذنها الولی فسکت أو ضحکت فهو اذن (الی أن قال) ولو زوجها فبلغها الخبر فسکتت فهو علی ماذکرنا الخ . (هداية مع الفتح ص ۱۶۱ ج ۳) واما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته . الی قوله لم یقل احد بجوازه . ویکره امامة عبد الخ . وفاسق (درمختار ص ۵۵۹ ج ۱) بل مشی فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه أی الفاسق کراهة تحریم (ردالمحتار باب الامامة ص ۵۶۰ ج ۱) واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ رجب ۱۳۸۸ھ

جب باپ اور دادا دونوں نے نکاح اول رد کیا ہو تو دوسرا نکاح درست ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی سلابت کے ساتھ ایک جوان عورت نے سپرا قوم سے جو کہ باکرہ بالغہ تھی عقد کر لیا۔ جس میں صرف مسماۃ کے ایک بھائی کی رضامندی تھی۔ جبکہ اس کے والدین راضی نہ تھے اور نہ ان کو

اس کی اطلاع تھی۔ جب اس کے رشتہ داروں کو علم ہوا تو انھوں نے مسمی مذکور اور اس کے بھائی مہلا کو تنگ کیا کہ یا ہمارے بازو واپس دو یا اس کے عوض کوئی رشتہ دو۔ بالآخر رشتہ دینے پر مصالحت کی صورت طے پائی ہے۔ وہ مسمی سلابت کے ایک تیسرے بھائی محمد زمان کی لڑکی تھی اور ڈیڑھ ماہ کی شیر خوار تھی اور محمد زمان خود فوج میں کوئٹہ میں ملازم تھا۔ جس کو ان تمام واقعات کا علم تک ہی نہ تھا۔ مسمی مہلا کو یہ فریب سوجھا کہ اس نے بغیر اجازت والد و دادا کے محض ان کو ٹالنے کے لیے بوقت نکاح اس لڑکی کا نام انور ذکر کیا۔ جبکہ محمد زمان کی لڑکی کا نام نذیراں تھا۔ حالانکہ انور مسمی مہلا کے چھوٹے بھائی کا نام تھا۔ دس پندرہ روز کے بعد سپرا برادری کو پتہ چلا کہ ہمیں دھوکہ دیا گیا ہے۔ جس پر انھوں نے اپنے لڑکے کے جوان ہونے پر دوسری جگہ شادی کر دی۔ مسمی مہلا کا حلفیہ بیان ہے۔ کہ میں نے انور کا نکاح کر دیا تھا۔ نہ کہ مسمی نذیراں کا نیز اس عقد میں مسماۃ نذیراں کا والد اور دادا شامل نہ تھے اور نہ ان سے کسی طرح اجازت لی گئی بلکہ دادا نے اس وقت ہی کہا تھا کہ زمان کی لڑکی کا عقد ہرگز نہ کرنا۔ اس کا باپ فوج میں ملازم ہے اور میں بھی اس پر قطعاً راضی نہیں ہوں۔ اس لیے وہ مجلس نکاح میں شریک تک نہ ہوا۔ بلکہ مہلا نے ایسی تسلی دی کہ میں ان سے ایک فریب کرنے والا ہوں۔ جب مسمی محمد زمان چھٹی پر آیا تو اس نے بھی مزید تحقیق کی اور یہی پتہ چلا کہ ان سپراؤں کو دھوکہ دیا گیا ہے اور وہ اپنی لڑکی ان کو دینے پر ہرگز رضامند نہیں تھا۔ پھر جب مسماۃ نذیراں جوان ہوئی تو احتیاطاً اس نے خیار بلوغ کے حق کو بھی استعمال کیا کہ اگر میرے چچا نے میرا کوئی عقد کیا تھا تو وہ مجھے ہرگز منظور نہیں اور میں اس کو فسخ کرتی ہوں اور اس پر شہادتیں فراہم کیں۔ مسماۃ کے والد اور دادا کا حلفیہ بیان ہے کہ ہم نہ اس کے نکاح میں موجود تھے اور نہ ہی ہم نے کوئی زبانی یا تحریری اجازۃ دی تھی اور نہ ہی ہم اس پر راضی تھے۔ اب مسماۃ نذیراں کا دوسری جگہ عقد کر دینے کے بعد جس میں باقاعدہ باپ دادا شامل تھے۔ فریق اول کے سپراؤں نے مشہور کر دیا کہ اس لڑکی سے ہمارا عقد تھا۔ صورت مذکورہ میں بیان فرمائیں کہ مسماۃ نذیراں کا عقد اول درست ہے۔ جس میں نہ باپ دادا موجود تھے نہ راضی بلکہ مسماۃ کے چچا نے عقد کر دیا تھا اور وہ بھی انور نامی کا جبکہ اس نام کی لڑکی ہی نہ تھی یا عقد ثانی جو کہ برضا و رغبت مسماۃ مذکورہ باجازۃ والد و دادا کیا گیا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ پہلا نکاح شرعاً بدو وجہ درست نہیں ہوا ہے۔ ایک تو یہ کہ نذیراں کا نکاح انور کے نام سے کیا گیا ہے اور جب نکاح میں دوسرا نام ذکر کر دیا جائے اور اس کی طرف اشارہ نہ ہو جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ صورت مسئولہ میں اگر انور کا نام ذکر کر کے نکاح کرایا گیا ہو اور اس لڑکی کی شخصیت کی طرف اشارہ نہ کیا گیا ہو تو نکاح

سرے سے منعقد نہیں ہوا ہے۔ کما قال فی العالمگیریہ ص ۲۷۰ ج ۱ رجل لہ بنت واحدۃ اسمہا فاطمۃ قال لرجل زوجت منک ابنتی عائشۃ ولم تقع الاشارۃ الی شخصہا ذکر فی فتاوی الفضلی أنہ لا ینعقد النکاح . اور اگر بالفرض منعقد ہوا ہو تو چونکہ چچا ولی ابعد ہے اور وہ ولی اقرب باپ اور دادا کی اجازت کے بغیر نکاح کر چکا ہے۔ لہٰذا یہ نکاح موقوف ہوا ہے۔ ولی اقرب کی رضامندی پر۔ باپ اگرچہ غائب ہے۔ غیبت منقطعہ کے ساتھ۔ لیکن لڑکی کا دادا تو حاضر ہے اور اس نے اجازت نہیں دی اور والد نے بھی آنے کے بعد رد کر دیا ہے۔ لہٰذا پہلا نکاح درست نہیں ہوا ہے اور دوسرا نکاح صحیح ہے۔ کما قال فی العالمگیریۃ ص ۲۸۵ ج ۱ وان زوج الصغیر أو الصغیرۃ أبعد الأولیاء فان کان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولایة توقف نکاح الأبعد علی اجازته وان لم یکن من أهل الولایة بأن کان صغیراً أو کان کبیراً مجنوناً جاز وان کان الأقرب غائباً غیبة منقطعة جاز نکاح الابعد کذا فی المحیط . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی مقامی عالم دین کو بلا کر خوب تحقیق کر لی جائے۔ اگر واقعہ مندرجہ صحیح ہے تو جواب درست ہے۔

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ صفر ۱۳۸۶ھ

زانی اپنی بچی کا ولی بن سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا نکاح کسی کے ساتھ تھا۔ وہ عورت دوسرے مرد کے ساتھ چلی گئی۔ اس میں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس لڑکی نابالغ کا نکاح زانی نے ایک بالغ مرد کے ساتھ کیا۔ لہٰذا اب تک اس مرد اور عورت کا نکاح نہیں اور لڑکی کا نکاح کر دیا تھا۔ لڑکی بالغ ہو کر انکاری ہو گئی ہے کہ میں اس لڑکے سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ نکاح فضولی ہے کہ یہ زانی مرد اس لڑکی کا باپ اور ولی نہیں ہے۔ بلکہ اس عورت کا اصلی خاوند اس لڑکی کا باپ اور ولی ہے۔ اگر نکاح مذکور کی اس کے اصلی باپ نے صراحۃً اجازت نہ دی ہے تو یہ نکاح چونکہ فضولی ہوا تھا اور موقوف تھا اس لیے جبکہ لڑکی کے باپ نے اجازت نہ دی ہو اور نہ لڑکی نے بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کو منظور کیا ہو اور نہ اجازت دی ہو بلکہ بالغ ہو کر لڑکی اس زانی کے کیے ہوئے نکاح سے انکاری ہو گئی تو شرعاً وہ

نکاح موقوف ختم ہوگیا اور لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکے گی۔اس عورت مغویہ کے اصل خاوند نے جو کہ شرعاً اس لڑکی کا باپ اور ولی ہے۔لڑکی کے نکاح کے وقت سے اس کے بلوغ تک کے عرصہ میں اس نکاح کو صراحۃً منظور نہ کیا ہو کیونکہ اگر لڑکی کے باپ نے لڑکی کے بلوغ کے وقت انکار سے پہلے اس نکاح کو صراحۃً منظور نہ کیا ہو تو وہ فضولی نکاح موقوف شرعاً صحیح ولازم ہوجاتا ہے اور بعد میں لڑکی کے بلوغ کے وقت کا انکار شرعاً غیر معتبر ہے۔اس کے انکار سے وہ والد کا منظور کردہ نکاح شرعاً ختم نہیں ہوتا اور نہ یہ لڑکی اس صورت میں دوسری جگہ نکاح کر سکے گی۔اسی طرح اگر لڑکی کے والد نے نکاح ہونے کے وقت سے لڑکی کے انکار سے پہلے اس نکاح کو نامنظور اور رد کیا ہو تو اس وقت سے اس لڑکی کا نکاح شرعاً ختم ہوگا۔الحاصل اگر لڑکی کے والد نے پہلا نکاح منظور کیا ہو یا لڑکی کے باپ نے نہ اس نکاح کو منظور کیا اور نہ صراحۃً رد کیا ہو اور لڑکی نے بلوغ کے بعد انکار سے پہلے صراحۃً اس نکاح کو منظور کیا ہو تو ان دونوں صورتوں میں وہ بچپن کا نکاح صحیح ولازم ہوگیا ہے۔سوائے طلاق وخلع کے اس کے لیے خلاصی کی صورت نہیں اور اگر اس لڑکی کے والد نے پہلے اس نکاح سے انکار کیا ہو بعد میں چاہے لڑکی منظور بھی کرے یا باپ ساکت رہا ہو نہ منظور کیا ہو اور نہ رد کیا ہو بلکہ بلوغ کے وقت لڑکی نے اس نکاح سے انکار کیا تو ان دونوں صورتوں میں نکاح نہیں رہا اور یہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ لڑکی کا باپ اور ولی اس عورت کا پہلا خاوند ہے۔لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الولد للفراش وللعاهر الحجر او كما قال عليه السلام . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ

والد کے نکاح کرانے کے بعد لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی رحمت اللہ نے اپنے بھائی عبدالرحیم کے لیے بوکالت خود روبرو معتبرین شاہدین عاقلین بالغین مسلمین مندرجہ ذیل گاؤں کی مسجد کے امام صاحب کے توسط سے مسمی اسلم کی لڑکی نابالغہ کا ایجاب وقبول کرایا ہے۔لڑکی مذکورہ کا ایجاب خود اپنے والد اسلم نے تلفظ کیا ہے اور رحمت اللہ جو اپنے بھائی عبدالرحیم کی طرف سے وکیل تھا۔اس نے قبول کرلیا تھا۔اس معاملہ کے بعد جب وہ لڑکی بالغ ہوگئی تو اس نے اپنے والد کے نکاح کردینے کی تردید کردی ہے اور منکرہ ہوگئی ہے۔آپ حضرات سے دو باتیں دریافت طلب ہیں۔پہلے یہ مسئلہ ارشاد فرمائیں کہ یہ نکاح عندالشرع منعقد ہوا ہے یا نہیں۔دوسری بات یہ قابل تحقیق ہے کہ انعقاد نکاح کے بعد

مسماۃ مذکورہ کا انکار خیار بلوغ کے مطابق موجب فسخ ہوسکتا ہے۔بینوا توجروا

نیز معروض ہے کہ یہ ایجاب وقبول زبانی صادر ہوا ہے۔نکاح خوان کے رجسٹر میں اس کا اندراج نہیں ہوسکا۔

مجلس نکاح کے بعض افراد کے دستخط مندرجہ ذیل ہیں۔

گواہ شد	نکاح خوان	گواہ شد
محبت خان	مولوی محمد الیاس	سید محمد خان
نشان انگوٹھا	امام مسجد بقلم خود	

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یعنی اگر واقعی باپ نے اپنی صغرسن نابالغہ لڑکی کا نکاح شرعی طریقہ سے ایجاب وقبول کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں کیا ہے تو یہ نکاح بلا ریب صحیح اور نافذ ہے اور لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں۔سابقہ نکاح بدستور باقی ہے۔قال فی شرح التنویر وللولی انکاح الصغیر والصغیرة ولو ثيبا ولزم النکاح ولو بغبن فاحش (قوله ولزم النكاح) أى بلا توقف على اجازة أحد وبلاثبوت خيار فى تزويج الأب والجد وكذا الابن على مايأتى (ردالمحتار ص ۶۶ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ

نابالغ لڑکی کی طرف سے حقیقی والد کا قبول کرنا بالکل درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر نابالغ لڑکی جس کی طرف سے اس کا حقیقی باپ قبولیت کرتا ہے۔وہ نکاح شرع شریف میں جائز وثابت ہے یا نہیں۔ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب ہیں۔جو ایسے نکاح کے سرے سے قائل نہیں۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔نابالغ لڑکے اور نابالغ لڑکی کی طرف سے جب حقیقی باپ قبولیت کرے تو یہ نکاح جائز اور لازم ہوجاتا ہے۔اسی پر فقہاء مذاہب اربعہ امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا اتفاق ہے۔تمہارے ہاں کے مولوی صاحب کا انکار جہالت پر مبنی ہے۔دیکھیے اللہ جل مجدہ کلام پاک کی اس آیت میں۔

والـلائي يئسن من المحيض من نسائكم ان ارتبتم فعدتهن ثلاثة اشهر واللآئي لم يحضن . الآية . (ترجمہ۔ اور وہ عورتیں جن کو بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہوگیا ہے اور جو نابالغہ ہیں۔ ان کی عدت تین ماہ ہے) نابالغہ کی عدت بیان فرما رہے ہیں اور عدت طلاق کے بعد ہوتی ہے اور طلاق تب ہوسکتی ہے جبکہ پہلے نکاح ہو تو اس آیت سے صاف طور پر نابالغ لڑکی کے نکاح کا جواز معلوم ہو رہا ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح چھ سال کی عمر میں ان کے والد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر چکے ہیں۔ کما قال فی فتح القدير ص ۱۷۲ ج ۳ مطبوعه مكتبه رشيديه كوئٹه (قوله ويجوز نكاح الصغير والصغيرة اذا زوجهما الولى) لقوله تعالى واللائى لم يحضن فاثبت العدة للصغيرة وهو فرع تصور نكاحها شرعاً فبطل به منع ابن شجرمة وابى بكر بن الاصم منه وتزويج ابى بكر عائشة رضى الله عنهما وهى بنت ست نص قريب من المتواتر وتزوج قدامة بن مظعون بنت الزبير يوم ولدت مع علم الصحابة رضى الله عنهم نص فى فهم الصحابة عدم الخصوصية فى نكاح عائشة . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ذوالقعدہ ۱۳۸۶ھ

نابالغ لڑکیوں کے باپ نے ایجاب اور نابالغ لڑکوں کے دادا نے قبول کیا ہو تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید اور عمر دونوں بھائی ہیں۔ زید کی لڑکیاں پانچ ہیں اور عمر کے لڑکے بھی پانچ ہیں۔ زید نے اپنی لڑکیاں عمر کے لڑکوں کو دینے کا اقرار کیا ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ کہ میں نے اپنی فلاں لڑکی عمر کے فلاں لڑکے کو دی اور فلاں لڑکی فلاں لڑکے کو دی۔ ایسے الفاظ میں کہہ دیا۔ تمام لڑکیوں کے بارے میں ان الفاظ کے کہنے کے وقت صرف لڑکوں کی ماں اور دادی اور دادا اور بھی چند آدمی موجود تھے۔ لیکن لڑکوں کا باپ موجود نہ تھا۔ زید کے ان الفاظ کے کہنے کے وقت عمر کا والد شریف قبول کرتا گیا۔ یعنی عمر موجود نہیں تھا۔ لیکن قبول کرنے کے فوراً بعد رسم کے طور پر کپڑے بھی پہنائے گئے اور کھجوریں وغیرہ بھی تقسیم کی گئیں۔ ہاں زید نے جس وقت یہ مذکورہ الفاظ میں کہا تھا۔ اس وقت لڑکیاں اور لڑکے دونوں قسم کے افراد نابالغ تھے۔ اب عمر نے مطالبہ کیا ہے کہ مجھے ایک لڑکی دے دے۔ میں اپنے لڑکے کے ساتھ شادی خانہ آبادی کی رسم پوری کرتا ہوں۔ لیکن اب زید نے انکار کر دیا ہے۔ کہتا ہے کہ میں اپنی لڑکی کی دوسری جگہ شادی کرتا ہوں۔ کیا شریعت زید کو اجازت دیتی ہے کہ دوسری جگہ اپنی لڑکی کا نکاح کرائے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر اس مجلس میں لڑکیوں کے والد اور لڑکوں کے دادا کے علاوہ کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں موجود تھیں یعنی نصاب شہادت مکمل تھا اور لڑکوں کا دادا قبول کرتا گیا ہو۔ تب ان تمام کا نکاح فضولی منعقد ہوگیا ہے۔ اگر ان لڑکوں کا والد مسافت سفر تک غائب نہ تھا۔ بلکہ قریب کہیں تھا اور نکاح فضولی ان لڑکوں کے والد کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر ان کا والد پتہ چل جانے کے بعد ان کو رد کر چکا ہو تو نکاح رد ہو گئے ہیں اور اگر نکاحوں کو منظور کر چکا ہو صراحۃً یا دلالۃً تو نکاح باقاعدہ لازم اور نافذ ہو گئے ہیں اور تب زید اپنی لڑکیوں کا نکاح دوسری جگہ نہیں کر سکتا اور اگر لڑکوں کے والد نے پتہ چل جانے کے بعد ان نکاحوں کو قبول کر لیا ہو اور نہ رد کر چکا ہو یہاں تک کہ اس کے لڑکے سارے یا بعض بالغ ہو گئے اور ابھی تک ان لڑکیوں نے بعد بلوغ کے نکاح فسخ نہ کیا ہو تب خود ان بالغ لڑکوں کا اختیار ہے چاہے قبول کریں یا رد کریں۔ كما قال فى الدر المختار على هامش تنوير الابصار ص ۸۱ ج ۳ (وللولى الابعد التزويج بغيبة الأقرب) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على اجازته ولو تحولت الولاية اليه لم يجز الا باجازته بعد التحول قهستانى وظهيريه وفيه ايضاً قبيل ذلك صغيرة زوجت نفسها ولا ولى ولا حاكم ثمه توقف ونفذ باجازتها بعد بلوغها لان له مجيزا وهو السلطان . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ذوالقعدہ ۱۳۸۶ھ

اگر لڑکی کو یقین ہو کہ میرا نکاح والد کے بجائے چچا نے کرایا تھا تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ راشدہ کا نکاح اس کی صغرسنی میں کیا گیا تھا۔ جبکہ اس کے باپ اور چچا زندہ تھے۔ لڑکی کو یہ یقین نہیں کہ آیا نکاح باپ نے کر دیا تھا یا چچا نے۔ دوسروں کو بھی اس میں اختلاف ہے۔ معتبر روایت ہے کہ کسی باہمی تنازعہ کی بنا پر لڑکی کا باپ مجلس نکاح میں موجود نہ تھا۔ اس کے چچا نے بڑا بھائی ہونے کے وثوق پر نکاح کرا دیا نہ معلوم رجسٹر نکاح میں والد کا انگوٹھا فرضی لگوایا۔ جو صورت بھی اختیار کی۔ بہرحال لڑکی بعد بلوغت خود اس نکاح سے مطمئن نہیں ہے۔ کیا شریعت حقہ کی رو سے کوئی اختیار ہے کہ وہ اپنی مرضی پر عمل کر سکے؟

﴿ج﴾

لڑکی کی صغر سنی میں اگر نکاح باپ نے کیا ہے تو پھر تو یہ نکاح بلاریب صحیح اور نافذ ہے اور لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں ۔ قال فی کتب الفقه ولهما خيار الفسخ في غير الاب والجد بشرط القضاء اور اگر باپ کی موجودگی میں باپ کی اجازت کے بغیر چچا نے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح لڑکی کے بلوغ سے قبل باپ کی اجازت پر موقوف تھا۔ اگر باپ نے اجازت دی ہے تو نکاح صحیح ہوا ہے اور خیار بلوغ حاصل نہیں اور اگر باپ نے اس نکاح کو رد کر دیا ہے تو نکاح فسخ ہوگیا ہے اور اگر لڑکی کے بلوغ تک باپ نے نہ نکاح فسخ کیا ہے اور نہ اجازت دی ہے تو لڑکی کے بلوغ کے بعد لڑکی کو خود اختیار ہے۔ چاہے وہ اس نکاح کو جائز قرار دے یا فسخ کر دے۔ صورۃ مسئولہ میں ضروری ہے کہ مقامی طور پر کسی عالم معتمد کو ثالث مقرر کر دے اور وہ صحیح صورت حال کا شرعی طریقہ سے تحقیق کر کے حسب فتویٰ بالا حکم جاری کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ جمادی الاولی ۱۳۸۹ھ

اگر لڑکی کے والد نے لڑکی کے دادا کو اجازت دی ہو تو اب نکاح رد نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی نابالغہ جس کا والد فوج میں ملازم تھا۔ جس سے اجازت نکاح اپنے والد کو یعنی لڑکی کے دادا کو نکاح کی اجازت دی جانی بتائی جاتی ہے اور آپس میں وٹہ کا رشتہ کا فیصلہ کیا تھا۔ غرضیکہ اس بنا پر لڑکی کے دادا نے اس کی والدہ اور دیگر برادری کے روبرو نکاح پڑھا دیا تھا۔ بعد میں اس کے والد کے آنے پر یعنی ۳ سال کے بعد آ کر اس نے کہا کہ میں رشتہ نہیں دیتا اور نابالغ لڑکی کا نکاح جو شرعی طور پر ہوا تھا۔ وہ مجھے منظور نہیں ہے۔ اس لیے میں لڑکی مذکورہ کا نکاح دیگر جگہ کروں گا۔ لہٰذا سابقہ نکاح کے جواز عدم جواز کے متعلق فتویٰ صادر فرمائیں۔

﴿ج﴾

اگر والد کی طرف سے نابالغہ لڑکی کے دادا کو اجازت تھی تو دادا کا کیا ہوا نکاح شرعاً لازم ہوگیا ہے۔ تین سال کے بعد باپ کے گھر آ جانے پر اس لڑکی کا دوسری جگہ عقد نکاح درست نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ شعبان ۱۳۹۸ھ

جب لڑکی کے والد نے لڑکی کے نانا کو اجازت دے دی تو اب انکار درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نامی عاشق حسین ولد غلام حسن اپنی لڑکی مسماۃ حسینہ خاتون نابالغہ کے عقد نکاح کر دینے کی اجازت اپنے سسر مسمی خدا بخش کو دیتا ہے کہ میری لڑکی کا نکاح ہمراہ ملازم ولد محمد نواز کر دے۔ اس وقت حافظ غلام محمد اور محمد اکرم صاحب موجود تھے۔ جو کہ اس وقت گواہی دیتے ہیں کہ واقعی عاشق حسین نے اجازت دی تھی اور خدا بخش بھی اقرار کرتا ہے کہ مجھے میرے داماد نے اپنی لڑکی کا نکاح ملازم کے ساتھ کرنے کی اجازت دی تھی۔ چنانچہ اسی اثنا میں خدا بخش مذکور نے اپنی نواسی حسینہ خاتون دختر عاشق حسین کا نکاح ہمراہ ملازم حسین ولد محمد نواز قبول کر دیا۔ اب گذارش یہ ہے کہ یہ نکاح عند الشرع معتبر ہوگا یا نہیں۔

(نوٹ) یاد رہے کہ عاشق حسین اب کہتا پھرتا ہے کہ میری لڑکی کا نکاح نہیں ہوا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ توکیل مذکور کا اقرار کرتا ہے اور وکیل نے نکاح کرا بھی دیا ہے۔

﴿ج﴾

جب عاشق حسین توکیل مذکور کا اقرار کرتا ہے اور وکیل نے نکاح کرا بھی دیا ہے تو نکاح صحیح اور نافذ ہوگیا ہے۔ نکاح کرا لینے کے بعد نہ تو عاشق حسین کو کوئی اختیار وغیرہ حاصل ہے اور نہ اس کی لڑکی کو بعد از بلوغ کوئی اختیار حاصل ہے۔ باقی عاشق حسین کا توکیل مذکور کے اقرار کرنے کے باوجود صحت نکاح کا انکار کرنا لغو ہے۔ ہاں اگر عاشق حسین نے وکیل کے نکاح کرانے سے قبل اسے وکالت سے معزول کر دیا ہو تب نکاح نافذ نہیں ہوا ہے۔ اب اگر لڑکی بالغہ ہو گئی ہے اور اس نکاح سے انکاری ہے تب اس پر حالت صغر میں اس کے باپ کی توکیل مذکور اور پھر نکاح مذکور پر گواہ پیش کیے جائیں گے۔ وجميع ذلك تشهد به الكتب الفقهية . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ

۱۴ سال والے لڑکے کی طرف سے اگر والد ایجاب وقبول کرے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک نکاح پڑھا گیا ہے۔ لڑکا چودہ سال کا عقل مند اور سمجھدار اور دانا تھا۔ مجلس میں موجود تھا۔ اس نے قبولیت نہیں کی۔ اس کے والد نے لڑکے کی طرف سے قبولیت کی۔ اب جھگڑا ہے کہ لڑکی

والے نکاح کا انکار کرتے ہیں۔ نکاح نہیں ہوتا۔ کیونکہ لڑکا قبولیت کر سکتا تھا۔ اس نے نہیں کی۔ اب لڑکی نہیں دیتے۔ کیا شریعت میں یہ نکاح ثابت ہے یا نہیں۔ لڑکے سے طلاق دلائی جائے یا بغیر طلاق کسی اور جگہ پر نکاح لڑکی کے وارث کر سکتے ہیں یا نہیں۔ مہربانی فرما کر شریعت محمدی سے ہم کو مطلع کیا جائے۔ کیونکہ لڑکے یا لڑکی کے وارث اس جھگڑا میں نکاح ثانی نہیں کر سکتے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں چودہ سالہ لڑکا اگر نکاح کے وقت نابالغ تھا تو والد کا کیا ہوا نکاح بلا شبہ منعقد ہوا ہے اور اگر بالغ تھا تو پھر اس کی طرف سے اس کے والد نے وکالۃً نکاح کیا ہو یا اس نے والد کے کیے ہوئے نکاح پر صراحۃً یا دلالۃً رضا مندی کا اظہار کیا تب بھی نکاح ہو چکا ہے اور بلوغ کے بعد اس لڑکے سے طلاق حاصل کیے بغیر دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ اصفر ۱۳۸۸ھ

نابالغوں کا نکاح شرعاً جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ لڑکی کا دس سال کی عمر میں نکاح اس کے والد اور دادا وغیرہ اپنی رضا و خوشی سے کسی شخص کے ساتھ کر سکتے ہیں؟ شریعت میں کوئی رکاوٹ اور پابندی تو نہیں۔ جبکہ قانون پاکستان میں ایسے نکاح پر پابندی عائد ہوتی ہے۔

﴿ج﴾

شرعاً نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح آپس میں درست ہے۔ جبکہ نابالغ لڑکے اور لڑکی کے والدین اور رشتہ دار وغیرہ راضی ہوں اور مناسب سمجھیں بلا شبہ نابالغین کا نکاح کر سکتے ہیں۔ ویسے نکاح سے شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں۔ حضرت عائشہؓ کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نابالغی میں کر دیا تھا۔ حکومت پاکستان کا یہ قانون خلاف شریعت ہے۔ لہٰذا اس کے بجائے مسلمانوں کو شریعت محمدیہ پر عمل کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

درج ذیل صورت میں لڑکی کے ماموں کو دیا گیا اختیار ختم ہو گیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو آدمیوں نے ایک دوسرے کی بہن کے ساتھ شادی کی پھر ناچاکی کی وجہ سے دونوں آدمیوں نے طلاق دی اور اسٹام طلاق نامہ لکھوائے تو ان میں سے ایک آدمی کی لڑکی تھی۔ طلاق کے وقت تین سال کی تھی تو اس لڑکی کے ماموں جان نے کہا کہ لڑکی میرے حوالے کر دیں اور اسٹام اقرار نامہ پر یہ لکھوایا کہ لڑکی کم سنی کی وجہ سے ماموں کی پرورش میں رہے گی تو اشٹام کے وقت بھی تین سال کی تھی اور اشٹام پر یہ بھی لکھوایا ہے کہ اس لڑکی کا ماموں جب اور جس وقت چاہے وہ عقد نکاح کر سکتا ہے تو اس اشٹام کراتے وقت مذکورہ لڑکی کے باپ کا سالہ جو تھا اس نے بھی کہا کہ ایسا کام مت کرو۔ لیکن ان میں سے ایک بڑے آدمی نے کہا کہ بھائی ایسا کر لو۔ بعد میں دیکھا جائے گا اور یہ طلاق نامہ بذریعہ پولیس دفعہ ۱۰۷ کے ماتحت ان کو ملتان بلوایا گیا اور دونوں ملزموں کو مارا پیٹا بھی گیا تھا۔ اشٹام کرانے کے بعد وہ گھر کو روانہ ہوئے اور اس اشٹام کا حال اس مذکورہ لڑکی کے والد نے اپنے والد اور گھر والوں کو بتایا تو انھوں نے لڑکی کے باپ کو ڈانٹا اور لڑکی کے باپ نے کہا کہ زبردستی اور بوجہ مار پٹائی کے ڈر کی وجہ سے میں نے ایسا کر دیا ہے۔ اب مدت اشٹام کے بعد تقریباً چار پانچ مہینہ لڑکی کے ماموں نے عقد نکاح کرنا چاہا تو نکاح کرنے سے پہلے اور اشٹام کرنے کے بعد تمام وقت میں وہ لڑکی کا والد انکار کرتا رہا اور لوگوں کو کہتا رہا کہ میں لڑکی کا نکاح نہیں کرنے دیتا ہوں اور یہ خبر اس کے ماموں تک بھی پہنچ گئی تھی۔ کیونکہ ان دونوں کے گھر کے درمیان تقریباً ایک یا ڈیڑھ فرلانگ کا فاصلہ ہے۔ اب نکاح کرنے کے وقت اس لڑکی کے ماموں نے اپنے والد یعنی لڑکی کے نانا کو کہا کہ عقد نکاح کر دو۔ اس نے بھی انکار کر دیا اور کہا کہ اس لڑکی کے والد کو کہو اور اس طرح نکاح خوان نے بھی انکار کر دیا۔ اس کے بعد انھوں نے دوسری جگہ جا کر اس لڑکی کا نکاح کر دیا۔ اب اس وقت لڑکی بھی منکر ہے اور باپ اشٹام کے وقت سے لے کر اب تک عقد نکاح کا منکر ہے اور لڑکی کی تمام پرورش نانا کرتا رہا ہے اور اب بھی لڑکی نانا کے پاس ہے اور ماموں جان باپ سے الگ ہے۔ کیا اب اس لڑکی کا نکاح صحیح ہے یا نہیں۔ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

﴿ج﴾

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی کے والد نے لڑکی کے ماموں کو زبانی بھی اور اشٹام کے ذریعہ بھی لڑکی کا عقد کرنے کا اختیار دیا تھا۔ لیکن بشرط صحت سوال جب نکاح سے پہلے لڑکی کے والد نے ماموں کے نکاح سے انکار کر دیا

اوراس کواطلاع بھی ہوگئی تو ماموں کا اختیار اور وکالت ختم ہوگیا اورلڑکی کے والد کی اجازت کے بغیر ماموں کا کیا ہوا نکاح صحیح نہیں ہوا۔لڑکی کا دوسری جگہ نکاح اس کی اجازت سے جائز ہے۔فقط والسلام واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ رجب ۱۳۷۹ھ

اگر بالغ لڑکی سے جبراً اجازت لے کر اس کا نکاح کیا جائے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی کا نکاح نابالغ لڑکے کے ساتھ جبراً باندھا گیا ہے۔لڑکی کے رشتہ داروں نے خوب پٹائی کی۔اس لیے لڑکی نے جان بچانے کی خاطر اجازت دے دی۔اس وقت لڑکی بالغ تھی۔ جبراً نکاح باندھنے کا پتہ تمام گاؤں والوں کو ہے۔جس طرح کیا گیا ہے۔مختلف لوگوں کے خیال ہیں۔چند لوگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح درست ہے۔چند لوگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح درست نہیں۔ایک دو مولانا نے فرمایا ہے کہ یہ نکاح درست ہے۔چونکہ لڑکی کا جب نکاح باندھا گیا تھا تو لڑکی سے اجازت مانگی گئی تو اس وقت لڑکی نکاح باندھنے والے قاضی کو کہہ دیتی کہ ہماری طرف سے اجازت نہیں پھر تو نکاح نہ ہوتا۔اب لڑکی نے اجازت دے دی ہے۔اس لیے نکاح درست ہوگیا ہے۔لڑکی کا والد فوت ہوگیا۔والدہ کا مشورہ بھی اس وقت نہیں تھا۔حتیٰ کہ انھوں نے لڑکی اور اس کی والدہ کو مکان میں داخل کیا۔ان کو خوب مارا۔اب لڑکی اور اس کی والدہ یہ کہتی ہیں کہ چاہے ہم مر جائیں یہ کام ہم کبھی نہیں کریں گے۔اب کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ کیا یہ نکاح ہوگیا ہے یا نہیں اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر یعنی جبراً انگوٹھا رجسٹر پر لگا دیا گیا ہے یہ بات انگوٹھا لگانے والی میں شک ہے۔یہ بات سننے میں اس طرح آئی ہے۔شاید لڑکی نے ڈر کی وجہ سے انگوٹھا لگا دیا ہوگا۔لڑکی کے دادا صاحب زندہ ہیں۔اس نے بھی رضامندی سے اپنی طرف سے انگوٹھا لگا دیا ہے۔لڑکی اور لڑکی کی والدہ کا اختلاف ہے۔

﴿ج﴾

جب اس نے اجازت دے دی اگرچہ اس نے اجازت بالاکراہ بغیر رضامندی دے دی ہے تب بھی نکاح صحیح ہو جائے گا اور اب اس کو فسخ کرنے کا کوئی حق نہیں۔واما التوکیل بالنکاح (بالاکراہ) فلم ار من صرح به والظاهر أنه لایخالفهما (الطلاق والعتاق) فی ذلک (فی الصحة) لتصریحهم بان الثلث تصح مع الاکراه استحسانا شامی ۲۳۵ ج ۳ کتاب الطلاق. واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بالغہ کی جگہ کسی اور کی اجازت کا اعتبار نہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ عرصہ ہوا کہ مسماۃ شبنم دختر ظہور احمد قوم سرگانہ ساکنہ موضع باگڑ تحصیل کبیر والہ ضلع ملتان کو خالد حسن ولد ظہور احمد نے کہا کہ وہ مذکورہ کا نکاح ہمراہ غلام شبیر ولد محمد فاضل کرنا چاہتا ہے۔مگر مذکورہ نے سن کر انکار کر دیا۔اس کے بعد ہر چند یہ کوشش کی گئی کہ وہ تسلیم کرے۔لیکن مذکورہ بدستور انکار کرتی رہی۔چونکہ خالد حسن بضد تھا۔جو غلام شبیر کو از خود لے آیا اور نکاح خواں کے ڈیرہ پر بٹھا دیا۔جہاں پانچ چھ عورتوں نے اندرون خانہ شبنم کو کہا کہ نکاح کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔وہ ان کے ساتھ بیٹھ جائے۔جب نکاح نہ پڑھنا چاہتی ہے۔بیٹھتی بھی نہ ہے۔عورتوں نے کہا کہ بیٹھنے سے تمھارا نکاح نہیں ہوگا اور پردہ میں اسے بٹھایا گیا۔ اتنے میں خالد حسن بمع گواہان نکاح بطور وکیل آیا اور کہا کہ شبنم تمھارا نکاح کریں۔مگر دوسری عورت نے کہا جی ہاں۔ اس پر واپس جا کر نکاح خواں کو اجازت نکاح دے دی۔حالانکہ وکیل نکاح خواں اور عورتوں کو علم تھا کہ مسماۃ شبنم نکاح کرنے سے بار ہا انکار کرتی چلی آ رہی ہے۔آیا یہ نکاح غلط ہے یا درست۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال اگر بالغہ لڑکی نے نکاح سے پہلے یا بعد کسی وقت اجازت نہیں دی اور نکاح کے وقت بھی انکار کرتی رہی اور دوسری اجنبی عورت نے بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر نکاح کی اجازت دے دی تو اس نکاح سے شرعاً نکاح نافذ نہیں ہو جاتا۔بلکہ اگر لڑکی رد کر دے تو نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔مجلس نکاح میں لڑکی کا موجود ہونا اجازت شمار نہیں ہوتا۔نیز ولی اقرب کی اجازت کے وقت سکوت اگرچہ اجازت کے حکم میں ہے۔لیکن اگر عورت آخر وقت تک انکار کرتی رہی ہے اور دوسری عورت کے ''ہاں'' پر ہی مدار رکھ کر نکاح کیا گیا تو یہ شبنم کی طرف سے اجازت شمار نہ ہوگی۔

خوب تحقیق کے بعد اگر واقعہ درست ثابت ہو جائے تو اس پر عمل کیا جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

ٹیلیفون پر نکاح کرنے کی صورت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک شخص امریکہ میں رہتا ہے اور اس کی منگیتر پاکستان میں ہو، شادی کے لیے اگر وہ آئے تو صرف آنے پر تقریباً چھ سات ہزار خرچ ہوتا ہے۔ (مجموعہ فتاوی ہذا کی طباعت سے تقریبا ۳۸ سال قبل کی بات ہے) کیا اس صورت میں اجازت ہے کہ نکاح ٹیلیفون پر پڑھا دیا جائے اور پھر اس کی بیوی کو وہاں بھیج دیا جائے۔ جواب سے ممنون فرمائیں۔

﴿ج﴾

ٹیلیفون پر نکاح نہیں پڑھا جا سکتا۔ کیونکہ گواہوں کے سامنے عاقدین کا ہونا ضروری ہے اور عاقدین کا ایجاب و قبول گواہوں کو سننا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا یا تو وہ لڑکا بذریعہ ٹیلیفون یا خط وغیرہ کسی کو وکیل بنادے اور پھر وکیل اس کی طرف سے قبول کرے اور یا ویسے کوئی آدمی فضولی اس کی طرف سے قبول کرلے اور پھر نکاح اس صورت میں موقوف ہوگا۔ اگر وہ منظور کردے تو صحیح ہو جائے گا اور اگر نامنظور کردے تو رد ہو جائے گا۔ توکیل کی صورت بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ صفر ۱۳۸۵ھ

جو شخص بیرون ملک ہو اس کا نکاح کیسے کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ زید لندن میں رہائش پذیر ہے اور عمرو کی لڑکی لائل پور میں رہتی ہے۔ زید ہندہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ لیکن زید لائل پور میں پہنچ نہیں سکتا۔ البتہ زید کے بھائی و دادا وغیرہ لائل پور میں موجود ہیں۔ تو کیا اب زید وکالت کے ذریعہ نکاح کر سکتا ہے یا نہ یا کوئی اور صورت ہو تو تحریر کریں۔ نیز ٹیلیفون کا بندوبست بھی موجود ہے۔

﴿ج﴾

زید مذکور اپنے اقرباء میں سے کسی ایک کو اپنا وکیل بنادے بذریعہ خط یا ٹیلیفون وغیرہ اور وہ وکیل اس کی طرف سے ایجاب و قبول کرلے۔ مثلاً لڑکی یوں کہے کہ میں نے اپنا نفس ساتھ نکاح شرعی کے بعوض ۔۔۔ حق مہر زید بن

فلاں کو دے دیا ہے۔ اس کے بعد زید کا وہ وکیل یوں کہے کہ میں نے زید بن فلاں کے لیے قبول کرلیا ہے۔ یا اس کا نکاح فضولی کر دیا جائے اور پھر جب زید کو علم ہو جائے تو وہ اسے قبول کرلے۔ بذریعہ ٹیلیفون نکاح نہ کرایا جائے۔ کیونکہ اس صورت میں گواہ وغیرہ اس کا ایجاب و قبول نہ سن سکیں گے اور نہ اسے دیکھ سکیں گے۔ تاکہ اشتباہ مرتفع ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

بیرون ملک سے کسی کو بذریعہ خط وکیل بنانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ محمد صادق اس وقت سعودی عرب میں بسلسلہ ملازمت قیام پذیر ہے۔ اس کا نکاح فردوس اختر بنت غلام رسول سے اس کی عدم موجودگی میں کرنا چاہتے ہیں جو کہ پاکستان میں اپنے والدین کے ہاں قیام پذیر ہے۔ آیا محمد صادق مذکور اپنی طرف سے بذریعہ تحریر کسی کو اپنا وکیل مقرر کر سکتا ہے اور مقرر کردہ وکیل محمد صادق کے حق میں ایجاب و قبول کرا سکتا ہے اور کیا یہ نکاح شریعت مطہرہ کی رو سے درست متصور ہوگا۔

﴿ج﴾

محمد صادق وکیل مقرر کر سکتا ہے۔ لیکن وکالت نامہ پر دو گواہ موجود ہوں۔ تاکہ وہ کسی وقت وکالت سے انکار نہ کر سکے۔ اسی طرح اگر لڑکی وکالت نامہ تحریر کر کے وہاں کے کسی شخص کو وکیل بنادے تو وہاں نکاح ہو سکتا ہے۔ اگر بغیر وکالت کے بھی یہاں اس کے والدین یا کوئی اور ولی نکاح اس کے لیے قبول کرے اور جب اس کو اطلاع پہنچے اور وہ وہاں قبول کرے تب بھی نکاح ہو جائے گا۔ وہاں اس کے قبول پر دو گواہ قائم ہو جاویں۔ تو بہتر ہے۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ رجب ۱۳۹۵ھ

بیرون ملک مقیم کے لیے اندرون ملک نکاح کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟

﴿س﴾

مسمی خلیق محمد ولد حکیم عتیق محمد ذات جٹ سا گی۔ بیرون ملک رہتا ہوں اور اپنے ملک ملتان میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے ملک نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا میں اپنی طرف سے اپنے والد حکیم عتیق محمد ولد مولوی خدا بخش ذات جٹ

سانگی کو اپنا وکیل مقرر کرتا ہوں کہ میرا عقد نکاح مسماۃ عذرا بی بی دختر پیرزادہ عبداللطیف کے ساتھ بعوض حق مہر...... پر نکاح کر دیں۔ کیا شرعاً جائز ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ شخص مذکور کے والد نے اگر اپنے لڑکے کا وکیل بن کر اپنے لڑکے کے لیے نکاح کو قبول کیا تو وہ نکاح شرعاً منعقد ہو جائے گا اور اس خط سے والد وکیل بن جاتا ہے۔ لہٰذا بطور وکالت اپنے لڑکے کے لیے نکاح کر سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ رمضان ۱۳۹۶ھ

بیرون ملک مقیم بیٹے کا نکاح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین اس مسئلہ میں کہ ملک پاکستان کا ایک مسلمان ولایت میں تعلیم حاصل کر رہا ہے یا ملازمت کر رہا ہے اور پاکستان میں ایسی مسلمان عورت سے عقد کرنا چاہتا ہے جو کہ حد بلوغت تک پہنچ چکی ہے۔ کسی خاص مجبوری کی بنا پر وہ پاکستان میں پہنچ نہیں سکتا۔ ایسی حالت میں لڑکے کا باپ اپنے لڑکے کی اجازت سے عقد کاح کروا کر لڑکی کو کسی محرم کے ساتھ اپنے خاوند کے ہاں ولایت روانہ کر سکتا ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں لڑکے کے باپ کا اپنے لڑکے کی اجازت سے اس کے لیے عقد کرنا اور عورت کو محرم کے ساتھ خاوند کے پاس بھیجنا شرعاً جائز و صحیح ہے۔ واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۳ھ

درج ذیل صورت میں والد کو وکیل بنانا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ زید تقریباً اپنے گھر سے تین سو میل یا کم بیش دور رہتا ہے اور زید گورنمنٹ کا ملازم ہے یا کوئی اور کام تجارت وغیرہ کر رہا ہے اور اس کی شادی کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے اور عین تاریخ مقررہ پر اس کو چھٹی نہیں ملتی اور زید بالغ ہے اور وہ اپنے باپ کو اپنے نکاح کے قبول کرنے کی اجازت بذریعہ خط دے دیتا ہے اور اس کا

والد اس کے واسطے ایجاب وقبول کر لیتا ہے اور نکاح مولوی صاحب پڑھا دیتا ہے۔ (۲) یا اس کے برعکس ہے کہ عورت موجود نہیں ہے اور بالغ بھی ہے اور اس کا خود والد صاحب اس کی اجازت لے کر آیا ہے اور خود بخود وہ قبول نہیں کرتی۔ والد اس کا نکاح کر دیتا ہے تو کیا ان دونوں حالتوں میں نکاح درست اور صحیح ہو جائے گا یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) اگر بذریعہ خط اپنے والد کو اپنے نکاح کے قبول کرنے کا وکیل بنالے اور اس کا والد اس کا نکاح کرا دے تو نکاح منعقد اور لازم ہو جاتا ہے۔ کما قال فی الشامی ص ۲۳ ج ۳ لکن اذا کان الکتاب بلفظ الأمر بأن کتب زوجی نفسک منی لا یشترط سماع الشاهدین لما فیه بناء علی ان صیغة الأمر توکیل لأنه لا یشترک الاشهاد علی التوکیل أما علی القول بانه ایجاب فیشترط کما فی البحر.

(۲) اس صورت میں بھی نکاح درست اور لازم ہو جاتا ہے۔ نکاح اصالۃً اور وکالۃً دونوں طرح شرعاً ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ محرم ۱۳۸۶ھ

جس کی طرف سے کوئی اور شخص ایجاب وقبول کرے اور جس کے لیے ایجاب وقبول ہو وہ اجازت دے تو نکاح مکمل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کوشش کی کہ عمرو اپنی لڑکی بکر کو دے دے۔ بڑی کوشش کے بعد عمرو مان گیا کہ میں لڑکی دیتا ہوں۔ اس کے بعد زید نے کہا کہ اب نکاح بھی کر دے۔ تو زید نے اپنے باپ اور دو بھائیوں کی موجودگی میں کہا کہ میں نے اپنی لڑکی کی مسمات زینب کا نکاح بکر کے ساتھ کر دیا ہے اور زید نے کہا میں نے اس کی طرف سے قبول کیا۔ اس کے بعد عمرو کے باپ نے کہا کہ بکر کا باپ اپنی بڑی لڑکی میرے لڑکے کو دے تو زید نے اس کے فوراً بعد کہا کہ وہ تم کو نہیں ملتی اس کے بعد زید کو عمرو کے باپ نے کہا کہ ہم بھی بکر کے باپ کو اس کے متعلق کہیں گے اور تم بھی ہماری طرف سے کوشش کرنا کہ ہمیں اپنی لڑکی دے دے۔ اس کے بعد زید نے بڑی لڑکی کے متعلق کہا کہ میں تمہیں نہیں دے سکتا۔ ہاں جو چھوٹی لڑکی ہے اس کے متعلق کوشش کروں گا۔ اس کے بعد عمرو کے باپ نے کہا کہ یہ

بتاؤ کہ اس بڑی کا نکاح کہیں ہوا تو نہیں۔ زید نے کہا کہ اس کے متعلق میں نہیں کہہ سکتا کہ نکاح ہوا ہے یا نہ۔ چند دن کے بعد زید نے عمرو کے باپ کو کہا کہ بکر کا باپ تمھیں بڑی لڑکی نہیں دیتا۔ اب تمھاری مرضی تو عمرو کے باپ نے کہا کہ اگر بکر کا باپ بڑی لڑکی نہ دے تو نہ دے۔ ہم نے تو ان کو دی ہے۔ یہ تو پہلے کی بات ہے اور عمرو کا باپ کہتا ہے کہ ہم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم نے ان کو لڑکی دے دی ہے۔ اگرچہ وہ نہ دیں بلکہ میں نے کہا کہ ہم مشورہ کریں گے۔ چند دن کے بعد بکر کا باپ عمرو کے باپ کو ملا اور کہا کہ بڑی لڑکی نہیں دیتا چھوٹی کے متعلق چاہو تو دے دوں گا۔ اس کے بعد عمرو کے باپ نے زید کو کہا کہ بکر کا باپ ہمیں بڑی لڑکی نہیں دیتا تو ہم بھی بکر کو نہیں دیتے۔ اب دریافت یہ ہے کہ عمر کی لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ ہو چکا ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ زید نے بکر کے لیے نکاح کیا اور اس کی طرف سے قبول کیا تو اگر بکر نے زید کے کیے ہوئے نکاح سے مطلع ہونے پر اس نکاح کو منظور کر لیا ہو تو یہ نکاح شرعاً صحیح و معتبر ہے۔ کیونکہ نکاح جس کا کیا جاتا ہے۔ بالغ ہونے کی صورت میں شرعاً اس کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔ وہ اگر منظور کر لے تو نکاح شرعاً صحیح و لازم ہو جاتا ہے اور اگر نامنظور کر لے تو وہ موقوف نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں بکر کے نکاح کو منظور کرنے کے بعد دوسروں کے کچھ کہنے اور نہ دینے سے اس کے نکاح پر شرعاً کچھ اثر نہیں پڑتا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کسی عورت کے نکاح سے دوسری عورتوں کے نکاح کو معلق کیا ہو تو خلاصی کی کیا صورت ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے قسم کھائی کہ زینب کے ساتھ نکاح کیے بغیر میں دنیا کی کسی عورت سے نکاح کروں تو زینب کے بغیر جس سے نکاح کیا۔ اس کو تین طلاقیں ہیں۔ جوش میں آ کر زید نے یہ کلمات کہہ دیے ہیں۔ کیا زید کی زینب سے شرعاً کوئی صورت مخلصی ہو سکتی ہے۔

﴿ج﴾

اس یمین کے بعد اگر لڑکا نادم ہے اور وہ زینب کے سوا کسی اور لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہے۔ (۱) کہ اس کے لیے اس کا باپ کوئی سرپرست کسی لڑکی سے بغیر اس کی زبانی اجازت حاصل کیے نکاح کر دے۔

وہ نکاح فضولی کا نکاح ہوگا۔ بعد از نکاح بھی وہ زبان سے اجازت نہ دے اور نکاح کے متعلق خاموش رہے۔ اسی طرح اس لڑکی کو اس کے گھر بھیج دے اور لڑکی سے صحبت کرے یا بوس و کنار وغیرہ ایسے امور کا ارتکاب کرے جس سے عملاً نکاح کی اجازت سمجھی جائے تو نکاح درست اور صحیح ہو گیا اور طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (۲) زینب سے دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کرے۔ نکاح زینب منعقد ہو گیا۔ اب اگر وہ زینب کو فوراً بغیر خلوت کیے طلاق دیدے تو زینب آزاد ہو جائے گی اور اس پر کسی قسم کی عدت وغیرہ لازم نہیں ہوگی۔ البتہ اسے نصف مہر ادا کرنا ہوگا۔ بعد از نکاح زینب وہ جس عورت سے چاہے۔ آزادی سے نکاح کر سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

صورت مسئولہ میں اگر خاوند نکاح فضولی کے بارہ میں زبان سے تو کچھ نہ کہے کہ میں نے قبول کیا بلکہ تقبیل وغیرہ سے پیشتر کچھ مہر بھیج دے تو یہ اچھا ہوگا اور اس میں کراہت بھی نہ ہوگی اور اگر بغیر مہر کے اس سے جماع یا دواعی جماع کا ارتکاب کر دیا تو اس میں کراہت تحریمی ہوگی۔ **كما فى الشامى ص ۸۳۵ ج ۳ باب اليمين فى الضرب والقتل وغيره .**

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر نکاح خواں بطور فضولی کسی عورت کا نکاح پڑھا دے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ مسمی عبدالرحمٰن کی شادی تھی۔ جس میں پچاس آدمی موجود تھے اور وکیل نفس زن بھی موجود تھا۔ وکیل نفس زن نے اپنی لڑکی کے لیے ۳۹ روپیہ مہر بھی مقرر کیا اب مولوی صاحب نے پچاس آدمی کے اس مجمع میں روبرو گواہان و وکیل نفس زن کے نکاح پڑھتے وقت مسمی عبدالرحمٰن سے قبولیت کا خطاب کیا۔ وکیل نفس زن سے ایجاب کا خطاب صراحۃً مولوی صاحب کے سہو کی وجہ سے نہیں ہوا۔ لیکن وکیل نفس زن بھی مسمی عبدالرحمٰن کی قبولیت کے الفاظ سن رہا تھا۔ انکار وغیرہ کچھ نہیں کیا۔ اب تک وہ منکر نہیں ہے۔ صرف اتنی خامی ہے کہ نکاح پڑھتے وقت وکیل نفس زن سے مولوی صاحب کے سہو کی وجہ سے صراحۃً ایجاب کا خطاب نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا معروض ہوں آیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الراقم محمد ایوب کوئٹہ

﴿ج﴾

جب مولوی صاحب نکاح خوان نے لڑکے سے مخاطب ہو کر کہ فلاں کی لڑکی کا نکاح بمقابلہ اتنے حق مہر تمھیں

قبول ہے اور اس نے قبول کرلیا تو اس صورت میں مولوی صاحب فضولی ٹھہرے۔ ایجاب مولوی صاحب کے الفاظ سے ہوگیا اور قبول لڑکے نے خود کیا۔ جب ایجاب وقبول ہو گئے اور ایجاب کرنے والا فضولی تھا تو اس صورت میں نکاح موقوف ہوا۔ اگر عورت نے صراحۃً یا دلالۃً اجازت دے دی تو نکاح صحیح ہو گیا۔ دلالۃً مہر قبول کیا یا مبارک قبول کی یا اور خصوصی کام ایسا کیا جو عورت اور خاوند کے درمیان ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

لڑکے کی طرف سے باپ قبول کرسکتا ہے، اس کا مجلس نکاح میں ہونا ضروری نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی شیر احمد جس کی مستقل رہائش کوئٹہ میں ہے۔ وہ بغرض تلاش کسی عورت یہاں گاؤں ڈھیری کیہال ایبٹ آباد ضلع ہزارہ میں وارد ہوا۔ وہ اپنے بالغ لڑکے کے لیے منکوحہ کا طلبگار تھا۔ چنانچہ ایک شخص مسمی مثال نے اپنی جوان لڑکی اس کو اس کے فرزند کے لیے دے دی۔ لڑکی کے والد نے روبرو گواہاں ایجاب کیا اور لڑکے کے والد نے اپنے لڑکے کے لیے قبول کیا اور وہ لڑکا مجلس نکاح میں موجود نہ تھا۔ صرف اس کے والد نے یہ قبول شاہدین عاقلین کے سامنے تلفظ کیا ہے۔ اب یہ معلوم نہیں کہ شیر احمد مذکور نے کوئٹہ جا کر اپنے فرزند کو قبولیت کرادی ہے یا نہیں۔ ایجاب کے گواہ تو وہاں موجود نہیں تو کیا یہ نکاح منعقد ہو گا یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر والد نے اپنے غائب لڑکے کے لیے یہ نکاح قبول کیا ہے تو شرعاً نکاح منعقد ہو گیا ہے۔ کوئٹہ جا کر اپنے لڑکے کو قبولیت کرانا کوئی ضروری نہیں ہے۔ صرف اس کی اطلاع دینا کافی ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ رجب ۱۳۹۹ھ

باب چہارم

نکاح میں برابری کا بیان

رنگ ریز قوم کسی اور قوم کے لیے کفو ہے یا نہیں؟

﴿س﴾

ایک اعوانی خاندان کی عورت کو ایک رنگ ریز قوم دھوبی نے اغواء کرلیا۔ بعد میں مغویہ کے ساتھ بغیر رضا مندی رثاء کے نکاح کرلیا اور وہ مغویہ اس دھوبی کے ساتھ آباد بھی رہی۔ مگر وارث مغویہ کے سخت ناراض تھے۔ مغویہ کی تلاش میں رہے۔ آخر مغویہ خود ناراض ہوکر یا ورثاء کی کوشش سے جس طرح بھی ہوا اس سے بھاگ گئی۔ اعوان قوم کا کوئی آدمی نکاح کرنے پر راضی نہیں تھا۔ یہ مغویہ کا نکاح اول جو بغیر اجازت وارثوں کے دھوبی سے ہوا۔ وہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

شرعاً عجم میں کفاءت نسبی کا اعتبار تو نہیں ہے۔ البتہ حرفت کے اعتبار سے کفاءت معتبر ہے اور علی المفتی بہ غیر کفو میں بغیر اولیاء نکاح نہیں ہوسکتا۔ اب اگر وہاں کے عرف میں رنگریزی حرفت کو اعوان مذکورہ کی حرفت سے بہت نیچی اور معیوب قسم کی سمجھی جاتی ہے تو قول مفتیٰ بہ کے مطابق نکاح اول تو صحیح نہ ہوا اور ثانی نکاح جس شخص نے کیا ہے۔ اگر وہ کفو شرعاً ہے تو نکاح صحیح ہوگا۔ ورنہ یہ بھی صحیح نہ ہوگا ورثاء کی مرضی سے اس کو نکاح کرنے کے لیے کہا جائے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سید کے حلالہ کے غیر کفو میں نکاح کا حکم؟

﴿س﴾

جناب کا جاری کردہ فتویٰ وصول ہوا عرض یہ ہے کہ عورت کے ملتے ہوئے عرصہ ہوگیا تھا۔ اب چونکہ ان کو مسئلہ معلوم ہوا تو خاوند اول نے عورت سے مشورہ کرکے اس طریقہ سے عقد ثانی ایک نمازی راجپوت سے کرا کے حلالہ کرایا اور اب عدت خاوند اول کے مکان پر گذار رہی ہے۔ وقت عقد خاوند اول نے طلاق کی تحریر عقد سے پیشتر لی ہے۔ پھر عقد ہوا اور بعدہٗ دو شب کے زبانی طلاق لی گئی اعمر کی ۴۵ سالہ نہیں ہے اور اسی وجہ سے کسی خاندان کے بشر کو اس کا پتہ نہیں دیا کہ رسوائی ہوگی۔ گو عورت کے خاندان کے کافی لوگ ہیں اور یہ سب پھر حلالہ کا خاوند اول نے اپنے ہی مکان پر کرایا بوجہ بدنام ہونے کے اس وجہ سے ایک غازی راجپوت سے ہوا۔ اب برائے کرم بروئے شرع شریف جو بھی حل ہو فتویٰ عنایت فرمائیں تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔

(نوٹ) خاوند اول نے ہی خود کھڑے ہوکر یہ سب کام کرلیے اس نے ایک نمازی راجپوت کو تلاش کیا اور منظور کرلیا۔ امید ہے کہ جواب سے جلدی مشرف فرمادیں گے۔ عورت ہی خود مختار ہے۔

﴿ج﴾

کسی عورت کا نکاح غیر کفو میں بلا رضاء اولیاء صحیح نہیں ہوتا۔ یہاں جب عورت سیدانی ہے اور مرد راجپوت تو اس کا کفو نہیں اس لیے جو نکاح اولیاء کی رضامندی حاصل کیے بغیر ہوا ہے وہ درست نہیں۔ لہٰذا اگر عورت کے قریب ولی کی اجازت حاصل ہو سکتی ہے۔ تو حاصل کر کے اسی راجپوت سے دوبارہ بغیر انتظار کے نکاح کر دیا جائے اور پھر جماع کر کے طلاق دے دے تو حلالہ صحیح ہے اور پھر عدت گزارنے کے بعد زوج اول کے نکاح میں آ سکتی ہے اور اگر ولی کسی صورت سے اجازت نہیں دیتے یا ان سے حاصل کرنے میں دشواری ہے تو موجودہ عدت گزرنے کے بعد کسی کفو سے نکاح کر کے جماع کے بعد طلاق حاصل کر لی جائے۔ کفو کے نکاح میں ولی کی اجازت ضروری نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اولیاء کی اجازت سے سیدہ کا نکاح غیر سید سے درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں یہ مشہور ہے کہ سیدزادی کے ساتھ نکاح کرنا غیر سید کا درست نہیں۔ اگر کوئی سمجھائے تو جھٹ اس پر مرتد کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ سیدزادی کا نکاح غیر سید سے کیسا ہے۔ اگر درست ہے تو کیا دلائل ہیں اور مرتد کہنے والوں کا کیا حکم ہے۔ اگر درست نہیں تو بھی کیا دلائل ہیں۔

(نوٹ) اگر سمجھانے والا یہ سمجھائے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ کا نکاح ہوا ہے۔ حالانکہ وہ غیر سید تھے تو جواب دیتے ہیں کہ اس وقت سید نہیں ملتا تھا۔ اس لیے غیر سید کو دے دی گئیں۔ تو اس کا کیا جواب ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

قریش چونکہ ایک شرف نسب ہے۔ اس لیے کوئی بھی نسب قریشی نسب کا کفو نہیں ہے اور غیر کفو میں نکاح رضاء اولیاء کے بغیر نہیں ہوتا۔ وھو المفتی بہ البتہ رضاء اولیاء سے قریشی عورت کا غیر قریشی سے نکاح صحیح ہے۔ باقی قریش کے اندر بنو ہاشم اور دوسری قریشیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سب کے نکاح آپس میں صحیح ہیں۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ بھی چونکہ قریش میں سے تھے۔ اس لیے وہ بنو ہاشم کے کفو ہیں۔ لہٰذا ان کے نکاح پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ہے۔ نیز عالم دین غیر قریشی بھی قریشیہ عورت کا کفو ہے۔ کما ھو فی کتب الفقہ.

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

قریشی کا غیر قریشی لڑکی سے نکاح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اسلام الدین قوم قریشی اپنا نکاح زید کی لڑکی بالغہ کے ساتھ قوم جٹ کرنا چاہتا ہے اور زید مذکور اپنی لڑکی کا نکاح اسلام الدین قریشی کی بہن بالغہ کے ساتھ کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ نکاح جانبین میں جائز ہے یا نہیں؟ کفو یا قومیت کا اعتبار ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اسلام الدین کا نکاح جٹ قوم کی لڑکی کے ساتھ صحیح ہے۔ لیکن اسلام الدین بھائی اپنی نابالغہ بہن کا نکاح غیر کفو میں نہیں کرا سکتا۔ وھو المفتی بہ.

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اغواء کنندہ کا مغویہ سے نکاح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک عورت اغواء کر کے لے آیا ہے۔ اس حالت میں کہ وہ بیوہ تھی۔ پھر اس کے لواحقین نے درخواست پولیس وغیرہ کو دی۔ لیکن عورت ان کے ہمراہ نہیں گئی۔ وہ سب اس مقدمہ کو ختم کر کے چلے گئے ہیں اور جو عورت کو اغواء کرنے والا ہے اس نے اس عرصہ میں کوئی جماع وغیرہ نہیں کیا۔ اب وہ اس کے ساتھ نکاح شرعی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس کے شرعی وارث یہاں پر موجود نہیں ہیں۔ پیچھے اپنے گھر میں دو بھائی حقیقی ہیں۔ صرف اس کے علاوہ کوئی اور رشتہ دار نہیں ہے۔ اب کیا اس کے ساتھ بغیر کسی شرعی وارث ہونے کے نکاح جائز ہے یا کہ نہیں۔ اس کے پہلے خاوند میں سے ۶ چھ بچے بھی ہیں۔ برائے کرم شرعی طور پر فیصلہ صادر فرمائیں۔

﴿ج﴾

یہ بیوہ عورت جس سے نکاح کرنا چاہتی ہے چونکہ وہ حسب بیان سائل اس کا کفو ہے۔ نسب اگرچہ ایک نہیں۔ لیکن شرافت وغیرہ کا کوئی تفاوت نہیں۔ پیشہ ایک علم دین، مالداری کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں اور کفو میں نکاح کرنے کے لیے ولی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے یہ عورت ولی کی اجازت کے بغیر خود نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ

سید، بلوچ، پٹھان کے کفو ہیں یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سید عورت غیر سید مثلاً بلوچ پٹھان کے نکاح میں آسکتی ہے یا چگونہ وضاحت سے لکھیں۔

﴿ج﴾

سید یعنی بنی ہاشم کی عورتوں کا نکاح بالغہ لڑکی اور اس کے اولیاء کی اجازت سے تو ہر قوم کے مسلمانوں میں ہوسکتا ہے۔ لیکن بغیر رضاء اولیاء قریش کے علاوہ کسی دوسرے خاندان میں کرنا درست نہیں۔ قریش کے تمام خاندان خواہ وہ بنی ہاشم میں سے ہوں یا نہ ہوں۔ بنی ہاشم کے کفو ہیں۔ ان میں نکاح بلا اجازت اولیاء بھی جائز ہے اور یہ حکم فقط بنی ہاشم کی عورتوں کا نہیں۔ بلکہ جملہ اقوام کا یہی حکم ہے کہ غیر کفو میں نکاح کر لینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ قال فی الهداية مع الفتح ص ۱۸۷ ج ۳ مطبوعه مكتبه رشيديه كوئٹه وغيره واذا زوجت المرأة نفسها من غير كفء فللأولياء ان يفرقوا بينهما دفعا لضرر العار عن أنفسهم والفتوى على رواية الحسن من انه لا ينعقد كما صرح به في الدر المختار ص ۵۶ ج ۳ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ

پٹھان اور سیدزادی کے نکاح کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکا جو ذات کا پٹھان ہے اور مسلمان ہے اور لڑکی سیدزادی ہے۔ لڑکی کی والدہ شیخ ذات ہے اور والد شیرازی سید ہے اور دونوں کے والدین چاہتے ہیں کہ شادی ہو جائے اور لڑکا لڑکی بھی راضی ہیں۔ تو کیا یہ نکاح ہوسکتا ہے۔

﴿ج﴾

سیدزادی کا عقد نکاح اس کی اور اس کے والدین کی رضامندی سے غیر سید مرد سے شرعاً درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کفو کا اعتبار مرد کی طرف سے ہوگا یا عورت کی طرف سے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مثلاً زید نے ایک عورت کے ساتھ روبرو دو گواہان کے شادی کی۔ زید مذکور قوم کا قریشی ہے اور عورت منکوحہ قوم کی حجام ہے۔ عورت کا باپ بڑا خراب آدمی ہے۔ اپنی لڑکیوں کو فروخت کر کے پیسے کھاتا ہے۔ عورت مذکورہ کو اس کے باپ نے ایک دفعہ بیچا تھا۔ بعدہ وہ عورت مطلقہ ہوگئی۔ اب اس عورت نے خود بخود آ کر زید قریشی کے ساتھ روبرو گواہان کے کہہ دیا کہ میں نے شرع شریف کے حکم سے اپنا وجود زید کے ملک کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے قبول کیا ہے۔ کیا اس صورت میں عورت کے وارث نکاح فسخ کرا سکتے ہیں یا کہ نہیں۔ کفو مرد کی طرف سے اعتبار کیا جاتا ہے یا عورت کی طرف سے جو حکم شرعی ہو صادر فرمائیں۔

المستفتی ڈاکٹر محمد شاہ قریشی مقام سیدانوالہ ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر عورت مذکورہ نے عدت گزارنے کے بعد نکاح ثانی کیا ہو تو ولی کو یا دیگر وارث لوگوں کو اس کے نکاح کے فسخ کرانے کا ہرگز اختیار نہیں ہے۔ کفو میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ آیا مرد عورت کے لیے کفو ہے یا نہیں۔ عورت مرد کے لیے کفو ہو یا نہ ہو۔ دونوں صورتوں میں نکاح جائز ہے۔ ملاحظہ ہو عالمگیری ص ۲۹۰ ج ۱ فاذا تزوّجت المرأة رجلا خيراً منها فليس للولي أن يفرق بينهما فان الولي لا يتغير بأن يكون تحت الرجل من لا يكافؤه كذا في شرح المبسوط للامام السرخسي . واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ ذوالحجہ ۱۳۷۸ھ

کفو میں باپ کا کرایا ہوا نکاح لڑکی فسخ نہیں کر سکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی جس کی عمر سات برس تھی کا اس کے والد نے اپنی دوسری شادی کرنے کے لیے اپنے رشتہ داروں میں اس کا نکاح کر دیا تھا اور جس لڑکے کے ہمراہ نکاح ہوا۔ اس کی عمر بھی اس وقت سات برس تھی اور ابھی لڑکی کی عمر تقریباً دس گیارہ برس کی تھی کہ اس کے والدین فوت ہو گئے اور لڑکی اپنے حقیقی نانا کے ہاں رہنے لگی اور جس وقت لڑکی جوان ہوئی تو اس نے اپنا نکاح نامنظور کر دیا۔ جس کی شہادتیں بھی موجود ہیں۔ کیا اب وہ لڑکی اپنا نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے یا نہیں۔ اگر کر سکتی ہے تو کتنی مدت کے بعد اور کس صورت میں۔

﴿ج﴾

باپ کا کفو میں کیا ہوا نکاح بعد از بلوغ لڑکی کے فسخ کرنے سے نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے یہ نکاح باقی ہے اور لڑکی کا نامنظور کرنا صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر بالغہ اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے جوان ہوتے ہی دو چار جگہ پر قبل از نکاح ناجائز تعلقات پیدا کر لیے اور اس کو حمل ہو گیا۔ یہ پتہ نہیں کہ کس کا حمل تھا۔ ازاں بعد ایک اور آدمی کے ساتھ نکاح کر لیا۔ جو والدین کی رضامندی کے بغیر تھا۔ والدین اس آدمی سے اپنی لڑکی کو گھر لاتے ہیں۔ چونکہ نکاح بغیر رضامندی والد کے کیا گیا تھا۔ آیا اب والد اس کا نکاح دوسری جگہ اپنی برادری میں یا اپنی منشاء کے مطابق کر سکتا ہے یا نہ؟ پہلا نکاح درست تھا یا نہ؟ بینوا توجروا

رہنواز ولد اللہ بخش موضع مرالی ڈاکخانہ میلسی تحصیل میلسی ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر ہندہ نے غیر کفو میں نکاح کر لیا ہے تو یہ نکاح بالکل ناجائز ہے۔ کفو میں جیسا کہ نسب کا اعتبار ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح پیشہ چال چلن کا بھی اعتبار ہے۔ مثلاً عجمی اقوام جو شریف ہیں۔ وہ کفو ہم پلہ ہرگز ذلیل قوم مثل جولاہہ تیلی وغیرہ کے نہیں ہیں۔ علامہ شامیؒ نے تحریر کیا ہے۔ حیث قال بعد الکلام فی التکافؤ حرفته عن الفتح أن الموجب هو استنقاص أهل العرف فيدور معه شامی ص ۹۰ ج ۳ پس اگر اس لڑکی ہندہ نے کسی جولاہے یا تیلی کے ساتھ نکاح کر لیا ہے اور ہندہ کا باپ رئیس مالدار شریف آدمی ہو تو یہ نکاح ہرگز جائز نہیں ہے۔ علامہ شامیؒ نے تحریر کیا ہے۔ قلت ولعل ما تقدم کان فی زمنهم الذی الغالب فيه التفاخر بالدين والتقوی دون زماننا الغالب فيه التفاخر بالدنيا ص ۹۱ ج ۳ نیز فقہاء کا دیانۃ ومالاً وحرفۃ کہنا اس کی صریح دلیل ہے کہ یہ نکاح ناجائز ہے اور آجکل اس پر فتویٰ ہے کہ غیر کفو میں نکاح سرے سے صحیح نہیں ہے۔ فی الدر المختار ص ۵۶ ج ۳ ويفتی فی غير الكفء بعدم جوازه أصلاً وهو المختار للفتوی لفساد الزمان ان روایات سے معلوم ہوا کہ پہلا نکاح درست نہیں ہے۔ دوسری جگہ میں اس کا نکاح ہم پلہ آدمی کے ساتھ ہندہ کی رضا کے مطابق جائز ہے۔ واللہ اعلم

عبد الرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عجم میں غیر کفو کا اعتبار کیسے کیا جائیگا؟

﴿س﴾

عرض یہ ہے کہ کفو کو عجم میں اعتبار نہیں کیا جاتا۔ نسب کے لحاظ سے کیا دین کے لحاظ سے بھی اور مال وغیرہ کے لحاظ سے بھی اعتبار نہیں۔ مثلاً لڑکی کا والد نمازی پابند روزہ ہے اور نسب قصاب ہے اور لڑکے کا والد اور لڑکا خود غیر پابند نماز و روزہ جوا باز اور نسب اعوان ہے۔ کیا شریعت اس بات کو اعتبار فرمائے گی۔

سائل میاں نواز تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا

﴿ج﴾

عجم میں کفاءت نسباً معتبر نہیں ہے۔ لیکن دین کے اعتبار سے معتبر ہے۔ پابند نماز و روزہ کے گھر کی لڑکی بھی فاسق شخص کی کفو نہیں ہے۔ اولیاء کی مرضی کے بغیر لڑکی نے فاسق سے نکاح کر لیا تو علی القول المفتیٰ بہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ذی القعدہ ۱۳۷۴ھ

سیدزادی کا نکاح غیر سید سے کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ (۱) کیا سیدزادی عورت کے ساتھ غیر سید مرد شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) والدین اپنے لڑکے کی رضامندی کے بغیر اپنی لڑکی کی شادی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

(۱) سیدزادی عورت کا نکاح اس کے اولیاء کی اجازت سے غیر سید مرد کے ساتھ جائز ہے۔ (۲) کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ شوال ۱۳۹۰ھ

سیدزادی کا نکاح والدین کی اجازت سے غیر سید سے جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکا مسلمان سنی العقیدہ ایک شریف لڑکی جو سید گھرانے سے تعلق رکھتی ہے، کے ساتھ بہ رضا والدین لڑکی ولڑکا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر جواب سے مطلع فرمائیں۔

﴿ج﴾

سادات یعنی بنی ہاشم کی عورت کا نکاح خود بالغہ اور اُس کے اولیاء کی اجازت سے غیر سید مرد کے ساتھ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ

کفو میں نکاح کا حکم بنی ہاشم کے ساتھ خاص ہے یا عام ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی علی اصغر خان ولد فتح خان قوم پٹھان نے بی بی پروین دختر قلندر مرحوم قوم سید سے شرعی نکاح کرلیا ہے۔ مسموع یہ ہوا ہے کہ پیشتر ان زوجین کے درمیان بدکاری کے تعلقات قائم تھے۔ اب صحیح نکاح کے بعد عورت مذکورہ کے دور کے قرابتدار یعنی اس علاقہ کے سید لوگ اس نکاح کو غیر کفو کے لحاظ سے ناجائز قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ عورت مذکورہ کے حقیقی بھائی اس نکاح بندی کو پسند کر چکے ہیں۔ وہ راضی بازی ہیں۔ بعض علماء کرام نے سیدوں کے مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے یہ فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ بلکہ آل رسول کی گستاخی قرار دیدیا ہے۔ لیکن زوج مذکور کی حمایت میں بھی بعض علماء نے اس نکاح کو بالکل درست اور صحیح منعقد تحریر کیا ہے اور کفو کے مسئلہ کو شرح الوقایہ کی عبارت کے حوالہ سے رد کر دیا ہے۔ **وفی العجم اسلاماً لان العجم ضیعوا انسابھم** اور یہ بھی لکھا ہے کہ **ازواجہ اُمھاتھم ولا تنکحون من بعدہ ابدا** کہ یہ حرمت ان کی بنات کی طرف سے متجاوز نہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ دونوں دامادِ حضور اکرمؐ تھے اور چونکہ صورت موجودہ میں بی بی پروین کے حقیقی بھائی جو ولی اقرب ہیں، اس نکاح بندی کو برضا و رغبت پسند کر چکے ہیں۔ دوسرے سیدوں کو فسخ نکاح کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ یہ زوجین آپس میں بخوشی زندگی بسر کریں۔ یہاں اس مسئلہ میں بہت سخت نزاع برپا ہے۔ نوازش فرما کر مدلل جواب عطاء فرمائیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بنی ہاشم کی عورتوں کا نکاح بالغہ لڑکی اور اس کے اولیاء کی اجازت سے ہر قوم کے مسلمانوں میں ہوسکتا ہے۔ لیکن بغیر رضاء اولیاء قریش کے علاوہ کسی دوسرے خاندان میں کرنا درست نہیں اور یہ حکم فقط بنی ہاشم کی عورتوں کا نہیں بلکہ

جملہ اقوام کا یہی حکم ہے کہ غیر کفو میں نکاح کر لینے پر اولیاء کو فسخ کرانے کا حق ہوتا ہے۔ بلکہ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ لیکن اگر ولی اور خود بالغہ لڑکی کی اجازت سے غیر قوم میں نکاح ہو جائے تو وہ بلاشبہ جائز اور صحیح ہوتا ہے۔ پس صورت مسئولہ میں اگر یہ نکاح بالغہ لڑکی اور اس کے اولیاء کی اجازت سے کیا گیا ہے تو نکاح صحیح ہے۔ **قال فی الهداية مع الفتح ص ۱۸۷ ج ۳ واذا زوجت المرأة نفسها من غير كفء فللاولياء ان يفرقوا بينهما دفعا لضرر العار عن أنفسهم وفي الدر المختار والفتوى على رواية الحسن من أنه لا ينعقد .** جو لوگ بنی ہاشم کی عورتوں کے نکاح کو غیر بنی ہاشم سے مطلقاً حرام کہتے ہیں۔ سخت گنہگار ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ غلطی کا اعتراف کر کے توبہ تائب ہو جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ صفر ۱۳۹۶ھ

گر غیر قوم ہم پلہ سمجھی جاتی ہو تو نکاح میں کوئی حرج نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بیوہ عورت قوم ڈال نے تقریباً آٹھ برس کے بعد اپنی حسب منشاء اٹھوال قوم کے ایک مرد سے نکاح کرلیا۔ چنانچہ اس نکاح کے ساتھ تقریباً چھ ماہ کے عرصہ میاں بیوی آباد رہے۔ اس اثناء میں رشتہ داران نے عورت کو زبردستی چھین لیا۔ جہاں تقریباً چھ ماہ عورت رشتہ داروں کے ہاں رہی اور اس عرصہ میں متولی عورت سے تنسیخ نکاح کی چارہ جوئی نہ کرا سکا۔ کیونکہ مذکورہ طلاق نہ لینا چاہتی تھی۔

خاوند کی قانونی چارہ جوئی سے عورت کو پولیس نے برآمد کیا اور عدالت میں پیش کر کے نکاح قانوناً اور شرعاً ثابت کیا گیا۔ جس کو مجسٹریٹ نے تسلیم کرلیا اور عورت کے ایماء پر خاوند کے ساتھ عورت کو بھیج دیا گیا۔ تقریباً نو ماہ میاں بیوی اکٹھے رہے۔ اس کے بعد رشتہ داروں نے ڈاکہ کے ذریعے عورت کو زبردستی پھر چھین لیا اور اس کے خاوند کو سخت مضروب کیا گیا۔ دوبارہ قانونی چارہ جوئی سے ملزمان گرفتار ہوئے اور عورت دوبارہ برآمد ہوئی اور پھر اپنے بیان خاوند کے حق میں دے چکی۔ جس کی بناء پر دوبارہ میاں بیوی اکٹھے رہ رہے ہیں اور اس ڈاکہ کا کیس عدالت میں زیر سماعت ہے۔ (۱) اس تفصیل کے بعد واضح رہے کہ یہ عورت ڈال قوم کی ہے اور خاوند اٹھوال قوم کا ہے اور یہ دونوں تقریباً ہم پلہ قوم ہیں۔ ہمارے عرف میں عام طور پر ان جیسی دو قوموں کے آپس میں رشتے ہوتے ہیں اور ان قوموں کے آپس میں رشتوں کو ایک دوسرے قوم والے عار نہیں سمجھتے۔ کیا یہ دونوں میاں بیوی آپس میں کفو ہیں یا نہیں اور کیا عدم کفاءت

کی وجہ سے ان کا نکاح فسخ کیا جا سکتا ہے یا نہیں اور کیا ان کا نکاح منعقد ہے یا کہ نہیں، یہ بھی ملحوظ رہے کہ عدالت نے دو دفعہ خاوند کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے اور عدم کفاءت کا اعتبار نہ کرتے ہوئے نکاح کو صحیح قرار دیا ہے۔ کیا عدالتی فیصلہ متولیوں کے حق میں نہ ہونے کے باوجود بھی ان کا حق ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

قال فی ردالمحتار ص ۹۰ ج ۳ عن الفتح تحت قول الدرالمختار فمثل حائک الخ ما نصه ان الموجب هو استنقاص اهل العرف فیدورمعه وعلی هذا ینبغی أن یکون الحائک کفؤا للعطار بالاسکندریة لما هناک من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصا البتة الخ ردالمحتار وایضا فی ردالمحتار تحت قول الدرالمختار وأما أتباع الظلمة فاخس من الکل ما نصه لاشک أن المرأة لا تتعیر به فی العرف (الی قوله) لأن المدار هنا علی النقص والرفعة فی الدنیا (ردالمحتار ص ۹۱ ج ۳) ان روایات سے معلوم ہوا کہ مسئلہ کفاءت کا مدار عار و عدم عار پر ہے۔

پس صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال جبکہ اقوام مذکورہ ہم پلہ ہیں اور ایک دوسرے سے تعلق عقد کرنے کو عار نہیں سمجھتے تو ان دونوں قوموں میں مسئلہ عدم کفاءت جاری نہ ہوگا اور عاقلہ بالغہ کا نکاح متولیوں کی اجازت کے بغیر بھی صحیح شمار ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

مزدوری کرنے سے کفو میں فرق نہیں آتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص اللہ ڈتہ قوم کھوکھر ولد ملک اللہ وسایا سکنہ راوی چاہ والا نے اللہ ڈوایا لڑکے قوم بلوڑی کے ساتھ اپنی ہمشیر حقیقی نابالغہ کا نکاح کیا ہے۔ جسکی عمر بارہ سال ہوگئی ہے۔ بلوڑی قوم مزدور لوگ ہیں۔ مزدوری کر کے گزارہ کرتے ہیں اور کھوکھر زمیندار قوم ہیں۔ چنانچہ لڑکی والوں کے زمین ملکیہ قریب شہر ملتان ۱۵ بیگھہ ہے۔ خود کاشت کر کے گذارہ کرتے ہیں۔ آیا شرعاً یہ نکاح صحیح ہے یا نہ؟ باپ دادا نکاح کے وقت فوت تھے۔

﴿ج﴾

جب تک مرد کا پیشہ رذیل یا خسیس نہ ہو۔ فقط مزدوری کرنے سے کفاءت پر فرق نہیں آتا اور نہ مالی حیثیت کے تفوق سے کفو ہونے پر اثر پڑتا ہے۔ زوج کی جانب سے مہر معجّل کے ادا کرنے سے معمولی نفقہ دینے کی قدرت مالی کافی ہے اور اسی قدر مالیت سے وہ بہت بڑے سرمایہ دار لڑکی کا کفو ہے۔ کما هو مشرح فی جمیع کتب الفقه والفتاوی. لہٰذا نکاح مذکور صحیح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عجم میں نسب کے اعتبار سے نہیں بلکہ حرفت کے اعتبار سے کفو کا تصور ہے

﴿س﴾

ایک آدمی قوم کا اصلی کٹانہ ایک شریف قوم خواجہ کی لڑکی بالغہ غیر منکوحہ اغوا کر کے لے جاتا ہے اور وہ آدمی شرعی عقد نکاح کر لیتا ہے۔ والدین متلاشی رہے۔ ایک دو سال کے بعد والدین کے ہاتھ میں آ گئی۔ اب والدین تنسیخ نکاح کرانا چاہتے ہیں۔ دوسری کسی قوم میں دینا نہیں چاہتے۔ کیا تنسیخ نکاح حاکم وقت کے حکم سے ہو سکتی ہے یا نہیں اور حاکم وقت کا فیصلہ ضروری ہے یا عالم کے فیصلہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عجم میں کفاءت بالنسب کا اعتبار نہیں۔ البتہ کفاءت حرفت معتبر ہے۔ اگر کٹانہ کوئی خسیس پیشہ ہے جس کو عرف عام میں خسیس سمجھا جائے تو وہ خواجہ کی لڑکی کا کفو نہیں اور یہ نکاح بالکل ابتداء ہی سے صحیح نہیں ہوا۔ تنسیخ کی ضرورت نہیں۔ عاقلہ بالغہ کا نکاح غیر کفو میں بغیر اجازت اولیاء مذہب مفتیٰ بہ کے موافق جائز نہیں ہوتا اور یہاں بھی اجازت حاصل نہیں اس لیے نکاح جائز نہیں۔ دوسری جگہ نکاح کرلیا جائے۔ لیکن اگر کٹانہ کوئی رذیل پیشہ نہیں۔ ذریعہ کمائی عرف عام میں خسیس نہیں تو محض نسباً کٹانہ ہونے کی وجہ سے اس کے نکاح میں خلل نہیں آتا ہے۔ نکاح صحیح ہے۔ عاقلہ بالغہ کا نکاح بغیر اجازت اولیاء صحیح نافذ ہے جب کفو میں ہو اور یہ نکاح بھی کفو میں ہوا۔ اسی لیے صحیح ہے۔ والدین اور رشتہ داروں کو تنسیخ کرانے کا کوئی حق نہیں۔ خوب تحقیق کرلی جائے۔ حکم واضح ہے۔ کذا فی الشامی ج ۳ کتاب النکاح.

العبد المحبوس محمود عفا اللہ عنہ مفتی ... قاسم العلوم ملتان

کیا سیدہ کا نکاح غیر سید سے منعقد ہی نہیں ہوتا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک لڑکی جو کہ سیدہ ہے اور عاقلہ بالغہ ہے۔ یعنی لڑکی کی عمر تئیس ۲۳، چوبیس ۲۴ سال ہے۔ وہ ایک غیر سید لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ کیا یہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ کیا لڑکی اپنی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔ فقط

﴿ج﴾

سیدہ لڑکی کا کفو غیر سید مرد نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی بالغہ لڑکی نے بغیر اپنے ولی کی اجازت کے غیر کفو میں نکاح کر لیا تو فتویٰ اس پر ہے کہ وہ نکاح درست نہیں ہوگا۔ درمختار ص ۵۶ ج ۳ میں ہے۔ ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاوہ ہو المختار للفتوی۔

المجیب سید مسعود علی قادری مفتی و مدرس مدرسہ انوار العلوم شہر ملتان
المجیب مصیب عبدالکریم مدرس مدرسہ انوار العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ولد الزنا صحیح النسب کے لیے کفو ہو سکتا ہے؟ جواب بر جواب

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ زید نامی شخص نے اپنی دختر حلیمہ کی صغرسنی کی حالت میں بکر نامی سے نکاح کر دیا۔ بحالیکہ یہی زید اس بکر کو ولد الحلال سمجھتا تھا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ بکر مذکور ولد الزنا اور حرام زادہ ہے۔ اب یہی زید اور حلیمہ بالغ ہونے پر عار کے باعث زفاف کر دینے کے لیے تیار نہیں اور رشتہ ہی سے انکاری ہے کہ اندریں حالت دھوکہ دہی اور غیر کفو ہونے کے باعث بکر کے نکاح ہی کے قائل نہیں۔ پس اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ نکاح درست اور صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

شرعاً دھوکہ دہی اور عدم کفاءت کے باعث بنا بر روایت حسن بن زیاد جو کہ مفتی بہا ہے۔ یہ نکاح نادرست اور غیر صحیح ہے۔ کیونکہ عدم کفاءت اور ولی و منکوحہ کی ناراضگی اس کی صحت میں حائل ہیں۔ ملاحظہ ہو درمختار ص ۵۰۱ ج ۳ لو تزوجته علی أنه حرأ وسنی أوقادر علی المھر و النفقة فبان بخلافه أو علی أنه فلان بن فلان فاذا ھو لقیط أو ابن زنا کان لھا الخیار

... محمد فاروقی

﴿ج﴾

مذکورہ جواب صحیح نہیں ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر بکر سے نکاح میں کفاءت کی شرط لگائی ہو یا بکر نے ولد الحلال ظاہر کیا ہو اور پھر زید نے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا تب نکاح صحیح نہیں رہے گا۔ لیکن اگر کفاءت شرط نہ کی گئی ہو اور نہ بکر کفو بتلایا گیا ہو اور زید نے نکاح کر دیا ہو تو نکاح صحیح ہے اور خیار کفاءت انھیں حاصل ہے۔ کیونکہ کفاءت کا اعتبار ابتداء نکاح میں ہوتا ہے اور یہاں زید نے مرضی سے نکاح کر دیا اور گویا کفاءت کو نظر انداز کر دیا کہ شرط نہ کیا۔ وغیرہ الدر المختار بھامش تنویر الابصار ص ۸۴ ج ۳ الکفاءة معتبرة فی ابتداء النکاح الی قوله ولو زوجھا برضاھا ولم یعلموا بعدم الکفاءة ثم علموا لا خیار لأحد لا اذا شرطوا الکفاءة أو اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذالک ثم ظھر انه غیر کفؤ کان لھم الخیار الخ ص ۸۵ ج ۳۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ احمد جان نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ رمضان ۱۳۸۴ھ

کیا شرکیہ عقیدہ رکھنے والا صحیح العقیدہ کے لیے کفو بن سکتا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو شریعت کا سختی سے پابند ہے۔ اس شخص نے اپنی لڑکی کی سگائی ایک لڑکے سے جو کہ عزیز اور رشتہ دار بھی ہے، کر دی۔ اس لڑکے کے اوصاف مثلاً چرس پینا، بھنگ پینا اور عیاشی کرنا اور بالکل بے دین ہے۔ اس شخص کو جس نے اپنی لڑکی کی سگائی کر دی ہے۔ بعد میں اس لڑکے کے اوصاف کا پتہ چلا لیکن وہ اپنی زبان کو دیکھ کر شریعت کے خلاف پیچھے ہٹنا یعنی انکار نہیں کرنا چاہتا کہ ایک دفعہ زبان دے کر اس کو بدلنا شریعت کے خلاف ہے اور ان لوگوں کے عقائد یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں اور گیارہویں کو بڑے دھوم دھام سے منتیں مانگنا بھی برا نہیں سمجھتے۔ تو ایسے مسئلہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں جبکہ لڑکا ایسے اوصاف کا حامل ہے کہ عیاش اور بھنگ پیتا، بے نمازی اور بے دین ہے۔ پھر عقائد بھی اس کے شرکیہ ہیں۔ ایسی صورت میں لڑکی کے والد کو اپنا عہد توڑ دینا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کیونکہ اس میں لڑکی کی حق تلفی ہے۔ اگر باوجود ان حرکات کے لڑکی کا نکاح کر دیا تو گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سید کے ساتھ غیر سیدہ کا نکاح اولیاء کی مرضی سے جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکا قبل از نکاح پیدا ہوا ہے۔ سید خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ نہایت شریف ہے اور برسر روزگار بھی ہے۔ کیا اس لڑکے کو رشتہ دینا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر لڑکی اور اس کے سرپرست رضامند ہوں تو اس کو رشتہ دیا جا سکتا ہے اور اس کے ساتھ شرعاً نکاح ہو سکتا ہے۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذوالحجہ ۱۳۸۶ھ

کیا نومسلم قدیم مسلمانوں کے لیے کفو ہو سکتا ہے؟

﴿س﴾

محترم علماء کرام و مفتیان عظام میں قوم ہندو میں پیدا ہوا اور شادی کی، ہندو عورت سے دو بچے بھی ہوئے ہیں۔ بیوی بچوں اور کنبہ کو چھوڑ کر بعون اللہ ۱۹۲۲ء میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ مسلمانوں نے مجھے محض زبانی طور پر بھائی سمجھ اپنی برادری کی شرکت سے گریز کیا۔ خوش قسمتی سے ایک ہندو عورت اسلام لائی اس سے شادی ہو گئی۔ اس کے بطن سے ایک لڑکی ہوئی۔ شومئ قسمت وہ عورت بھی داغ مفارقت دے کر راہی ملک عدم ہوئی۔ ٹھوکریں کھاتا پھرا۔ پھر عام مسلمانوں میں نکاح وٹہ کا رواج ہے۔ اپنی لڑکی کے وٹہ میں مسلمانوں سے رشتہ کے لیے بہت کوشش کی۔ مسلمان رشتہ لینے کے لیے تو آمادہ مگر رشتہ دینے کے لیے آبائی رسم قوم پرستی حائل ہو جاتی۔ بالآخر میں نے اپنی لڑکی مسلمانوں میں بیاہ دی۔ زمانہ انقلاب میں ہندو چلے گئے۔ لوگوں کے زبانی کلامی کے اسلام سے مایوسی ہوئی۔۔۔۔ مسلمان باوجود قبول اسلام کے مجھے اثنائے گفتگو میں ہندو کہہ کر رشتہ سے انکار کرتے۔ ہر جگہ کوشش زر اور زاری سے کی مگر دونوں چیزوں کے آڑے رسم قوم پرستی آ گئی۔ مرتا کیا نہ کرتا بیوہ عورتوں کو عقد ثانی کے لیے دعوت دی۔ موچیوں کی قوم سے ایک بیوہ عورت نے اس پر لبیک کہا۔ میں نے اسے اس کے ورثاء کی رضامندی سے نکاح کرنے کے لیے کہا۔ جونہی اس نے میرا نام قوم کے سامنے لیا۔ بھڑوں کے چھتے کی طرح موچی ہر طرف سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم ہندو کو رشتہ نہیں دیتے۔ کسی موچی سے نکاح کر لے۔ مگر اس نے سب کا انکار کر کے کہا کہ میں تو نومسلم دیندار سے ہی نکاح کروں گی۔ متوفی خاوند کے ورثاء نے گوارا نہ کرتے ہوئے گھر سے نکال اس کے میکے جو ۳۴ میل کے فاصلہ پر رہتے تھے۔ بلا کر ہمراہ کر دیا۔ وہاں بھی یہی قوم پیش کی گئی۔ بیوہ نے وہاں بھی انکار کیا۔ بالآخر باپ نے تنگ آ کر عورت کو تنہا کرایہ دے کر موٹر پر متوفی خاوند کے گھر بھیج دیا۔ عورت نے آتے ہی میرے ہمراہ ہو کر عدالت پاکستانی سے بذریعہ درخواست خود مختاری کا پروانہ حاصل کر کے مجھ سے نکاح کر لیا۔ قوم نے اس کا ایک آٹھ نو سالہ لڑکا چھین لیا اور اس سے قطع تعلق کر لیا۔ رفتہ رفتہ کئی رشتہ دار اس سے ملنے لگے۔ جب دوسروں کو معلوم ہوا تو انھوں نے ملنے والوں سے بائیکاٹ کرنے کا اجتماع کیا۔ میں نے ایک پرچہ قرآن شریف کی آیات لکھ کر دیا کہ فیصلہ شریعت پر رکھ کر قومی عصبیت سے الگ ہو کر کرو۔ مگر ایک شخص نے (نقل کفر کفر نہ باشد) یہ کہا کہ شریعت پر پیشاب کروں۔ سننے والے گواہ موجود ہیں۔ اب آپ فیصلہ فرمائیں۔ شرعاً وہ کیسے مجرم ہیں۔ مسلمانوں کو ان سے کیا سلوک کرنا چاہیے اور میں کیا کروں۔ کیا پھر ہندوؤں میں جا کر شادی کروں یا مسلمانوں میں سے کسی قوم سے ملوں اور مسلمانوں کو دیندار نومسلموں سے کیا کرنا چاہیے۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

ایسے الفاظ کہنے والا شریعت پر پیشاب کروں۔ نعوذ باللہ من ذلک اسلام سے خارج ہے۔ مرتد ہے، اس کی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا۔ اس کو توبہ کرنا لازم ہے اور توبہ علی الاعلان کرنے کے بعد پھر تجدید نکاح کرے۔ نومسلم مسلمانوں کا بھائی ہے۔ مسلمانوں کو اس کے ساتھ اخوت اور مکمل مساوات کا طریقہ برتنا چاہیے۔ اگرچہ یہ شخص قدیم مسلمانوں کا کفو نہیں ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے کوئی رشتہ نہ دے۔ مسلمانوں کو ان سے ہر قسم کا رشتہ خوشی سے کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اغواء کنندہ اگر لڑکی کے لیے کفو نہ ہو تو لڑکی کا والد نکاح فسخ کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جٹ زمیندار نے ایک شخص جس کی قوم مسلی شیخ ہے کو ملازم رکھا ہوا تھا۔ وہ ملازم اپنے مالک کے بھائی کی لڑکی کو اغواء کر کے لے گیا۔ اس لڑکے اور لڑکی کو تلاش کرتے رہے۔ دس ماہ کے بعد لڑکی تو مل گئی اور لڑکا فرار ہو گیا۔ اس دوران میں وہ مسلی شیخ لڑکے نے اس لڑکی سے شادی کر لی

اور لڑکی کو بھی اس نے قوم مسلی شیخ ہی لکھوایا اور اب لڑکی کو اس کے وارث اپنے گھر لے آئے ہیں اور لڑکا نہیں مل رہا اور اب لڑکی کا والد اس لڑکی کی شادی اپنے خاندان میں کرنا چاہتا ہے۔ کیا وہ لڑکی کی شادی کر سکتا ہے یا نہیں۔ چونکہ وہ لڑکی جو اسے لے کر گیا تھا۔ وہ مفرور ہے اور نہ ہی اس نے اسے طلاق دی ہے۔ مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

﴿ج﴾

اگر اقوام مذکورہ میں ایک کو دوسرے سے عقد کرنے کو عار سمجھا جاتا ہے۔ پس مسئلہ کفائت کا جاری ہوگا۔ فی الشامیہ ص ۹۰ ج ۳ ان الموجب هو استنقاص اهل العرف فيدور معه الخ . اور مفتی بہ قول کے مطابق بالغہ لڑکی اگر اپنا نکاح غیر کفو میں بدون رضامندی واجازت ولی کے کر لے تو وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا بریں مسئولہ صورت میں اب اس لڑکی کا نکاح اپنے کفو میں کرنا جائز ہے۔ در مختار میں ص ۵۶ ج ۳ میں ہے۔ ویفتی فی غير الكفو بعدم جوازه أصلاً وهو المختار للفتوى الخ . شامی ص ۵۷ ج ۳ میں ہے۔ قوله وهو المختار للفتوى وقال شمس الائمة وهذا أقرب الى الاحتياط كذا في تصحيح العلامة قاسم . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ

سیدزادی کا نکاح غیر سے جائز ہے یا نہیں؟

﴿س﴾

سیدزادی کا نکاح غیر سید سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

سیدزادی یعنی بنی ہاشم کی عورت کا نکاح بالغہ لڑکی اور اس کے اولیاء کی اجازت سے تو ہر قوم کے مسلمانوں میں ہو سکتا ہے لیکن بغیر رضا اولیاء قریشی کے علاوہ کسی دوسرے خاندان میں کرنا درست نہیں اور اگر کیا گیا تو وہ نکاح قول مفتی بہ کے موافق درست نہ ہوگا۔ على ما اختاره صاحب الدر المختار والشامي وغيره . البتہ قریشی کے تمام خاندان خواہ وہ بھی بنی ہاشم میں سے ہوں یا نہ ہوں۔ بنی ہاشم کے کفو ہیں۔ ان میں نکاح بلا اجازت اولیاء بھی جائز ہے اور یہ حکم فقط بنی ہاشم کی عورتوں کا نہیں بلکہ جملہ اقوام کا یہی حکم ہے کہ غیر کفو میں نکاح کر لینے پر اولیاء کو فسخ کرانے کا حق ہوتا ہے۔ قال في الهداية وغيره واذا زوجت المرأة نفسها من غير كفو فللاولياء ان يفرقوا

بينهما دفعا لضرر العار عن انفسهم انتهى . والفتوى على رواية الحسن من انه لا ينعقد كما مشى به في الدر المختار ومنعه في فتاوى دار العلوم ديوبند . واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ رجب ۱۳۸۸ھ

سید و قریشی کا آپس میں رشتہ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سید و قریشی ایک کفو ہیں یا نہیں۔ سید و قریشی آپس میں رشتہ شادی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

قریش کے تمام خاندان خواہ وہ بنی ہاشم میں سے ہوں یا نہ ہوں۔ بنی ہاشم کے کفو ہیں۔ ان میں نکاح بلا اجازت اولیاء بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ شعبان ۱۳۹۱ھ

سمجھدار اور نیک چلن لڑکی کا نکاح غیر قوم میں کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ شریف لڑکی جو بہت سمجھدار نیک چلن ہے۔ اس کے والد اور بھائی نے اپنے ذاتی مفاد کے تحت قریبی رشتہ داروں کو چھوڑ کر غیر برادری گھر سے دور ۳۰/۳۵ میل کے فاصلہ پر شادی کی۔ اس لڑکی کی والدہ فوت ہو چکی تھی۔ والد اور بھائی نے خود اور رشتہ دار و غیر رشتہ دار عورتوں کی معرفت سختی وتشدد اور ناجائز دباؤ ڈال کر شادی کی رسومات مثلاً مہندی وغیرہ ادا کی گئیں۔ لڑکی بے بس چیختی چلاتی روتی رہی۔ لیکن اس کی بات کی کوئی پروا نہ کی گئی۔ لڑکی سخت مغموم حالت میں پریشان رہی۔ آخر نکاح کی رسم کے وقت باثر گواہ لڑکی کے پاس اس کی رائے معلوم کرنے کے لیے پہنچے۔ لڑکی نے اس بارے میں کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن گواہاں نے ناحق نکاح خواں کو جھوٹی شہادت پیش کر کے نکاح کے فارم کی تکمیل کرائی۔ ملک پاکستان اور اسلامی حکومت میں نیک لڑکی کے ساتھ شریعت محمدی قانون کا احترام نہ کرتے ہوئے ایسا سلوک؟

آپ مطابق قانون محمدی ایسے نکاح کے جائز یا ناجائز ہونے کے بارہ میں ارشاد بصورت فتویٰ صادر فرمائیں۔ کیونکہ اس نکاح سے کئی پشتوں کا تعلق ہے۔ حالانکہ لڑکی نے تین بار ہاں ہاں ہاں کا اظہار کرنا تھا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر لڑکی نے گواہان کو جیسا کہ گواہوں کا بیان ہے۔ نکاح کی اجازت دی ہو اور جب ضابطہ شرعیہ کے مطابق ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح کیا گیا ہو تو نکاح منعقد ہو گیا ہے اور اگر لڑکی نے خاموشی اختیار کی ہو اور اجازت نہ دی ہو۔ جیسا کہ لڑکی کا بیان ہے اور قاضی نکاح خوان نے ویسے ہی نکاح کے فارم کی تکمیل کی ہو اور لڑکی کو نکاح کا علم ہو جانے کے بعد لڑکی اس نکاح کو ٹھکرا چکی ہے تو نکاح کالعدم ہے اور شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بشرطیکہ ان گواہوں کو لڑکی کا والد نہ بھیج چکا ہو۔ ورنہ اگر لڑکی کا والد ان کو بھیج چکا ہو اور انھوں نے لڑکی سے کہا ہو کہ آپ کے والد نے ہمیں نکاح کی اجازت لینے کے لیے بھیجا ہے تب اگر لڑکی خاموشی اختیار کر گئی ہو اور اس کے بعد باضابطہ نکاح ہو گیا ہو تو اس صورت میں بھی نکاح منعقد شمار ہوگا۔ کیونکہ لڑکی باکرہ ہے اگر والد اجازت مانگے یا والد کا بھیجا ہوا شخص اجازت مانگے اور وہ خاموشی اختیار کر لے، نہ ٹھکرا دے اور نہ منظور کرے تو شرعاً یہ بھی منظوری شمار ہوتی ہے اور اس طرح نکاح ہو جاتا ہے اور لڑکی کو تین دفعہ ہاں ہاں ہاں کہنا ضروری نہیں ہے اور اگر یہ گواہ اپنی طرف سے گئے ہوں تو اس سے منعقد نہ ہوگا۔ بہر حال اس کی تحقیق کر لی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ جمادی الاولی ۱۳۸۷ھ

موجودہ سادات میں رشتہ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنا رشتہ موجودہ سادات میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ رشتہ جائز ہے کہ نہ؟ کیونکہ عوام سادات میں شادی کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ ہم آل نبی میں سے ہیں اور تم اُمتی ہو اس لیے اُمتی کو رشتہ دینا جائز نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

کفائت حق ولی ہے۔ عورت کا حق نہیں پس اگر سادات میں سے کسی نے غیر کفو میں اپنی لڑکی یا پوتی کا رشتہ قائم کیا تو جائز ہے۔ بشرطیکہ باپ یا دادا فسق اور سوء اختیار میں مشہور نہ ہو۔ باپ اور دادا کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ

لڑکی یا پوتی نابالغ کا رشتہ غیر کفو میں قائم کرے۔ بالغ لڑکی جو سادات کی ہو وہ غیر کفو میں خود نکاح نہیں کر سکتی۔ غیر کفو میں لڑکی کا خود کردہ نکاح صحیح نہیں ہے۔ درمختار میں ہے۔ ولزم النكاح ولو بغبن فاحش بغير كف ان كان الولي أبا أو جدا درمختار ۶۶ ج ۳ غیر کفو میں عورت کے خود کردہ نکاح کے بطلان کی دلیل یہ ہے۔ ويفتىٰ في غير الكف بعدم جوازه اصلاً وهو المختار للفتوى لفساد الزمان درمختار ص ۵۶ ج ۳ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ جمادی الاولی ۱۳۸۹ھ

صالحہ عورت فاسق مرد کے لیے کفو ہے یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بالغ لڑکی نے جو کہ شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی بنت صالح ہے۔ بغیر رضاء اولیاء کے اپنے خالہ زاد سے جو کہ فاسق معلن ہے۔ عقد کیا اور لڑکے کی ماں بھی فاسقہ معلنہ ہے۔ اب لڑکی کے ورثا لڑکے کے فسق وفجور کی بناء پر یہ کہتے ہیں کہ لڑکے اور لڑکی میں کفو نہیں ہے۔ عار کی وجہ سے ہمیں اعتراض ہے۔ عرب میں کفو نسب کے لحاظ سے معتبر ہوتی ہے اور عجم میں صنائع کے لحاظ سے معتبر ہے۔ نسب کا اعتبار نہیں۔ اب اس صورت میں کیا نکاح درست ہے یا نہیں۔ اولیاء کا اعتراض درست ہے۔ بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔ تا کہ مقامی علماء میں اختلاف نہ رہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

فاسق شخص ایسی عورت کا کفو نہیں جو خود بھی نیک ہو اور اس کا باپ بھی نیک ہو۔ صورت مسئولہ میں یہ لڑکی جس نے بغیر رضا اولیاء کے فاسق سے عقد نکاح کیا ہے۔ بظاہر خود نیک معلوم نہیں ہوتی۔ اس لیے دینداری کی وجہ سے کفو نہ شمار کرنے کی بناء پر فسخ نکاح کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا ہے۔ قال في الهندية فلا يكون الفاسق كفؤا للصالحة كذا في المجمع سواء كان معلن الفسق أولم يكن (عالمگیریہ ص۲۹۱ ج۱)

وفي شرح التنوير ص ۸۸ ج ۳ وتعتبر (الكفاءة) ديانة أي تقوى فليس فاسق كفؤا لصالحة أو فاسقة بنت صالح معلنا كان اولا على الظاهر.

وفي الشامية قلت والحاصل ان المفهوم من كلامهم اعتبار صلاح الكل وان من اقتصر على صلاحها أو صلاح آبائها نظر الى الغالب من أن صلاح الولد والوالد متلا زمان فعلى هذا

فالفاسق لا یکون کفؤا لصالحة بنت صالح بل یکون کفؤا لفاسقة بنت فاسق و کذا لفاسقة بنت صالح کما نقله فی الیعقوبیة فلیس لأ بیها حق الاعتراض لأن ما یلحقه من العار ببنته أکثر من العار بصهره واما اذا کانت صالحة بنت فاسق فزوجت نفسها من فاسق فلیس لأ بیها حق الاعتراض لأنه مثله وهی قد رضیت به الخ (ردالمحتار ص ۸۹ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ

سیدہ سے غیر سید کا نکاح کرنا

﴿س﴾

ایک اہل سنت عقیدہ اعوان برادری کا نوجوان اپنی اعوان برادری کی لڑکی جو کہ سید قوم کے شوہر سے ہے۔ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا شرعاً ہمیں کوئی اعتراض وغیرہ کا حق ہے یا نہیں۔ جبکہ لڑکی کا سید قوم کا والد اس اعوان لڑکے کے ساتھ شادی پر معترض ہے۔

محمد اجمل اعوان معرفت شیخ حاجی نذر حسین ڈاک خانہ دائرہ دین پناہ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

سید ہاشمی قوم کی لڑکی کا نکاح اولیاء کی اجازت کے بغیر دوسری قوم میں نہیں ہوتا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر واقعی لڑکا اور لڑکی کفو نہیں تو بلا اجازت ولی نکاح جائز نہیں۔ مقامی طور پر علماء کے ذریعہ کفائت کی تحقیق کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

اصلی سید ہاشمی ہیں۔ جن پر زکوٰۃ صرف نہیں ہوسکتی اور بعض دوسرے حضرات قریشی ایسے بھی ہیں جن پر زکوٰۃ صرف ہوسکتی ہے۔ ان کا درجہ کم ہے۔ تحقیق کر لینا لازم ہے۔

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۴ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

عجم میں کفو کا اعتبار باعتبار نسب کے نہیں بلکہ باعتبار پیشہ کے ہے

﴿س﴾

ایک قوم کلاچی ہے۔ جو کہ زمیندار کاشتکار لوگ ہیں۔ ان کو ایک معزز قوم سمجھا جاتا ہے۔ دوسری قوم ہوڑا کہلاتی ہے۔ ہمارے ملک میں پہاڑی پتھر توڑ کر چکیاں بنانے نکالنے اور بیچنے والے لوگوں کو ہوڑا کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو بلحاظ قومیت کلاچی یا دیگر اقوام معروف سے ایک ادنیٰ پیشہ ور قوم شمار کیا جاتا ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد قابل استفسار یہ ہے کہ ایک شخص مسمیٰ اللہ بخش نے کاشتکاری کا کام اختیار کیا ہوا ہے۔ اپنے قومی کام کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ اسی اللہ بخش کا بیٹا بھی اپنے باپ کے ساتھ کاشتکاری کرتا ہے۔ اللہ بخش کے بیٹے نے ایک کلاچی قوم کے فرد کی دوشیزہ عاقلہ بالغہ کو بلا رضامندی والدین کے گھر سے بھگا کر دوسری جگہ جا کر نکاح کر لیا۔ لڑکی کے والد وغیرہ اس نکاح پر نارضامند ہیں۔ انکو اپنی قوم نہیں سمجھتے کہ ایک پیشہ ور قوم کے آدمی سے کلاچی قوم کی لڑکی شادی کرے۔ کیا شرعاً اس لڑکی کے والد کو اعتراض کا حق حاصل ہے یا نہ؟ اگر عورت کے ورثاء کو اعتراض کفوء کا حق حاصل ہے۔ تو کیا ان کے محض اعتراض اور نارضامندی سے نکاح ٹوٹ جائے گا۔ یا کسی شرعی ثالث کے سامنے دعویٰ دائر کرنے کی ضرورت ہوگی۔ براہ کرم ان سوالوں کا جواب باحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

سائل مسونان کلاچی معروف گوڈی از باجھ

﴿ج﴾

شرعاً عجم میں کفاءت باعتبار نسب معتبر نہیں۔ البتہ پیشہ کے لحاظ سے کفاءت کا اعتبار ہوتا ہے۔ لیکن یہاں زوج کا پیشہ بھی کاشتکاری ہے اور اولیاء زوجہ کا بھی۔ لہٰذا یہ نکاح کفو میں ہوا ہے اور عاقلہ بالغہ کا نکاح کفو میں بغیر اجازت اولیاء کے بھی صحیح ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر مہر مثلی سے اس نکاح میں تھوڑا مقرر کیا ہو تو اولیاء تکمیل حق مہر کا اعتراض اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن اس سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نکاح بہر حال صحیح ہوگا۔ فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضا ولی وله الاعتراض فی غیر الکفوء (الی أن قال) ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازه أصلاً (درمختار ص ۵۵ ج ۳) وقال الشامی (ویفتی فی غیر الکفؤ) قید بذالک لئلایتوهم عوده الی قوله فنفذ نکاح الخ اللاحتراز عمالو تزوجت بدون مهر المثل فقد علمت أن للولی الاعتراض أیضاً والظاهر أنه لا خلاف فی صحة العقد وأن هذا القول المفتی به خاص بغیر الکفؤ الخ ص ۵۶ ج ۳. واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سیدہ کا نکاح غیر سید عالم دین سے کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ سیدزادی کا نکاح اُمتی عالم صالح متقی خواہ کسی خاندان سے ہو، شرعاً جائز ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

صالح عالم دین سیدزادی کا کفو ہے۔ اگر چہ وہ نسباً سید نہ بھی ہو۔ اس لیے نکاح بلاشبہ صحیح و لازم ہے۔ واللہ اعلم کذا فی ردالمحتار للشامی والبحرالرائق لابن نجیم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

والدین رشتہ دار فاسق اور لڑکی غیر رشتہ دار متقی سے نکاح کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ (۱) کہ نوجوان لڑکی کے والدین اُس کی شادی ایسی جگہ کرنا چاہتے ہیں جو لڑکی کے قریبی رشتہ دار تو ہیں۔ لیکن انتہائی جاہل بے دین ہیں۔ لڑکی جس جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے وہ صالح اور دیندار ہیں لیکن لڑکی کی برادری اور کنبے سے تعلق نہیں رکھتا اور والدین برادری کے خوف کی وجہ سے ایسی جگہ دینا نہیں چاہتے تو اب وہ لڑکی بغیر رضامندی والدین کے اس پسند کے شخص سے چوری چھپے نکاح کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک لڑکی اور لڑکے نے چوری چھپے آپس میں اس طریق سے نکاح کیا ہے کہ لڑکی نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ عقد کیا۔ لڑکے نے قبول کیا۔ دو گواہ بھی بنا لیے۔ لیکن گواہوں کو نہ نکاح کا علم ہے اور نہ ہی وہ لفظ عقد سے وہ نکاح سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ جاہل دیہاتی ہیں۔ صورت بھی ایسی اختیار کی گئی کہ گواہوں کو بھی نکاح کا علم نہ ہو۔ البتہ الفاظ انھوں نے عقد کے سن لیے تو کیا ایسی صورت میں نکاح ہو گا یا نہیں؟

﴿ج﴾

(۱) اگر لڑکا لڑکی مذکورہ کا کفو ہے تو پھر وہ اپنی رضامندی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

(۲) مندرجہ بالا صورت سے ان کے درمیان شرعاً عقد نکاح نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اغواء کنندہ اگر لڑکی کے لیے کفو ہے تو نکاح درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک لڑکی بالغہ نے بھاگ کر اپنے آشنا کے ساتھ قانونی نکاح کر لیا ہے اور آباد ہو گئی ہے۔ بعدہ متولیوں نے زبردستی لڑکی کو اس کے خاوند سے چھین کر زبردستی دوسرا نکاح کرا دیا۔ نکاح خواں کہتا ہے کہ میں حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ مجھ سے دھوکہ سے نکاح پڑھوایا گیا ہے۔ کیا شرکاء مجلس نکاح و نکاح خواں کسی تعزیر کے مستحق ہیں یا نہیں اور دوسرا نکاح شرعاً حرام ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

لڑکی نے جس سے بھاگ کر نکاح کر لیا ہے۔ اگر وہ شخص اس کا کفو ہے یعنی خاندانی اعتبار سے کم درجہ کا نہیں تو وہ نکاح لازم ہو گیا اور دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا۔ لیکن نکاح خوان اور حاضرین مجلس بوجہ لاعلمی کے معذور ہوں گے اور اگر وہ شخص غیر کفو ہے جس سے لڑکی نے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح باطل ہے۔ فسخ کی ضرورت نہیں ہے اور دوسرا نکاح صحیح ہو گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ رمضان ۱۳۹۴ھ

اگر اغواء کنندہ لڑکی کے لیے کفو ہو تو والد دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی ایک نوجوان لڑکی کو اغواء کر کے لے جاتا ہے اور نکاح کرتا ہے۔ چھ ماہ کے بعد پکڑا جاتا ہے اور لڑکی بیان دیتی ہے کہ میرا والد میرا کہیں نکاح نہ کرتا تھا اور میں بصورت مجبور ہو کر اس کے پیچھے چلی گئی۔ کیونکہ میں دوسال سے جوان ہو چکی تھی۔ اب اس لڑکی کا والد کہتا ہے کہ وہ میری لڑکی کو زبردستی سے لے گیا تھا۔ اب اس لڑکی کا والد دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا وہ دوسرا نکاح کر سکتا ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

اگر اس آدمی نے بالغ نوجوان لڑکی کی رضامندی سے اس سے نکاح شرعی کیا ہے، یعنی گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کر کے نکاح کیا ہوا اور یہ لڑکا، لڑکی کا کفو ہو۔ ایسا رذیل پیشہ نہ کرتا ہو جو لڑکی والوں کے لیے باعث عار ہو کہ لڑکی شریف گھرانہ کی ہو اور لڑکی والے اچھا پیشہ کرنے والے ہوں اور خاوند حجام، درکھان، موچی، جس سے لڑکی

والے نکاح کرنا عار سمجھتے ہوں۔ تو نکاح صحیح ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ دوسری قوم کا آدمی ہو تو اسے کفو نہیں سمجھتے۔ یہ غلط ہے۔ بلکہ عجمی قومیں آپس میں کفو ہیں۔ البتہ اگر عورت سیدہ قوم کی ہو اور مرد غیر سید ہو تو یہ آدمی کفو نہیں اور نکاح صحیح نہیں ہوگا نیز لڑکی کے والے باپ وغیرہ دیندار گھرانہ ہو، پابند صلوٰۃ وصوم نیز شرعی ڈاڑھی رکھتے ہوں، یعنی صلحاء ہوں اور خاوند فاسق فاجر ہو تو بھی یہ آدمی لڑکی کا کفو نہ ہوگا، تو غیر کفو میں نکاح ہے ۔ صورت میں اس آدمی کا نکاح اس لڑکی سے نہ ہوگا اور وہ دوسری جگہ نکاح کر سکے گی اور کفو ہونے کی صورت میں نکاح صحیح ہوگا۔ سوائے خلع وطلاق کے لڑکی کے لیے خلاصی کی کوئی صورت نہیں۔ والد دوسری جگہ اس کا نکاح نہیں کرا سکتا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ محرم ۱۳۸۴ھ

اگر سیدہ عورت کا غیر سید سے نکاح نہ کیا جائے اور خودکشی کا اندیشہ ہو تو کیا کیا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) ایک سیدہ عورت اور ایک غیر سید مرد دونوں کی آپس میں گہری محبت ہوگئی ہے اور دونوں نکاح کرنے پر مجبور ہیں۔ مگر ایک طرف عورت کے اولیاء راضی نہیں اور دوسری طرف اگر نکاح نہ ہو عورت اور مرد دونوں خودکشی کر گزریں گے۔ ان حالات میں اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) یا تو دونوں جانوں کو خودکشی کے فعل بد سے بچانے کے لیے سیدہ عورت کے اولیاء راضی ہو جائیں اور نکاح کریں۔ (۲) یا خودکشی کے مرتکب ہونے کی بجائے سیدہ عورت خود اپنی مرضی سے نکاح کر لے۔ (۳) یا دونوں کو خودکشی کا شکار ہونے دیا جائے اور دونوں خودکشی کر گذریں۔ حالات اس قسم کے ہیں کہ مندرجہ بالا تین صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔ ان مجبوری کے حالات میں شریعت اسلامی کس صورت کی اجازت دیتی ہے اور کونسی صورت بہتر ہے۔ اگر پہلی صورت جائز ہو یا ناجائز ہو۔ مگر عورت کے اولیاء کسی حالت میں بھی راضی نہ ہوں۔ دوسری صورت شرعی لحاظ سے درست نہ ہو اور تیسری صورت رونما ہو تو کیا ان دو جانوں کی خودکشی کی صورت میں شرعی لحاظ سے عورت کے اولیاء اور دیگر متعلقین قصوروار ہوں گے یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

پہلی صورت اگر ہو جائے تو بہت بہتر ہے۔ دونوں خودکشی سے بچ جائیں گے۔ لیکن اولیاء کی مرضی کے بغیر سیدہ عورت کا نکاح غیر سید مرد کے ساتھ جائز نہیں، جبتک وہ راضی نہ ہوں نکاح نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس لڑکی کے اولیاء کو راضی

کرنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن اگر اس لڑکی کے اولیاء بالکل اس کے نکاح کرنے پر رضامند نہ ہوں تو پھر اس مشکل کا حل یہ ہے کہ اس لڑکے کا نکاح کسی دوسری عورت سے کیا جائے اور اس لڑکی کا نکاح کسی دوسرے مرد سے۔ انشاء اللہ تعالیٰ خودکشی کرنے سے دونوں محفوظ ہو جائیں گے۔ کیونکہ کسی خاص عورت یا کسی خاص مرد کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش رکھنا اضطراری حالت پیدا نہیں کرتا، کسی دوسرے مرد یا دوسری عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے یہ ضرورت و حاجت پوری ہو جائے گی۔ لیکن اگر اس کے باوجود بھی یہ لڑکا اور لڑکی خودکشی کرنے پر آمادہ ہوں اور انکا جوش جوانی کسی دوسرے مرد یا دوسری عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے سرد نہ پڑتا ہو، تو گناہ ان کے سر پر، اولیاء کو شرعاً مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی صورت تو یہ ہے کہ ایک شخص یہ مطالبہ شدت سے کردے کہ مجھے صدر مملکت بنادو، ورنہ میں خودکشی کرتا ہوں، یا مجھ سے فلاں منکوحہ عورت کا نکاح کرادو، ورنہ میں خودکشی کرتا ہوں۔ تو کیا لوگوں پر اس شخص کے مطالبات کو پورا کرنا فرض اور لازمی ہے کہ پورا نہ کرنے سے گنہگار ہوں گے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معاون مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ صفر ۱۳۸۴ھ

بچے کے لیے رشتہ کر کے بغیر عذر شرعی اس سے پھر جانا

﴿س﴾

علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ زید اور زینب دو میاں بیوی ہیں۔ زید کی بہن عائشہ زینب کے بھائی عمرو کی بیوی ہے۔ گویہ باہمی قریب ترین رشتہ میں منسلک ہیں۔ زینب کی درخواست پر اس کے بھائی عمرو کی لڑکی کا رشتہ زینب کے لڑکے سے قرار پایا۔ جس کا علم نہ صرف عام برادری بلکہ جان پہچان کے لوگوں کو بھی ہوا اور اب اس رشتہ کو تعلقات کی استواری کے لیے نیک فال خیال کیا اور اتفاق سے زید متمول اور عمرو غریب تھا۔ جب لڑکا اور لڑکی ازدواجی عمر کو پہنچے اور ملک میں مادہ پرستی کی ہوا چل پڑی تو زید نے اس رشتہ کو باقاعدہ صورت دینے سے گریز کرنا شروع کیا اور اپنے لڑکے کے لیے کوئی متمول رشتہ تلاش کرنا شروع کیا۔ چنانچہ غیر برادری اور غیر کفو میں رشتہ قرار پایا اور اس کی تکمیل بھی کرالی۔ ازیں حالات زید کو قاطع الرحم کہا جائے اور اگر عمرو اور اس کی بیوی عائشہ زید سے بیزاری کا اظہار کرے تو شرعاً ان کے لیے گرفت ہوگی۔ احکام الٰہی واحکام نبیؐ کی روشنی میں وضاحت کی جائے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

یہ درست ہے کہ رشتہ لینے اور دینے سے غیروں میں بھی خویشی دوستی پیدا ہوتی ہے تو جن میں پہلے خویشی و رشتہ

داری ہے۔ان میں رشتہ لینا اور دینا مزید خویشی وقرابت کا سبب بنے گی اور صلہ رحمی کو قوت ہوگی، جو کہ عند اللہ بہت بڑا محبوب عمل ہے۔لیکن اگر کوئی خویشوں اور اقاربوں کے علاوہ دوسری جگہ رشتہ لیتا یا دیتا ہے تو وہ شخص قاطع الرحم نہیں بنتا۔اللہ تعالیٰ کے اس قول (فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث وربع) سے اپنوں اور غیروں دونوں سے نکاح کرنے کی اجازت واضح ہے۔نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اقوال واپنے عمل سے اور صحابہ کرام کے آپس میں نکاح اور بعد کے علماء کاملین اور اولیاء وصلحاء کا تاریخ میں غیروں سے رشتہ لینا اور دینا ثابت ہے۔البتہ یہ ضرور ہے کہ رشتہ لینے دینے میں محض دولت کو دیکھنا اور ملحوظ رکھنا غلط ہے۔بلکہ شرعاً رشتہ لینے ودینے میں دین کو ملحوظ رکھنا مطلوب ہے۔لہٰذا زید اگر عمرو سے رشتہ نہیں لے گا تو قاطع الرحم نہیں ہوگا لیکن اگر پہلے زید وعمرو کا آپس میں رشتہ لینے کے بارہ میں عہد ومیثاق ہوا ہے تو زید کو وعدہ خلافی کرنا گناہ ہوگا اور عمرو، عائشہ کا زید وزینب کو قاطع الرحم سمجھ کر ان سے بیزاری کرنا ناجائز ہوگا، زید وزینب کے گناہ سے بہت بڑا گناہ یعنی قاطع الرحم کا گناہ نہیں ہوگا۔لہٰذا عمرو زید اور عائشہ وزینب سب کو چاہیے کہ آپس میں صلہ رحمی کریں، چاہے ایک قاطع الرحم معلوم ہو تو دوسرا اس کی طرح نہ بنے۔بلکہ بدستور صلہ رحمی کرتا رہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد (صل من قطعک) کا مصداق اپنے آپ کو بنا کر کاملین کا مقام حاصل کریں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۳ھ

جو لڑکا مہر اداء کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ مالدار لڑکی کا کفو نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ ایک شخص نے اپنی نابالغہ چچازاد بہن کا نکاح اپنے بالغ بیٹے سے کر دیا۔وہ خود اور اس کا بیٹا دونوں اس قدر مسکین تھے کہ اگر مکان سکنی جائیداد کو ہی فروخت کر دیتے تو بھی اس کے مہر مثل معجّل کے ادا کرنے پر قادر نہ تھے اور لڑکی غنیہ بڑی جائیداد کی مالک تھی۔فقط دنیوی لالچ اور اس کی جائیداد سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے اس لڑکی کا نکاح اپنے بیٹے سے کر دیا۔اگر اس لڑکی یتیمہ سے نکاح اس طریقہ سے نہ کرتا تو قطعاً وہ نکاح نہ کر سکتا اور نہ اب اس لڑکی کے علاوہ کوئی نکاح کر سکتا ہے۔مزدوری سے ہی گذارہ کرتا رہتا ہے۔مالیت میں لڑکی کا کفو نہیں ہے۔نیز لڑکا بسا اوقات نماز ترک کر دیتا ہے۔اور پہلے سے ہی ایسا ہے اور لڑکی اس وقت نابالغہ تھی جس کی عدالت وفسق کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔لڑکی صغرسنی سے اس وقت تک برابر نکاح سے انکار کرتی رہی ہے۔کیا شرعاً لڑکی کا یہ نکاح صحیح ہو چکا ہے یا نہیں اور لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں ناکح اس یتیمہ لڑکی کے لیے مہر اور نفقہ پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے کفو نہیں۔جیسا کہ عالمگیری ص ۳۰۹ میں مذکور ہے۔(منها الكفاءة في المال) وهو ان يكون مالكا للمهر والنفقة وهو المعتبر في ظاهر الرواية حتى ان من لا يملكهما او يملك احدهما لا يكون كفوا كذا في الهداية اور باپ دادا کے علاوہ ولی کا نکاح غیر کفو میں باطل ہے۔پس صورت مسئولہ میں یتیمہ کا نکاح اس لڑکے سے منعقد نہیں ہوا۔جیسا کہ درمختار علی تنویر الابصار ص ۶۷ ج ۳ میں مذکور ہے۔(وان كان المزوج غيرهما اى غير الاب الى قوله لا يصح النكاح من غير الكفء وبغبن فاحش اصلاً) پس یہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد صدیق نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان

دیندار آدمی کو رشتہ دین دار ہی کو دینا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عمر رسیدہ شخص اور اس کا بیٹا جو کہ جدی دینی تعلیم سے واقف، شریف اور جدی پردہ دار خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے قصبہ میں ممتاز خاندان شمار کیے جاتے ہیں، نے آج سے ایک سال قبل اپنے بھائی کو اپنی لڑکی اور پوتی کے رشتہ دینے اور لینے کا فیصلہ کیا اور اس سلسلہ میں زبانی خاندانی طور پر وعدہ وعید ہو گئے اور عنقریب ایک جوان رشتہ کی شادی ہونے والی تھی۔کسی خانگی ناراضگی کی وجہ سے جذبات سے مغلوب ہو کر ہر دو باپ بیٹے نے ایک دوسرے جاہل اور غیر خاندان کو پچھلے ماہ میں وہی رشتے دینے کے لیے دعائے خیر دے دی۔حالانکہ باپ بیٹا ایک مولوی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور جہاں پر اب رشتوں کی دعاء خیر دی گئی ہے۔وہ ایک ان پڑھ غیر خاندان ہے اور اس خاندان کے لوگ سزا یافتہ اور جاہل لوگ ہیں اور ان لوگوں نے پشت ہا پشت سے کبھی مستورات کا پردہ نہیں کیا۔البتہ اس نئے رشتہ کے بعد مولوی خاندان سے پردہ کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

اب خاندان والوں اور شہر کے فہمیدہ لوگوں کے دباؤ سے اس غلط رشتہ کے خلاف زبردست احتجاج کیا گیا ہے تو مولوی خاندان والے کہتے ہیں کہ اگر ہم دعائے خیر سے پھر جائیں تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے علاوہ دنیا میں بدنام ہو جائیں گے۔حالانکہ بعض علماء نے زبانی یہ کہا ہے کہ ایک سال قبل رشتوں کے متعلق جو زبانی فیصلہ ہوا تھا۔وہ دوسرے جذباتی رشتہ اور دعائے خیر سے مقدم اور قابل ترجیح ہے۔اس سلسلہ میں فتویٰ درکار ہے کہ وہ لوگ پہلے رشتہ پر قائم رہیں یا غیر خاندان دعائے خیر والوں سے رشتہ کریں۔دینی فتویٰ دے کر مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ اولاد کے نکاح میں زیادہ اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ دیندار آدمی سے ہو۔ دولت وحشمت پر زیادہ خیال نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ لچا شرابی بدکار آدمی، نیک بخت پارسا دیندار عورت کے برابر کا نہیں سمجھا جائے گا۔ بخاری ومسلم کی ایک حدیث ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تنكح المرأة لاربع لما لها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك.

(ترجمہ) کسی عورت سے نکاح چار باتوں میں سے ایک بات کے سبب کیا جاتا ہے۔ یا تو اس کے مالدار ہونے کے سبب یا اس کے حسب ونسب کے سبب یا اس کی خوبصورتی کے سبب یا اس کی دینداری کے سبب۔ لہٰذا تجھکو (اے مخاطب) دیندار عورت پر کامیابی حاصل کرنی چاہیے۔ تیرے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔ الغرض دینداری کا خیال ضرور رکھنا چاہیے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں (بشرط صحت سوال) جب پہلا شخص زیادہ دیندار ہے تو اس کو ترجیح دینا چاہیے۔ خصوصاً جبکہ اس سے پہلے وعدہ بھی ہو چکا ہے تو اس وعدہ کا پاس رکھنا ضروری ہے اور دوسرے شخص کے ساتھ وعدہ پورا کرنے کی صورت میں چونکہ پہلے شخص کے ساتھ وعدہ خلافی کرنا لازم آتا ہے۔ اس لیے دوسرے شخص کے وعدے کے بجائے پہلے شخص کے ساتھ وعدہ پورا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ بلاوجہ وعدہ خلافی کرنا علامت نفاق ہے۔ حدیث میں ہے۔ آية المنافق ثلاث اذا وعد اخلف الخ (مشكوة) قال في اللمعات وقيل الخلف في الوعد بغير مانع حرام وهو المراد ههنا وكان الوفاء بالوعد مامورا في الشرائع السابقة ايضا (اشعة اللمعات باب الوعد) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ذوالحج ۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان

درج ذیل صفات والوں میں سے رشتہ کسے دیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وحامی شرع متین اس بارے میں کہ کسی شخص کی لڑکی جوان ہوگئی ہے اور خویش قریبی ہیں۔ ایک بھتیجے کا یہ حال ہے کہ یقیناً زنازادہ ہے۔ دوسرا بھتیجا احتمال ہے کہ زنازادہ ہے۔ بموجب قول اکثر بعد نکاح کے پیدا ہوا ہے اور اس وقت تک بالغ نہیں ہیں۔ مگر ہونے والے ہیں۔ کیا ان کو نکاح کر دینا درست ہے یا اگر لڑکی

ایسی ہو وے لینا درست ہے۔ گناہ اُن کے ماں باپ کا ہے ان کا نہیں۔ (۲) دوسری جگہ خویشوں میں درست ہے۔ صحیح ہے۔ مگر چھوٹے بڑوں میں نماز کا دوام نہیں۔ کبھی پڑھتے ہیں اور تمام برادری ایسی ہے اور لڑکی نمازی ہے۔ کیا دے دیں اور غیر خویشوں میں دینا ہمارے تجربہ میں سم قاتل ہے۔ اگر موافقت ہوئی امید ہے درستی کی جائے گی۔ مگر بعض بے حجابی عورتوں کے جیسے کہ مروج زماں ہے۔ دوسری عورتوں کی خیر نہیں رہے گی یا شر غالب رہے گا اور اس وقت غرباء کو پردہ کا زور دینا پہاڑ کا سامنا ہے۔ ہرگز نہ مانیں گے۔ الا ماشاء اللہ تعالیٰ۔ نیز صحیح عقائد والے ملنا دشوار ہے اور اگر بالفرض مل جائیں تو صحیح برتاؤ اور خانگی حالات زبردست ہیں کیا کرے، کیسے کرے۔ بینوا توجروا۔ (۳) برادری میں نیوتہ لینا دینا وغیرہ ایسا مروج ہے کہ کوئی خویش اگر نہ دے نہ لے۔ اس کو برادری سے خارج کر دیتے ہیں۔ نہ اس کو کوئی لڑکی دیتا ہے نہ لیتا ہے۔ بیچارہ حیران رہتا ہے کہ کیا کروں۔ عورتیں بچے علیحدہ چیختے ہیں کہ ہائے آمد ورفت نہ رہی۔ غیر برادری ہمارے ملک میں بلا ہے یا خونخوار شیر ہے اور ممکن ہے تجربہ غلط ہو۔ کسی جگہ اچھی مل جائے۔ القلیل کالمعدوم کے مصداق پر ایسے حال میں کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا

المستفتی حاجی امیر بخش صاحب ساکن بستی مٹھوڈا کخانہ شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

زنازادہ شریف لڑکی کا کفو نہیں ہے۔ اس لیے پہلے سے نکاح کرنا نکاح غیر کفو میں ہوگا۔ دوسرے کے متعلق اگر معلوم ہو جائے تو وہ نکاح کے بعد چھ ماہ گذرنے پر پیدا ہوا ہے تو وہ زنازادہ نہیں ہے۔ اس سے نکاح کفو میں ہوگا۔ اگر نکاح سے چھ ماہ بعد سے قبل وہ تولد ہوا ہے تو یہ بھی زنازادہ اور غیر کفو ہوگا۔ دوسرے خویش واقرباء جن میں اخلاقی خرابیاں اور بے نمازی وبے دینی ہے۔ اُن سے تو یقیناً یہ اچھا ہے کہ زنازادہ صالح سے اس کا نکاح ہو۔ اس لیے بوجہ فسق کے دوسرے اقرباء بھی کفو نہیں ہیں۔ فاسق صالحہ کا کفو نہیں ہوسکتا۔ غیر کفو میں نکاح کرنے کے باوجود یہاں لڑکی کے فاسقہ ہو جانے کا خطرہ ہے۔ وہاں اگرچہ غیر کفو میں ہے۔ لیکن لڑکی کا دین محفوظ رہے گا اور اگر دونوں فاسق ہیں تو یقیناً ترجیح اس کو ہوگی کہ اجنبی شخص سے جو صالح اور شریف ہو اس سے نکاح کر لیا جائے اور ایسے آدمی مل سکتے ہیں جو پردہ بھی کرائیں اور دیگر شرعی امور کا ہر وقت لحاظ رکھیں۔ (۳) یہ رسم ناجائز ہے۔ بہرصورت کوشش کی جائے کہ اس سے محفوظ رہیں۔ برادری کے جنجال کو چھوڑ کر صرف خداوند کریم جل مجدہ کی ذات پر اعتماد کریں اور وہی اچھا کارساز ہے۔ من كان لله كان الله له الحديث ۔ اس لیے ایسی رسموں کے لیے اعذار نہ تراشے جائیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ

درج ذیل صورت میں نکاح کفو میں ہے اور جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہماری لڑکی بالغہ جس کو ہم اُسکے چچازاد حقیقی سے شادی کرنے پر آمادہ ہیں اور وہ ہماری طاقت سے کم طاقت کے گھر نکاح کرنا چاہتی ہے۔ ہم پندرہ سولہ کنال اراضی کے مالک ہیں۔ یعنی ۹/۱۰ وگہ زمین کے مالک ہیں اور وہ ایک کنال کے مالک بھی نہیں۔ قوم کے وہ کھوکھر ہیں اور ہم جٹ کھوکھر ہیں۔ اُن کا پیشہ کچھ محنت و مزدوری اور لوگوں کی منت وسماجت کر کے کاشت کے لیے اراضی لیتے ہیں اور گذارہ کرتے ہیں اور ہمارا پیشہ زمینداری اور ہماری اراضی، اور لوگ منت وسماجت کر کے برائے کاشت لیتے ہیں۔ وہ ہماری مزارعہ کی طاقت میں سے نہیں۔ ہماری طاقت سرداری کے ہیں اور چچازاد جو اس لڑکی کا ہے۔ وہ دوسری لڑکی کے علم وحسن و طاقت مالی سے برتر ہے اور نوجوان بھی ہے۔ کیونکہ اس کا والد زمیندار ہے اور دوسرے آدمی والد کی رعایا کی حیثیت سے ہیں۔ کیا وہ لڑکی بغیر رضامندی اپنے برادر اور حقیقی چچا کے وہاں نکاح کرا سکتی ہے۔

سلطان بخش چچا حقیقی مسماۃ مذکورہ، نبی بخش برادر مسماۃ مذکورہ، الناقل محمد امین طالب علم قاسم العلوم کہ خیلوی

﴿ج﴾

لڑکی بغیر رضامندی اولیاء کے غیر کفو میں نکاح نہیں کر سکتی۔ کفو میں حرفت وپیشہ کا اعتبار ہے۔ البحر الرائق ص ۱۳۳۵ ج ۳ وفی القنیة الحائک لا یکون کفأً لبنت الدهقان وان کان معسراً وقیل هو کفؤ وفی المغرب غلب اسم الدهقان علی من له عقار کثیرة الخ وقال فی الدر المختار ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازه اصلاً وهو المختار للفتوی لفساد الزمان الخ ص ۵۶ ج ۳. پیشہ مزدوری کا ذلیل پیشہ نہیں ہے۔ باقی دولت میں مساوی ہونا کفو کے لیے ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا یہ نکاح کفو میں ہے اور جائز ہے۔ البتہ اگر کفو میں نہ ہوتا تو جائز نہ ہوتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ

عجموں میں کفو کا اعتبار پیشہ کے اعتبار سے ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان متین اس مسئلہ میں کہ ایک بالغہ لڑکی کا نکاح اس کے والدین ایک ایسے

بوڑھے آدمی سے کرنا چاہتے ہیں جہاں لڑکی کی رضا نہیں تھی۔ آخر کار لڑکی نے مجبور ہو کر عدالت میں پیش ہو کر ڈپٹی کمشنر صاحب سے خود اپنے نکاح کرنے کا اجازت نامہ حاصل کر لیا۔ بعد ازاں اپنی حسب منشاء خاوند کو لے کر مولوی نکاح خواں کے ہاں پہنچی۔ نکاح خواں سے جب نکاح کرنے کا مطالبہ کیا گیا تو اُس نے کہا کہ لڑکی مجھے اپنا اقرار نامہ لکھدے کہ میں اس پر رضامند ہوں اور میرا کل کو کسی قسم کا اعتراض وانکار نہیں ہوگا۔ لڑکی نے اقرار نامہ لکھدیا اور نکاح خواں نے چند آدمیوں کے روبرو نکاح پڑھ کر رجسٹر میں درج کر دیا۔ بعد ازاں خاوند کے گھر سے رقعہ لکھا کہ میں نکاح کر چکی ہوں۔ اس کے والدین اس کے ہاں پہنچے اور فریب دے کر لڑکی کو گھر سے لے آئے۔ لیکن لڑکی نے پھر موقع پا کر خاوند کے گھر کا راستہ لیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی نے غیر کفو میں بغیر رضامندی والدین اور خویش و اقارب نکاح کیا ہے۔ یہ نکاح ہو گیا ہے یا نہ۔ اگر نکاح ہو گیا ہے تو والدین کو فسخ وغیرہ کرنے کا حق ہے یا نہ۔

بینوا توجروا

السائل غلام حسن تونسوی متعلم مدرسہ قاسم العلوم

﴿ج﴾

قول مفتیٰ بہ ہے کہ غیر کفو میں بالغہ عورت بلا اجازت اولیاء نکاح نہیں کر سکتی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ شخص ناکح اس لڑکی کا کفو ہے یا نہیں۔ عجم کے اندر کفاءت نسبی کا اعتبار نہیں ہے۔ البتہ پیشہ اور حرفت کی خساستہ وشرافت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اب اگر عرف کے اعتبار سے اس ناکح کا پیشہ خسیس شمار ہوتا ہو اور منکوحہ کے اولیاء کا شریف تو نکاح نہ ہوگا۔ ورنہ نکاح صحیح ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ صفر ۱۳۷۷ھ

شیعہ جس قسم کا بھی ہو وہ مسلمان عورت کا کفو نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قولاً فعلاً و مذہباً شیعہ ہے۔ یعنی علماء شیعہ کو بُلاتا ہے۔ مجلس خود منعقد کراتا ہے۔ ذاکرین کو فیس وغیرہ بھی ادا کرتا ہے۔ اُن کا انتظام خورد نوش بھی کرتا ہے۔ لیکن اُسکے منہ سے سبّ شیخین کبھی نہیں سنا گیا۔ اُسکے کام عام سنّی شیعہ والے ہیں۔ اس مذکور شخص کے ساتھ حنفیہ عورت کا جو کہ اہل سنت والجماعت سے ہے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ نیز اگر مذکور شخص نکاح کے لالچ کی وجہ سے صرف سبّ وشتم سے توبہ کرلے (مذہب شیعہ سے نہیں) تو اُس عورت کا نکاح درست ہوگا یا نہیں۔

السائل مولوی اللہ بخش خطیب بہل تحصیل بھکر ضلع میانوالی

﴿ج﴾

شیعہ جس قسم کا بھی ہو۔ وہ مسلمان عورت کا کفو نہیں۔ اس لیے کوئی عورت اذن اولیاء کے بغیر اگر شیعہ سے نکاح کرے گی تو نکاح سرے سے باطل ہوگا۔ نیز اولیاء کو بھی لازم ہے کہ کسی قسم کے شیعہ سے بوجہ غیر کفو ہونے کے عورت کو نکاح کرنے کی اجازت نہ دے۔ البتہ اگر عورت اور اس کے اولیاء کفو کا لحاظ کیے بغیر نکاح کر دیتے ہیں تو اب دیکھنا ہوگا۔ اگر سبّ شیخین رضی اللہ عنہما کو نعوذ باللہ حلال یا ثواب سمجھتا ہے یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک کا قائل ہے۔ (الی غیر ذالک من الکفریات) یا اس قسم کے شیعوں کا وعظ کراتا ہے جو سبّ یا افک کی اشاعت کرتے ہیں تو یہ نکاح بھی صحیح نہیں ہوگا اور یہ شخص کافر قرار دیا جائے گا۔ کفر اور کفر پر راضی ہونا دونوں برابر ہیں اور اگر ایسے کوئی کفریات نہیں کیے یا کفریات والوں سے وعظ نہیں کراتا تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عام مسلمان سے سیدہ کے نکاح میں کوئی قباحت نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مہاجر جو اس وقت مقیم ہے۔ لیکن قوم کے سید ہونے کی وجہ سے رشتہ کے لیے مجبور ہے اپنے رشتہ دار مغربی پاکستان میں کہیں بھی نہیں ہیں اور جو دوسرے سید ہیں وہ لیتے ہیں دیتے نہیں۔ غرض یہ ہے کہ میں سید کے بغیر دوسری قوم کو لڑکی دے سکتا ہوں یا نہیں؟ کیا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر لڑکی بالغہ ہے اور اس کا شرعی ولی باپ وغیرہ اور خود یہ سیدہ لڑکی غیر سید مرد کے ساتھ نکاح کرنے پر رضامند ہیں تو نکاح شرعاً ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ خود سید السادات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو لڑکیوں کا عقد نکاح غیر ہاشمی اور غیر سید شخص امیر المؤمنین ذوالنورین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کرایا تھا۔ کتب فقہ میں بھی اس مسئلہ کا وضاحت سے ذکر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یکم رجب ۱۳۸۶ھ

کسی ایسے مرد کا نکاح کا دعویٰ کرنا جو عورت کے لیے کفو نہ ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے ایک عورت جو اس کی کفو نہیں نکاح کا دعویٰ کیا اور جب اُسے کہا گیا کہ اپنے گواہ پیش کرو تو اس نے دو آدمیوں سے کہا کہ وہ میرے گواہ ہیں اور فلاں آدمی میرا نکاح خوان ہے۔ ورثاء اس پر رضامند نہ تھے۔ اس لیے انھوں نے نکاح خواں اور گواہوں میں سے ایک کو عالم کے روبرو بُلا کر دریافت کرایا کہ فلاں آدمی یہ دعویٰ کرتا ہے۔ کیا درست ہے یا غلط تو نکاح خواں اور ایک گواہ نے اس عالم کے سامنے حلفاً کہا کہ ہمیں کوئی علم تک ہی نہیں۔ اس نے جھوٹ کہا ہے تو ورثاء پہلے بھی اس رشتہ کی افواہ پر رضامند نہ تھے۔ بلکہ معترض تھے۔ پھر گواہی نہ ہونے پر یقین ہوا کہ نکاح ہوا ہی نہیں تو انھوں نے اس عورت کا نکاح اس کے اذن سے ایک رشتہ دار کے ساتھ کر دیا۔ مگر اس عورت نے ظاہراً زبان سے اجازت دی اور اپنا انگوٹھا لگا دیا۔ دل میں اس شخص کے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔ پھر جب اس مدعی نکاح کو علم ہوا کہ نکاح خواں اور گواہ نے جھٹلا دیا ہے اور عورت کے ورثاء نے اس کا نکاح بھی اپنے رشتہ دار سے کر دیا ہے تو اس مدعی نے اپنے دو بہنوئیوں کو جعلی گواہ مقرر کر دیا۔ جو غنڈے اور بدمعاش آدمی ہیں اور عدالت میں نکاح کا دعویٰ کر دیا۔ عورت اس مدعی نکاح کی تصدیق کرتی ہے۔ مگر گواہاں پہلے بتلاتی ہے جو منکر الشھادۃ ہیں اور مدعی اپنے بہنوئیوں کا کہتا ہے کہ یہ گواہاں ہیں۔ اب دریافت یہ ہے کہ ورثاء کا نکاح درست ہے یا اس مدعی کا جو معلن فاسق اور گواہاں کبھی کوئی کبھی کوئی اور وہ بھی اپنے بہنوئی جن کے اوصاف شاہد الزور ہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر مدعی نکاح اپنا نکاح دو گواہوں سے جو شرعاً معتبر ہوں ثابت کر دے تو ثبوت نکاح ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ لہٰذا اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ کسی معتمد علیہ عالم کو ثالث مقرر کر کے اس کے پاس مدعی و مدعی علیہ اور گواہ وغیرہ پیش ہو جائیں۔ اگر حکم (ثالث) کے سامنے گواہوں نے نکاح کی تصدیق کر دی اور ثالث نے شرعاً گواہوں کو صحیح اور درست تسلیم کیا تو ثبوت نکاح ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ نیز سوال میں لکھا ہے کہ وہ شخص عورت کا کفو نہیں۔ کفو ہونے کی وجہ لکھ کر علماء سے فتویٰ لے لیں۔ اگر واقعی کفو نہیں۔ تو اولیاء کی مرضی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ بہر حال تحقیق کر کے حکم بالا کے مطابق عمل کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ شوال ۱۳۸۹ھ

مغویہ کا ورثاء کی مرضی کے خلاف نکاح کرنا، کیا بھائی کا کرایا ہوا نکاح دادا فسخ کرسکتا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں (۱) کہ زید نے اپنی قوم سے زینب کو اغواء کیا ہے اور عورت بالغہ ہے اور اس کا والد بھی زندہ ہے اور بھائی بھی، زید سے کر کتابی نکاح پڑھالیا ہے۔ اب عورت کو واپس لایا گیا ہے۔ کیا نکاح دوسری جگہ جائز ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ اگر زید نے زینب سے زنا کیا۔ قبل از نکاح تو نکاح زید کا زینب سے نہ ہوگا اور دوسری جگہ ٹھیک ہے۔ تو یہ منکوحہ کا نکاح پہلا ٹھیک ہے یا نہ۔ اگر ٹھیک ہے تو دوسری جگہ کرنا جائز ہے یا نہ؟ (۲) زینب کا نکاح بھائی نے کردیا ہے۔ والد فوت ہوچکا ہے اور دادا زندہ ہے۔ ہاں زید نے اپنی ہمشیر کا نکاح اپنی قوم میں کیا ہے۔ کیا دادا کو فسخ کا حق ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

نسیم الدین خادم ملک ابرار الاسلام نواں کوٹ تحصیل لیہ ضلع مظفرگڑھ

﴿ج﴾

(۱) زینب نے اگر نکاح اپنا بغیر والد وغیرہ اولیاء کی مرضی کے اپنی کفو میں کیا ہے تو نکاح درست ہے۔ خواہ اس سے قبل از نکاح زنا ہوا ہو یا نہیں اور اگر غیر کفو میں کیا ہو تو نکاح نہیں ہوا۔ دوسری جگہ نکاح کیا جاسکتا ہے۔ کفو سے مراد ہم قوم ہونا نہیں۔ بلکہ یہ کہ وہ شخص پیشہ دینداری وغیرہ اعتبارات سے عورت اور اس کے گھرانے سے کم درجہ کا نہ ہو۔ (۲) دادا نے اگر اجازت نہیں دی نہ قبل از نکاح اور نہ بعد از نکاح اور لڑکی نابالغہ ہے تو دادا صرف یہ کہہ دے کہ میں منظور نہیں کرتا تو نکاح ختم ہوگیا۔ تنسیخ کی ضرورت بھی نہیں ہے اور اگر لڑکی بالغہ ہے یا دادا نے اجازت دے دی ہے تو نکاح لازم ہے فسخ نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سیدزادی عام آدمی کے نکاح میں آسکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین دریں مسئلہ کہ شرعاً سیدزادی، غیر سید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا عنداللہ

﴿ج﴾

سیدزادی بوجہ شرافت نسبی کے زیادہ بلند ہے اور معزز ہے اور اس کے اولیاء کو حق ہے کہ اس کا رشتہ کسی سید سے

کریں۔ جو کہ اس کی طرح نسباً بلند ہو اور معزز ہو اور اگر وہ خود ہی حق کو کسی وجہ سے چھوڑ دیں اور کسی غیر سید شریف آدمی سے نکاح کریں تو ان کی رضامندی سے بلاشبہ ہوسکتا ہے اور عالم آدمی جو کہ غیر سید ہو وہ بھی سیدزادی کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے۔ کیونکہ سیدزادی کو اگر شرافت بھی حاصل ہے تو عام آدمی کو علمی تفوق حاصل ہے۔ ففی الدر ص ۴۹ ج ۳ لكن في النهر ان فسر الحسيب بذى المنصب والجاه فغير كفؤ للعلوية كما في الينابيع وان العالم فكفؤ لأن شرف العلم فوق شرف النسب والمال الخ . فقط

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان

کفائت کا دارومدار عار وعدم عار پر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جابر علی ولد یقین الدین عرف کینہ اور طاہرہ نسیم اختر، دوران تعلیم ان دونوں کے ناجائز تعلقات استوار ہوگئے۔ نتیجۃً ناجائز حمل ٹھہر گیا۔ دونوں نے حمل کو گرانے کی حتی الامکان کوشش کی۔ حمل ساقط نہ ہونے کی صورت میں خفیہ نکاح ایک نکاح خواں سے ساز باز کر کے نکاح خواں کے گھر نکاح کا اہتمام کیا گیا اور خفیہ نکاح پڑھایا گیا۔ دلہن کی طرف سے حقیقی ولی کوئی نہیں تھا۔ صرف جعلی ولی صابر علی ولد یقین الدین کا چچازاد بھائی ساکن کبیر والا، قربان علی ولد شیر محمد کو بنایا گیا۔ جابر علی کا ولی خود نکاح خواں بنا۔ شادی کے گواہاں نکاح خواں کے دو بیٹے مسمی حافظ محمد صدیق اور حافظ حبیب الرحمٰن ولد شرف الحق بنے۔ لڑکی کے وارثان زندہ ہیں اور اُن کی عدم موجودگی بغیر رضامندی اور بے خبری میں یہ نکاح پڑھا گیا اور دولہا دلہن کا کسی طور بھی رشتہ دار نہیں ہے اور کفو کے لحاظ سے ذلیل قوم نکھاٹی بچاوہ یعنی بھکاری قوم سے تعلق رکھتا ہے تو شرعاً یہ نکاح جائز ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

مفتی بہ قول کے مطابق غیر کفو میں نکاح منعقد نہیں ہوتا اور کفائت کا دارومدار عار وعدم عار پر ہے۔ كما في ردالمحتار عن الفتح تحت قول الدر المختار فمثل حائك الخ . ما نصه ان الموجب هو استنقاص اهل العرف فيدور معه الخ ص ۹۰ ج ۳. پس صورت مسئولہ میں فریقین کے عرف کے واقف علماء تحقیق کریں۔ اگر واقعی ان دونوں کے آپس میں رشتے نہیں کیے جاتے اور ایک دوسرے کی قوم میں رشتوں کو عار سمجھتے ہیں تو نکاح منعقد نہیں ہوا اور دوسری جگہ نکاح جائز ہے۔ بہرحال کفائت کی تحقیق لازم ہے کہ حکم اسی پر متفرع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ

بالغہ لڑکی جب والد کے نکاح کرانے کے بعد خاموش رہی تو نکاح لازم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اللہ وسایا اور غلام حیدر ساکنان بٹہ نے آپس میں ۔۔۔۔۔ کالین دین کیا۔ اس طرح کہ غلام حیدر نے اپنی دولڑکیاں نابالغہ اللہ وسایا کے دولڑکوں نابالغوں کے لیے نکاح کردی ہیں اور اللہ وسایا نے اپنی لڑکی نابالغہ کا غلام حیدر کے ساتھ نکاح کردیا ہے۔ عرصہ تقریباً دوسال چار ماہ کا ہو چکا ہے اب جبکہ غلام حیدر نے اللہ وسایا سے سرمیل کا تقاضا کیا ہے۔ اللہ وسایا کہتا ہے کہ میری لڑکی نکاح کے وقت چونکہ بالغہ تھی اور استیذان نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا نکاح نہیں۔ اس کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے۔ کیا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

لڑکی اگر نکاح کے وقت بالغہ نہ تھی تو بھی باپ کا کیا ہوا نکاح صحیح اور لازم ہے۔ اگر بالغہ تھی۔ نکاح کے علم ہو جانے پر اگر فی الفور اس نے انکار نہیں کیا تو بھی نکاح منعقد ہو گیا۔ کیونکہ کنواری لڑکی کی چپ رضا ہوتی ہے۔ اگرچہ ایک لحظہ بھی ہو۔ چہ جائیکہ دوسال چپ رہی۔ کما هو الظاهر من كتب الشرع .

بندہ محمد عبدالکریم ملتانی عفا اللہ عنہ

۱۲ جمادی الاولی ۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

باب پنجم

مہر کا بیان

جو زمین لڑکی کے باپ کو دی گئی ہو کیا اُس کا واپس لینا جائز ہے؟

﴿س﴾

چہ فرمایند علماء احناف اندریں مسئلہ کہ زید مثلاً دختر خود حلیمہ بہ بکر بذنے داد مگر قدرے زمین زرعی بطور دیور ولب مروجہ از وگرفت اکنون ہماں بکر یا وارثانش بعد از فوتگی او ہماں زمین استرداد میکنند یعنی واپس میخوانند آیا مطالبہ ایشاں رواست یا نہ وہمیں زمین باوشاں بصورت دلور شرعاً واپس شود یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر ایں زمین در وقت نکاح حق مہر برائے زن مقرر شدہ است یا اینک حق مہر نقد روپے مقرر شدہ بود و بعوض آن روپے ایں زمین داد بودند۔ پس در ہر صورت این زمین حق زن حلیمہ است۔ کسے را دراں تصرف بغیر اذن او جائز نیست واورا اختیار است کہ آں زمین را فروخت کند یا ھبہ کند۔ بہر کس کہ خواہد۔ واگر زن مہر زمین را مقرر نہ کردہ اند۔ و بغیر از مہر برواج خود ایں زمین از وگرفتہ شدہ است۔ بس بکر و بعد از فوت او وارثان اورا حق نہ رسد کہ زمین را واپس کنند۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ امحرم ۱۳۸۸ھ

شرعی مہر کی مقدار کیا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ

(۱) حق مہر کی شریعت محمدی میں کیا کوئی خاص مقدار مقرر ہے۔ اگر مقرر ہے تو کیا ہے۔ نیز کم از کم حق مہر کتنا مقرر کیا جائے۔

(۲) نیز موجودہ دور میں جبکہ مختلف لوگوں کا دستور ہے کہ حق مہر میں سوا ستائیس روپے یا بتیس روپے چار آنے یا بتیس روپے آٹھ آنے مقرر کرتے ہیں۔ آیا اس کی شریعت میں کوئی سند ملتی ہے یا نہیں۔

(۳) اور حق مہر کے متعلق سُنا ہے کہ ۱۳۱ ماشے ۴ رتی چاندی کا ثبوت شریعت سے ملتا ہے۔ حق مہر میں اتنی چاندی یا اتنی چاندی کی رقم جو وقت میں بنتی ہو مقرر کی جائے۔ کیا یہ درست ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عورت کے مہر کی مقدار کم سے کم دس درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی یا اس کی قیمت ہے۔ اس سے کم مہر مقرر کرنا جائز نہیں۔ زیادہ کی مقدار مقرر نہیں ہے۔ بلکہ بہتر ہے کہ حسب توفیق مہر مقرر کریں۔ اتنا مہر مقرر نہ کریں جو ادا نہ کر سکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان،
۲۲ شوال ۱۳۹۴ھ

آج کل چاندی کا نرخ سولہ روپے تولہ ہے۔ (مجموعہ فتاوی مفتی محمود کی طباعت سے تقریباً تیس سال قبل کی بات ہے مصحح غفرلہ) جس کا حساب تقریباً بیالیس روپے دس درہم کا ہوتا ہے۔ اس سے کم نہ ہو۔

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

نکاح کے بعد مہر میں اضافہ کرنا جائز و نافذ ہے

﴿س﴾

ایک شخص سید بہادر شاہ نے ایک عورت مسماۃ غلام عائشہ سے نکاح کیا اور حق مہر شرعی مبلغ پچپن روپے غیر معجل مقرر ہوا۔ کچھ عرصہ بعد سید بہادر شاہ نے بحالت تندرستی و سلامتی ہوش و حواس اپنی مذکورہ بیوی کے حق مہر میں اضافہ کر دیا اور مجموعی طور پر حق مہر مبلغ پندرہ ہزار روپیہ مقرر کر دیا اور ساتھ میں اس اضافہ شدہ حق مہر کے بدلہ میں کچھ مویشی اور کچھ سامان اور کچھ اراضی جو مختلف مواضعات میں تھا دیدیا اور اس کے مطابق ایک تحریر اسٹامپ پر کر دی اور روبرو گواہان وہ سامان اور مویشی اور اراضی اپنی بیوی کے قبضہ میں دے دی۔ اس تصرف اور تحریری تکمیل کے بعد سید بہادر علی شاہ اس سال تک تندرست اور زندہ رہا اور اس تمام عرصہ میں اس اراضی پر مالکانہ قبضہ و تصرف اس کی بیوی مسماۃ غلام عائشہ کا رہا۔ اب سید بہادر علی شاہ فوت ہو گیا ہے اور ورثان میں ایک والدہ مسماۃ زینب الٰہی اور ایک بیوی مسماۃ غلام عائشہ اور ایک پھوپھی مسمات گاماں بی بی چھوڑ گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شرعاً سید بہادر علی شاہ کا یہ تصرف یعنی مہر میں اضافے اور حق مہر کے بدلہ میں مویشی سامان اور اراضی کا دینا جائز اور نافذ ہوگا یا نہ اور اب یہ اراضی شرعاً مسماۃ عائشہ کی ملکیت شمار ہوگی یا وارثان بازگشت میں تقسیم ہوگی۔

﴿ج﴾

شرعاً مقرر شدہ حق مہر میں اضافہ جائز اور نافذ ہوتا ہے۔ شوہر جب چاہے اپنی بیوی کے مقرر کردہ معجل یا غیر معجل حق مہر میں حسب خواہش جس قدر چاہے اضافہ کر سکتا ہے اور یہ اضافہ شرعاً معتبر اور نافذ ہوتا ہے۔ چنانچہ تنویر الابصار

ص ۱۱۱ ج ۳ میں ہے۔

وما فرض بعد العقد أو زيد على ما سمى فانها تلزمه بشرط قبولها في المجلس

سید بہادر علی شاہ صاحب نے اپنی بیوی مسمات غلام عائشہ کی اضافہ شدہ حق مہر جو مبلغ پندرہ ہزار روپیہ مقرر کیا ہے۔ اب شرعاً حق مہر بھی پندرہ ہزار روپیہ متصور ہوگا اور یہی حق مہر واجب الادا ہوگا۔ پھر سید بہادر علی شاہ نے اس رقم حق المہر کے بدلہ میں جو مویشی جو سامان اور مختلف مواقع میں واقع جس قدر اراضی حسب تحریر اسٹامپ دی ہے۔ اس کا حکم شرعاً بیع کا ہے۔ جس کا مطلب شرعاً یہ ہے کہ بہادر علی شاہ نے یہ مویشی اور سامان اور مختلف مواقع میں واقع اراضی اپنی بیوی مسماۃ غلام عائشہ کو فروخت کر دی ہے یہ تصرف شرعاً صحیح اور نافذ ہے۔ خواہ سامان، مویشی اور اراضی کی قیمت مبلغ پندرہ ہزار روپے سے کم ہو، برابر ہو، یا زیادہ ہو۔ کیونکہ سید بہادر علی شاہ عاقل بالغ انسان ہے اور شرعاً ہر عاقل بالغ کا تصرف بیع ھبہ وغیرہ معتبر اور نافذ ہوتا ہے۔ لہٰذا شرعاً اب یہ مویشی اور سامان اور اراضی مسمات غلام عائشہ کی ملکیت تصور ہوگا اور ان میں سے کوئی چیز اب سید بہادر علی شاہ کی متروکہ جائیداد شمار ہو کر اس کے وارثان بازگشت میں تقسیم بطور وراثت نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ موجود ہوں تو وہ وارثان میں بطور وراثت تقسیم ہو سکتی ہیں اور پھر حق وراثت بھی شرعاً متوفی کی والدہ مسمات زینب الٰہی اور بیوی مسمات غلام عائشہ کو حاصل ہے اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

حررہ محمد عبداللہ اخوانی بہاول پور

﴿ج﴾

واقعی اگر بعد عقد کے شوہر نے عورت کے لیے مہر بڑھایا تو شوہر پر یہ زیادتی لازم ہو جائے گی۔ خواہ اسی جنس سے ہو جو مہر بیان ہوا یا غیر جنس سے ہو جیسے اراضی وغیرہ بشرطیکہ قیام نکاح کی حالت میں عورت قبول کرے۔ **وما فرض بتراضيهما اويفرض قاض مهر المثل بعد العقد عن المهر أو زيد على ماسمى فانها تلزمه بشرط قبولها في المجلس** درمختار ص ۱۱۱ ج ۳۔ قبل تقسیم وراثت ادائیگی قرض مہر ضروری ہے۔ جیسا کہ درمختار ص ۷۶۰ ج ۶ میں مذکور ہے۔ **ثم تقدم ديو نه التى لها مطالب من جهة العباد ويقدم دين الصحة على دين المرض ان جهل سببه والا فسيان كما بسطه السيد الخ**۔ لہٰذا صورت مذکورہ بالا میں قرض مہر مقدم ہے اور مولانا مفتی عبداللہ صاحب اخوانی نے فتویٰ درست تحریر فرمایا ہے اور مجھے اتفاق ہے۔

محمد کلیم اللہ مفتی و خطیب جامع میلسی ضلع ملتان

مولانا محمد عبداللہ اخوانی مفتی بہاولپور نے جو جواب لکھا ہے، وہ صحیح اور درست ہے۔

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

مہر کی تعداد کیا ہے اور کونسی چیزیں مہر میں دینا جائز ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ حق مہر کی از روئے شرع کوئی تعیین ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کتنی ہے اور وہ کونسی اشیاء ہیں جو مہر بننے کے قابل ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ لوہے کی ایک انگشتری اور قرآن پاک کی کچھ سورتیں بھی مہر میں دی جاسکتی ہیں۔ ان روایات میں کس حد تک صداقت ہے۔

﴿ج﴾

حق مہر میں کم از کم دس درہم وزن چاندی کی یا اس کے برابر قیمت یا کوئی دوسری چیز جو مال ہو مقرر کرنا ضروری ہے۔ موجودہ رائج الوقت وزن کے مطابق تقریباً تین تولہ چاندی دس درہم کے وزن کا ہو جاتا ہے اور زیادہ اس سے برضاء فریقین جتنا چاہیں مقرر کر سکتے ہیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ بہت بڑھا کر مہر نہ مقرر کیا جائے تا کہ زوج پر اس کا اداء کرنا دشوار ہو۔ قرآن پاک کی سورتیں مہر میں مقرر نہیں ہو سکتیں اور لوہے کی انگشتری کی بھی کوئی خصوصیت شرع میں نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ

مہر کم از کم کتنا ہے اور مہر فاطمیؓ کی مقدار کیا ہے

لڑکی والوں کا یہ شرط لگانا کہ بصورت طلاق علاوہ مہر شوہر کو دس ہزار دینے ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ کے بارے میں کہ مہر کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنا مقرر کرنا جائز ہے اور مہر فاطمی کی مقدار کیا ہے۔

(۲) اگر لڑکی کا والد مہر کی رقم کے علاوہ اس شرط پر نکاح کرتا ہے کہ اگر تم نے میری لڑکی کو طلاق دی تو تم لوگوں کو دس ہزار یا کم و بیش رقم ادا کرنی پڑے گی تو کیا ایسی شرط لگانے سے شرعاً نکاح ہوگا یا نہیں اور یہ شرط مہر کی رقم مقرر کرنے کے علاوہ ہے۔ کیا اس صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مہر کی مقدار کم از کم دس درہم ہے۔ جس کی مقدار وزن رائج الوقت کے اعتبار سے دو تولہ گیارہ ماشہ چاندی ہوتی ہے اور زائد کے لیے کوئی حد ایسی مقرر نہیں کہ اس سے زائد مہر نہ ہو سکے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مہر بہت زیادہ مقرر کرنا مکروہ و ممنوع ہے۔ ہدایہ میں ہے۔ **اقل المهر عشر دراهم هدایه مع الفتح ص ۲۰۵ ج ۳** نیز حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **لا مهر اقل من عشر دراهم اخرجه دار قطنی** اور مہر فاطمی کی مقدار پانچ سو درھم ہے۔ جس کا وزن رائج الوقت ایک سو پینتالیس تولہ دس ماشہ ہوا۔ فتاوی دار العلوم ج ۲/ ۵۶۳، ۵۶۴

(۲) یہ شرط تو فاسد ہے۔ مگر باوجود فساد شرط کے نکاح میں کوئی نقصان نہیں۔ لہٰذا نکاح منعقد ہو گیا ہے۔ در مختار میں ہے۔ **ولا یبطل بالشروط الفاسدة کالقرض والهبة والصدقة.** فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ شوال ۱۳۹۸ھ

مہر شرعی کی مقدار کیا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حق المہر کی شرعی مقدار کیا ہے۔

﴿ج﴾

کم از کم مہر دس درہم چاندی کے ہیں اور ایک درہم کا وزن ۳ ماشہ ۱/۵ رتی ہے۔ پس دس درہم چاندی جتنے روپوں کی آجائے وہ کم از کم مقدار شرعی مہر کا ہے۔ **هکذا فی کتب الفتاوی.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ شعبان ۱۳۹۸ھ

زیادہ مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کثرکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ ایک شخص مسلمان صوفی نے اپنی لڑکی کا مہر مثلاً ہزار روپیہ مقرر کر کے اسٹام بھی لکھوالیا ہے۔ امام قریہ نے تمام قریہ میں مشہور کیا کہ اتنا بہت مقدار مہر شرعاً

ٹھیک و جائز نہیں۔ اس مسلمان مذکور نے شرعاً بڑی گستاخی و غلطی کی ہے۔ حتیٰ کہ جہال قریہ بموجب مشتہری امام صاحب کے اس نکاح مذکور کو بھی بمنزلتہ غیر منعقد سمجھ کر شخص مسلمان ناکح مذکور کی بابت اسے غیر شرع جاننے لگے۔ حالانکہ وہ شخص مسلمان صوفی ہے۔ اب استفسار یہ ہے کہ اتنا بہت مہر باندھنا ناجائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

کم از کم مہر کی مقدار دس ۱۰ درہم شرعی ہے اور زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں تراضی بین العاقدین پر ہے۔ چنانچہ درمختار ص ۱۰۱ ج ۳ میں ہے۔ اقله عشرة دراهم لحديث البيهقي وغيره. (الى قوله) وتجب العشرة ان سماها أو دونها ويجب الأكثر ان سمى اكثر الخ . قال الشامي في شرح هذا القول ويجب الأكثر الخ) أى بالغا ما بلغ فالتقدير بالعشرة لمنع النقصان ويتأكد اى الواجب من العشرة او الأكثر وأفاد أن المهر وجب بنفس العقد اه ص ۱۰۲ ج ۳ وهكذا في جميع معتبرات الفقه.

پس تحقیق بالا سے معلوم ہو چکا کہ اکثر مہر کی کوئی حد نہیں تراضی عاقدین پر منحصر ہے اور امام صاحب مذکور الصدر علم شرعی خصوصاً فقہی سے بالکل ناواقف ہے اور جو شخص بغیر علم فتویٰ دے۔ گمراہ و گمراہ کنندہ بموجب حدیث شریف ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے ہدایت فرمائے۔ آمین۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم واقوی واحکم

حررہ ضعیف النقش اللہ بخش عفی عنہ

اصاب من اجاب سراج الدین غفرلہ خطیب جامع مسجد مولانا صالح محمد مرحوم

المجیب مصیب فقیر علاؤ الدین مخدوم مہتمم دارالعلوم نعمانیہ ڈیرہ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ

مہر کے متعلق متعدد مسائل کا حل

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ (۱) اگر کسی شخص کا بڑا بھائی ہو اور وارث حقیقی اور مختار عام ہونے کی حیثیت سے اپنے چھوٹے بھائی کی شادی کے تمام امور کو انجام دے اور بوقت عقد نکاح حق مہر اپنے خیال کے مطابق زیور سونے کا کٹمالہ مقرر کر کے سرمیل ورخصتی کرادے اور مذکور حق مہر بصورت معجل عورت کے قبضہ میں دیدے۔ پھر چند سال بعد وہ شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے دے اور اصل حق مہر اپنے بڑے بھائی وارث حقیقی مختار عام کے مقرر کردہ سے بالکل منحرف ہو جائے کہ حق مہر میں زیور سونے کا کٹمالہ نہیں تھا۔ بلکہ حق مہر شرعی تھا۔ حالانکہ مقرر کردہ سونے کا زیور

کٹمالہ تھا۔ کیا شریعت بیضا میں ان کا یہ عذر قابل قبول ہوگا اور جہیز کا سامان مطلقہ عورت واپس کر سکتی ہے یا نہیں۔ حالانکہ نکاح کی مجلس میں گواہوں کے سامنے یہ کہا گیا کہ کٹمالہ حق مہر میں دیا گیا ہے۔

(۲) نکاح میں حق مہر شرعی کیا ہے۔

(۳) مہر مثل کیا ہے اور کس صورت میں واجب الوصول ہے۔

(۴) حق مہر شرعی کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار کوئی شریعت بیضا میں مقرر ہے؟

(۵) خلع کامل کس صورت میں ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ جب نکاح کی مجلس میں گواہوں کے سامنے یہ کہا گیا ہے کہ کٹمالہ حق مہر میں دے دیا گیا ہے تو یہ زیور حق مہر میں سمجھا جائے گا۔ خاوند کے منکر ہونے کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۲،۳) یہ دونوں سوال زبانی بتائے جائیں گے۔ آپ کے حالات کے پیش نظر تحریر میں لانے سے غلط فہمی کا اندیشہ ہے۔

(۴) مہر شرعی کی کم از کم مقدار تقریباً ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت ہے اور زیادہ کے لیے کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔

(۵) جب زوجین میں نکاح ہو جانے کے بعد لفظ خلع یا اس کے ہم معنی لفظ کے ساتھ نکاح کو ختم کیا جائے۔ اس کو خلع کہتے ہیں اور خلع کے لیے عورت کا قبول کرنا ضروری ہے اور بدل خلع میں وہ چیز (جو مہر میں مقرر کی گئی ہو) دی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ جمادی الاولی ۱۳۹۸ھ

مہر کے متعلق متعدد سوالوں کے جوابات

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ (۱) اسلام میں حق مہر کتنا ہونا چاہیے۔ (۲) آج کل کے زمانہ میں دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر حق مہر پانچ ہزار بھی دیتے ہیں۔ اگر کوئی غریب آدمی ہو تو وہ کیسے ادا کر سکتا ہے۔ کیا اتنا زیادہ مہر رکھنا جائز ہے۔ (۳) مؤجل اور معجل میں عند الطلب اور غیر عند الطلب میں کیا فرق ہے۔ (۴) کیا بغیر مہر ادا کیے

اپنی بیوی کے پاس جا سکتا ہے۔(۵) اگر حق مہر پانچ چھ ہزار رکھا گیا ہے اور نہ ہی بخشوا سکتا ہے تو ایسی حالت میں کیا کیا جائے۔

ان سوالوں کا جواب اور تمام باتیں جو حق مہر سے تعلق رکھتی ہیں۔قرآن وحدیث کے فیصلے کے ذریعے جواب عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

اسلام میں مہر کی کم از کم مقدار شرعی دس درہم ہے۔جس کا وزن دو تولہ گیارہ ماشہ چاندی ہے۔زائد کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کہ اس سے زائد مہر نہ ہو سکے۔یہ دوسری بات ہے کہ بہت زیادہ مہر کو مقرر کرنا مکروہ وممنوع ہے۔ہدایہ مع الفتح ص۲۰۵ ج۳ میں ہے۔واقل المهر عشرة دراهم الخ لقوله عليه السلام لا مهر اقل من عشرة دراهم (الحديث) اور زائد کے لیے کوئی حد مقرر نہیں۔آیۃ کریمہ اتيتم احداهن قنطاراً سے زیادہ مہر کا نافذ ہونا معلوم ہوتا ہے۔مہر مسنون جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے مقرر فرمایا تھا وہ پانچ سو درہم ہے۔كما روى عن ابى سلمة قال سألت عائشة رضى الله تعالىٰ عنها كم كان صداق النبى صلى الله عليه وسلم قالت كان صداقه لأ زواجه ثنتى عشرة أوقية دنشًا قالت أتدرى ما النَّشُّ قال قلت لاقالت نصف أوقية فتلك خمس ماة درهم رواه مسلم وفى كنز العمال فى حديث طويل ما اصدق رسول الله صلى الله عليه وسلم امراة من نسائه ولا اصدقت امرأة من بناته اكثر من اثنى عشرة او قية (الحديث) البتہ حضرت ام حبیبہؓ کا مہر جو کہ نجاشی نے مقرر کیا تھا چار ہزار درہم تھا لیکن مسنون افضل وہی مقدار پانچ سو درہم کی ہے۔جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اختیار فرمایا تھا اور نیز احادیث سے کم مقرر کرنے کی مطلوبیت معلوم ہوتی ہے۔(۲) اور بہت زیادہ مقرر کرنا بالکل نامناسب اور مکروہ ہے۔حضرت عمرؓ نے اس کے متعلق ایک خطبہ ارشاد فرمایا ہے۔الاتغالوا صدقة النساء فانها لو مكرمة فى الدنيا وتقوى عند الله لكان او لكم بها النبى صلى الله عليه وسلم ما عمل رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيأ من نسائه ولا انكح شيأ من بناته على اكثر من اثنتى عشرة او قية علاوہ ازیں جب زیادہ مقرر کیا جاتا ہے تو کبھی اس کے اداء کرنے کی نیت نہیں ہوتی تو دنیوی اور اخروی مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت فاطمہؓ کی لڑکی ام کلثوم کے چالیس ہزار درہم مہر مقرر کر کے نکاح کیا ہے اور دوسرے صحابہ نیز عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی لڑکیوں کا نکاح دس ہزار درہم مہر سے کیا

ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے۔اگر اداء کرنے کا ارادہ اور خاوند کو توفیق ہو اور نیز خاندان کی عورتوں کے مہر زیادہ ہوں۔اگرچہ عندالشرع مطلوب ومرغوب کم ہے اور مسنون مذکورہ ہے۔درہم ساڑھے تین ماشے چاندی کے برابر ہے۔اس سے خود مذکورہ مہروں کی قیمت لگا کر اندازہ لگالیں۔(۳) مہر مؤجل وہ ہے جس میں تاجیل شرط ہو اور جس میں تعجیل شرط ہو یا کوئی شرط نہ ہو وہ مہر معجّل ہے۔(۴) صحیح اور مختار یہی ہے کہ جا سکتا ہے۔شامی میں اختلافات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔لكن المختار الجواز قبله اور حدیث سے استدلال کیا ہے۔وغیرہ (۶) ادا کرنا اس پر واجب ہے۔ادا کرنے اور نیز معاف کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ورنہ مدیون ومقروض رہے گا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ذوالحج ۱۳۸۳ھ

رخصتی سے قبل اگر مہر اداء کیا اور پھر شوہر فوت ہوا تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے ایک لڑکی سے عقد نکاح کئی سالوں سے کیا ہوا تھا۔جن کے حق مہر میں کچھ زمین اور زیورات، پارچات بطور حق مہر اسٹامپ تحریر کر دیے۔تاکہ موقع پر زمین وغیرہ کا انتقال یعنی داخل خارج درج کرائے گا۔اس کو ہمہ قسم کل اختیار حاصل ہوگا۔گویا زمین اس لڑکی مذکورہ (جو کہ اس کی منکوحہ ہو چکی ہے) بطور حق مہر خاتون دے چکا ہے۔

لیکن شخص مذکور اپنی منکوحہ سے شادی سرمیل کرنے والا تھا۔صرف چند دن تیاری کے درمیان میں حائل ہو گئے۔

بقضاء الٰہی دو غنڈوں کے ہاتھوں سے شخص مذکور مقتول شہید ہو گیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شخص مذکور کے دو لڑکے بھی پہلی گھر والیوں سے موجود ہیں۔جو کہ کئی سالوں سے مطلقہ کر چکا ہے۔اب صرف جائیداد کے بارے میں دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ شخص مذکور اپنی منکوحہ بیوی کو جائیداد زمین پارچات زیورات دے چکا ہے۔سارے اس کے تصور ہوں گے۔اگر سارے تصور ہوں گے تو بیوی منکوحہ جائیداد میں سے حصہ کی حقدار بھی ہو گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اس شخص نے اپنی منکوحہ کے لیے جو مہر معین اور مقرر کیا تھا۔وہ تمام مقرر کردہ مہر خاوند کے

مرنے کے بعد اس کی منکوحہ کی ملکیت ہے۔ اس کے علاوہ خاوند کی جتنی جائیداد ہے۔ تجہیز و تکفین وادائے دیون و وصیت جائز کے بعد آٹھویں حصہ کی حقدار اس کی بیوی ہے۔ ومن سمی مهرا عشرة فما زاد فعليه المسمى ان دخل بها أومات عنها (الى قوله) و بالموت ينتهي النكاح نهايته والشئ بانتهائه يتقرر ويتاكد فيتقرر بجميع مواجبه (هدايه مع الفتح ص ۲۰۸ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ

اگر کسی کی شادی شدہ لڑکی فوت ہو جائے تو والد کو اس کے مہر سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ ایک شخص کے چار لڑکے اور لڑکیاں ہیں اور آپ بھی خود موجود ہے اور اُسنے بڑی لڑکی کی شادی کردی تھی اور اس میں اولاد ہوئی۔ یعنی تین لڑکے اور ایک لڑکا اُس متوفیہ کا فوت ہو گیا جب وہ لڑکی اس شخص کی فوت ہوئی بعد فوتگی کے اس کا والد اس کے حق مہر کا طلبگار رہا۔ اس کے خاوند سے بھی مطالبہ کرتا ہے۔ جو میں نے بوقت شادی زیور یا کپڑے جہیز کے طور پر دیے تھے۔ وہ بھی میرے حوالے کیے جائیں۔ حالانکہ جب اس شخص نے اپنی لڑکی کی شادی کی تھی۔ تقریباً ۳۰ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ لڑکی متوفیہ نے اپنے عین حیات میں اپنے خاوند کو حق مہر جو تھا بخش دیا تھا۔ حق مہر کے بخشنے کے متعلق گواہ موجود ہیں۔ اب وہ انکار کرتے ہیں۔ جن کو وہ ہمیشہ کے لیے بخشنے کے بعد کہتی رہتی تھی کہ میں نے اپنے خاوند کو مہر بخش دیا ہے۔ ۳۰ سال کے عرصہ میں جو زیور اس کے والد صاحب نے دیا تھا اور جو کپڑے دیئے تھے اور جو حق مہر لیا تھا وہ خرچ ہو گیا وہ کچھ عرصہ بیمار رہی اس پر خرچ ہوا۔ کچھ خانگی اخراجات میں صرف ہوئے۔ غرضیکہ اس کی زندگی میں جو کچھ سسرال سے اس کا اور حق مہر جو تھا وہ خرچ ہو گیا۔

دیگر گزارش یہ ہے کہ متوفیہ مذکورہ کے والد نے اولاً اس کو زندگی میں کچھ ٹکڑا زمین سفید کا دیا تھا۔ بلکہ اس نے اپنی سب اولاد کو دیا تھا اور اپنے لیے بھی کچھ زمین چھوڑی تھی۔ جو ٹکڑا متوفیہ مذکورہ کو ملا وہ زمین بالکل زمین تھی۔ متوفیہ کے خاوند نے اس کو مکان کی صورت بنایا اور اس مکان کا قبضہ بھی اس کے پاس ہے۔ جو حصہ زمین کا لڑکی کو دیا وہ بطور حصہ شرعی کے دیا اور اس تقسیم کے متعلق وصیت نامہ بھی لکھ دیا ہے کہ میں نے چاروں لڑکوں اور دو لڑکیوں کو بطور حصہ شرعی کے دی ہے اور سب لڑکے اور لڑکیاں قابض ہیں اور اس متوفیہ کو ایک کاغذ بطور یادداشت لکھ کر دیا تھا کہ تو اس ٹکڑے کی واحد مالک ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ لڑکی کا حق مہر اور جو زمین اس کے والد صاحب نے بطور حصہ شرعی کے دی تھی۔ جس نے اپنی رقم خرچ کر کے مکان بنوایا۔ اپنے عین حیات میں آیا اس مکان کا مالک اس متوفیہ کا کون ہو سکتا ہے۔ اس کا

والد یا متوفیہ کا خاوند۔

(نوٹ) اس شخص نے اپنی اولاد کو فرداً فرداً زمین بطور حصہ شرعی کے سرکاری طور پر رجسٹری بھی کر دی۔ ہر ایک کے نام اور اگر اس میں جو زمین دی تھی۔ اپنی بڑی لڑکی کو اس میں سے جو حصہ بطور شرعی اس کے والد کو ملے گا۔ اس کی قیمت اس وقت کے لحاظ سے ادا کرنی ہو گی یا کہ جس وقت خرید کی گئی تھی اور یا اس وقت کے لحاظ سے ادا کرنی ہو گی۔

﴿ج﴾

حق مہر کی بخشش اگر دو گواہاں کی شہادت سے ثابت ہو جائے تو اس میں کسی وارث کو (جس میں متوفیہ کا والد بھی ہے) مطالبہ کا حق نہ ہو گا اور اگر بخشش کے گواہاں نہ ہوں تو متوفاۃ کے والد کو حلف اسطرح دیا جائے گا کہ خدا کی قسم مجھے حق مہر کی بخشش اور معافی کا کوئی علم نہیں۔ اگر اس نے حلف اٹھا لیا تو اس کو حق مہر کا ۱/۶ حصہ دیا جائے گا اور اگر حلف اٹھانے سے انکار کر دیا تو اس کا دعویٰ باطل اور ساقط ہے۔ باقی زیورات اور مال جہیز وغیرہ عرفاً بھی اس لڑکی کا مملوک ہی ہوتا ہے۔ نیز جب وہ سب کچھ خرچ ہوتا گیا اور اس نے کوئی اعتراض کبھی نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکی کا ہی مال ہے۔ اس میں والد حقدار نہیں ہے۔ زمین کا ٹکڑا جو والد نے لڑکی کو تملیک کر کے قبضہ دے دیا وہ لڑکی کا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا ۱/۶ والد کا ہے۔ اگر وہ اس کی قیمت لینے پر راضی ہو تو آج کی قیمت لگائی جائے گی اور باقی اس عورت کی اولاد اور خاوند کو حسب قانون شرعی وراثت میں حصہ ملے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

فوت شدہ بیوی کو جو مکان رہائش کے لیے دیا تھا، اس کے ورثاء کا اس سے کوئی تعلق نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں نے اللہ وسایا کی لڑکی مسماۃ جنت مائی سے شادی کی تھی۔ جس کا نقل نکاح فارم میرے پاس موجود ہے۔ روبرو گواہاں میں نے ۴ تولے سونا قیمت جس کی مبلغ ۹۰۰ روپے بنتی تھی ادا کر دی تھی۔ مکان کا نصف حصہ میں نے بیوی کو رہائش کے لیے دیا تھا۔ جس کا حق مہر سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ شادی کے دو سال بعد بیوی فوت ہو گئی۔ اس کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ ایک سال بعد وہ بھی فوت ہو گئی۔ اب سسر صاحب اس مکان پر قابض ہے اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مکان میری بیٹی کے حق مہر میں تھا۔ اس لیے آپ کو نہیں مل سکتا۔ مکان کے دوسرے نصف حصہ میں میری پہلی بیوی رہتی تھی۔ جس کو متوفیہ کے والد اللہ وسایا نے بھگا کر مکان پر قبضہ کیا۔ مہربانی فرما کر شریعت کی رو سے اس مسئلہ پر فتویٰ دیا جائے۔

﴿ج﴾

بشرطِ صحت واقعہ یعنی اگر مکان کا نصف حصہ اپنی زوجہ کو بطور مہر کے نہیں دیا۔ بلکہ صرف رہائش کے لیے دیا تھا تو اس مکان میں زوجہ کا کوئی حق نہیں اور نہ اس کے ورثاء کا کوئی حق ہے۔ یہ مکان بدستور خاوند کی ملکیت ہے۔ اس لیے متوفیہ کے ورثاء پر لازم ہے کہ مکان کو خالی کر کے اصل مالک کے حوالہ کر دیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

ازدواجی تعلقات قائم کرنے سے قبل طلاق دینے سے نصف مہر لازم ہوتا ہے

﴿س﴾

محترم بزرگان دین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض اینکہ میں نے ۱۷ جون ۱۹۶۹ء کو بمطابق یکم ربیع الثانی ایک لڑکی سے نکاح کیا ہے۔ لڑکی مجھ سے قد وقامت میں دوگنی ہے۔ اس لڑکی سے میرا ارادہ نکاح کرنے کا نہیں تھا۔ والد صاحب کے ارادہ اور مرضی پر اس لڑکی سے نکاح کیا گیا شرائط مہر مبلغ ۵۰۰ روپے اور خرچ ۲۰ روپے اور خرچ نان ونفقہ ۴۰ روپے قبل از نکاح لڑکی اور چچا نے والد صاحب سے طے کیا تھا۔ نکاح ہو جانے کے بعد میرے ماموں صاحب کے قریبی رشتہ دار بہن بھانجے اور بھائی اور بھاوجوں کی زبانی میری بہنوں کے اور میرے والد صاحب اور میرے کانوں میں آوازیں سنی گئی ہیں کہ منکوحہ لڑکی کا چال چلن خراب ہے اور کسی حد تک لڑکی نکاح کے بعد خوش معلوم نہیں ہوتی ہے۔ بندہ خراب چال چلن کی خبر سن کر اب اس لڑکی سے شادی کرنا نہیں چاہتا ہے۔ یہ چین حیات کا مسئلہ ہے۔ تمام عمر رشتہ ہونے پر خوشی سے گزرنے کی بجائے غمی سے اور جھگڑوں سے گزرنے کا امکان ہے۔ بندہ شکستہ دل ہو چکا ہے۔ صرف اپنے والد صاحب کی ناراضگی کو دور کرنے کے لیے بہت مجبوری سے شادی کر لوں گا۔ لیکن بندہ کا دل کسی صورت میں اس لڑکی سے شادی کرنا اختیار نہیں کرتا ہے۔ اس لیے تمام عمر رونے دھونے میں گزرے گی۔ خدمت عالیہ میں گزارش ہے کہ بروئے شریعت بندہ قبل از شادی اپنا نکاح منسوخ کر دے۔ گویا طلاق دے تو بندہ مندرجہ بالا شرائط کی ادائیگی کا ذمہ دار کس حد تک ہوگا۔ مطابق شرع شریف صحیح فتویٰ بصورت جواب مندرجہ بالا تحریر کے مطابق دیا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے فتویٰ پر عمل کیا جائے گا۔

﴿ج﴾

خلوت صحیحہ اور ازدواجی تعلقات قائم کرنے سے پہلے طلاق دینے سے پہلے نصف مہر واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں طلاق دینے کی صورت میں اس مہر کا جو نکاح کے وقت طے کیا تھا۔ نصف مہر دینا لازم ہوگا اور طلاق

کے بعد جیب خرچ یا سکنیٰ لازم نہیں ہوتا۔ قال اللہ تعالیٰ وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم الأيه . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ جمادی الاخری ۱۳۸۹ھ

رخصتی سے پہلے طلاق کی صورت میں کتنا مہر واجب ہوگا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی محمد اسماعیل نے اپنے لڑکے کا نکاح مسمی حق نواز کی لڑکی کے ساتھ کر دیا۔ جس کا باقاعدہ رجسٹر نکاح میں اندراج بھی ہوا ہے اور حق مہر مبلغ دو ہزار روپیہ مقرر ہوا اور اس نے اس کے عوض اپنی لڑکی بطور وٹہ سٹہ کے مسمی حق نواز کے لڑکے کو دینا منظور کر لیا۔ مگر جب مسمی حق نواز مذکور اپنے لڑکے کا نکاح کرانے کے لیے اسماعیل کے گھر پہنچا تو وہ انکاری ہو گیا اس طرح ایک قسم کا دھوکہ بھی کیا۔ چنانچہ حق نواز مذکور کی لڑکی کی رخصتی نہ ہو سکی۔ بعد میں کچھ عرصہ کے بعد اسماعیل کے لڑکے نے طلاق نامہ اسٹام پر لکھ کر بصورت رجسٹری ڈاک کی معرفت بھیج دیا۔ اب صورت سوال یہ ہے کہ مذکورہ مطلقہ لڑکی کو حق مہر شرعی طور پر وصول کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں اور کس قدر حق مہر وصول کرنے کی اجازت ہے۔

﴿ج﴾

اگر اسماعیل کے لڑکے نے دخول اور خلوت صحیحہ سے پہلے اس لڑکی کو طلاق دی ہے تو اسماعیل کے لڑکے کے ذمہ نصف مہر ادا کرنا واجب ہے اور مطلقہ لڑکی کو نصف مہر مقررہ وصول کرنے کا حق حاصل ہے۔ ومن سمى مهر اعشرة فمازاد فعليه المسمى ان دخل بها او مات عنها (الى قوله) وان طلقها قبل الدخول بها والخلوة فلها نصف المسمى لقوله تعالى وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم الاية (هدايه مع الفتح ص ۲۰۸ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ رجب ۱۳۹۰ھ

کیا رخصتی سے قبل طلاق کی صورت میں لڑکی کے رشتہ داروں کو مکمل مہر کے مطالبہ کا حق ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں نے ایک عورت کے ہمراہ کچھ زمین بطور حق مہر رجسٹری کر کے نکاح کیا۔ چند سال گزرے کہ باہمی جھگڑے اور اختلاف کی وجہ سے رخصتی نہیں ہو سکی۔ اب لڑکی مذکورہ منکوحہ اور اس کے

ماں باپ اور بھائی سالم حق مہر کا مطالبہ کرتے ہیں۔ از روئے شرع محمدی شریف مکمل طور پر قرآن وحدیث سے ثبوت دے کر واضح فرمائیں کہ کس قدر حق مہر دیا جاسکتا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

رخصتی ہوجانے کے بعد اگر خاوند ہمبستری کرے یا خلوت صحیحہ ہوجائے تو کل مقرر کردہ مہر کا ادا کرنا واجب ہے۔

اگر ہمبستری یا خلوت صحیحہ سے قبل خاوند طلاق دے دے تو نصف مہر کا ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔

لقوله تعالى . وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم الأيه .

صورت مسئولہ میں اگر قصور لڑکی کی طرف سے ہے تو اگر خاوند خلع کرلے۔ مثلاً مہر معاف کرا کر طلاق دے دے تو یہ بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم رجب ۱۳۹۷ھ

اگر عورت مہر کا مقدمہ لڑتی ہوئی مرجائے تو مہر کا حقدار کون ہوگا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت مسماۃ شمشاد بیگم نے اپنے خاوند مسمی مرزا اقبال بیگ کے خلاف دعویٰ حق مہر دو ہزار روپیہ عدالت مجاز میں کیا ہوا تھا۔ دوران مقدمہ مسماۃ شمشاد بیگم فوت ہوچکی ہے۔ اب متوفیہ کے والد مستری نواب دین نے کارروائی مقدمہ کی کی ہوئی ہے۔ متوفیہ کے بطن سے اور مرزا اقبال بیگ کے نطفہ سے تین پسران و یک دختر زندہ موجود ہیں جو کہ اپنے نانا مستری نواب الدین کے زیر تحویل ہیں۔ عرصہ تقریباً ۵ سال سے پرورش پارہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا متوفیہ کی فوتگی کے بعد اس کا والد حق المہر وصول کرسکتا ہے یا نہیں۔ مفصل حل فرمایا جائے۔

العبد مستری نواب الدین ولد مرزا حیات بیگ قوم مغل ساکن ملتان چھاؤنی

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں خاوند کے ذمہ متوفیہ کے ورثاء کو حق مہر واجب الاداء ہے اور یہ مہر متوفیہ کے والد، والدہ، اولاد اور خاوند میں حسب ذیل حصص شرعیہ میں تقسیم ہوگا۔ متوفیہ کے والد کو اپنے حصہ یعنی چھٹا حصہ مہر وصول کرنے کا حق ہے۔ نابالغ بچوں کا متولی خود بچوں کا باپ بنے، نانا متولی نہیں ہے۔ اگر والد بچوں کی پرورش کرنا چاہتا ہے جیسا کہ

سائل کی زبانی معلوم ہوا تو بچوں کو والد کے سپرد کیا جائے۔ لڑکی کی وفات کے بعد تقریباً ۲ سال بچوں کا خرچہ نان ونفقہ وغیرہ جو نانا نے برداشت کیا ہے۔ وہ اس نے تبرع اور احسان کیا ہے۔ خاوند کے ذمہ اس خرچ کا ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ نیز متوفیہ کا والد اس کی والدہ کا چھٹا حصہ بھی وصول کرسکتا ہے۔ اگر وہ اجازت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ جمادی الاولی ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

فوت شدہ شوہر کے وارثوں کے ذمہ مہر کی ادائیگی لازم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میری بہو زوجہ عبدالحق عرصہ تقریباً ایک سال ہوا تھا۔ گھر سے فرار ہوگئی تھی۔ بعد میں وہ ناجائز حاملہ ہوگئی تھی۔ حمل ضائع کرا کر اس نے ہمارے خلاف عدالت میں دعویٰ حق مہر دائر کر رکھا ہے۔ پھر وہ طلاق مانگتی رہی۔ عبدالحق نے اس کو طلاق لکھ کر دے دی تھی۔ جس کا اس کو کسی نے بتایا کہ اب تمھیں کچھ نہیں ملے گا۔ تو اس نے طلاق واپس کردی۔ پھر ہم نے بذریعہ وکیل روانہ کردی۔ انھوں نے انکار کردیا۔ جو کہ اب ہمارے وکیل کے پاس موجود پڑی ہے۔ اب عبدالحق فوت ہوچکا ہے۔ اب یہ گھر میں زبردستی گھس آئی ہے۔ اب ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ مجھے حق مہر دو میں جاؤں۔ حالانکہ اس عورت کے بطن سے ۳ لڑکیاں اور ایک لڑکا موجود ہے۔ ہم شریعت کا فیصلہ چاہتے ہیں کہ ایسی عورت کے متعلق شریعت کیا اجازت دیتی ہے۔ جناب شریعت کے مطابق فتویٰ صادر فرمائیں۔

﴿ج﴾

مہر اس عورت کا حق ہے۔ خاوند کے ورثاء پر لازم ہے کہ مرحوم کے ترکہ سے مہر ادا کردیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ شعبان ۱۳۹۹ھ

وارثوں کے ذمہ مہر اداء کرنا لازم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کا نکاح عقد مسنونہ بحالت صغرسنی بالعوض حق المہر مقررہ یک صد ۱۰۰ ایک لڑکی سے ہوا۔ بوقت بلوغت قبل از رخصتی وسرمیل ناکح وفات پا گیا۔ دریں صورت کیا حق مہر ناکح کے ورثاء بازگشت کے لیے منکوحہ کو اداء کرنا ضروری ہے۔ اگر ہے تو کس قدر؟

﴿ج﴾

متوفی کے ورثاء پر لازم ہے کہ کل مہر منکوحہ کو ادا کریں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ محرم ۱۳۹۵ھ

عورت سے مہر معاف کرانا اور شوہر کی نیکیاں عورت کو دلوانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں (۱) جب نکاح کرتے ہیں تو آدمی سے مہر لے کر اس کی بیوی کو اسی وقت دے کر کہتے ہیں کہ یہ حق مہر تو اپنے خاوند کو بخش دے ورنہ تیری خیراتیں عنداللہ مقبول نہ ہوگی۔ جب اس سے معاف کروا لیتے ہیں تو پھر آدمی کو کہتے ہیں کہ تو بھی اپنی بیوی کو اپنے صدقات سے تیسرا حصہ کا ثواب بخش دے۔مثلاً تین روپے کسی جگہ دے تو دو روپے کا ثواب آدمی کو ہو اور ایک کا ثواب اس کی عورت کو ہو۔کیا شرع میں اس کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں۔ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر اس کو ضروری سمجھا جائے تو کیا بدعت ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ عوام الناس اس کو نہایت ضروری قرار دیتے ہیں اور ہر نکاح کے وقت یہ عہد کروا لیتے ہیں۔

سائل غلام رسول متعلم مدرسہ ہذا

﴿ج﴾

قال الله تعالى واتوا النساء صدقتهن نحلة فان طبن لكم عن شئ منه نفساً فكلوه هنيئا مريًا (النساء ۴-۴) آیت بالا سے معلوم ہوا کہ مرد پر واجب ہے کہ وہ مہر کو خوشی سے عورت کے حوالہ کردے۔یہ عورت کا حق ہے۔البتہ اگر عورت خود طیب نفس سے اپنی رضا اور رغبت سے بغیر کسی جبر کے مرد کو کچھ بخشے تو وہ مرد کے لیے جائز ہے۔صورت مسئولہ میں چونکہ عورت طیب خاطر سے حق مہر خاوند کو نہیں بخشتی۔بلکہ اس کو مرعوب کر کے اور اس کو مجبور کر کے واپس کر دیا جاتا ہے۔اس لیے مرد کو واپس لینا ہرگز جائز نہیں ہوگا اور پھر غلط مسئلہ بیان کر کے اس جاہلہ کو دھوکہ دیا جاتا ہے کہ تیری خیراتیں قبول نہیں ہوں گی۔یہ بالکل محض غلط ہے۔نیز اگر مرد کہہ بھی دے کہ اپنے صدقات میں سے تیسرا حصہ میں نے تمھیں بخش دیا۔یعنی آئندہ صدقات کے ثواب بخشے جا رہے ہیں۔یہ بالکل لغو ہے۔جب تک اس نے خیرات نہیں کیا اور ثواب نہیں ملا تو اس کو عورت پر کیسے ہبہ کیا جا سکتا ہے۔یہ سب باتیں محض خرافات ہیں۔اصول شرع کے خلاف ہیں۔ان کا ترک لازم ہے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ صفر ۱۳۷۵ھ

اگر لڑکی نے کنگن بیچ کر شوہر کا علاج کرایا ہو تو کیا لڑکی کے والدین اس کا مطالبہ کر سکتے ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میرے لڑکے مسمی بشیر احمد ولد غلام حسین قوم بھٹی سکنہ موضع جھگڑ پور چاہ بھٹی والا ضلع ملتان کا نکاح دختر ملک اللہ وسایا سے مورخہ ۱۰/۱۰/۷۶ کو ہوا۔آج سے تقریباً ۱۴ ماہ قبل وہ بیمار ہوا اور اس نے اپنی زوجہ مسماۃ ممتاز بی بی عرف تاج بی بی سے کہا کہ میرے پاس تو علاج کے لیے رقم نہیں ہے۔میری بہو نے اپنے خاوند کے کہنے پر اپنے حق مہر کے زیور میں سے کنگن ۲ تولے فروخت کر کے اپنے خاوند کا علاج کرا دیا۔شومی قسمت زندگی نے وفا نہ کی اور وہ فوت ہو گیا۔جنازہ اٹھانے سے قبل ممتاز بی بی نے عورتوں کے کہنے پر اپنے حق مہر میں سے وہ کنگن جو اس نے اپنے خاوند کے علاج کی خاطر فروخت کیے تھے۔اس کو بخش دیا۔اس کے خاوند نے کہا تھا اگر میں زندہ رہا تو قیمت ادا کر دوں گا۔اب لڑکی کے والدین اس کنگن کا مطالبہ کرتے ہیں تو کیا لڑکے کے والدین کو اس کنگن کی رقم دینی چاہیے یا کہ نہیں۔

﴿ج﴾

اگر واقعی بیوی نے مہر معاف کر دیا ہے تو مہر معاف ہو گیا۔لیکن صورت مسئولہ میں تو عورت اپنا مہر وصول کر چکی ہے اور کنگن کی قیمت بطور قرض خاوند پر خرچ کی ہے۔اگر عورت نے قرض معاف کر دیا ہے تو معاف کرنا صحیح ہے اور لڑکی کے والدین کا مطالبہ درست نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ رجب ۱۴۰۰ھ

درج ذیل صورت میں مبلغ ایک صد روپے ضمان کا عوض نہیں ہو سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء دین و مفتیان شرع متین در بارۂ مسائل ہذا۔(۱) پہلے جملہ رشتہ داروں میں بیٹھ کر یہ بات کی کہ میں نے تمام زیورات مسمی حافظ علی محمد صاحب کو معاف کر دیے ہیں۔بعد میں مسمی مذکور نے دوسری لڑکی میرے ساتھ عقد نکاح کر دی اور یک سو روپیہ نقد اپنی لڑکی کو ساتھ دیا تھا۔اب وہ مسمی کہتا ہے کہ جو میں نے مبلغ سو روپیہ دیا ہے۔یہ اسی رقم جو معاف شدہ تھی اسکے عوض ہے کیا آیا یہ رقم مذکورہ اسی رقم معاف شدہ کے عوض از روئے شریعت میں ادا ہو سکتی ہے یا کہ نہیں اور پہلے زیور جو تھے وہ اس کی پہلی لڑکی کے سپرد تھے۔اس کے مرنے کے بعد بندہ نے معاف کر دیے تھے۔اس وقت انھوں نے اس معافی کو قبول کر لیا۔معاف شدہ زیورات کا وزن سوا دو سو تولے چاندی اور نو ماشے سونا۔

﴿ج﴾

جب انھوں نے تمام زیورات کی ذمہ داری سے ان کو بری کر دیا ہے۔ زیورات تو خود اس وقت جب بیان سائل حافظ علی محمد نے ضائع کر دیے تھے اور وہ اس پر اس کی ضمان لازم تھی تو جب ضمان سے اس کو بری کر دیا گیا اور اس ابراء کو حافظ صاحب نے تسلیم بھی کر لیا تو وہ بری ہو گیا اور وہ ضمان زیورات کا ساقط ہو گیا۔ اب اس کے بدلہ کوئی چیز نہیں دی جا سکتی اور بالخصوص یہ سو روپے تو اس نے اپنی لڑکی کو دیے ہیں۔ یہ ہرگز اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ جمادی الاولی ۱۳۷۳ھ

مہر کا جو حصہ عورت نے معاف کر دیا ہو طلاق کے بعد پھر مطالبہ نہیں کر سکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی کا نکاح ہوا۔ عورت کے عقد میں حق مہر میں پانچ تولہ سونا رکھا گیا۔ بوقت نکاح آدمی نے اڑھائی تولہ سونا ادا کر دیا اور پھر عورت نے دو تولہ سونا معاف کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد مرد نے طلاق دے دی اور آدھ تولہ سونا بھی ادا کر دیا۔ لیکن عورت کہتی ہے کہ میں نے وہاں معاف کیا تھا۔ یہاں معاف نہیں کرتی۔ لہٰذا حق مہر پورا کیا جائے۔ تو کیا آدمی کو پورا کر دینا چاہیے یا بری ہے۔

﴿ج﴾

اگر یہ درست ہے کہ عورت مذکورہ نے مہر کا دو تولہ سونا اپنے خاوند کو معاف کر دیا ہے تو وہ معاف ہو گیا ہے۔ اب اس کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ میں یہاں معاف نہیں کرتی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

اگر عورت نے اپنا مہر معاف کر دیا ہو تو وارثوں کو وصول کرنے کا حق نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رحیم بخش ولد غلام مصطفیٰ نے نکاح وسر میل مطلقہ عورت مسماۃ منظور بی بی سے کیا۔ جس کے سابقہ خاوند سے دو بچیاں موجود ہیں۔ رحیم بخش سے کوئی اولاد حین حیات نہیں ہے۔ واضح رہے کہ معتبرین کے روبرو مسماۃ منظور بی بی نے فوت ہونے سے قبل اپنے خاوند رحیم بخش پر واجب الاداء حق المہر معاف کر دیا۔ بعد ازاں فوت ہو گئی۔ بیماری سے قبل اس نے صحت کی حالت میں معاف کر دیا۔ شرع محمدی کے نزدیک مسماۃ مذکورہ متوفیہ کے سابقہ خاوند سے اولاد اپنی والدہ کا حق المہر وصول کر سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ عورت مذکورہ نے حالت صحت میں اپنا کل مہر یا بعض حصہ معاف کیا تھا تو یہ معاف کرنا درست ہے اور یہ ھبہ تام ہو گیا ہے۔ وفی الدر ص ۶۸۷ ج ۵ شامی وشرائط صحتها فی الواهب العقل والبلوغ والملک اور ھبہ کرنے کے بعد زوجہ کو اپنے خاوند سے موھوبہ چیز واپس کرنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا متوفیہ کے ورثاء کو اس کے خاوند سے اپنی والدہ کا حق المہر وصول کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفر لہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ محرم ۱۳۹۸ھ

اگر طلاق بصورت خلع ہو تو عورت کو مہر کے مطالبہ کا حق نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی بنام صغراں بی بی کا نکاح غلام محمد ولد خان محمد قوم سادی سے نکاح بحق المہر مبلغ تین ہزار روپیہ کر دیا۔ چھ سال لڑکی اپنے خاوند کے گھر آباد رہی۔ لیکن بعد میں لڑکی نے طلاق کا مطالبہ کیا تو شوہر نے طلاق دے دی اور حق مہر نہیں دیا۔ وہ کہتا ہے کہ تیرا حق نہیں بنتا۔ بدیں وجہ تو نے خود طلاق کا مطالبہ کیا ہے۔ اگر میں خود طلاق دیتا تو تیرا حق بنتا۔ لہٰذا تیرے کہنے پر طلاق دی ہے۔ اب حق مہر مجھ پر واجب نہیں۔ کیا عورت مہر لے سکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر طلاق بصورت خلع کے بعوض حق مہر کے ہوئی ہے تو عورت کو مطالبہ مہر کا حق حاصل نہیں۔ اگر طلاق میں خلع اور عوض کا ذکر نہیں کیا تو خاوند پر مہر ادا کرنا لازم ہے اور عورت کے مطالبہ طلاق سے مہر ساقط نہیں ہوتا۔ مہر بدستور خاوند کے ذمہ ادا کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا رقم دے کر شادی کرنا جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ ایک شخص کا شادی کرنے کا ارادہ ہے۔ اس کے پاس عوض نہیں جو دے کر شادی کرے۔ کیا وہ رقم دے کر شادی کرے۔ کیا رقم لینا ناجائز ہے۔ کیا بوقت ضرورت رقم کا دینا بھی جائز ہے؟

شادی کرنے والد بوجہ شہوت اور بوجہ روٹی پکانے کے بہت تنگ ہے۔ کیا وہ عورت کے وارث کو کسی حیلہ سے رقم ادا کر کے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔

سائل دین محمد کھکھ موضع پتی دایہ چوکھا چاہ چاندے والا

﴿ج﴾

حق مہر شرعاً عورت کا حق ہے۔ آپ روپے نکاح کے وقت بصورت مہر مقرر کرا کر عورت کو دے دیں۔ وہ چاہے خود خرچ کرے یا والد یا دوسرے کسی کو دے۔ اس کو اختیار ہے۔ لیکن اگر اس عورت کا وارث عورت کے حق مہر کے تقرر پر راضی نہیں ہوتا اور وہ اس پر مصر ہے کہ لامحالہ مجھے ہی روپیہ دو تو اس کے لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہیں۔ سخت مجبوری اور اضطرار کی صورت میں دینے والے سے باوجود ارتکاب حرام کے امید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ محرم ۱۳۷۵ھ

اپنی لڑکی کے عوض رقم حاصل کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء حضرات و مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ زید اپنی لڑکی کا نکاح عمر سے کرتا ہے، اس شرط پر کہ عمر سے چھ ہزار روپیہ لوں گا اور پھر لڑکی دوں گا۔ کیا زید کو اپنی لڑکی کے عوض چھ ہزار لینا جائز ہیں یا نہیں اور روپیہ لینا ناجائز ہے تو پھر نکاح شریعت کے موافق ہوتا ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر اس مسئلہ کا قرآن و حدیث و فقہ حنفی کی رو سے واضح اور مفصل طور پر جواب تحریر فرمائیں۔ آپکی عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام

المستفتی عبدالستار مہاجر سکنہ مڑل ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر یہ چھ ہزار روپیہ لڑکی کا حق مہر نکاح میں مقرر کر دیا جاتا ہے تو یہ لڑکی کی ملک ہوگا اور باپ لڑکی کی رضا کے بغیر اس میں تصرف نہیں کر سکتا اور اگر مہر مقرر نہیں کیا گیا بلکہ ناجائز طور پر مجبور کر کے حاصل کیا جاتا ہے اور لڑکی کا باپ اسے اپنے لیے وصول کرتا ہے تو رشوت ہے جو حرام ہے۔ لیکن اس کے باوجود نکاح درست ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سسر نے زبردستی مہر کا کچھ حصہ اگر بہو سے واپس لیا ہو تو اس کے مرنے کے بعد کیا حکم ہوگا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنے لڑکے بکر کی شادی میں باقی چیزوں کے علاوہ ایک جوڑی کنگن طلائی بھی مہر میں دیے۔ شادی کے کچھ عرصہ کے بعد باپ بیٹے میں جھگڑا ہو گیا۔ جس پر باپ نے طلائی کنگن بھی اس کے گھر سے اٹھا لیے۔ چند ایام گزرنے کے بعد صلح ہو گئی۔ مکان رہائشی تو واپس کر دیا۔ مگر اسے کنگن واپس نہ کیے۔ مانگنے سے بکر نے شرم محسوس کی۔ شادی بیاہ کا کوئی ایسا موقع نہیں آیا کہ جس بہانے سے ضرورت پڑے اور مانگے جائیں۔ حتیٰ کہ چند سال کے بعد زید حج بیت اللہ شریف چلا گیا اور وہاں ہی اس کا انتقال ہوا۔ اب ان کے ورثاء میں اختلاف یہ ہے کہ یہ طلائی کنگن چونکہ اس نے واپس لے لیے تھے۔ لہٰذا نابالغوں کے کام میں لانے کا اس کا ارادہ تھا۔ لہٰذا ان کے حوالہ کیے جائیں اور بعض ورثاء کہتے ہیں کہ یہ وراثت ہے۔ اسے تمام ورثاء میں تقسیم کیا جائے اور بکر کہتا ہے کہ یہ چونکہ میری بیوی کا مہر ہے۔ لہٰذا مجھے واپس کیے جائیں تو شریعت اس بارے میں کیا فرماتی ہے۔

﴿ج﴾

برتقدیر صحت واقعہ اگر یہ کنگن زید نے اپنی بیوی کے مہر میں دیے تھے تو یہ کنگن اس کی بیوی کے ہیں۔ اس کے باقی ترکہ کے ساتھ ان کی تقسیم جائز نہیں ہے۔ کیونکہ محض واپس کرنے سے یہ ان کے ملک میں داخل نہیں ہوتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

سسر اگر بیٹے بہو کو الگ کرتے ہوئے بہو سے زیورات چھین لے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

(۱) فدویہ کا نکاح حسب ضابطہ ۱۹/۸/۷۰ کو ہمراہ محمد اقبال ولد عطاء محمد قوم خواجہ صدیقی سکنہ محلہ کیڑی داؤد خان شہر ملتان ہوا تھا۔

(۲) اب سائلہ کے سسر عطاء محمد نے ہمیں علیحدہ کر دیا ہے۔ تاکہ سائلہ زوجہ شوہر مذکور خود مختاری سے زندگی بسر کریں۔

(۳) لیکن تمام زیورات پارچات وغیرہ چھین لیے ہیں اور سسر مذکور لڑکی کو پارچات زیورات دینے کو تیار نہیں

ہے۔ جبکہ میرے حق مہر میں ۷ ٹکہ طلائی ۳ تولہ نتھ ا تولہ گلو بند طلائی ۵ تولہ ھلمکہ طلائی ۴ تولہ۔ تحریر نکاح نامہ ہے۔ لہٰذا شرعی طور پر تحریری فتویٰ دیا جائے کہ سسر مذکور زیورات و پارچات وغیرہ اپنی تحویل میں کیا رکھ سکتا ہے۔ عین نوازش ہو گی۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال جبکہ یہ زیورات خاوند نے بیوی کو حق مہر میں دیے ہیں تو یہ زیورات بیوی کی ملکیت ہے اور سسر کا ان زیورات کو بغیر کسی شرعی وجہ سے چھین لینا غصب شمار ہوگا۔ جو کہ ناجائز اور حرام ہے۔ لہٰذا سسر کے ذمہ واجب ہے کہ وہ تمام زیورات فی الفور عورت مذکورہ کو واپس کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

مہر مُعجّل او غیر مُعجّل میں کیا فرق ہے؟ مہر غیر مُعجّل کیا وصول کیا جائے؟

﴿س﴾

وضاحت حق مہر از اسلامی ادارہ قاسم العلوم ملتان

(۱) حق مہر معجّل اور غیر معجّل میں کیا فرق ہے۔ وضاحت کریں۔

(۲) ایک عورت کا کل حق مہر دس ہزار ہے۔ بوقت سرمیل دو ہزار روپے معجّل ادا کیا جاتا ہے اور باقی آٹھ ہزار غیر معجّل کے لیے دو ماہ کی مدت مانگی جاتی ہے۔ وضاحت کریں کہ بقایا آٹھ ہزار غیر معجّل مدت مقررہ گزرنے کے بعد کیسے اور کس صورت میں حاصل کرسکتی ہے؟

﴿ج﴾

(۱) مہر معجّل اور غیر معجّل (مؤجل) کے جو لغوی معنی ہیں۔ وہی اصطلاح فقہاء میں ہیں۔ جو مہر نکاح کے وقت فی الفور دیا گیا یا فی الحال دینا قرار پائے۔ یعنی اس میں مدت کی شرط نہ ٹھہری گویا یہ بھی نہیں ٹھہرا کہ پہلے لیں گے تو یہ معجّل ہے اور اس کا حکم ہے کہ عورت فی الحال مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے اور خاوند پر فوری ادائیگی واجب ہو جاتی ہے اور جس مہر کی کچھ مدت ادا کے لیے مقرر کی گئی۔ مثلاً یہ شرط ٹھہر جائے کہ دو ماہ تک مہلت ہے یا مدت لا الی التعیین چھوڑا گیا ہو تو یہ غیر معجّل ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کو مؤجل کہتے ہیں اور غیر معین مدت کے لیے مدت موت یا طلاق ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک وہ مدت مقررہ نہ گزرے عورت یا اس کے ورثہ مہر کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ لا خلاف لاحد ان

تاجيل المهر الى غاية معلومة نحو شهر او سنة صحيح وان كان لا الى غاية معلومة فقد اختلف المشائخ فيه قال بعضهم يصح وهو الصحيح وهذا لان الغاية معلومة فى نفسها وهو الطلاق او الموت (عالمگیریہ ص ۳۱۸ ج ۱)

(۲) مدت مقررہ دو ماہ گزرنے کے بعد خاوند کے ذمہ یکمشت آٹھ ہزار کی ادائیگی واجب ہے۔ اگر زوجین اقساط کے ساتھ ادائیگی پر رضامند ہو جائیں تو یہ بھی جائز ہے۔ اگر خاوند باہمی مصالحت سے مہر کی ادائیگی نہیں کرتا تو عورت وصولی مہر کے لیے عدالت کی طرف رجوع کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ جمادی الاولی ۱۳۹۲ھ

طلاق یافتہ عورت کا اگر بوقت نکاح مہر مقرر نہ ہوا تھا تو اب کیا کیا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ مسمی محمد بخش ولد خان محمد قوم قریشی نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے۔ جس کا حق مہر شرعی رواجی مقرر نہیں کیا گیا۔ اس کی ایک لڑکی عمر اڑھائی سال ہے۔ اس کی پرورش کون کرے۔ نیز آج کے لحاظ سے حق مہر کی قیمت برائے مہربانی تحریر فرماویں۔

﴿ج﴾

جب مہر مقرر نہیں ہوا تھا تو مہر مثل واجب یعنی اگر اس عورت کی دوسری بہن جو عرف میں اس جیسی مانی جاتی ہو۔ اس کے مہر کے موافق اس کا مہر مقرر کیا جائے گا نیز جب تک اس عورت نے دوسری جگہ نکاح نہ کیا ہو اس لڑکی کی پرورش کا حق اس عورت کو ہوگا اور خرچ اس کا والد دیتا رہے گا۔ جب بلوغ کے قریب پہنچ جائے تو اس وقت باپ کے حوالے کردی جائے۔ لیکن اگر اس عورت نے کسی اور جگہ نکاح کرلیا تو لڑکی کو اسی وقت اس کے والد کے حوالے کردیا جائے گا۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بوقت نکاح اگر مہر مقرر نہ ہوا ہو تو طلاق کے بعد عورت کے لیے کیا حکم ہوگا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو علی الاعلان طلاق دی جس کی مدت ایک برس گزر

چکی ہے۔لڑکی کے والدین اب دوسری جگہ نکاح کردینا چاہتے ہیں۔اب اس صورت میں جبکہ خلوت صحیحہ ہوچکی ہے۔ زید پر مہر واجب ہوگا یا نہ۔جب کہ مہر کا ذکر بھی نہیں کیا گیا۔یعنی عندالنکاح۔پھر یہ نکاح ثانی جائز ہوگا یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی ہے تو اس کی زوجہ پر شرعاً طلاق واقع ہوگئی اور زید کی زوجہ عدت شرعی یعنی تین حیض گزار کر جبکہ حاملہ نہ ہو۔اگر حاملہ ہو تو وضع حمل کے بعد دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ زید اپنی زوجہ کو مہر مثل ادا کرے گا۔یعنی جتنی مالیت کا مہر اس عورت کی دوسری بہنوں کا مقرر ہوا ہو۔اگر دوسری بہنیں ہیں یا اس کی پھوپھیوں وغیرہ کا جتنا مہر ہوا اتنا مہر اداء کرنا زید پر واجب ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ رمضان ۱۳۸۴ھ

شوہر نے جو زمین بطور حق مہر بیوی کے نام کردی بعد میں وہ واپس نہیں لے سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کو کچھ اراضی مزارعہ بطور حق المہر غیر معجّل رجسٹر نکاح خوانی میں خانہ فی المہر غیر معجّل میں تحریر کردی اس علاقہ کے عرف میں غیر معجّل کو عندالطلب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔دس پندرہ سال کے بعد جبکہ ناکح نے دوسری شادی اختیار کی منکوحہ اول نے ضرورۃً مطالبہ حق المہر کیا جس پر ناکح نے حسب اندراج پرچہ نکاح من بھائے شرائط کے انتقال اراضی منکوحہ کے نام منظور کردیا اور چونکہ عرصہ دس پندرہ سال منکوحہ خانہ آباد تھی اور بذریعہ خاوند خود اس رقبہ کی پیداوار بلا تکلیف برداشت کرتی آئی تھی۔زید نے قبضہ کو تسلیم کرتے ہوئے یہ بھی بیانات فارم انتقال میں لکھا کہ قبضہ بھی دے دیا ہے۔اب زید فارم انتقال کے اخراج کی اپیل بوجوہات ذیل کرتا ہے۔

(۱) حکم فارم منظور شدہ خلاف واقعات شریعت ہے۔اس لیے لائق منسوخی ہے یا نہ۔

(۲) حق المہر غیر معجّل ہے۔اس واسطے وہ مطالبہ نہیں کرسکتی۔شرعاً ایسا حق مہر اس وقت واجب الوصول ہوتا ہے۔ جبکہ ناکح فوت ہوجائے یا طلاق دے دے۔موجودہ صورت میں انتقال خلاف شرع محمدی ہے۔لائق اخراج ہے۔

(۳) فارم انتقال میں چند فضول شرائط منظوری درج ہوئی ہیں۔جو کہ منظور نہیں چونکہ شرعاً حق المہر مشروع نہیں ہوتا۔

(۴) چونکہ منکوحہ اپنے والد کے پاس رہتی ہے۔اس واسطے شروع سے تا حال قبضہ رقبہ ایلانٹ ہیں اب قابل دریافت امر بروئے شرع حسب ذیل ہے۔زید حق المہر غیر معجّل کو بروئے رواج ملکی عندالطلب کو تسلیم کرکے انتقال فارم بنام منکوحہ کراتا ہے۔اب اپیل میں عرف ہندوستانی کو بہتر کرکے اخراج فارم کا عذر کرنا شرعاً درست ہے یا نہ۔حق المہر غیر معجّل غیر مقرر تھا۔زید منکوحہ سے ایک عدم حقوق بیع کی شرع پر انتقال کردیتا ہے۔گویا زید نے منکوحہ کے حقوق شرعی میں بلاوجہ بلا رخصت کی تھی۔اس شرط ناجائز سے مصروف ہوجائے۔اب شرعاً سالم فارم اخراج ہوگا یا صرف شرط فاسد۔

(۵) قبضہ رقبہ جس کو بصورت خانہ آبادی عرصہ دس پندرہ سال سے تسلیم کرکے قبضہ لکھ دیتا ہے۔اب صرف اس بناء پر کہ منکوحہ ام والد کے پاس ہے۔تسلیم نہیں کرتا۔حالانکہ اس رقبہ کی پیداوار لکھ دینے کے بعد برداشت نہیں۔یہ عند سائل ساعت فرما کر مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

چونکہ اراضی مذکورہ متعین ہوچکی اور شی معین متشخص واجب فی الذمہ نہیں ہوسکتی۔مؤجل وہ شی ہوسکتی ہے جو واجب فی الذمہ ہو۔اس لیے زمین متشخص ہوکر مؤجل نہیں اس کا مطالبہ ہر وقت عورت کرسکتی ہے۔

یہ بھی واضح ہو کہ اگرچہ عرض یعنی غیر مکیل موزون مہر میں واجب فی الذمہ ہوجاتا ہے۔لیکن وہ اس وقت ہوتا ہے جب تک معین نہ ہو۔بعد تعیین کے واجب فی الذمہ اور مؤجل باقی نہیں رہتا۔لہٰذا زمین مذکورہ بھی بعد تعیین اور تشخیص کے مؤجل نہ رہی۔کذا فی کتب الفقہ۔واللہ اعلم

محمود مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شوہر نے جو زمین بیوی کو مہر میں دی ہو ورثاء کا اس میں کوئی حق نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تاج محمد نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اس کے حق مہر کے اندر دس بیگھے زمین مقرر ہوئی۔اور یہ زمین رجسٹر قاضی بھی کی گئی ہے اور بعد کئی سال تک خاوند کے مرنے تک اس کی آمدنی کھاتی رہی۔بعدہ وہ آدمی مرگیا اور اس آدمی سے ایک لڑکا بھی ہے اور ایک لڑکا اور بھی تھا۔پہلی عورت سے جو کہ پہلے مرگئی تھی۔اس آدمی کے مرنے کے بعد اس کا بھائی تمام زمین پر قابض ہوگیا ہے۔اس عورت کا لڑکا اس عورت کے ساتھ ہے۔جس کی عمر نو سال کے قریب ہے۔اب اس کا بھائی اس عورت کو زمین و خرچہ نہیں دیتا اور وہ زمین بھی اس کے قبضہ میں ہے۔عورت ویسے پھر رہی ہے۔مزدوری کرکے کھا رہی ہے اور کیا جو یہ عورت اپنے خاوند کے مرنے کے

بعد حق مہر یعنی اس زمین کی جو کہ اس کو دی گئی تھی۔ اس کی مالکہ بن سکتی ہے یا کہ نہیں۔ اگر بن سکتی ہے تو بالدلائل تحریر فرمائیں۔ تاکہ انتقال ہو جائے۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

عورت کو جو زمین بوقت نکاح حق مہر میں دی گئی ہے۔ وہ اس کی شرعی اور قانونی طور پر مالکہ بن چکی ہے اور وہ زمین کی واحد مالکہ ہے۔ اس میں اس کے خاوند کے وارثوں کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ اس میں وراثت جاری ہوگی۔ یہ زمین صرف اس عورت کو منتقل کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ محرم ۱۳۷۱ھ

سُسر نے جو مکان مہر میں لکھوایا ہے وہ میراث میں شامل نہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے لڑکوں کو ان کی شادی کے موقع پر اپنی جائیداد کا کچھ حصہ حق مہر کے لیے لکھ دیتا ہے (یعنی اپنی بہوؤں کے نام) تو زید کی فوتگی کے بعد وہ حصہ اس کی جائیداد میں شامل ہوگا یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حق مہر میں مکان یا اس کے کسی حصے کو دینے کی صورت میں وہ مکان یا اس کا وہ حصہ اس عورت کا ہی شمار ہوگا۔ اس کی فوتیدگی کی صورت میں وارثوں کے درمیان تقسیم نہ کیا جائے گا اور نہ اس کی جائیداد متصور ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ جمادی الاخری ۱۳۸۵ھ

بطور مہر دیے گئے زیورات میں سے اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے اپنی منکوحہ کو حق مہر میں طلائی کانٹے دیے تھے۔ جو کہ حسب وعدہ رخصتی کے وقت حق مہر جو کہ سونے کے کانٹوں کا مقرر ہوا تھا دے دیا۔ بلکہ منکوحہ کے کانوں میں پہنا دیے گئے اسی دن جب کہ لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر سے شادی ہو کر رخصتی ہوئی تو شادی کی گہما گہمی سے اپنے خاوند کے گھر تک پہنچنے سے قبل ایک عدد کانٹا طلائی گم ہو گیا۔ چند دن کے بعد منکوحہ کے والد یا وارث نے اپنی لڑکی کو گھر بٹھا دیا کہ

جب تک حق مہر کا کانٹا نہیں بنوا کر دو گے لڑکی نہیں بھیجوں گا۔ کیونکہ یہ کانٹا حق مہر میں تھا تو کیا اب شریعت دوبارہ گم شدہ کانٹے کا متبادل خاوند سے دلوانا چاہتی ہے۔ کیا حق مہر ادا ہو گیا ہے۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

جب وہ کانٹے لڑکی کو پہنا دیے گئے ہیں تو حق المہر پر لڑکی کا قبضہ ہو گیا ہے۔ گم ہو جانے کے بعد اب خاوند کا متبادل کانٹا دینا نہیں بنتا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ

اگر بیوی کہے کہ زیورات مہر میں شامل ہیں اور شوہر انکار کرتا ہو تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اس کے بعد حق مہر کی ادائیگی میں اختلاف ہو گیا ہے۔ ناکح کہتا ہے کہ حق مہر مبلغ ۵۰ روپیہ جو کہ مقرر کیا گیا تھا۔ وہ ادا کر چکا ہوں اور نکاح کے گواہ اور وکیل کہتے ہیں کہ زیور حق مہر میں ہے۔ مگر ناکح کہتا ہے کہ زیور رسماً دیا گیا تھا۔ اس کا حق مہر سے کوئی تعلق نہیں۔ حق مہر صرف ۵۰ روپیہ تھا جو وہ ادا کر چکا ہے۔ یہ بیان وہ حلفاً بھی دیتا ہے کہ وہ جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ گواہ اور وکیل لڑکی کا حقیقی بھائی اور خالہ زاد بھائی ہے۔ بینوا وتو جروا

﴿ج﴾

لڑکی کے پاس جب اپنے وعدہ پر دو گواہ موجود ہیں کہ یہ زیور حق مہر میں دیا گیا تھا تو خاوند کو اپنے بیان پر حلف اٹھانا درست نہیں۔ فیصلہ عورت کے حق میں گواہوں کے بیان کے مطابق ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حق مہر میں دی گئی زمین میں شوہر کے وارثوں کا کوئی حق نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ مسمی قادر بخش ولد غلام حسین بعمر ۷۵/۷۰ سال اس دار فانی سے رحلت کر گیا ہے۔ تقریباً عرصہ دو سال ہوئے کہ اس نے زندگی میں اپنی زوجہ کے نام تمام غیر منقولہ جائیداد اراضی ۹ کنال ۸ مرلہ رجسٹر کاغذات میں منتقل کرا دی۔ بروز نکاح شادی خود اوائل میں حق مہر ادا کیا تھا۔ لیکن اب یہ جائیداد بھی

۹ کنال ۸ مرلہ بصورت تحریری الفاظ حق مہر چڑھا دی۔ اس کے جائز اور حقیقی ورثاء میں ایک سگی بہن اور ایک چچازاد بھائی حقیقی زندہ موجود ہیں۔ اپنے خیال میں ان کو اس جائیداد سے محروم کر دیا ہے۔ اب یہ ورثاء لڑنے اور جھگڑنے پر اتر آئے ہیں اور قانونی چارہ جوئی بھی کر رہے ہیں۔ عدالت میں مقدمہ درج کرا کے پیروی کر رہے ہیں۔ بلکہ جس دن متوفی نے زمین منتقل کرادی تھی۔ اس دن سے دعویٰ دیوانی دائر کر دیا گیا تھا۔ اب برادری پریشان ہے۔ دونوں فریق شرعی فیصلہ بھی چاہتے ہیں۔ متوفی قادر بخش لاولد ہے۔

قادر بخش

بیوی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سگی بہن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔چچازاد بھائی

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ شخص مذکور نے اگر یہ مکان و زمین اپنی بیوی کو حق مہر میں لکھ کر دے دیا ہے۔ تو پھر اس میں اس کے دوسرے ورثاء بہن وغیرہ کا کوئی حق نہیں بنتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مہر میں اضافہ کرنا جائز ہے۔ **وان زادلها فی المهر بعد العقد لزمته الزيادة هدايه مع الفتح ص ۲۱۴ ج ۳**. صورت مسئولہ میں بشرط صحت واقعہ اگر یہ زمین خاوند نے مہر بنا کر تحریری طور پر بھی اور موقعہ پر بھی دے دی ہے تو یہ اس کی زوجہ کی ملکیت ہے۔ دیگر ورثاء حقدار نہیں۔

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

سسرال والوں کا یہ کہنا کہ زیور فروخت کر کے ہم نے اس کے شوہر سے علاج کرایا ہے

﴿س﴾

مکرمی جناب مفتی صاحب۔ السلام علیکم۔ گزارش ہے کہ ایک لڑکی اپنے شوہر سے ناچاکی کی وجہ سے گذشتہ چھ ماہ سے اپنے والدین کے گھر بیٹھی ہوئی ہے۔ اس نے اپنے حق مہر کا زیور جس کی مالیت تقریباً دو ہزار روپے پندرہ تولے سونا تھی۔ اپنے سسرال میں رکھا ہو۔ اس دوران میں شوہر کی وفات ہو جائے۔ جس پر لڑکی اپنے سسرال والوں سے زیور طلب کرتی ہے۔ جس پر انھوں نے جواب دیا کہ انھوں نے زیور فروخت کر کے اس لڑکی کے شوہر کی بیماری میں لگا دیا ہے۔ جبکہ انھوں نے زیور فروخت کرنے کے لیے لڑکی سے اجازت نہیں لی تھی۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین، لڑکی مہر کا زیور طلب کرنے کی حقدار ہے یا نہیں۔ اگر حقدار ہے تو کتاب وسنت کی رو سے فتویٰ دیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یہ زیور جو حق مہر میں عورت کو دیا گیا ہے۔ عورت کا حق اور ملکیت ہے۔ جس نے اس امانت کی چیز کو فروخت کر دیا ہے۔ اس کے ذمہ یہ قرض ہو گیا ہے۔ جس کی ادائیگی اس کے ذمہ واجب اور ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم شوال ۱۳۹۰ھ

دیور بھابھی کو حق مہر میں دی گئی جائیداد نہیں روک سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی محمد انور مرحوم فوت ہو گیا ہے۔ اس کے پانچ لڑکے تھے۔ ایک لڑکا جس کا نام محمد منیر ہے۔ یہ شادی شدہ تھا۔ اپنے والد کی موجودگی میں فوت ہو گیا تھا اور تین لڑکے والد کے فوت ہونے کے بعد فوت ہو گئے اور ایک لڑکا مسمی امیر بخش حیات ہے اور اپنے والد کی تمام جائیداد کا مالک ہے۔ محمد منیر کی منکوحہ کو محمد منیر کے والد نے ایک کمرہ حق مہر میں لکھ دیا تھا۔ اب محمد منیر کا بھائی امیر بخش جو کہ ساری جائیداد کا مالک ہے۔ وہ مکان محمد منیر کی منکوحہ کو نہیں دینا چاہتا ہے اور نیز اس کمرہ میں آنے جانے کے لیے راستہ بھی نہیں دیتا تو کیا مذکورہ مکان کا مالک امیر بخش بن سکتا ہے یا منکوحہ مالک ہے اور اس راستہ کے نہ دینے کی شرعاً کیا صورت ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جو کمرہ محمد انور نے محمد منیر کی منکوحہ کو حق مہر میں دے دیا (جس کا محمد انور مرحوم نے محمد منیر کی منکوحہ کو ایک اشٹامپ مہر شدہ بمہر انگریزی بتاریخ دس نومبر ۱۹۳۶ء کو تحریر کیا ہے) وہ کمرہ حق مہر کے بدلے محمد منیر کی منکوحہ کا شرعاً ہو گیا ہے۔ وہ اس کی مالک ہے۔ محمد انور مرحوم کے لڑکے امیر بخش کا اس کمرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کمرے کے راستے کے متعلق شرعی فیصلہ یہ ہے کہ اگر محمد انور مرحوم نے اس کمرہ کو محمد منیر کی منکوحہ کو بمعہ حقوق و مصالح و مرافق یعنی راستہ کے ساتھ دیا ہے تو محمد منیر کی منکوحہ راستہ کی بھی شرعاً حقدار ہے۔ امیر بخش اس کا راستہ اس صورت میں نہیں روک سکتا اور اگر محمد انور صاحب نے صرف کمرہ دے دیا ہے، راستے کا نہیں کہا تو شرعاً راستہ کا حق اس عورت کا نہیں بنتا، لیکن امیر بخش کو اس بڑھیا پر اس مجبوری کی صورت میں رحم کرتے ہوئے راستہ دینا بہت زیادہ مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک اسے اس کا بہت اجر دیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا طلاق کے بعد عورت کو وہ سب کچھ دینا لازم ہے جو مہر میں لکھوایا جا چکا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا تقریباً چار سال سے نکاح ہوا ہے اور اب تک زوج اور خاوند کے تعلقات بالکل اچھے ہیں۔ لیکن گھر والی کے والدین کے تعلقات اس شخص سے بگڑ گئے ہیں اور وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہماری لڑکی کو تم طلاق دو۔ اسی طرح ایک دن اپنی لڑکی کو چند دن کے بہانے پر گھر لے گئے۔ جب خاوند واپس لینے کے لیے گیا تو خاوند کو لڑکی کے والدین نے خوب زدوکوب کیا۔ گالی گلوچ دے کر واپس بھگا دیا۔ اب عرض یہ ہے کہ اگر خاوند اس عورت کو طلاق دے دے تو زوجہ کو مہر میں جو مکان زیور وغیرہ لکھوا چکا ہے۔ اس کا ادا کرنا واجب ہوگا یا نہیں؟ نیز عورت حاملہ ہے اور اس کا ایک بچہ بعمر ایک سال موجود ہے۔ تو طلاق دینے کے بعد یہ بچہ کس کے پاس رہے گا۔ چونکہ مرد اور عورت کے تعلقات خراب ہو چکے ہیں۔ تو کیا عورت کو شرعاً بچوں کو اپنے پاس گھر لے جانے کی اجازت ہے یا نہیں اور اگر والد عورت کے حوالہ نہ کرے اور اپنے پاس رکھنا چاہے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

طلاق دینے کی صورت میں جتنا مہر مقرر ہو چکا ہے۔ سب کا سب عورت کو دینا ہوگا۔ ہاں اگر یہ عدم نبھاؤ (نشوز) عورت کی طرف سے ہو۔ مرد اسے صحیح طریقہ پر رکھنا چاہتا ہے۔ عورت بلاوجہ شرعی رہنا نہیں چاہتی۔ تو ایسی صورت میں مرد کے لیے یہ جائز ہے کہ عورت کو مفت طلاق نہ دے۔ بلکہ خلع کرے۔ جتنا مہر مقرر ہوا ہے اس پر خلع کرے۔ لیکن عورت کی رضا شرط ہے۔ اگر وہ راضی نہ ہو تو خلع نہیں ہو سکتا۔ باقی بچوں کو رکھنے کا حق سب سے پہلے ماں کو حاصل ہے۔ پھر نانی پھر دادی پھر بہن پھر خالاؤں کو پھر پھوپھیوں کو الی آخرہ لہٰذا ان کی ماں جب تک کسی ایسے شخص کے ساتھ نکاح نہ کرے جو اس بچہ کا ذی رحم محرم نہ ہو، تب تک اس ماں کو اپنے لڑکے کو سات سال تک اور بچی کو نو سال تک اپنے پاس رکھنے کا حق حاصل ہے اور ان بچوں کا خرچہ ان کے والد کے ذمہ ہوگا۔ **کما تشهد به الكتب الفقهية**۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معاون مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ

جو زیورات لڑکی کو مہر میں دیے گئے ہیں، کیا وہ اُن میں تصرف کر سکتی ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اپنی لڑکی محمد یار کو بعوض حق مہر ۲۰۰۰ نکاح کر دی ہے۔ انھوں نے کچھ زیورات تقریباً ۱۴۰۰ کے دیے اور باقی نقد رقم عند الطلب ادا کر دی۔ فرمائیں کہ یہ زیورات لڑکی کے ملک میں آ چکے ہیں اور وہ اس میں تصرفات ھبہ بخشش رہن وغیرہ کر سکتی ہے؟

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں جبکہ منکوحہ محمد یار کا حق مہر نکاح کے وقت دو ہزار روپے طے ہوا۔ چنانچہ اتنی مالیت کے اسٹامپ رجسٹری شدہ عورت کو دے دیے۔ نیز حکومت کی طرف سے جو فارم نکاح و شادی ہیں۔ جو کہ یونین کونسلوں میں ہوتے ہیں۔ ان میں بھی یہی تحریر شدہ ہے۔ تو اب محمد یار نے دو ہزار نقد یا اس کی مالیت ادا کرنی ہوگی۔ شرعاً اس کا ادا کرنا محمد یار پر واجب ہے۔ ادا کرنے کے بعد یہ عورت کے مملوکہ ہوں گے۔ محمد یار کا اس سے کوئی تعلق نہیں رہے گا اور جبکہ اس صورت میں محمد یار نے دو ہزار کے حق مہر سے تقریباً چودہ سو روپے کے زیورات تیار کر کے اپنی زوجہ کے حوالے کر دیے۔ اب یہ زیورات اس کی زوجہ کے مملوک ہیں۔ زوجہ چاہے ان زیورات کو استعمال کرے چاہے بیع و رہن کرے یا صدقہ وخیرات کے طور پر مساکین کو دے یا اس کی قیمت سے حج کرے۔ الحاصل یہ زیورات جو کہ عورت کے حق مہر ہیں۔ ان کو ہر طرح استعمال کر سکتی ہے۔ اپنی حاجات میں لا سکتی ہے۔ یہ اس کے مملوکہ ہیں۔ خاوند کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ شرعاً خاوند کو یہ حق حاصل نہیں کہ والدین کے گھر جاتے وقت زیورات اس سے اتارے۔ نیز جو بقایا روپیہ عورت کے حق مہر کا خاوند کے ذمہ رہ گیا ہے۔ جب بھی عورت طلب کرے خاوند کو ادا کرنا واجب ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دوسری بیوی کو مہر میں دیا گیا مکان پہلی بیوی کو دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے نکاح شادی کے وقت ایک مکان حق مہر میں اپنی منکوحہ بیوی کو دیا ہے۔ شادی کے عرصہ تین ماہ کے بعد اس شخص نے وہی مکان دوسری سابقہ بیوی کو تملیک کر دیا ہے۔ سابقہ بیوی کو معلوم تھا کہ یہ مکان نئی بیوی کے حق مہر کا ہے۔ اب نئی بیوی اور اس کے والدین اپنے مہر والے مکان کو ہی لینا

چاہتے ہیں اور سابقہ بیوی وہ مکان واپس نہیں دینا چاہتی۔ یہ کشمکش موجود ہے۔ حالانکہ سابقہ بیوی کو دوسرا ملحقہ مکان بھی وہ شخص دینا چاہتا ہے کہ یہ مکان اس کے مہر والا چھوڑ دے اور ملحقہ مکان لے لے۔ لیکن وہ بضد ہے چار ماہ کا عرصہ ہوا۔ کیا یہ مکان سابقہ بیوی پر جائز ہے یا نہ؟ شریعت پاک کے حکم سے مطلع فرمائیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں شخص مذکور نے جبکہ اپنا ایک مکان نئی بیوی کو حق مہر میں دے دیا تو یہ مکان شرعاً نئی بیوی کا مملوکہ ہو گیا۔ اس کے بعد خاوند کا اسی مکان مہر کو سابقہ بیوی کو تملیک کرنا غلط و ناجائز ہے۔ جب تک نئی بیوی کا ملک بذریعہ بیع وھبہ وغیرہ اس مکان سے ختم نہ ہو۔ اس وقت تک سابقہ بیوی کے ملک میں شرعاً نہیں آ سکتا۔ محض سابقہ بیوی کے نام ہونے کے شرعاً اس کی وہ مالک نہیں بنی۔ لہٰذا سابقہ بیوی پر شرعاً لازم ہے کہ یہ مکان نئی بیوی کو واپس کر دے اور اس کا ضد کرنا اور نئی بیوی کو مکان واپس نا کرنا ناجائز ہے اور خاوند کو مکان کا سابقہ بیوی سے نئی بیوی کو واپس کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جو زیورات مہر میں دیے جائیں شوہر ان کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی کی شادی ایک لڑکے سے ہوئی۔ بوقت نکاح زیورات طلائی حق مہر میں لڑکی کو ادا کر دیے گئے اور بوقت نکاح کچھ پارچات بھی دیے گئے۔ اب میاں بیوی سے دولڑکیاں بھی ہیں۔ اب میاں، بیوی سے زیورات حق مہر اور پارچات کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے اور کسی وقت زیورات پارچات بیوی کے قبضہ سے نکال کر کسی دوسرے آدمی کے پاس رکھنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن بیوی زیورات اور پارچات نہ تو واپس دینے کو تیار ہے اور نہ ہی کسی دوسرے شخص کے پاس رکھنے کو تیار ہے۔ وہ اپنے زیور اور کپڑے اپنے پاس رکھتی ہے اور زیور کپڑے اسی کے قبضہ میں ہیں۔ اسی وجہ سے میاں بیوی میں سخت اختلاف ہے اور بیوی ایک سال سے میکے روٹھی بیٹھی ہے۔ ایسی صورت میں شرعاً خاوند بیوی کے حق مہر پر کیا حق رکھتا ہے۔ کیا وہ شرعاً واپس لینے کا حقدار ہے۔ کیا جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے بیوی کو حق مہر واپس کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جو حق مہر مقرر ہوا ہے وہ دس درھم سے زائد ہو۔ وہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کے مرجانے کی

صورت میں یا خلوت صحیحہ یا دخول (مجامعت) ہو جانے کے بعد سارے کا سارا عورت کو دینا شوہر کے ذمہ واجب ہوتا ہے۔ صورت مسئولہ میں چونکہ عورت مدخول بہا ہے۔ لہٰذا جتنے زیورات اس کو حق مہر میں دیے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب عورت کی ملکیت ہیں۔ شوہر کسی طرح سے بھی اس سے واپس نہیں لے سکتا اور نہ جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے عورت کو زیورات واپس کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ مرد کو اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ حق مہر کی واپسی کا مطالبہ چھوڑ دے اور جھگڑے کو ختم کرے۔ نیز جو پارچات نکاح کے وقت دے چکا ہے۔ وہ بطور تملیک ہیں۔ لہٰذا وہ بھی عورت کی ملکیت ہیں۔ کما قال في الهداية مع فتح القدير ص ۲۰۸ ج ۳ ومن سمى مهراً عشرة فما زاد فعليه المسمى ان دخل بها أو مات عنها لأنه بالدخول يتحقق تسليم المبدل وبه يتأكد البدل وبالموت ينتهي النكاح نهايته والشيئ بانتهائه يتقرر ويتأكد فيتقرر بجميع مواجبه وان طلقها قبل الدخول بها والخلوة فلها نصف المسمى لقوله تعالى وان طلقتموهن من قبل أن تمسوهن الآية. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

بدچلنی کی وجہ سے طلاق یافتہ عورت مہر کی حقدار ہے یا نہیں؟ آدھا مکان اگر حق مہر میں لکھا جائے اور پھر شوہر اُسے از سرِ نو تعمیر کرے تو مہر دینے کی کیا صورت ہوگی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی مشتاق احمد ذوق اپنی بیوی مسماۃ ثریا بی بی کو بر بنائے بدچلنی بشواہد خود طلاق ثلاثہ دے چکا ہے۔ بوقت نکاح مسمی مشتاق احمد نے ۱/۲ حصہ مکان حق مہر میں لکھ دیا۔ بوقت نکاح مکان کی قیمت بمعہ ملبہ و اراضی مبلغ ۲۰۰۰ روپے مقرر ہوئی تھی۔ بعد ازیں مسمی مشتاق احمد نے اپنی رقم سے از سر نو پختہ تعمیر کیا۔ غور طلب امر یہ ہے۔ (۱) کیا فعل قبیح کی صورت میں حق مہر کی حقدار ہے۔ (۲) اگر حقدار ہے تو کس قدر جبکہ طلاق دہندہ نے از گرہ خود از سر نو تعمیر کیا ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ عورت مذکورہ ۱/۲ حصہ مکان کی حقدار ہے۔ نصف قیمت زمین اور خام کی

جواس وقت طے ہوگی وہ لے سکتی ہے اور اگر وہ اپنا حصہ مکان کا ہی لینا چاہے تو اس کی تعمیر نو پر جس قدر خرچہ آیا ہے۔ اس خرچہ کا نصف حصہ خاوند کو ادا کرے اور ۱/۲ حصہ مکان نو پختہ تعمیر کا اپنے پاس رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

طلاق کا مطالبہ کرنے والی بدستور مہر کی حقدار ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں۔ ایک عورت جبراً طلاق لینا چاہتی ہے۔ اپنے خاوند کے پاس نہیں رہنا چاہتی۔ اُس کے کسی دوسرے شخص سے ناجائز تعلقات ہیں، اس وجہ سے وہ اپنے خاوند کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ کیا یہ حق مہر اپنے خاوند سے لے سکتی ہے اور جو خاوند نے زیورات و دوسرا سامان نکاح کے وقت دیا ہے۔ وہ خاوند واپس طلاق کے بعد لے سکتا ہے۔

﴿ج﴾

عورت مہر لینے کی حقدار ہے۔ طلاق کا مطالبہ کرنے اور خاوند کا اس کو طلاق دینے سے وہ مہر سے محروم نہیں ہوگی۔ البتہ اگر خاوند مہر کے عوض میں طلاق دے اور عورت اس کو قبول کرے تب مہر معاف ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ رجب ۱۳۹۸ھ

رخصتی سے قبل طلاق کی صورت میں مہر کی ادائیگی کیسے ہوگی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنی بیوی کو قبل از رخصتی طلاق دینا چاہتا ہے تو کیا عند الشرع وہ عورت غیر مدخولہ اپنے خاوند سے حق مہر طلب کر سکتی ہے یا نہ

﴿ج﴾

اگر عورت کے ساتھ ہم بستری اور خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اور خاوند اُس کو طلاق دیدے تو اس کے لیے حق مہر واجب ہے۔ یعنی خاوند پر نصف مہر ادا کرنا لازم ہے۔ لقوله تعالى و ان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ رجب ۱۳۹۸ھ

نافرمان بیوی کو طلاق کی صورت میں مہر کی ادائیگی واجب ہوگی یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بکر نے عقد نکاح کیا اور عقد نکاح سے پہلے جب لڑکی کی عمر دریافت کی تو بتایا گیا کہ عمر دس سال ہے اور قرآن شریف کی حافظہ ہے اور نہایت شریف الطبع ہے۔ خلاصہ یہ کہ بکر کو کئی فریب دیے گئے اور عقد نکاح سے پہلے جو مہر مقرر ہوا تھا۔ وہ تین ہزار تھا۔ جب عقد نکاح کا وقت آیا تو اس وقت مجلس میں دس ہزار تحریر کرایا اور سسرال کے گھر رہائش بھی تحریر کرالی۔ سسرال نے یہ بھی کہا تھا کہ ایک سیر وزنی سونا بھی ہم دیں گے۔ پھر زفاف کے وقت لڑکی کو خاوند کے گھر روانہ کر دیا گیا۔ وہاں جا کر علم ہوا کہ لڑکی کی عمر بیس سال کے بجائے پینتالیس سال کی ہے اور حافظ قرآن بھی نہیں اور شریف الطبع کی بجائے فاحشہ ہے اس پر ثبوت موجود ہے۔ اب خاوند کی اجازت کے بغیر والدہ کے گھر جا کر رہائش کر لی ہے۔ اب طلاق کے متعلق کہتے ہیں اور حق مہر کل دس ہزار جو کہ بوقت عقد تحریر کرالیا ہے۔ وہی طلب کرتے ہیں۔ اگر مصالحت کے متعلق کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے گھر رہائش ہوگی۔ جیسے شرط تحریر ہے کہ کیا مصالحت میں بکر کو سسرال کے گھر رہائش ضروری ہے اور تفریق ہو تو ناشزہ بیوی کی صورت میں حق مہر کیا ہوگا۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو مہر بہر حال دینا واجب ہے۔ کسی بھی وجہ سے مہر ساقط نہیں ہوتا۔ الا یہ کہ مالک حق خود اپنا حق معاف کر دے۔ نشوز وغیرہ سے مہر ساقط نہیں ہوتا۔ والمهر يتأكد بأحد معان ثلثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين سواء كان مسمى أو مهر المثل حتى لا يسقط منه شيء بعد ذالک الا بالابراء من صاحب الحق كذا فى البدائع (فتاوى هنديه الفصل الثانى فيما يتأكد به المهر والمتعة ص ۳۰۴ ج ۱) واذا تأكد المهر لم يسقط وان جاءت الفرقة من قبلها بان ارتدت أو طاوعت ابن زوجها بعد ما دخل بها أو خلا بها الخ (هنديه ۳۰۲ ج ۱) سسرال کے گھر میں جب رہائش کا معاہدہ تحریر کرلیا ہے تو ایفاء وعدہ ضروری ہے۔ لیکن اگر کوئی عذر شرعی پیش آجائے تو پھر واجب نہیں رہتا۔ حدیث میں ہے۔ اذا وعد الرجل ونوى ان يفى فلم يف به فلا جناح عليه وفى رواية أخرى فلا اثم عليه رواه ابوداؤد والترمذى وقال فى شرح الطريقة المحمدية فى تفسير هذا الحديث فلم يف به لتعذر ذلک عليه او تعسره او لم تسع به نفسه (صديقه شرح طريقه

ص ۱۴۵۹ ج ۳ بحواله امداد المفتين ص ۱۸۶ ج ۳

صورت مسئولہ میں سسرال کے گھر رہائش نہ رکھنے کا عذر مذکور نہیں اس لیے حکم کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

لیکن بغیر عذر کے بھی اگر خاوند عورت کو دوسری جگہ لے جانا چاہے اور سسرال کے گھر کے علاوہ کسی جگہ ٹھہرنا چاہے تو عورت کو لازم ہوگا کہ خاوند کے ساتھ موجود رہے۔

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مطلقہ عورت اُسی چیز کی حقدار ہے جو بوقت نکاح مقرر ہوئی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی فقیر محمد ولد ملک اللہ بخش نے مورخہ ۲۸/۲/۷۹ کو سائلہ کو طلاق دے دی ہے۔ مسماۃ شمیم اختر کا حق مہر مبلغ ایک ہزار روپیہ بذمہ مسمی فقیر محمد طلاق دہندہ واجب الاداء ہے۔ نیز زیورات، پارچات فقیر محمد نے سرقہ کیے تھے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ سائلہ شمیم اختر مطلقہ حق المہر زیورات لینے کی حقدار ہے۔ نیز فقیر محمد کے نطفہ سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا تولد شدہ ہے۔ اس کا خرچہ لینے کی مقدار ہے یا نہ۔

العبد سائلہ مسمات شمیم اختر دختر ملک عیدا ساکنہ محلہ ٹبی شیر خان ملتان

﴿ج﴾

نکاح کے وقت میں جو مہر نقد یا زیورات کی صورت میں مقرر کیا گیا تھا۔ وہ ادا کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ جمادی الاولی ۱۳۹۹ھ

اگر طلاق سے پہلے مقرر شدہ مہر ادا کیا جا چکا ہے تو طلاق کے بعد دوبارہ واجب نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ جس وقت اس کے ساتھ شادی کی تھی تو حق مہر یعنی شرعی مہر شرعی طور پر ادا کیا۔ پھر اُس نے طلاق دے دی۔ پھر وہ عورت کہتی ہے کہ میرا حق مہر دے دو۔ یعنی دوبارہ دے دو۔ کیا اس کا حق مہر دوبارہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ نیز کسی نے مجھے کہا ہے کہ اس کے جیسی کا مہر دیکھو کہ وہ کتنا ہے۔ اسی قدر آپ دیویں، یہ صحیح ہے یا غلط۔ نیز شریعت کیا کہتی ہے کہ نفقہ کتنا ہو؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال یعنی اگر طلاق سے قبل مہر مقرر شدہ ادا کر چکا ہے تو طلاق کے بعد اب دوبارہ مہر واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ صفر ۱۳۹۸ھ

مرض وفات میں جائیداد کا خاص حصہ مہر ظاہر کر کے بیوی کو دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی زوجہ زبیدہ کو کچھ حصہ اپنی جائیداد کا حق مہر میں دیا ہے۔ حالانکہ حق مہر وہ اپنی زندگی میں پہلے ہی ادا کر چکا تھا۔ جس کا ثبوت باقی ورثہ کے پاس موجود ہے۔ کیا یہ حصہ مذکورہ وصیت میں شامل ہے یا تملیک ہوگئی ہے اور زید کی وصیت یا تملیک اپنی زوجہ کے لیے مرض الموت میں شرعاً نافذ ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر فی الواقعہ وہ حق مہر پہلے ادا کر چکا ہے اور اس کا ورثاء کے پاس ثبوت موجود ہے تو یہ تملیک ہو یا وصیت ہو۔ دونوں صورتوں میں یہ تصرف لغو ہے اور جائیداد کا یہ حصہ با قاعدہ اصول و فرائض کے تحت تمام ورثاء پر تقسیم ہوگا۔ لا وصية للوارث و لا اقرار له بالدين (الحديث) دار قطنی

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

درج ذیل صورت میں بعد میں لکھی جانے والی زمین کی ادائیگی واجب نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح عمر کے بھائی سے کر دیا اور اس کے عوض میں عمر نے اپنی لڑکی کا نکاح زید کے بیٹے سے کر دیا۔ جو اس وقت نابالغہ تھی۔ نکاح کے وقت مہر کی رقم ۲۵ روپے حق مہر درج ہوئی۔ مگر کچھ عرصہ بعد عمر نے زید کے بیٹے سے ایک اقرار نامہ لکھوالیا کہ ۴ بیگھے اراضی اور کچھ زیورات بطور حق مہر دینا ہوگا۔ حالانکہ نکاح اور اندراج کے وقت ۲۵ روپے تھے۔

نیز واضح رہے کہ عمر نے جس لڑکے سے زمین وغیرہ لکھوائی ہے۔ اس لڑکے کے نام کوئی زمین وغیرہ نہیں ہے۔

البتہ اس کے باپ کے دستخط ثبت ہیں۔ مگر جس کنوئیں کا رقبہ لکھا گیا ہے۔ اس میں بھی اس کا رقبہ نہیں تو شرعاً کونسا حق مہر دینا ہوگا۔ ۲۵ روپے یا زمین و زیورات۔

﴿ج﴾

اگر یہ بات صحیح ہے کہ جس کنویں کا رقبہ لکھ دیا گیا ہے۔ اس کنوین پر شخص مذکور کے باپ کا رقبہ نہیں ہے تو یہ عورت صرف پچیس روپے تحریر شدہ مہر لینے کی حق دار ہے۔ زائد جو بعد میں لڑکے سے لکھوایا گیا ہے۔ وہ حاصل کرنے کی حقدار نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ شعبان ۱۳۹۸ھ

مہر کی رقم کے عوض شرائط فاسدہ کے ساتھ بیوی کو زمین دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ غلام سکینہ دختر مسمی اللہ وسایا کا عقد نکاح پندرہ سو روپے نقد کے بدلے مسمی محمد نواز ولد کرم الٰہی سے ہوا۔ بعدہ مسمی محمد نواز خاوند نے برضا و رغبت خود مہر مقرر شدہ کے عوض تقریباً تینتیس ۳۳ بیگھے زمین مسماۃ غلام سکینہ کو تملیک کر دی اور اسے قبضہ وغیرہ جملہ حقوق کے ساتھ مذکورہ رقبہ دیدیا۔ چنانچہ اس رقبہ کے بارے میں ایک تحریری تملیک نامہ اسٹامپ مہر شدہ بمہر انگریزی مسماۃ کو لکھدی۔ جس پر گواہوں کے دستخط موجود ہیں اور گواہاں تا حال زندہ ہیں اور تملیک ہذا کچھ شرائط کے ساتھ کی گئی۔ (۱) جب تک مملکہ علیہا مذکورہ زندہ رہے گی جائیداد تملیک شدہ بالا کی مالک رہے گی مگر بیع وغیرہ جائیداد تملیک شدہ بالا کی نہ کرے گی بعد وفات مملکہ علیہا مذکورہ اگر کوئی اولاد نرینہ از بطن مملکہ علیہا موجود ہوگی۔ تو وہ جائیداد مذکورہ کی مالک ہوگی ورنہ من حقیر مالک ہوگا۔ (۲) اگر من حقیر دوسری شادی کر لے یا مملکہ علیہا کو اپنے گھر آباد نہ رکھے یا طلاق دے دے تو اس وقت مملکہ علیہا کو جائیداد تملیک شدہ بالا کو منتقل و بیع وغیرہ کرنے کا اختیار ہوگا۔ پس آج کی تاریخ سے من حقیر کا کوئی واسطہ و تعلق جائیداد تملیک شدہ بالا کے ساتھ نہیں رہا اور نہ ہوگا۔ مملکہ علیہا مذکورہ بشرائط مندرجہ جائیداد تملیک شدہ کی مالک ہوگی۔ چنانچہ یہ شرائط اس اسٹامپ پر ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورۃ بالا میں مسماۃ مذکورہ جبکہ اس کے خاوند محمد نواز نے دوسری شادی کر لی ہے حق مہر کے عوض اس مذکورہ رقبہ زمین کا شرعی مالک ہے نہیں اور وہ مسماۃ کو اس رقبہ کی بیع وھبہ وغیرہ کے حقوق شرعاً حاصل ہیں یا نہیں اور مسماۃ مذکورہ کی ایک لڑکی مسمی محمد نواز سے پیدا ہوئی ہے۔ اپنی لڑکی کو اس زمین سے کچھ دے سکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں خاوند نے جو پندرہ سو روپے مہر مقرر شدہ کے عوض تینتیس ۳۳ بیگھے زمین اپنی زوجہ کو تملیک کر دی ہے جو کہ یہ شرعاً بیع ہے اور خاوند نے اس بیع میں خط بالا عبارت تملیک نامہ میں شرط نمبر ا شرط فاسد لگائی ہوئی ہے اور شرعاً بیع شرط فاسد سے فاسد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا خاوند کا یہ زمین مہر کے عوض دینا بیع فاسد کے ساتھ ہے۔ جو کہ شرعاً واجب الرد ہوتی ہے۔ شرعاً حاکم بیع فاسد میں بائع و مشتری پر یہ حکم کرے گا کہ بائع ثمن اور مشتری مبیعہ ایک دوسرے کو واپس کر دیں۔ اس لیے شرعاً یہ عورت پندرہ سو روپے مہر کی مستحق ہے اور زمین واپس خاوند کو ملے گی۔ لیکن چونکہ بیع فاسد سے ملک خبیث آتی ہے اس لیے یہ عورت اگر تصرف کرے گی مثلاً بیع ھبہ وغیرہ تو شرعاً وہ تصرفات صحیح و معتبر ہوں گے اس صورت میں چونکہ عورت پر رد کرنا جائیداد کا واجب تھا۔ اگر اب واپس نہ کرے گی۔ بلکہ اس میں تصرف کر کے اپنے ملک کو مضبوط بنائیگی تو وہ گنہگار ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کچھ ذاتی اور کچھ مشترک زمین مہر میں دینا

﴿س﴾

زید کہتا ہے کہ میرے بھائی عمر نے اپنی زمین علیحدہ اور کچھ زمین مشترکہ دے کر جس کے عوض سے لڑکی خالد کی خرید کر اس سے نکاح کیا ہے۔ دو تین سال کے بعد عمر فوت ہو گیا ہے۔ وہ منکوحہ اب زید کے گھر آباد ہے۔ مگر زید اور خالد کے درمیان نزاع بابت زمین اور ترکہ عوض بازو کے باقی اور جاری ہے۔ خالد کہتا ہے کہ اگر تیرا بھائی یہ اراضی وغیرہ عوضاً دیتا تو میں اپنی لڑکی ہرگز اس کو نہ دیتا۔ زید کہتا ہے کہ میرے بھائی نے تھوڑی سی زمین وغیرہ دی ہے۔ مگر اس کے مرگ کے بعد تم نے اراضی پر قبضہ کیا ہے۔ لہٰذا شرعی فیصلہ کیا ہے۔

﴿ج﴾

اگر یہ زمین اور دیگر اشیاء لڑکی کے نکاح کے وقت مہر میں مقرر ہو چکے ہیں تو وہ لڑکی کے ملکیت ہوں گے۔ اگر اس نے زندگی میں کسی کو تملیک نہ کرائے ہوں تو اس کے مرنے کے بعد وہ اس کے وارثوں کو اصول فرائض کے مطابق ملیں گے اور اگر بغیر مہر مقرر کیے خالد نے اشیاء لے لی ہیں تو واپس کرنے ہوں گے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

لڑکی کا مہر والدین کے لیے جائز نہیں، فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا ایک حیض کے بعد عورت مطلقہ کا دوسری جگہ نکاح کرانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان ذیل کے مسائل میں اور ہمارے مفتیوں کا اس بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ شریعت میں حق مہر کس طرح ہے ادا کرنے کا کیا حکم ہے۔ حق مہر والدین کے واسطے کسی ایک طریقہ سے بھی جائز ہو سکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں دلائل حدیث کے عنایت فرمائیں۔ (۲) جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز کے بعد دعاء مانگی ہے یا نہیں اور نماز فجر اور عصر کے فرض کے بعد بھی دعاء مانگی ہے یا نہیں۔ اس کے بارے میں آپ کتاب کا حوالہ دے کر مشکور فرمائیں۔ (۳) خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور عورت کو آٹھویں دن حیض آ گیا۔ پھر مولوی صاحب نے پندرہویں دن دوسرے آدمی سے نکاح کر دیا۔ آیا یہ جائز ہوا یا نہ۔ یعنی نکاح ہو گیا یا نہ۔ جس مولوی صاحب نے نکاح کیا ہے۔ اُس کے پاس مندرجہ ذیل دلیل ہے۔ وجوہ تین ہیں۔ کتاب حیض میں درج ہے۔ العدة الطلاق بعد دخول ثلاث حیض كوامل فالأولى براءة الرحم والثانيه لحرمة النكاح و الثالثة لفضيلة الحرية كذا ذكره في الدرمختار ص ۵۰۵. براء الرحم میں ایک حیض کا ذکر آیا ہے۔ نکاح کیوں جائز نہیں ہے۔ چنانچہ نکاح ہو گیا ہے۔ کیونکہ ایک حیض کے ساتھ جائز ہے۔

السائل محمد مہربان پٹھان مقام خیص سرمدم ڈاکخانہ درازندہ تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

﴿ج﴾

(۱) حق مہر نکاح میں عورت کی جانب سے خاوند پر واجب ہوتا ہے۔ قد علمنا ما فرضنا عليهم في ازواجهم الأية. خاوند پر فرض ہے کہ وہ اپنی عورت کو حق مہر ادا کرے۔ البتہ اگر عورت اپنی مرضی کے ساتھ بخوشی خاوند کو معاف کر دے تو ہو جائے گا۔ فان طبن لكم عن شئ منه نفساً فكلوه هنيأ مريئا الأية. عورت کا باپ حق مہر کا کسی صورت مستحق نہیں۔ اگر زبردستی یا رواجی شرم کی وجہ سے لڑکے سے بخشوا دیا تب بھی جائز نہ ہو گا۔ ہاں اگر لڑکی رواج کی شرم سے نہیں مثلاً شادی ہو جانے اور اُسکے کچھ زمانہ کے بعد اگر وہ باپ کو خوشی سے بخش دے تو جائز ہے۔ (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کے بعد دعاء مانگی ہے اور ہاتھ بھی اٹھائے ہیں لیکن سُنت کے بعد اکٹھے ہو کر دعاء مانگنا ثابت نہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ عن الاسود العامری عن ابيه قال صليت رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر فلما سلّم انحرف ورفع يديه ودعا (الحديث)

(۳) یہ نکاح صحیح نہیں۔ مولوی مذکور بالکل جاہل ہے۔ اس کو مولوی کہنا صحیح نہیں ہے۔ قرآن کریم کی صریح آیت کی خلاف ورزی کر رہا ہے (العیاذ باللہ) شخص مذکور کا فرض ہے کہ علی الاعلان توبہ کرے۔ قرآن کی آیت ہے۔ والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قرؤ الأية. (ترجمہ) مطلقہ عورتیں تین حیض گزرنے تک انتظار کریں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ رجب ۱۳۷۷ھ

شوہر اگر مہر میں اضافہ کرے تو اضافی رقم یا زمین کی ادائیگی اس کے ذمہ واجب ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص بوقت نکاح غریب تھا اور اس کا مہر کم بندھا اور اب وہ ایک باحیثیت امیر ہو گیا ہے اور وہ اپنی خوشی سے مہر میں اضافہ کرنا چاہتا ہو تو وہ شرعاً اضافہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

حالت صحت میں اپنی خوشی سے زوجہ کے مہر میں اضافہ کرنا شرعاً جائز ہے اور ابتداء مقرر کردہ مہر کے ساتھ اضافہ شدہ مہر دیدینا بھی شوہر کے ذمہ واجب ہو جاتا ہے۔ وقال الهداية مع الفتح ص ۲۱۴ ج ۳ وان زادلها في المهر بعد العقد لزمته الزيادة. فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

پہلا نکاح کافی ہے اور فریقین کی رضامندی سے مہر میں اضافہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عرصہ تقریباً ۷/۵ سال کا ہوا ہے کہ مسمی اقبال احمد ولد بذرالدین سکنہ ضلع مظفر گڑھ کا نکاح ہمراہ مسماۃ صائمہ بیگم بنت مارو سکنہ دنیا پور وہاڑی میں ہوا تھا۔ یہ نکاح شرعی ہوا تھا۔ کسی قسم کی کوئی تحریر بسلسلۂ نکاح نہیں ہوئی تھی مہر شرع محمدی کے مطابق مقرر ہوا تھا۔ اب منکوحہ کے وارث کا مطالبہ ہے کہ نکاح پڑھایا جا سکتا ہے۔ (۳) کیا شرعاً مہر کی تبدیلی یا زیادتی ہو سکتی ہے۔ فتویٰ صادر فرمایا جائے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں نکاح تو وہی پہلا نکاح شرعاً قائم وکافی ہے البتہ مہر میں فریقین کی رضا مندی سے زیادتی ہو سکتی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عورت اگر مہر کی ادائیگی کے بغیر شوہر کے گھر نہ جائے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

حضرت علماء کرام کیا فرماتے ہیں اس مسئلے میں کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا۔عورت مرد کے گھر تقریباً ۲ ماہ آباد رہی۔اس دوران وہ حاملہ بھی ہوئی۔پھر بصورت ناچاکی اپنے والدین کے گھر رہی اور ابتک اپنے والدین کے گھر ہے۔مرد نے اس دوران میں عورت کی کوئی خبر گیری نہیں کی۔عرصہ تقریباً دو سال کا گزر چکا ہے۔اب تقریباً چھ ماہ سے مرد عورت کو لے جانے کی کوشش کر رہا ہے۔دوران کوشش تاحال عورت کی طرف سے برابر یہ مطالبات پیش کیے جا رہے ہیں۔(۱) خرچ عرصہ دو سال جو شرع شریف دلائے مجھے دیا جائے اور بچہ کی پیدائش ولادت کا خرچ بھی دے۔(۲) ایک تحریر سند کر دو کہ آئندہ مجھے اپنے گھر میں آباد رکھو گے۔غیر آباد نہیں کرو گے۔غیر آباد کرنے کی صورت میں تمام خرچ ادا کرتے رہو گے یا تحریر شخصی ضمانت اور ضامن کہ ہر طرح کی تسلی کرا دو۔(۳) مہر کلہم ادا کر دو اور میرا جہیز بھی مجھے دے دو جس کی میں واحد مالک ہوں۔شرائط مندرجہ پورے کر دو میں جانے کے لیے رضا مند ہوں۔بصورت دیگر شرائط مذکورہ بالا پورے نہ کرو تو مجھے طلاق دے دو۔لہٰذا دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر مرد شرائط پوری کرنے پر کسی صورت میں تیار نہ ہو اور وہ طلاق دینے پر ہی آمادہ ہو تو حق مہر کلی ادا کرے یا جزوی طور پر ۱/۴، ۱/۳، ۱/۲ ادا کرے یا بالکل ادا نہ کرے بموجب فرمان ایزدی بمطابق شرع شریف محمدی یعنی کتاب الٰہی وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتویٰ صادر فرمائیں۔فقط الداعی الی الخیر

﴿ج﴾

عورت کو حق مہر لینے کا بھی حق ہے۔ازدواجی تعلقات پورے کرنے سے مہر کامل واجب ہوتا ہے۔اگرچہ طلاق دے یا نہ دے۔لیکن اگر عرف عام میں جتنا مہر معجل ادا کیا جاتا ہے۔اتنا ادا کر دیا گیا ہے تو عورت کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ شوہر کے یہاں جانے سے انکار کرے اور مہر معجل کے مطالبہ کے بغیر دوسرا کوئی عذر ایسا نہیں جو کہ عورت پیش کرکے

شوہر کے گھر نہ جانے کے گناہ سے بچ سکے۔لہٰذا صورت یہی ہے کہ آباد ہو جائے اور ابغض المباحات یعنی طلاق کا ارتکاب نہ ہو۔لیکن اگر طلاق دینا ہی ہے تو مہر ادا کرنا ہوگا۔ناقص نہیں۔واللہ اعلم بالصواب

محمود عفا اللہ عنہ خادم دار الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

خلوت صحیحہ کے بعد پورا مہر واجب ہوتا ہے

﴿س﴾

السلام علیکم کیا فرماتے ہیں حضرات علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ غلام سکینہ کا نکاح مورخہ ۱۹/۴/۵۰ کو بعوض حق مہر ۸۰۰۰ آٹھ ہزار ہمراہ مسمی محمد دین عرف نتھو پسر قاضی نوردین صاحب ہوا۔مسماۃ مذکورہ عرصہ ایک ماہ دس دن اپنے خاوند کے پاس رہی۔مسماۃ مذکورہ کا والد اپنی دختر کو ملنے کے لیے اپنے ہمراہ اپنے گھر لایا۔عرصہ تین ماہ اپنے والد کے گھر اپنے والد کے خرچ پر رہی۔اس دوران میں اس کا خاوند نہ اس کا کوئی دیگر وارث اس کو لینے آیا۔تین ماہ کے بعد اس کے خاوند اور اس کا ماموں مسماۃ مذکورہ کو لینے آئے۔مسماۃ مذکورہ کے والدین نے رنج کا اظہار کیا کہ اتنا عرصہ بلاوجہ کیوں ہمارے گھر میں بٹھائے رکھا اور کیوں نہ لینے آئے۔دو گھنٹے گفتگو کرنے کے بعد مسماۃ مذکورہ کو ان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔۲۵ دن گزرنے کے بعد مسماۃ مذکورہ کو اس کے سسر نے اس کے والدین کے گھر پہنچا دیا۔اس دوران میں مسماۃ مذکورہ حاملہ ہو چکی تھی۔حمل کو تقریباً ۵ ماہ گزر چکے تھے۔ایک ہفتہ گزرنے کے بعد مسماۃ مذکورہ کا سسر اپنی بہو کو لینے آیا۔مسماۃ مذکورہ کی والدہ نے جواب دیا کہ لڑکی کو تکلیف ہے۔دوسرا اس کا خاوند بھی خراب ہو چکا ہے اور ہر قسم کی عیاشی میں مبتلا ہے۔لہٰذا فی الحال چند دن یہاں رہے بعد میں لے جانا وہ بھی گھر ہے یہ بھی گھر ہے۔آپ پھر آئیں گے تو لیتے جائیں۔چنانچہ عرصہ ایک سال ایک ماہ خاوند اس کو لینے کے لیے نہیں آیا۔مسماۃ مذکورہ کے والد کے پیغام دینے کے باوجود لینے کے لیے نہیں آئے۔مسماۃ مذکورہ کو اس کے سسر نے ایک مکان ہبہ میں دیا تھا۔کشیدگی سخت ہو جانے سے مکان فروخت کر دیا گیا۔لہٰذا مکان کی فروختگی کو مدنظر رکھتے ہوئے۔اسی دوران وضع حمل ہوا بچہ بائیس دن زندہ رہا پھر مر گیا لہٰذا ان تمام خرچوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب مرحمت فرمائیں۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

مسماۃ غلام سکینہ کا مہر کامل واجب ہوتا ہے۔اس لیے کہ خلوت ودخول متحقق ہیں۔قال فی الدر المختار ویتاکد عنه وطی او خلوة صحیحة من الزوج الخ۔البتہ اگر مسماۃ مذکورہ اپنی مرضی سے مہر ساقط کرانا چاہتی ہے تو اس کو اختیار ہے۔زوجہ پر بہر حال ادائے مہر کامل واجب ہے۔خواہ طلاق واقع کرے یا نہ کرے۔نیز عورت کو یہ

بھی اختیار ہے کہ اس مہر کے تقاضا کرنے کے لیے اپنے زوج کو استمتاع سے روک دے۔ اگر چہ مہر سب مؤجل ہی کیوں نہ ہو۔ فی الدر المختار ص ۱۴۴ ج ۳ وعن الثانی لها منعه ان أجله کله وبه یفتی استحساناً وقال الشامی تعلیقاً علی قوله (وبه یفتی) لأنه لما طلب تا جیله کله فقد رضی باسقاط حقه فی الاستمتاع وفی الخلاصة ان الاستاذ ظهیر الدین کان یُفتی بأنه لیس لها الامتناع والصدر الشهید کان یفتی بان لها ذالک آه . فقد اختلف الافتاء (بحر) قلت والاستحسان مقدم فلذا جزم به الشارح . شامی ۱۴۵ ج ۳

احقر محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ صفر ۱۳۷۱ھ

اگر لڑکی والے بضد ہوں کہ لڑکی کے نام جائیداد لکھوائی جائے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رشتہ کے لین دین میں لڑکی والے لڑکی کے نام اراضی، دکان یا مکان کے انتقال کو ضروری قرار دیں خصوصاً جب لڑکے والے حق مہر میں زیورات یا نقدی کے تسمیہ وتقرر پر راضی ہوں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

مال نص قرآن مجید میں مطلق وارد ہے۔ کما قال الله تعالی ان تبتغوا باموالکم الأیه . لہٰذا فریقین میں کوئی بھی کسی خاص مال کو ضروری قرار نہیں دے سکتا۔ خصوصاً جبکہ مہر کے تسمیہ وتقرر میں بہت مبالغہ کیا گیا ہے۔ حیث قال النبی صلی الله علیه وسلم ولو خاتماً من حدید اس پر علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی تصنیف فتح الباری صفحہ نمبر ۱۷۰ میں لکھتے ہیں۔ خرج مخرج المبالغة فی التیسیر علیه . اس میں علیہ کی ضمیر کا مرجع وہ مرد ناکح ہے تو جبکہ احادیث بھی مہر کے تسمیہ میں آسانی میں مبالغہ پر دال ہیں تو کسی خاص چیز کو حق مہر کے طور پر ضروری اور شرط قرار دینا مرد پر غیر ضروری اور تنگی کو لازم کرتا ہے اور یہ اس یسر کے خلاف ہے جس پر احادیث دال ہیں۔ واللہ اعلم

﴿ج﴾

اگر یہ اراضی، مکان، دکان وغیرہ مہر کے علاوہ لڑکی کے نام منتقل کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بلکہ مجبور کرتے ہیں تو یہ جبر شمار ہوگا اور جبر پر کسی کو مجبور کرنا درست نہیں۔ نیز مہر بھی اتنا مقرر کرنا چاہیے کہ خاوند بہ آسانی اسے ادا کر سکے۔

مہر کا زیادہ ٹھہرانا خلاف سنت ہے۔ قال عمر بن الخطاب لا لاتغالوا صدقة النساء (ترمذی) جو مہر زوجین میں مقرر ہو جائے اس کا ادا کرنا واجب ہے۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شوہر نے جو مہر مقرر کیا تھا عورت اُس پورے مہر کی حقدار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کو سُسر نے بوقت نکاح بعوض مہر چالیس کنال زمین دی بعد اس کے خاوند فوت ہو گیا اب اس کا سسر زمین دینے سے انکار کرتا ہے تو کیا شریعت کی رو سے عورت وہ زمین وصول کر سکتی ہے یا نہیں۔ یعنی عورت کا حق بنتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جس قدر زمین عورت کے حق مہر میں لکھی ہے۔ وہ عورت کا حق ہے۔ لت کے ذریعے وہ اپنا حق مہر وصول کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ذوالقعد ۱۳۹۸ھ

اگر شوہر کہے کہ میرے والد نے مہر ادا کر دیا تھا اور لڑکی مانگ رہی ہے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوقت نکاح زوجین نابالغ تھے۔ والدین نے نکاح کر دیا۔ لیکن عرصہ سات سال تک خاوند کے گھر میں آباد رہنے کے بعد زوجہ نے حق مہر کا مطالبہ کیا۔ زوج کہتا ہے کہ میرا والد بعد از نکاح فوت ہو چکا ہے اور وہ مہر بھی والد ادا کر چکا ہے۔ کیونکہ نکاح فارم میں حق مہر مبلغ ۱۰۰۰ روپیہ کے زیورات بمع تفصیل بمع لفظ معجّل لکھا ہے۔ اب قابل غور امر یہ ہے کہ عورت حق مہر لینے کی حقدار ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نکاح فارم پر حق مہر کو معجّل لکھنے سے ادائیگی شمار نہیں ہوتی۔ اگر ادائیگی کے گواہ موجود ہوں تو وہ حاکم مسلمان کے پاس شہادت دیں اور اگر زوج کے پاس مہر کی ادائیگی کے گواہ موجود نہ ہوں تو لڑکی قسم اٹھائے گی

اور اگر زوج کا یہ دعویٰ ہے کہ میں لڑکی کے والد یا کسی اور کو حق مہر ادا کر چکا ہوں تو بصورت عدم گواہاں اس لڑکی کے والد وغیرہ پر قسم آئے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ شوال ۱۳۸۴ھ

کیا مہر کی رقم سے بیوی کا علاج کرانے سے مہر اداء ہو جائے گا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے فروری ۱۹۴۹ء میں اپنا عقد ثانی ایک بیوہ عورت سے کیا۔ جس کا حق مہر دو ہزار روپے مقرر ہوا۔ گھر آنے پر یہ عورت زنانہ امراض وغیرہ کی کہنہ نکلی اور اس نے اپنا علاج کرائے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ دس پندرہ دن بعد جبکہ ڈاکٹروں کو مریضہ کو دکھایا گیا اور مشورہ لیا گیا۔ حکیموں سے معلوم ہوا کہ امراض پیچیدہ اور کہنہ ہیں۔ رقم کثیر خرچ ہوگی اور عرصہ دراز تک علاج کرانا ہوگا۔ ممکن ہے کہ مریضہ صحت یاب ہو جائے۔ مگر حصول صحت اور اولاد یقینی امر نہیں ہے۔ زید کو اس خبر سے بڑا رنج و افسوس ہوا اور اس نے سوچا کہ جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ اب مجھ میں اس قدر طاقت تو ہے نہیں کہ علاج پر بھی کثیر رقم خرچوں اور عورت کا مہر بھی باقی رکھوں۔ لہٰذا زید نے یہ نیت کی کہ عورت کا علاج اس کے مہر سے کرایا جائے اور عورت کو یہ نہیں بتایا کہ میں تیرا علاج تیرے مہر سے کرا رہا ہوں۔ چنانچہ علاج شروع ہو گیا اور متواتر دو سال کے قریب بڑی کوشش سے علاج ہوتا رہا اور علاج پر تقریباً پونے تین ہزار روپے خرچ ہو گیا۔ مگر مریضہ صحت یاب نہ ہو سکی۔ بعد میں چونکہ وقت پنشن کا نزدیک تر آ گیا لہٰذا عورت پر ظاہر کر دیا گیا کہ اب تک تمہارا علاج تمہارے مہر سے کراتا رہا ہوں اور تمہارے مہر کی رقم سے بھی زیادہ رقم خرچ ہو گئی ہے۔ چونکہ میری پنشن ہونے والی ہے اس لیے مزید گنجائش نہیں ہے۔ میں مجبور ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ از روئے شریعت خاوند کی طرف سے بیوی کا مہر ادا ہو چکا ہے یا نہیں۔ بیوی مہر طلب کرتی ہے اور کہتی ہے کہ علاج مہر سے نہیں کرایا گیا یونہی کرایا گیا ہے۔

﴿ج﴾

بیوی کا علاج معالجہ خاوند کے ذمہ لازم نہیں ہے۔ لہٰذا خاوند اگر علاج کروائے اور یہ تصریح کر دے کہ رقم تیرے مہر میں شمار ہوگی اور عورت قبول کر لے تب تو مہر میں شمار ہوگی اور اگر مرد نے یہ تصریح نہ کی ہو اور یہ نیت کر لی ہو کہ میں یہ علاج اپنی بیوی کے مہر ہی سے کرا رہا ہوں اور کچھ مدت علاج کرا چکا بعد میں جب بیوی پر ظاہر کر دے۔ تب اگر وہ اس بات کو تسلیم کر لے تب بھی مہر ہی شمار کیا جائے گا اور اگر بیوی انکار کرے اور یہ کہے کہ مرد نے میرا علاج مہر کی رقم سے نہیں کرایا۔ بلکہ ایسے احسان کے طور پر اپنی طرف سے کرایا ہے تو ایسے مسائل میں عرف کو دیکھا جاتا ہے۔ اگر یہاں عرف رواج ایسا ہو کہ لوگ اپنی طرف سے ہی اپنی بیوی کا علاج کراتے ہیں مہر سے نہیں کراتے تب تو اس اختلاف کی صورت میں بیوی کو قسم دلائی جائے گی کہ باللہ میرے شوہر نے میرا علاج مہر کی رقم سے نہیں کرایا ہے اور اگر عرف رواج ایسا ہے کہ لوگ مہر کی رقم سے علاج کراتے ہیں تب شوہر پر قسم آئے گی وہ یوں قسم اٹھائے گا کہ باللہ میں نے اس عورت کا علاج مہر کی رقم سے کرایا ہے اور ابتداء سے میری نیت یہی تھی کما قال فی الکنز ومن بعث الی امرأته شیأ فقالت هو هدیة وقال هو من المهر فالقول له فی غیر المهیأ للأكل وقال تحته بحر الرائق ص ۳۲۲ ج ۳ وفیه ایضا والذی یجب اعتبارهٗ فی دیارنا أن جمیع ما ذکر من الحنطة واللوز والدقیق والسکر والشاة الحیة وباقیها یکون القول فیها قول المرأة لأن المتعارف فی ذلک کله أن یرسله هدیة والظاهر مع المرأة لا معه ایضاً ص ۳۲۲ ج ۳ واراد لا یکون القول قوله فی المختصر ان یحلف الخ وفیه ایضاً ص ۳۲۲ ج ۳ وصرح فی معراج الدرایة ان فی ما کان القول فیه قولها وهو المهیأ للاكل فانه مع یمینها الخ . ص ۳۲۲ ج ۳ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اگر مشترک مکان مہر میں دیا جائے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ محمد اقبال خان ولد اللہ وسایا کا نکاح ہمراہ مسماۃ نور جہان دختر عبدالصمد خان ہوا اور اس کا حق مہر مبلغ دس ہزار روپیہ مندرجہ ذیل تفصیل کے ساتھ رکھا گیا، تین ہزار کے بدلہ میں مکان اور تین ہزار روپیہ کا زیور اور چار ہزار روپیہ رکھا گیا، اسٹامپ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مکان لڑکے نے اپنی بیوی کو حق مہر میں دیا تھا۔ اس کا وہ واحد مالک تھا اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہ تھا۔ اس اسٹامپ پر اس کی والدہ مسماۃ سکینہ کا انگوٹھا بھی ہے اور انگوٹھا روبرو گواہاں سکینہ نے لگایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی والدہ کو اس مکان کے تملیک کرنے کے سلسلہ میں کوئی اعتراض نہ تھا۔ اس رجسٹری کو تقریباً دو سال ہو چکے ہیں، لیکن اب والدہ کہتی ہے کہ اس مکان میں میرا بھی حصہ ہے۔ حالانکہ محمد اقبال کے والد کی اور بھی جائیداد موجود ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس صورت میں جائیداد کی شرعی تقسیم کس طرح ہوگی۔ اس کے وارث ایک بیوہ، ایک لڑکا، تین لڑکیاں موجود ہیں۔

﴿ج﴾

بعد از خرچ کفن و دفن و ادائے دین و وصیت جائزہ اگر ہو صورت مسئولہ میں متوفی اللہ وسایا کا کل ترکہ مکان مذکور سمیت چالیس حصوں پر تقسیم ہوگا۔ پانچ حصے متوفی کی زوجہ کو چودہ حصے متوفی کے لڑکے محمد اقبال کو، سات سات حصے ہر ایک لڑکی کو ملیں گے، معلوم ہو کہ صورت مسئولہ میں بعد فوتگی اللہ وسایا کے مکان متنازعہ فیہ اور اس کے باقی ترکہ میں سب وارثوں کا حق ثابت ہو گیا تو یہ مکان محمد اقبال اس کی والدہ اور سب بہنوں کا مشترکہ تھا، جب محمد اقبال نے یہ مشترکہ مکان حق مہر میں اپنی زوجہ کو دے دیا تو محمد اقبال کا اپنا حصہ اس کی زوجہ کا ہوگا، لیکن اس کی والدہ اور بہنوں کا حصہ زوجہ کو حق مہر میں دینا صحیح نہیں، کیونکہ دوسروں کا حق و حصہ وہ اپنی زوجہ کو نہیں دے سکتا، والدہ اور بہنوں نے محمد اقبال کو اپنے حصے نہیں دیے اور والدہ جو محمد اقبال کے ساتھ اس کی زوجہ کو مکان تحریر کرنے میں شریک رہی ہے اور اسٹامپ پر اس کی گواہی تحریر ہے اور انگوٹھا ثبت ہے تو یہ اگر والدہ کی طرف سے اپنے لڑکے کو دلالۃً ہبہ بھی قرار دیں تو بھی ہبہ والدہ کا لڑکے کو صحیح نہیں، کیونکہ یہ ہبہ مشترک کا ہے، ہبہ مشاع ہے۔ جو کہ شرعاً صحیح نہیں۔ بحر الرائق ص ۳۱۱ ج ۷ پر ہے۔ وقید المشاع بمالم یقسم لان الهبة المشاع الذی تمکن قسمته لا یصح الخ

البتہ اگر مکان تقسیم شدہ ہوتا اور والدہ کا حصہ الگ ہوتا تب اگر والدہ ہبہ کرتی تو صحیح ہوتا الحاصل یہ مکان بدستور محمد اقبال اور والدہ اور لڑکیوں میں مذکورہ بالا حصوں سے مشترک ہے تو اب چاہے مکان کی شرعی تقسیم کر کے ہر ایک وارث اپنا حصہ محمد اقبال کو ہبہ کرے اور محمد اقبال اسے حق مہر میں زوجہ کو دے اور چاہے مکان کی آج کی قیمت لگا کر والدہ اور بہنوں کو ان کے حصوں کی قیمت ادا کر کے مکان حق مہر میں زوجہ کو دے، یہ دونوں صورتیں شرعاً جائز اور صحیح ہیں اور یہ مکان محمد اقبال کی زوجہ کا ہو سکے گا، ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۶ صفر ۱۳۸۴ھ

درج ذیل صورت میں شوہر جب تک توبہ نہ کرے اُس سے قطع تعلق کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میری ہمشیر کا نکاح میرے نابالغ ہونے کے وقت ایک آدمی مسمّٰی موسےٰ خان کے ساتھ اس شرط پر کر دیا گیا تھا کہ موسیٰ خان کی بھتیجی مسمات دھنی کا نکاح میرے ساتھ کر دیا جائے گا۔ اب موسیٰ خان مذکور نے اس وعدہ کو میرے ساتھ پورا نہیں کیا۔ یعنی خلاف وعدہ کر کے وہ مذکور مسمات دھنی مجھ کو نکاح

کر کے نہیں دی گئی۔ (۲) مسمّٰی خان مذکور نے میری ہمشیر مسماۃ بخت بھری کو زنا کی تہمت لگا کر کے اپنے گھر سے نکال دیا۔ موسیٰ خان نے جس شخص کے ساتھ میری ہمشیر کو تہمت زنا کی لگائی تھی۔ اس نے بلوچی رواج کے مطابق اڑھائی سو روپیہ ہتک وصولی کر لی ہے اور میری ہمشیرا اپنے خاوند موسیٰ خان سے تقریباً ایک سال کی مدت سے الگ رہی اب موسیٰ خان مذکور میری ہمشیر مسمات بخت بھری کو کسی دوسری جگہ فروخت کرنے والا ہے۔ کیا عند الشرع کوئی ایسا مسئلہ ہے کہ اپنی منکوحہ کو کسی جگہ انسان فروخت کرے۔ نیز موسیٰ خان مذکور نے میری ہمشیرہ مسمات بخت بھری کو حق مہر شرعی جو مقرر ہوا کرتا ہے۔ اس میں سے کوئی شئی ادا نہیں کی۔ مذکورہ حالات پر نظر فرما کر شرعی فتویٰ صادر فرمایا جائے۔ باحوالہ کتب حنفیہ جواب دیا جائے اور عند الشرع خلاف وعدہ کرنے کی کیا حقیقت ہے؟ اور جو شخص اپنی منکوحہ پر تہمت زنا کی لگا دے اس کا کیا حکم ہے۔ جو شخص حق مہر شرعی ادا نہ کرے اس کے لیے کیا حکم ہے۔ مفصل جواب دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿ج﴾

ہمیں صحیح واقعات کا علم نہیں ہے۔ بشرط صحت سوال اگر واقعۃً صورت مسئولہ میں موسیٰ خان نے اپنی بھتیجی کو مسماۃ ذھن کے بھائی کے نکاح میں دینے کا وعدہ کیا ہو تو شرعاً اس پر وعدہ پورا کرنا واجب ہے۔ قرآن و حدیث میں وعدہ پورا کرنے کی بہت تاکید وارد ہے۔ موسیٰ خان کا وعدہ پورا نہ کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔ نیز شرعاً کسی عفیف مرد و عورت کو تہمت زنا لگانا بہت بڑا گناہ ہے اور سخت فسق ہے۔ اس لیے اگر موسیٰ خان نے بلا ثبوت شرعی اور بلا وجہ اپنی عورت پاک دامن کو تہمت زنا لگائی ہے تو یہ سخت کبیرہ گناہ کا ارتکاب اور فسق کیا ہے۔ اگر شرعی حاکم نافذ ہوتے تو اسے اَسّی کوڑے لگائے جاتے۔ نیز شرعاً کسی آزاد مرد و عورت کو فروخت کرنا حرام و ناجائز ہے۔ لہٰذا ان باتوں سے ان کو الگ ہونا لازم ہے پوری توبہ اس کی یہ ہے کہ اپنے وعدہ کو پورا کرے۔ نیز اگر اس کی عورت عفیف ہے۔ ثبوت شرعی اس کے پاس نہیں ہے تو اس عورت سے اس کو معافی مانگنا واجب ہے اور نیز اس کے فروخت کرنے کا ارادہ ترک کر دے۔ اگر وہ ان باتوں سے تائب نہ ہو تو اہل اسلام اس سے قطع تعلق کر لیں۔ تا آنکہ وہ تائب ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مہر نہ دینے کی صورت میں لڑکی کو گھر روکے رکھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کی چار ماہ سے شادی کر دی ہے۔ چار ماہ کے بعد والدین نے اپنی لڑکی کو روک کر گھر بٹھا دیا ہے اور اس کے خاوند سے پردہ کرا دیا ہے۔ وہ دو ماہ سے اپنے والدین کے گھر رکی بیٹھی ہوئی ہے۔ خاوند جاتا ہے تو اسے تشدد سے بھگا دیا جاتا ہے۔ خاوند اپنی بیوی کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے تو

والدین جواب دیتے ہیں کہ تم اس کا حق مہر ادا کرو۔ پھر اپنی بیوی واپس لے لو۔ شریعت کی رو سے تم بغیر حق مہر ادا کیے بیوی کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ حق مہر ادا کرنے کے بعد بیوی کے مالک ہو سکتے ہو۔ خاوند کہتا ہے کہ میری بیوی عرصہ دو ماہ گزر چکے ہیں۔ والدین بدستور اپنی بیٹی کو گھر روکے بیٹھے ہیں۔ خاوند چکر کھا رہا ہے۔ شریعت پاک اس بارہ میں کیا حکم دیتی ہے۔ حکم سے سرفراز فرمایا جائے۔

العارض حفیظ اللہ ولد مولوی امان اللہ مرحوم

﴿ج﴾

لڑکی کے والدین کا مطالبہ صحیح ہے۔ اگر وہ کہتے کہ ہم بالکل لڑکی حوالہ نہیں کرتے تب تو آپ حق پر تھے۔ لیکن وہ تو یہ کہتے ہیں کہ مہر ادا کرو اور بیوی حوالہ کرتے ہیں تو یہ مطالبہ صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب شوہر نے ہزار روپے کے عوض زیورات دے دیے تو مہر اداء ہو گیا
جب شوہر عورت کو رکھنے پر آمادہ ہو تو تنسیخ جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی احمد خان نے اپنی دختر کا نکاح میاں حامد سے کیا۔ نکاح میں عوض عورت ہزار روپیہ کا مطالبہ کیا۔ حامد نے کہا کہ کوئی عورت معاوضہ میں ادا کرے گا یا ہزار روپیہ دوں گا۔ کچھ عرصہ بعد میاں حامد نے ایک ہزار کے زیورات احمد خان کو دیے۔ چنانچہ حق مہر سمجھا گیا۔ کچھ عرصہ بعد احمد خان نے اپنی لڑکی کو زوج کے گھر سے روک کر اپنے گھر میں حبس کیا کہ جب تک میاں حامد معاوضہ نہیں ادا کرے گا۔ میں اپنی لڑکی کی خانہ آبادی نہیں کروں گا۔ چنانچہ کافی عرصہ تک جھگڑا رہا۔ چند ملاؤں نے فیصلہ کیا کہ میاں حامد اپنی منکوحہ تب لے جا سکتا ہے۔ جب معاوضہ بازو ادا کردے۔ میاں حامد معاوضہ ادا کرنے سے انکاری ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد احمد خان نے عورت کی طرف سے دعویٰ تنسیخ کیا کہ میاں حامد کی دوسری زوجہ ہے۔ اس زوجہ سے اچھا سلوک نہیں ہے۔ لہٰذا فسخ نکاح ہونا چاہیے۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک عدالت میں دعویٰ تنسیخ چلتا رہا۔ احمد خان کی طرف سے عدالت میں صرف خود اور داماد کے علاوہ کوئی گواہ میسر نہ تھا۔ مگر عدالت کے فیصلہ سے پہلے فریقین شرعی فیصلہ پر راضی ہو گئے۔ لہٰذا زوج پر تبادلہ عورت کا ہزار روپیہ واجب ہے یا نہیں۔ فریقین میں کوئی مجرم ہے۔ اس صورت میں شرعاً کیا فیصلہ ہونا چاہیے۔ تنسیخ نکاح اس صورت میں شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اگر کوئی مولوی تنسیخ کا فیصلہ دے تو اس کے بارے میں شرعاً کیا حکم

ہے۔ شرعاً کتنی صورتوں میں تنسیخ جائز ہے اور تنسیخ نکاح ہو چکی ہے۔ اس کا شرعاً کیا اعتبار ہے۔ حامد کی [illegible]نی بیوی اس کی شادی سے پہلے موجود تھی۔

حامد منڈی تحصیل تونسہ [illegible] غازی خان

﴿ج﴾

زوج پر شرعاً نہ عورت کے بدلہ میں عورت دینی لازم ہے اور نہ روپے بلکہ صرف وہ مال دینا لازم ہے جو نکاح کے وقت حق مہر کی صورت میں مقرر ہو چکا تھا اور وہ بھی اپنی بیوی کو دے گا نہ کہ اس کے باپ کو اس صورت میں جبکہ حامد اس کو آباد کرانے پر آمادہ ہے۔ تنسیخ شرعاً غیر صحیح ہے۔ خواہ وہ حاکم کی طرف سے کیوں نہ ہو۔ کسی عالم کی تنسیخ تو کسی صورت میں بھی صحیح نہیں۔ نہ عالم کو شرعی ولایت اس قسم کی حاصل ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

درج ذیل صورت میں شوہر کے ذمہ مہر پورا واجب ہے
اگر شوہر شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے بیوی کو رکھتا ہو تو پھر میکے میں رہنا جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عبدالغنی کا نکاح بعوض دس ہزار روپے حق المہر غیر معجل صفیہ کے ساتھ ہوا۔ عبدالغنی کا نان ونفقہ کے کفیل نہ ہونے کی وجہ سے اور عبدالغنی کی فحش کلامی کی وجہ سے صفیہ نے اپنا حق المہر طلب کیا۔ شادی کو عرصہ سوا سال ہو چکا ہے۔ عبدالغنی برہم ہوا۔ بجائے حق المہر ادا کرنے کے منکوحہ صفیہ کے متعلق الزام تراشی شروع کر دی۔ نوبت بایں جا رسید کے تصفیہ کے لیے چند مخلص احباب جمع ہوئے تو عبدالغنی نے اپنی منکوحہ صفیہ کے متعلق وہ باتیں بتانی شروع کیں۔ جو صرف میاں بیوی کے درمیان ستر کا درجہ رکھتی ہیں۔ جو انسانی شرافت اور اخلاق کے سراسر خلاف تھیں۔ احباب جو تصفیہ کے لیے تشریف لائے تھے۔ وہ ان باتوں کو سننا گوارہ نہ کر سکے۔ انھیں زبردستی عبدالغنی کی زبان بند کرنی پڑی۔ تو صفیہ بلا اجازت عبدالغنی اپنے میکے چلی گئی۔ اس صورت میں صفیہ کا اپنے میکے چلا جانا کیسا ہے۔

(۲) حق المہر مذکورہ غیر معجل منکوحہ عبدالغنی کے طلب پر عبدالغنی کو دینا واجب ہے یا نہیں۔

(۳) میاں بیوی کے خصوصی پوشیدہ حالات بیان کرنے کی بنا پر عبدالغنی مجرم ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

عبدالغنی کے ذمہ مقررہ مہر ادا کرنا لازم ہے اور زوجین کے پوشیدہ حالات کو ظاہر کرنا گناہ ہے۔ خاوند پر توبہ تائب ہونا لازم ہے۔ خاوند اگر شرعی طریقہ سے صفیہ کو آباد کرنے پر تیار ہے تو صفیہ کو خاوند کے پاس آباد ہونا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ

درج ذیل صورت میں لڑکی آدھے مہر کی مستحق ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک لڑکے کا والد اپنے لڑکے کا نکاح کسی لڑکی کے ساتھ کرتا ہے اور حق مہر میں لڑکی کو مکان لکھ کر دیتا ہے۔ مگر باوجود نکاح ہو جانے کے اور مکان لکھنے کے لڑکی کی رخصتی بوجہ کم عمر یا نیم بلوغت نہ ہوئی ہو اور رخصتی چند سال بعد طے کی گئی ہو۔ اب اگر بعد میں کسی وجہ سے رخصتی نہ ہو مثال کے طور پر (۱) لڑکا اس شادی کا انکار کر دے اور طلاق دیدے۔ (۲) یا لڑکی والے رخصتی کا انکار کر کے طلاق مانگیں تو آیا ان دونوں صورتوں میں حق مہر کیا بنے گا۔ کیا حق مہر ادا کرنا پڑے گا۔ جبکہ رخصتی کسی بھی ان دونوں بالا وجوہات کی بناء پر نہ ہوئی ہو۔ (۳) آیا شریعت کی رو سے یہ نکاح جائز ہوگا۔ جبکہ لڑکا اور لڑکی دونوں کم عمر یا نیم عمر بالغ ہوں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ اگر لڑکا طلاق دے گا تو اس کی زوجہ نصف مہر وصول کرنے کی حق دار ہو گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ مدرس و مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

باب ششم

رضاعت کا بیان

نانی نے دودھ پلایا ہوتو خالہ زاد بہن سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں

عورت سے خود اور اس کی بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے سے کرے کیا یہ درست ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ محمد شفیع نے جو شیر خوار بچہ تھا دو تین دن اپنی ام الام جدہ فاسدہ یعنی نانی کا چھوٹی عمر میں دودھ پیا اور اس کی نانی جو کہ مرضعہ ہے اس کی دو تین لڑکیاں ہیں اور ان کی لڑکیوں کی بھی لڑکیاں ہیں جو محمد شفیع کی خالہ زاد بہنیں ہیں التماس یہ ہے کہ آیا محمد شفیع کا نکاح شرعاً ان لڑکیوں خالہ زاد بہنوں سے جائز ہے یا نہ اگر رضاع کی وجہ نہ ہوئی تو جواز نکاح ظاہر ہے لیکن واضح ہو کہ یہ شہادۃ فقط محمد شفیع کی والدہ کی ہے وہ خود بیان کرتی ہے کہ میں نے اپنے لڑکے محمد شفیع کو اپنی ماں کا دودھ پیتے دیکھا کہ میری ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی تھی اور میرا بچہ بھی اس وقت چھوٹا تھا وہ بھی دو تین دن اپنی نانی جو کہ میری ماں تھی کا دودھ پیتا رہا میں نے اپنی آنکھ سے بخوبی دیکھا میرا اپنا چشم دید واقعہ ہے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہوں خواہ مخواہ گناہ میں کیوں پڑوں قبر میں اکیلا جانا ہے۔ یہ بات سوائے والدہ محمد شفیع کے کوئی بیان نہیں کرتا اب وہ خود خواستگار ہے کہ میرے لڑکے کا نکاح میری ہمشیر گان کی کسی لڑکی سے ہو جاوے جانبین رضامند ہیں اگر مانع شرعی نہ ہو آیا والدہ محمد شفیع کا بیان خلل انداز ہے یا نہ بینوا توجروا؟

(۲)...... محمد شفیع کا دوسرا بھائی ہے جس نے دودھ نہیں پیا آیا اس کا نکاح ان لڑکیوں سے یعنی خالہ زاد سے جائز ہے؟

(۳)...... ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا وہ عورت اپنے خاوند سے حاملہ تھی قل خوانی کے دن اس نے مجمع میں اعلان بھی کر دیا گواہ اب بھی شہادت دیتے ہیں کہ عورت نے بیان کیا تھا کہ مجھے حمل ہے بعدہ اس عورت نے اپنے خاوند کے بھائی سے بعد وضع حمل نکاح کیا اس کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی اس لڑکی کو دوسرے خاوند کے عقد میں رہ کر مدت بھر دودھ پلاتی رہی وہ لڑکی اب بالغہ ہے آیا اس لڑکی کا نکاح دوسرے خاوند کے لڑکے سے جو کہ اس شخص کی پہلی بیوی سے ہے جائز ہے یا نہ؟

(۴)...... التحیات کو نماز میں عموماً سراً پڑھا جاتا ہے نماز میں اگر کوئی شخص التحیات کو بلند آواز سے پڑھ لے تو آیا نماز میں کوئی خلل آجاتا ہے یا نہ بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

(۱) ثبوت رضاع کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے صرف والدہ کا قول معتبر نہیں

لیکن اگر والدہ کے صدق پر دل گواہی دیتا ہے تو ایسی حالت میں بہتر ہے کہ نکاح نہ کیا جاوے مگر گنجائش ہے۔

(قال فی الهندیة ص ۳۴۷ ج ۱ ولا یقبل فی الرضاع الاشهادة رجلین اورجل وامرأتین عدول کذا فی المحیط (الی ان قال) وان کان المخبر واحدا و وقع فی قلبه انه صادق فالا ولی ان یتنزه ویاخذ بالثقة وجد الاخبار قبل العقد او بعده و لایجب علیه ذلک کذا فی المحیط)

(۲)...... محمد شفیع کے دوسرے بھائی کا نکاح ان لڑکیوں سے جائز ہے۔

(۳)...... سائل کی زبانی معلوم ہوا کہ لڑکے اور لڑکی دونوں کی والدہ ایک ہے بنابریں یہ نکاح ناجائز ہے۔

(۴)...... عمدۃ الفقہ میں ہے اگر ثنا یا اعوذ یا بسم اللہ یا آمین یا تشہد کو سہواً بلند آواز سے پڑھا تو خلاف سنت ہوا مگر اس پر سجدہ سہو واجب نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ

ش کے لڑکے نے جس عورت کا دودھ پیا ہے اس کی تمام لڑکیاں اس کے لیے حرام ہوں گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک عورت کے بطن سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں بڑی لڑکی کا نام ش اور چھوٹی کا نام ص دونوں کی شادی بلوغت کے وقت ہوئی۔ ش لڑکی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور ص لڑکی کے ہاں ایک لڑکی اب ش اور ص لڑکیوں کی والدہ کے ہاں ایک لڑکی ف پیدا ہوئی۔ ش لڑکی کے بطن سے پیدا شدہ لڑکے نے اپنی نانی کا دودھ ف (خالہ) لڑکی کے ساتھ پیا اب ش لڑکی سے پیدا ہونے والے لڑکے کا نکاح ص لڑکی سے پیدا شدہ لڑکی سے کرنا مقصود ہے کیا شرعاً ایسا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب ش کے لڑکے نے ف کے ساتھ اپنی نانی کا دودھ پیا تو یہ نانی ش لڑکے کی رضاعی والدہ اور ف اور رضاعی والدہ کی دوسری لڑکی ص دونوں اس کی رضاعی بہن بن گئے اور ص کی لڑکی ش کے لڑکے کی رضاعی بھانجی بن گئی اور نکاح حرام ہو گیا۔ واضح رہے کہ ش کے لڑکے نے جس عورت کا دودھ پیا اس عورت کی تمام اولاد چاہے انھوں نے ش کے لڑکے کے ساتھ دودھ پیا ہو یا نہ اور چاہے اس سے پہلے کی اولاد ہو یا بعد کی ش کے لڑکے کی رضاعی بہن بھائی بن گئے۔

الحاصل صورت مسئولہ میں یہ نکاح حرام ہے۔ (یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع

واصولهما و فروعهما من النسب و الرضاع جمیعا حتی ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل او غیره قبل هذا الارضاع او بعده اوار ضعت رضیعا او ولد لهذا الرجل من غیر هذه المرأة قبل هذا الارضاع او بعده اوار ضعت امرأة من لبنه رضیعا فالکل اخوة الرضیع و اخواته واولا دهم اولاد اخوته و اخواته و اخ الرجل عمه و اخته عمته الخ (عالمگیریه ص ۳۴۳/ ج ۱ مطبوعه مکتبه ماجدیه کوئٹه فقط و الله تعالی اعلم)

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان یکم ربیع الاول ۱۳۹۱ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

بچی نے اگر نانی کا دودھ پیا ہو تو ماموں کے لڑکے اس کے لیے حرام ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) ایک لڑکی نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے کیا یہ لڑکی اپنے ماموں کے لڑکے کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا کہ نہیں (۲) اس لڑکی نے ماموں کے پیدا ہونے کے تقریباً چار پانچ سال کے بعد اور بچے یا بچی کے ہمراہ اپنی نانی کا دودھ پیا تھا جواب مکمل اور مدلل لکھیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم صورۃ مسئولہ میں اس لڑکی کا نکاح اپنے ماموں کے لڑکے کے ساتھ جائز نہیں۔

(لمافی شرح الوقایة ای تحرم المرضعة و زوجها علی الرضیع ...... کما فی النسب وتحرم فروع الرضیع علی المرضعة و زوجها الی ان قال وضابطته مافی هذا البیت الفارسی حصیت - از جانب شیرده همه خویش شوند وزجانب شیر خوار زوجان و فروع) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

نانی کے پستان سے اگر دودھ پیا ہے تو حرمت ہوگی

ورنہ صرف پستان منہ میں لینے سے حرمت ثابت نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ زید تقریباً تین ماہ کا تھا کہ اس کی والدہ کے پستان خراب ہو گئے جس کی وجہ سے وہ دودھ دینے کے قابل نہ تھی اس کی نانی نے اسے دودھ دینے کے ارادہ سے اٹھایا لیکن اس نانی کا اس وقت کوئی شیر خوار نہ تھا اس کی ایک لڑکی تقریباً پانچ سال کی تھی جو شیر خوری سے دور تھی کیا اس نانی کے فروع اس پر حرام ہوئے ہیں وہ تقریباً دو ماہ تک اس نانی کے پستان چوستا رہا؟

﴿ج﴾

اگر نانی کے پستان سے دودھ یا دودھ جیسی سیال چیز اتر کر اس لڑکے کے حلق میں چلی گئی ہے تو اس نانی کے فروع اس پر حرام ہوں گے اور اگر پستان سے کوئی مائع سیال غذا اتر کر اس کے حلق میں نہیں گئی صرف پستان چوس کر لڑکا خوش ہو جاتا تو حرمت رضاع کی نہیں لازم آتی نیز شک کی صورت میں بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی لیکن بصورت شک احتیاط اس میں یہ ہے کہ نکاح نہ کیا جائے صورت مسئولہ میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دودھ ضرور لڑکے کے حلق میں اترا ہے خواہ کسی عورت کے شیر خوار بچہ نہ ہو اور اس کا دودھ خشک ہو چکا ہو لیکن بسا اوقات دودھ پھر سے پستان میں آ جاتا ہے جب بچہ اس کو چوستا رہتا ہے اس لیے احتیاط یقیناً اس میں ہے کہ نکاح ہرگز نہ کیا جاوے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

چچا کے ساتھ دادی کا دودھ پینے کی وجہ سے چچا بھائی بن گیا

اور ان کی اولاد سے اس کا نکاح حرام ہو گیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی ندیم اقبال جس کی والدہ کمسنی میں وفات پا گئیں تو مسمی ندیم اقبال نے اپنے چچا جاوید اقبال کے ساتھ اپنی دادی کا دودھ پیا اقبال جاوید سب سے چھوٹا ہے آیا کہ مسمی ندیم اقبال چچا اقبال جاوید کے بڑے، بہن بھائیوں کی اولاد سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بہ تقدیر صحت ندیم اقبال کا عقد نکاح جاوید اقبال کی لڑکیوں اسی طرح اس کے دوسرے بہن بھائی کی لڑکیوں سے شرعاً جائز نہیں ہے۔ رشتہ میں یہ لڑکیاں ندیم کے لیے بھتیجی اور بھانجی بنتی ہیں اور بھتیجی اور بھانجی اگرچہ رضاعی ہی ہوں ان سے نکاح درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ صفر ۱۳۹۹ھ

اخت کے فروع اخ پر حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس صورت میں کہ سیف اللہ شاہ پسر خیر النساء بیگم نے اپنی نانی مہر النساء بیگم کا دودھ پیا ہے تو مسرت خاتون دختر اختر بیگم کی لڑکی نکاح میں آ سکتی ہے۔ شریعت محمدیؐ میں کیا احکام ہیں؟

﴿ج﴾

اختر بیگم کی دختر مسرت خاتون اس فرزند رفیع سیف اللہ شاہ کی دختر رضاعی اختر بیگم کی فروع میں سے ہے اور اخت کے فروع اخ پر حرام ہیں لہٰذا صورت مسئولہ میں یہ نکاح جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

اگر یقین ہو کہ نانی کا دودھ پیا ہے تو حرمت ثابت ہوگی ورنہ نہیں

﴿س﴾

دو بھائیوں نے ایک گھر کی دو سگی بہنوں سے شادی کی ایک کے گھر لڑکا پیدا ہوا دوسرے کے لڑکی جن کی شادی سن بلوغت پر کر دی۔ آخر اس بات کو تقریباً ۱۱/۱۲ سال گزر گئے ہیں اور ان کے ہاں اولاد دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے اب کسی نے یہ شوشہ نکالا کہ لڑکے نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے اس لیے یہ نکاح ناجائز ہے اس معاملہ میں شاہد کوئی نہیں جب یہ لڑکا پیدا ہوا تھا تو اس وقت اس لڑکے کی نانی دس سال سے بیوہ تھی اور آخری بچے کی عمر تقریباً دس سال تھی لڑکے کی نانی اس وقت اتنی ضعیف و نحیف ہے کہ اس کی کوئی بات قابل یقین نہیں دوسرے یہ شوشہ نکالنے والے کا پتہ نہیں چلتا لیکن یہ مشہور سب میں کر دیا گیا ہے خاوند کی اس بارے میں رائے یہ ہے کہ جب اسے دودھ پلانے کے بارے میں کہا جاتا ہے اس وقت نانی دس سال سے بیوہ تھی اور اس کے آخری بچے کی عمر بھی تقریباً دس سال تھی اور اس صورت میں کسی عورت کے دودھ نہیں ہو سکتا؟

﴿ج﴾

اگر خاوند کو قرائن وغیرہ سے یہ یقین ہو کہ اس نے واقعی نانی کا دودھ پیا ہے پھر تو حرمت رضاع ثابت ہو جاوے گی اور اگر خاوند دودھ پینے کا اقرار نہیں کرتا اور نانی کے یا دوسرے لوگوں کے قول کا اعتبار نہیں کرتا اور دو عینی گواہ بھی موجود نہیں تو پھر رضاع کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور نکاح بدستور صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

اگر نانی کا دودھ پیا ہو تو ماموں زاد لڑکی نکاح میں نہیں رہ سکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ بچپن ہی سے منگنی ماموں زاد لڑکی سے ہوئی تھی بعد ازاں جب سننے میں آیا اور سن رہا ہوں کہ نانی اماں نے دودھ پلایا ہے نانی صاحبہ حیات ہیں کبھی تو وہ کہہ دیتی ہیں کہ دودھ اتر آیا تھا ہو سکتا ہے انہیں یہ شک گزرا ہو کہ جیسا میں ان کا پستان چوستا تھا تو میرے منہ کی پچپچاہٹ سے پتلا پتلا پانی بن جاتا ہو۔

اب والدہ صاحبہ اور ماموں جان بضد ہیں کہ یہ رشتہ ضرور ہونا چاہیے لیکن میں نے فی الحال انکار کر دیا ہے آپ سے استدعا ہے کہ اس گتھی کو ہر ممکن سلجھانے کی کوشش کریں واپسی جواب سے نوازیں کہ آیا یہ رشتہ ہو سکتا ہے یا نہیں دونوں صورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے۔ ۱۔ اگر دودھ اتر آیا ہو ۲۔ یا صرف پستان ہی چوستا رہا ہوں

نوٹ: ان دنوں والدہ محترمہ بیمار تھیں اور وہ اپنے ساتھ بٹھانا بھی پسند نہ کرتی تھیں۔ نانی اماں کے آخری بچے کی عمر اس وقت بارہ سال کے لگ بھگ تھی بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... اگر واقعی نانی اماں کو دودھ اتر آیا ہو اور آپ نے مدت رضاع میں یعنی ڈھائی سال سے کم عمر میں اس کا دودھ پیا ہو تب ماموں کی لڑکی آپ کے نکاح میں نہیں آ سکتی ہے کیونکہ یہ تو آپ کی رضاعی بھتیجی ہو گی اور رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔ (ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب)

اور اگر دودھ بالکل نہ اترا ہو نہ سفید رنگ کا اور نہ پیلے رنگ کا مائع محض آپ چوستے رہے ہوں آپ کے حلق میں بالکل نانی کے پستانوں سے کچھ نہ اترا ہو تب حرمت رضاع ثابت نہ ہو گی اور آپ کا نکاح ماموں کی لڑکی کے ساتھ ہو

سکتا ہے۔ اور اگر دودھ کا پستانوں میں آنا اور حلق میں اترنا مشکوک ہو تب احتیاط اسی میں ہے کہ یہ رشتہ نہ کیا جائے ایسی صورت میں حرمت رضاع از روئے احتیاط ثابت ہو جاتی ہے۔

کما قال فی الفتاوی العالمگیریة ص ۳۶۷ (المرأة اذا جعلت ثدیها فی فم الصبی ولا تعرف امص اللبن ام لا ففی القضاء لا تثبت الحرمة بالشک و فی الاحتیاط تثبت دخل فی فم الصبی من الثدی مائع لونه اصفر تثبت حرمة الرضاع لانه لبن تغیر لونه کذا فی خزانة المفتین)

و فی الدر المختار علی هامش تنویر الابصار ص ۲۱۲ ج ۳ مطبوعه مصر (وان قل ان علم وصوله لجوفه من فمه او انفه لا غیر فلو التقم الحلمة و لم یدرا دخل اللبن فی حلقه ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا ولوالجیة)

آخری صورت میں یعنی اگر شک کی صورت میں رشتہ کر لیا تو نکاح کو صحیح کہا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ محرم ۱۳۸۷ھ

دودھ پلانے والی کی اولاد اور ان کی اولاد سے نکاح درست نہیں

﴿س﴾

ایک لڑکے نے اپنی علاتی نانی کا دودھ اپنے علاتی ماموں کے ساتھ مل کر پیا اب اس لڑکے کا نکاح اپنی اس نانی (جواب اس کی رضاعی والدہ بن گئی) کی حقیقی نواسی سے جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

دودھ پلانے والی کی اولاد اور اسی طرح سے اولاد کی اولاد سے دودھ پینے والے کو عقد نکاح درست نہیں دودھ پلانے والی کی اولاد پینے والے کے لیے رضاعی بھائی بہن ہیں اور ان کی اولاد بھتیجیاں اور بھانجیاں ہیں ان سے شرعاً نکاح جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ رجب ۱۳۸۸ھ

رضاعت ثابت کرنے کے لیے کم از کم دو عورتیں گواہی دیں ورنہ رضاعت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کی بھاوج فوت ہوئیں اپنی بھتیجی صغیرہ بی بی کی پرورش کے لیے زاہدہ سے دودھ دلوانا شروع کر دیا اس کے باوجود بوقت عدم موجودگی زاہدہ وہ عورت یعنی پھوپھی بھتیجی صغیرہ بی بی کا روا اپنے سینہ سے لگا لیتی ہے کہ جس پر وہ لڑکی صغیرہ بی بی تسکین کر لیتی اور اسی طرح جب رات کو رونے لگتی تو بھی پھوپھی اپنے پاس سلا کر اپنا سینہ صغیرہ بی بی کے منہ میں دیدیتی تھی تو صغیرہ بی بی خاموش ہو جاتی اور سو جاتی؟

یہ ترتیب پانچ چھ ماہ یا اس سے بھی زائد عرصہ قائم رہتی ہے بلکہ بنسبت دودھ پلانے والی عورت زاہدہ کے صغیرہ بی بی پھوپھی سے اس قدر مانوس ہو چکی کہ رضاعت گزر جانے کے باوجود بھی اپنی پھوپھی کا سینہ چوستی رہتی ہے اب صغیرہ بی بی کو رضاعت کے بعد سینہ سے لگانے والی پھوپھی اپنے لڑکے سے صغیرہ بی بی کا عقد نکاح کرنا چاہتی ہے جس پر عورتوں اور رشتہ داروں نے منع کیا ہے کہ یہ نکاح درست نہیں اس پر پھوپھی نے جواب دیا کہ میرے سینہ میں دودھ نہیں تھا بلکہ پانی آتا تھا اور لڑکی صغیرہ بی بی کے قریبی مورث مثلاً نانا اور ولی اور ماموں وغیرہ نانی ماسی یہ سب لوگ شہادت دیتے ہیں کہ صغیرہ بی بی کو پھوپھی نے کافی عرصہ اپنے سینہ سے لگائے رکھا تھا جس پر لڑکی موصوفہ تسکین حاصل کرتی تھی تو حالات مذکورہ بالا میں یہ صغیرہ بی بی کا عقد نکاح سینہ سے لگانے والی پھوپھی کے لڑکے سے جائز ہے اور ایسے نکاح میں رشتہ داروں مسلمانوں کو شرکت اور اس نکاح میں تقسیم ہونے والا طعام اور ولیمہ کھانا درست ہے بالتفصیل جواب سے ممنون فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

﴿ج﴾

صورت مذکورہ میں اگر دو گواہ مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتیں اس بات کی گواہی دیں کہ اس عورت یعنی پھوپھی نے اپنی بھتیجی کو دودھ پلایا ہے اور یا اس دودھ پلانے والی عورت کے اقرار پر کہ میرے سینہ میں دودھ نہیں تھا بلکہ پانی تھا دو گواہ عادل مرد یا ایک مرد عادل اور دو عورتیں گواہی دیں تو شرعاً اس لڑکی کا پھوپھی کے لڑکے سے نکاح حرام ہے۔ یعنی وہ کسی طرح آپس میں نکاح کر کے آباد نہیں ہو سکتے۔ مرضعہ کا اقرار اگرچہ نکاح کرنے والوں یعنی لڑکے اور لڑکی پر حجت نہیں لیکن حرمت کا شبہ ضرور پیدا ہو گیا ہے اس لیے اس دوسری اقرار والی صورت میں بھی ان کو آپس میں نکاح نہیں کرنا چاہیے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہ مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ ذوالقعد ۱۳۸۳ھ

حرمت رضاعت کے لیے حجت تامہ کا ہونا ضروری ہے جو کہ مفقود ہے لہٰذا حرمت نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی خدا بخش کہتے ہیں کہ ایک عورت مسماۃ مائی جیون ہمیں کہتی تھی کہ میری ساس مسماۃ مائی زینب جو کہ تقریباً ۸۰،۷۵ سال کی تھی جو کہ فوت ہو چکی ہے وہ عادۃ اپنے پوتوں پوتیوں کو عموماً پستان چساتی تھی اور اب محمد بخش و خدا بخش یہ واویلا اور پیروپیگنڈا کر رہے ہیں جب مسماۃ مائی جیون و مسماۃ مائی نگی سے یہ معاملہ رضاعت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو دونوں اکیلی اکیلی حلفیہ بر وگواہان بیانی ہیں کہ خدا بخش اور زوجہ خدا بخش و محمد بخش کو ہم نے نہیں کہا دودھ پلانے کے بارے میں اور نہ ہمیں علم ہے اور جو کچھ رضاعت کے بارے میں ہمارے متعلق کہتے ہیں یہ سراسر غلط کہتے ہیں علاوہ ازیں مائی نگی نے کہا کہ اتنا جانتی ہوں کہ مائی زینب اپنے پوتوں کو پستان چوساتی تھی جو کہ مسمی گلزار احمد سے بڑے تھے حالانکہ وہ اب فوت ہو چکے ہیں اور خاص کر گلزار احمد جو کہ مائی زینب کا پوتا زندہ ہے اس کے بارے میں حلفیہ بیانی ہوں کہ پستان چوستا نہیں دیکھا اب مائی زینب یعنی مرضعہ خود فوت ہو چکی ہے اور اس تمام علاقہ میں پستان دینے کے متعلق چشم دید کوئی اور مرد و زن گواہی نہیں دیتا۔ صرف واویلا ہی واویلا ہے کیا اس واویلا سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں نمبر ۲ ثبوت رضاعت میں صرف عورت کی شہادت کافی ہو سکتی ہے یا نہیں نمبر ۳ مطلق پستانوں کے ساتھ عمر رسیدہ عورت کے لگانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہ اور مائی جئون و مائی نگی کے حلفیہ بیان اس معاملہ کا انکار کرتے ہیں۔ مرد گواہاں جو کہ بوقت بیان موجود تھے حسب ذیل مذکور ہیں بیان دینے والا

محمد عبدالحمید عفا اللہ عنہ بقلم خود خطیب قدیمی عیدگاہ شادن لنڈ تحصیل و ضلع ڈیرہ غازیخان
فاضل جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

نشان انگوٹھا حلفیہ بیان دینے والی جیون مائی نمبر ۱ گواہ شد نشان انگوٹھا الٰہی بخش قوم سہائی نمبر ۲ گواہ شد محمود خان ولد نواب خان قوم سہائی نمبر ۳ نشان انگوٹھا مائی نگی جو کہ بیان حلفیہ دینے والی ہے نمبر ۴ نشان انگوٹھا نور محمد قوم سہائی۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ ثبوت رضاعت کے لیے حجت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے۔ صورت مسئولہ میں نہ حجت تامہ موجود ہے نہ دودھ کے وجود پر کوئی شاہد ہے اور نہ بچے کے پیٹ میں پہنچ جانے کا یقین ہے تو محض لوگوں میں شہرت اور واویلا کی وجہ سے حرمت رضاع کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا مسئولہ صورت میں رضاعت ثابت نہیں۔ (قال فی الهندية ولا يقبل فی الرضاع الا شهادة رجلين

اورجل و امرأتين عدول كذا فى المحيط (الى ان قال) و ان كان المخبر واحدا ووقع فى قلبه انه صادق فالا ولى ان يتنزه ويأخذ بالثقة وجدا الاخبار قبل العقد او بعده ولا يجب عليه ذلك كذا فى المحيط وفى شرح التنوير ص ۲۱۲ ج ۳ فلو التقم الحلمة ولم يدرادخل اللبن فى حلقه ام لا يحرم وفى الشامية عن القنية امرأة كانت تعطى ثديها صبية و اشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن فى ثديى لبن حين القمتها ثديى ولم يعلم ذلك الا من جهتها جاز لا بنها ان يتزوج بهذه الصبية فقط و الله تعالى اعلم)

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ جمادی الاولی ۱۳۹۱ھ

ثبوت رضاعت کے لیے دومرد اور دوعورتوں کی گواہی ضروری ہے ورنہ حرمت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کا لڑکا ہے اور ایک دوسری عورت جس کی لڑکی ہے کچھ عرصہ بعد دوسری عورت کی لڑکی نے لڑکے کی والدہ کا دودھ پیا ہے۔ لڑکا اپنی والدہ کا دودھ پہلے پی چکا تھا اور لڑکی نے کئی سال بعد مدت رضاعت کے اندر لڑکے کی والدہ کا دودھ پیا ہے لڑکے اور لڑکی نے یک وقت اکٹھے دودھ نہیں پیا اب قابل دریافت یہ بات ہے کہ اس لڑکی اور لڑکے کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں اگر نکاح جائز نہیں ہے تو جو لوگ اس نکاح کو جائز سمجھ کر نکاح کرنا چاہتے ہیں تو ان لوگوں کا شرعاً کیا حکم ہے۔

نوٹ: اس وقت مرضعہ اپنے لڑکے کے نکاح کی خاطر اس لڑکی کے دودھ پلانے سے انکاری ہے مگر گواہ موجود ہیں اور د... پلانے کا واقعہ پہلے سے لوگوں میں مشہور ہے اور برادری کے لوگوں کو بھی علم ہے؟

﴿ج﴾

ثبوت رضاع کے لیے دومرد یا ایک مرد اور دوعورتوں کی شہادت ضروری ہے۔ قال فى الهندية ص ۳۴۷ ج ۱ ولا يقبل فى الرضاع الاشهادة رجلين او رجل و امرأتين عدول كذا فى المحيط ص پس صورت مسئولہ میں اگر دو معتمد علیہ گواہ جو شرعاً معتبر ہوں یہ گواہی دیدیں کہ ہم نے اس عورت کو اس لڑکی کو دودھ پلاتے دیکھا ہے تو رضاع کا ثبوت ہو جائیگا اور نکاح حرام ہوگا۔ باقی دونوں بچے اکٹھے کسی عورت کا دودھ پی لیں یا اکٹھے نہ ہوں بہرحال حرمت رضاع کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ کما فى الهندية فقط واللہ تعالی واعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حرمت رضاعت میں عورت کا انکار معتبر نہیں اگر گواہ شہادت دیں تو حرمت ثابت ہوگی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسماۃ کرم خاتون ورحیم خاتون آپس میں حقیقی بہنیں ہیں۔ مسماۃ رحیم خاتون، مسماۃ کرم خاتون کا بچپن میں ہمراہ اس کے بیٹے محمد وزیر کے اکٹھے شیر پیتی رہی۔ مگر آپس میں رشتہ داری لڑکیوں ولڑکوں کے کرنے کے متعلق ایک اہم بات بن گئی ہے اس سے پہلے کافی دفعہ دونوں کے سامنے نانی صاحبہ فرماتی تھی کہ میرے حکم پر میری لڑکی کرم خاتون نے مسماۃ رحیم خاتون کو شیر۔ یا تھا کیونکہ میں اس وقت بیمار تھی کرم خاتون بھی کافی لوگوں کو کہہ چکی تھی کہ میں نے رحیم خاتون ہمشیر کو دودھ پلایا ہوا ہے۔ مگر اب کرم خاتون کہتی ہے کہ مجھے یاد نہیں ہے مگر برادری والے سب کہتے ہیں کہ واقعۃً دودھ کرم خاتون نے رحیم خاتون کو پلایا تھا مگر اس وقت گواہ برادری موجود ہے کرم خاتون ورحیم خاتون کی والدہ فوت ہو چکی ہے جو کہ ان کا اصل شاہد تھا۔

مگر اب ان دونوں کی اولادیں موجود ہیں جن کے سامنے یہ دونوں کہتی رہی ہیں مگر اب رشتے کرنے کی خاطر کرم خاتون انکار کرتی ہے کہ مجھے دودھ دینا یاد نہیں ہے لہٰذا اب شریعت محمدی میں کیا حکم ہے کہ یہ دونوں عورتوں کی اولادیں آپس میں شادی کر سکتی ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ثبوت رضاع کے لیے از روئے فتوی دو معتمد دیندار مرد یا ایک مرد اور دوعورتوں کی شہادت ضروری ہے اگر دو گواہ رضاع (دودھ پینے) کی شہادت دیتے ہیں تو یہ رشتہ قطعاً ناجائز ہوگا خواہ کرم خاتون انکار کرے یا اقرار اور اگر باقاعدہ شہادت موجود نہیں ہے تب بھی دیانۃً یہ نکاح نہ کیا جاوے جبکہ حرمۃ رضاع کی بات زبان زد عام وخاص بن چکی ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

رضاعت کے اثبات کے لیے حجت تامہ ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے ایک لڑکی کو دودھ دیا ہے ثبوت اسی طور پر ہے۔ معتبر آدمی گواہان ہیں کہ وہ خود عورت بذبان خود کہتی رہی ہے کہ اس لڑکی کو میں نے دودھ دیا ہے میرے بچوں پر حرام

ہے مگر کچھ عرصہ کے بعد اس نے اپنی لڑکی کے ساتھ نکاح پڑھا دیا ہے یعنی رضاعی پسر کے ساتھ عقد پڑھا دیا ہے ثبوتی میں ایک عورت اور دو مرد کے سامنے کہتی رہی ہے اور کہا ہے اس کے گفتار پر گواہان ہیں اور تمام لوگوں میں معلوم ہے مگر اس گفتار کے گواہ یہ مذکور آدمی ہیں۔

ایک عورت اور دو مرد لہٰذا عرض خدمت ہے کہ جس مولوی نے نکاح پڑھایا ہے اور جو آدمی نکاح میں موجود تھے اور گواہ ہیں۔ پورے طور پر مسئلہ حل فرمادیں کہ اس کی کیا سزا ہے اور نکاح از روئے شریعت درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ثبوت رضاع کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے صرف اقرار سے رضاع ثابت نہیں ہوتا کمافی الهنديه ص ۳۴۷ ج ۱ ولا يقبل فی الرضاع الاشهادة رجلين اور جل و امرأتين عدول كذافی المحيط ....صورۃ مسئولہ میں جب دودھ پلانے پر حجت تامہ نہیں تو صرف مرضعہ کے قول سے رضاع ثابت نہیں ہوتا لہٰذا اس مرد اور عورت کا نکاح آپس میں جائز ہے (كمافی الدرالمختار ص ۲۲۳ ج ۳ وان اقرت المرأة بذلک (ثم اكذبت نفسها) وقالت اخطأت و تزوجها جاز كمالو تزوجها قبل ان تكذب نفسها) و ان اصرت عليه لان الحرمة ليست اليها قالوا: وبه يفتى فی جميع الوجوه (بزازيه) و فی ردالمحتار ص ۲۲۴ ج ۳ و نص فی الرضاع علے انها اذا قالت هذا ابنی رضاعا و اصرت عليه جازله ان يتزوجها لان الحرمة ليست اليها قالو اوبه يفتى فی جميع الوجوه الخ﴾

واللہ تعالیٰ اعلم حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

حرمت رضاعت کے لیے گواہی دو عادل مرد یا عورت کی شرط ہے، احتیاط اولیٰ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صوت مسئولہ میں کہ مسماۃ جندو زوجہ ملک خدا بخش مرحوم سوئی ہوئی تھی اور اس کے پاس اس کا پوتا مسمی عبدالغفور ولد حسن بخش بھی سویا ہوا تھا۔ اتفاقاً مسماۃ جمانی جندو بی بی زوجہ ملک وہاں سے گزری وہ کہتی ہے کہ میں نے دیکھا کہ میری ساس مسماۃ جندو سوئی ہوئی تھی اور عبدالغفور پستان چوس رہا تھا جس کی عمر تقریباً ڈیڑھ ماہ تھی اس عورت کے علاوہ اور کوئی شاہد نہیں اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ مسماۃ جندو کی اولاد اس لڑکے سے شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حرمت رضاع کے اثبات کے لیے کم از کم دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں بشرطیکہ عادل ہوں گواہ ہوں ایک عورت کی شہادت اثبات حرمت رضاعت کے لیے کافی نہیں ہے ہاں اگر ایک مرد یا ایک عورت رضاع کی شہادت یا خبر دے اور عبدالغفور مذکور اس کو درست جانے تب اولی یہ ہے کہ وہ احتیاط کے طور پر عمل کرے اور ایسے نکاح سے احتراز کرے۔

(كمافی العالمگيريه ص ۳۴۷ ولايقبل فی الرضاع الاشهادة رجلين اورجل و امرأتين عدول كذافی المحيط (الی ان قال) وان كان المخبر واحدا ووقع فی قلبه أنه صادق فالاولی ان يتنزه وياخذ بالثقة وجد الاخبار قبل العقد او بعده ولايجب عليه ذالک كذافی المحيط) فقط واللہ اعلم

عبداللطیف مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر شہادت نہ ہو تو پھر یقین پر ہے، اگر شک ہو تو احتیاط کریں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ لال مائی جب فوت ہوئی تو اس کا ایک بچہ تھا جس کی عمر تقریباً ڈیڑھ سال تھی قریبی ہمسایہ خاتون نوراں مائی کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس نے اس بچے کو گود لے لیا مائی نوراں کا کہنا ہے کہ اس وقت میرے سینے میں دودھ بالکل نہ تھا اور یہ خالی پستان چوستا تھا اب نوراں مائی اپنی لڑکی کی شادی اس سے کرنا چاہتی ہے مسئلہ بتائیے کہ شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر اس بات کی شرعی شہادت کے لیے کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں موجود ہیں جس نے اس بچے کو اس عورت کا دودھ پیتے دیکھا اور اس کو چوستے ہوئے اور حلق میں پستان سے دودھ اترتے ہوئے دیکھا ہے تب تو رضاعت ثابت ہے اور اس عورت کی بچی کا اس سے نکاح ناجائز ہے اور اگر اس قسم کی شہادت موجود نہ ہو صرف عورت کا بیان ہو تو اگر اس کو یقین ہو کہ دودھ اس کے حلق میں اتر گیا ہے تو اگر اسکی تصدیق کر لی تب بھی نکاح مذکور ناجائز ہے اور اگر عورت کا دودھ اس کے حلق میں اترنے کا شک ہو تب بھی احتیاطاً حرمت ثابت ہو جاتی ہے بشرطیکہ اس کی

تصدیق ہو جائے اور اگر عورت اسے گلے لگا چکی ہو اور اسے یقین ہو کہ دودھ اس کے حلق میں نہیں اترا تو حرمت ثابت نہ ہوگی اور اس کو اس کے ساتھ نکاح کرنا درست ہوگا۔ فتاوی عالمگیری ص ۳۴۴ ج ۱ میں ہے۔

(المرأة اذا جعلت ثديها فى فم الصبى ولا تعرف امص اللبن ام لاففى القضاء لاتثبت الحرمة بالشک و فی الاحتياط تثبت)

فقط واللہ اعلم عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

حرمت رضاعت کے لیے مشہور کرنا معتبر نہیں
بلکہ دو عادل گواہ گواہی دیں تو ثابت ہو جائیگا ورنہ نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ فتح بی بی دختر سراج مسمی سجاول ولد راجہ کی چچا زاد ہمشیر ہے۔ اب مخالفین نے یہ مشہور کر دیا ہے کہ فتح بی بی نے سجاول کی ہمشیر راج بی بی کا دودھ پیا ہے اور راج بی بی حلفاً بیان کرتی ہے کہ اس نے کبھی بھی فتح بی بی کو دودھ نہیں پلایا ہے تو کیا اس صورت میں شرعاً مسماۃ فتح بی بی کا نکاح سجاول کے ساتھ ہو سکتا ہے؟

﴿ج﴾

ثبوت رضاع کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے اگر خود یہ عورت بھی دودھ پلانے سے منکر ہے اور کوئی شرعی شہادت بھی موجود نہیں تو حرمت رضاع ثابت نہیں اور ایسے مرد عورت کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے۔ الحاصل صورت مسئولہ میں سجاول کا چچا زاد لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان
۱۷ جمادی الاولی ۱۳۹۸ھ

عورت منکر ہے لیکن دودھ منہ میں پہنچنے پر معتبر شہادت نہیں ہے اس لیے رضاعت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک دودھ پلانے والی عورت نے دوسری عورت کے حقیقی یک سالہ بیٹے کو خاموش کرانے کے لیے ایک دو دفعہ پستان منہ میں دیا۔ جبکہ لڑکے کی حقیقی والدہ موجود نہیں تھی۔ اب رضاعی عورت کا حلفیہ بیان ہے کہ پستان منہ میں دیا گیا ہے دودھ حلق کے اندر نہیں گیا اور نہ ہی پلایا ہے ایک اجنبی عورت بھی

گواہی دیتی ہے کہ میں نے مذکورہ عورت کو لڑکے کے منہ میں پستان دیا ہوا دیکھا ہے دودھ دینے نہ دینے کا پتہ نہیں تو اس صورت میں رضاعی عورت کی لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے ہو سکتا ہے جس کے منہ میں پستان دیا گیا ہے؟

﴿ج﴾

جبکہ عورت دودھ پلانے سے منکر ہے اور منہ میں دودھ کے پہنچنے پر کوئی شرعی شہادت بھی موجود نہیں تو حرمت رضاع ثابت نہ ہوگی اور نکاح جائز ہوگا۔

(كما فى القنية امرأة كانت تعطى ثديها صبية و اشتهر ذلک بينهم ثم تقول لم يكن فى ثديى لبن حين القمتها ثديى ولم يعلم ذلک الامن جهتها جاز لابنها ان يتزوج بهذه الصبية. درمختار ص ۲۱۲ میں ہے فلو التقم الحلمة ولم يدر ادخل اللبن فى حلقه ام لا لم يحرم لان فى المانع شكا)

جب تک حلق میں دودھ پہنچنے کا یقین نہ ہو جائے حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی ایک اجنبی عورت جو بچے کے منہ میں صرف پستان دینے کی خبر دیتی ہے اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان
۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

صرف افواہ پھیلانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ پر کہ زید نے اپنی چار سالہ منکوحہ کو اپنے مابین ناچاکی کی وجہ سے طلاق دیدی بعد میں لوگوں میں یہ بات مشہور ہوئی کہ یہ آپس میں رضاعی بہن بھائی ہیں تو کیا صرف مرضعہ کے کہنے یا لوگوں کی افواہ سے جبکہ شہادت موجود نہ ہو حرمت رضاع ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ (۲) مطلقہ عورت نے دوسری جگہ شادی کر لی اس سے اس کو ایک لڑکی پیدا ہوئی اب زید جو کہ مطلقہ عورت کا خاوند اول ہے اس کا بھائی مطلقہ عورت کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

لوگوں کے افواہ یا صرف مرضعہ کے قول سے حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی البتہ اگر مرضعہ کے صدق پر دل گواہی دیتا ہے تو ایسی حالت میں بہتر ہے کہ طلاق دیدے۔ صورت مسئولہ میں جب خاوند نے طلاق دیدی ہے تو

اس کے بعد عورت کا دوسری جگہ نکاح جائز ہے اور اس کی لڑکی سے جو دوسرے خاوند سے ہے عمر کا نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ ذوالقعد ۱۳۹۸ھ

دودھ پستان میں نہ ہونے پر شہادت نہیں اور عورت عدم العین کا اقرار کرتی ہے تو اس کا قول معتبر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارہ میں کہ مسماۃ زہرہ مائی جس کی عمر اب ۶۵ سال ہے اس کا خاوند شیر محمد ۵۵ سال پہلے فوت ہو چکا ہے۔ مسماۃ مذکورہ نے اپنے نواسے اللہ بخش کو آج سے آٹھ سال پہلے بغرض بہلانے اپنے پستان سے لگایا نانی مذکورہ کے پستان سے دودھ پانی یا کسی قسم کا اخراج بالکل نہیں ہوا اب نانی مذکورہ اپنے نواسے اللہ بخش کا رشتہ اپنی پوتی فوزیہ سے کرنا چاہتی ہے کیا یہ رشتہ بروئے شرع جائز و درست ہے؟

﴿ج﴾

جب دودھ کے وجود پر شاہد نہیں اور عورت خود کہتی ہے کہ دودھ نہ تھا تو عورت کا قول معتبر ہوگا لہذا حرمت ثابت نہ ہوگی۔ (فی الشامیة عن القنية امرأة كانت تعطى ثديها صبيةً و اشتهر ذلک بينهم ثم تقول لم يكن فى ثديى لبن حين القمتها ولم يعلم ذالک الا من جهتها جاز لا بنها ان يتزوج بهذه الصبية ص ۲۱۲ ج ۳) فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

دودھ کے وجود پر اگر شہادت نہ ہو تو رضاعت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں ایک عورت نے بچے کو جنم دیا۔ کچھ دنوں میں وہ فوت ہوگئی دادی نے بچے کو اپنے سینے سے لگا کر دودھ پلانا شروع کیا ویسے ہم دودھ گائے بھینس وغیرہ کا پلاتے رہے اب مذکورہ لڑکا اپنے سگے چچا کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے کیا حرمت ثابت ہوگی یا نہیں؟ اس کا گمان یہ ہے کہ میرا چچا اب میرا بھائی ہے کیونکہ میں نے دادی کا دودھ پیا ہے میرے چچا کی ماں یعنی دادی میری رضاعی ماں بن کر حرمت نکاح ثابت ہوگی یا نہیں؟

﴿ج﴾

تحقیق کی جاوے اگر دادی کے پستانوں میں دودھ بالکل نہیں تھا اور لڑکے نے ایک قطرہ دودھ بھی دادی کا نہیں پیا تو حرمت ثابت نہیں غرض یہ ہے کہ اگر دودھ کے وجود پر کوئی شاہد نہیں تو نفس پستان منہ میں دینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی البتہ اگر اس کا ثبوت ہو جائے کہ بچے نے دادی کا دودھ پیا ہے پھر حرمت کا حکم کیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ صفر ۱۳۹۹ھ

ثبوت رضاعت کے لیے شہادت ضروری ہے

﴿س﴾

صورت مسئلہ یہ ہے کہ زاہد کا نکاح آئین پاکستان ۱۹۵۶ء سے پہلے مریم کی بیٹی رضیہ سے ہوا یہ شادی وٹہ سٹہ کی ہوئی جس بنا پر زاہد نے اپنی بہن عائشہ کا نکاح رضیہ کے بھائی سے کر دیا تقریباً تین سال ہوئے زاہد کی شادی رضیہ سے کر دی گئی رضیہ کی رخصتی بھی شادی کے فوراً بعد ہوگئی اللہ تعالیٰ نے ایک بچی سے بھی نوازا بچی پیدا ہونے سے چند ماہ پیشتر جھگڑے کی بناء پر زاہد کی ساس مریم نے بتایا کہ زاہد نے رضیہ کی بڑی بہن کے ساتھ میرا دودھ پیا تھا پھر زاہد نے مزید تحقیق کی تو یہ بات عیاں ہوگئی چنانچہ مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

(۱) رضیہ اور زاہد رضاعی بہن بھائی قرار پاتے ہیں (۲) رضیہ کا بھائی اور زاہد کی بہن بھی رضاعی بہن بھائی بنتے ہیں ابھی تک ان کی شادی نہیں ہوئی چنانچہ زاہد نے اپنی بیوی (جو کہ اب اس کی بہن بنتی ہے) کو علیحدہ کرنا چاہا لیکن اس کی ساس نے اس بات کو جھوٹ اور لغو قرار دیا اور ان کا کیا لیکن یہ بات سو فی صد درست ہے اس لیے مندرجہ بالا حقائق کی بناء پر

(۱) زاہد کو کیا کرنا چاہیے کیا زاہد طلاق دینے میں حق بجانب ہے (۲) رضیہ کی کوکھ سے جس بیٹی نے جنم لیا ہے وہ کس کے پاس رہے اور اس کی پرورش کا فرض کس پر عائد ہوتا ہے (۳) کیا زاہد کی بہن کی شادی رضیہ کے بھائی سے ہو سکتی ہے مجھے امید ہے کہ آپ اس مسئلہ کو حل کر کے میری صحیح رہنمائی کریں گے اور ثواب دارین حاصل کریں گے۔

﴿ج﴾

ثبوت رضاع کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے صرف مرضعہ کا قول معتبر نہیں خواہ قبل العقد ہو یا بعد العقد۔ (قال فى الهندية ص ۳۴۷ ج ۱ ولا يقبل فى الرضاع الا شهادة

رجلین اورجل و امرأتین عدول کذا فی المحیط بنابریں)

صورۃ مسئولہ میں اگر حجت تامہ موجود ہے پھر طرفین میں تفریق ضروری اور لازم ہے اور اگر حجت تامہ نہیں صرف مرضعہ کا قول ہے تو اگر اس کے صدق پر دل گواہی دیتا ہے تو ایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ تفریق کی جائے مگر گنجائش ہے۔(کما قال فی الهندیة ص ۳۴۷ ج ۱ وان کان المخبر واحداً ووقع فی قلبه أنه صادق فالا ولی ان یتنزه و یا خذ بالثقة وجد الاخبار قبل العقد او بعده و لایجب علیه ذلک کذا فی المحیط)

بہتر یہ ہے کہ اس جواب کا اور علماء سے استصواب کرایا جائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ جمادی الاولی ۱۳۸۹ھ

ثبوت رضاعت کے لیے دودھ کا پیٹ میں یقینی طور پر پہنچنا ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ خدا بخش کی لڑکپن میں والدہ فوت ہوگئی اس کی دادی جو ساٹھ سال عمر کی تھی خدا بخش کو دلاسہ دینے کے لیے اپنا پستان اس کے منہ میں دے دیتی تھی جبکہ اس وقت دادی میں دودھ بھی نہیں تھا اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا خدا بخش اپنی چچا زاد بہن جو کہ دادی کی پوتی بنتی ہے سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ثبوت حرمت رضاع کے لیے بچے کے پیٹ میں دودھ کا یقینی طور پر پہنچنا ضروری ہے پس اگر دادی کے پستان میں دودھ نہ تھا تو صرف بچے کے منہ میں پستان دینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

پس صورت مسئولہ میں نکاح جائز ہے۔ (قال فی شرح التنویر ص ۲۱۲ ج ۳ فلو التقم الحلمة ولم یدر ادخل اللبن فی حلقه ام لالم یحرم وفی الشامیة عن القنیة امرأة کانت تعطی ثدیها صبیة و اشتهر ذلک بینهم ثم تقول لم یکن فی ثدیی لبن حین القمتها ثدیی ولم یعلم ذلک الامن جهتها جاز لابنها ان یتزوج بهذه الصبیة) فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ شوال ۱۳۱۹ھ

ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی

﴿س﴾

ایک عورت کے انتقال کے بعد صرف ایک اس کی بھرجائی خبر دیتی ہے کہ عورت مرحومہ نے میرے لڑکے کو دودھ پلایا ہے مگر بعد میں جب تحقیق کی جاتی ہے تو وہ عورت اپنے بیان سے رجوع کرتی ہے دوسرا کوئی گواہ نہیں ہے کیا صورت مسئولہ میں حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہ شاہد یا مخبر کے رجوع کے معتبر ہونے کے لیے مخبر کو یمین اٹھانی شرط ہے یا نہ یعنی رجوع مع الیمین معتبر ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اگرچہ وہ مخبرہ عورت اپنے اخبار پر برقرار رہے اس لیے کہ ایک عورت کے خبر دینے سے شرعاً حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور نہ شرعاً اس عورت سے رجوع کی صداقت میں کوئی یمین وغیرہ اٹھانا شرط ہے۔ البحر الرائق ۲۵۰ پر ہے۔

(و الحاصل ان الروایة قد اختلف فی اخبار الواحد قبل النکاح و ظاهر المتون انه لا یعمل به و کذا الاخبار برضاع طار فلیکن هو المعتمد فی المذهب الخ)

الدر المختار مع الشامی ص ۲۲۴ ج ۳ میں ہے والرضاع حجته حجة المال و هی شهادة عدلین وعدل وعدلتین الخ وفی ردالمحتار قوله وهی شهادة عدلین ای من الرجال و افاد انه لا یثبت بخبر الواحد امرأة کان او رجلا قبل العقد او بعده وبه صرح فی الکافی والنهایه تبعاً لما فی رضاع الخانیة لو شهدت به امرأة قبل النکاح فهو فی سعة من تکذیبها لکن فی محرمات الخانیة ان کان قبله و المخبر عدل ثقة لا یجوز النکاح و ان کان بعده و هما کبیران فالاحوط التنزه وبه جزم البزازی معللا بان الشک فی الاول وقع فی الجواز وفی الثانی فی البطلان و الدفع اسهل من الرفع ویوفق بحمل الاول علی ما اذالم تعلم عدالة المخبر او علی ما فی المحیط من ان فیه روایتین و مقتضاه انه بعد العقد لا یعتبر اتفاقا لکن نقل الزیلعی عن المغنی و کراهیة الهدایة أن خبر الواحد مقبول فی الرضاع الطاری بأن کان تحته صغیرة فشهدت و احدة بان امه او اخته او ارضعتها بعد العقد ... ت ویشیر الیه ما مر من قول الخانیة وهما کبیران لکن قال فی البحر بعد ذالک ان

ظاهر المتون انه لا يعمل به مطلقاً فليكن هو المعتمد فى المذهب قلت و هو ايضاً ظاهر كلام كافى الحاكم الذى هو جمع كتب ظاهر الرواية و فرق بينه و بين قبول خبر الواحد بنجاسة الماء او اللحم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ جمادی الاخری ۱۳۸۱ھ

ثبوت رضاعت کے لیے حجۃ تامہ ضروری ہے اور فاسقہ کی گواہی معتبر نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مرضعہ فاسقہ جس نے رضاع کا ایک معتبر آدمی کے سامنے اقرار کیا بعدازیں چار آدمی مزید متعین کیے گئے ان کے سامنے مشکوک بات کہی اور پانچواں آدمی جو بحیثیت مفتی کے تھا اس کے سامنے بالکل انکار کر دیا مگر دو مرد اور تین عورتوں نے حلفیہ بیان دیا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ مرضعہ نے دودھ پلایا ہے اور دو مردوں میں سے ایک کی عمر ستر سال ہے اور وہ پابند صوم وصلوۃ ہے اور ڈاکٹر بھی ہے اور دوسرا مرد اس وقت پندرہ سال کا تھا اور پابند صوم وصلوۃ نہیں ہے اور ان تین عورتوں میں سے ایک پابند صوم صلوۃ ہے اور دو نہیں ہیں لیکن ایک اکثر اوقات تارک صلوۃ ہے اور کبھی پڑھ لیتی ہے اور دوسری بالکل تارک صلوۃ ہے اور اس کی زندگی دیہاتیوں جاہلوں کی طرح ہے کیا اس صورت میں حرمت رضاع ثابت ہوگی یا نہیں؟

﴿ج﴾

مرضعہ کا اخبار مثبت رضاعت نہیں بالخصوص جبکہ فاسقہ بھی ہو ثبوت رضاع کے لیے حجت تامہ یعنی دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتیں ضروری ہیں خواہ قبل نکاح ہوں یا بعد نکاح۔

قال الشامی و افادانه لا يثبت بخبر الواحد امرأة كان اورجلا قبل العقد او بعده وبه صرح فى الكافى و النهاية تبعا فى رضاع الخانية لو شهدت به امرأة قبل النكاح فهو فى سعة من تكذيبها لكن فى محرمات الخانية ان كان قبله و المخبر عدل ثقة لايجوز النكاح الى اخره او يوفق بحمل الاول على اذا لم تعلم عدالة المخبر انتهى لہذا مسئولہ صورت میں جب مرضعہ فاسقہ ہے تو باتفاق روایتین اس کے اخبار کا قبل العقد بھی اعتبار نہ ہوگا باقی دو مردوں میں جب ایک فاسق ہے اس کا بھی اعتبار نہیں تین عورتوں میں دو فاسقہ ہیں وہ بھی کالعدم ہیں ایک مرد جو عادل ہے وہ تحمل شہادت کے وقت جب چھ سال کا تھا اور یقیناً اس وقت صبی عاقل متمیز نہ تھا اور تحمل کے وقت تمیز اور ضبط کی اہلیت شرط ہے کما ہو مصرح فی کتب الفقہ لہذا ان شاہدوں سے ثبوت رضاع نہیں ہو سکتا۔

صرف پستان چوسنے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی جب تک یقین نہ ہو کہ دودھ حلق میں اترا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیان کرتی ہے کہ میرے سینہ میں دودھ خشک ہے لیکن میں نے ایک لڑکے کو بہلانے کے لیے اس کے منہ میں پستان دیا اور وہ چوستا رہا میں اپنی لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں دے سکتی ہوں؟

﴿ج﴾

جب لڑکا فقط پستان چوستا رہا اور یہ یقین سے متحقق نہیں کہ دودھ اس کے حلق سے اتر گیا تو حرمت رضاع ثابت نہیں۔ صورت بالا میں نکاح بشرط صحت واقعہ درست ہے۔ (ويثبت به وان قل ان علم وصوله لجوفه من فمه او انفه لاغير فلو التقم الحلمة و لم يدر أدخل اللبن فى حلقه ام لا لم يحرم لان فى المانع شكا) الدر المختار شامی كتاب الرضاع ص ۲۱۲ ج ۳)

حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے مرضعہ کے اقرار سے یا پھر معتبر گواہوں سے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہندہ نے زید کو دودھ پلایا تھا جس پر دو مرد عینی گواہ موجود ہیں مگر رضیع کا ہندہ کی نواسی سے نکاح ہو گیا ہے یعنی رضاعی ماموں کا رضاعی بھانجی سے نکاح ہو گیا ہے شرعاً کیا حکم ہے نکاح معدوم ہے یا موجودہ صورت میں طلاق وغیرہ کی ضرورت پڑے گی؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم ...... حرمت رضاع کا ثبوت دو طریقے سے ہوتا ہے یا تو زوجہ اقرار کر لے کہ اس نے ہندہ مذکورہ کا دودھ پیا ہے تب حرمت رضاع ثابت ہو جائیگی اور زید کا اور ہندہ مذکورہ کی نواسی کا آپس میں آباد ہونا ناجائز ہوگا۔

اور زید کے ذمہ لازم ہوگا کہ وہ اس عورت کو اپنے سے علیحدہ کر دے بلکہ زبان سے اس کو کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے یا میں نے اس کو طلاق دیدی ہے پھر عدت کے بعد وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکے گی اور اگر زید اقرار نہیں کرتا تب اگر دو مرد چشم دید گواہ موجود ہیں تو ایسی صورت میں عورت حاکم مجاز مسلمان کی عدالت میں دعوی تنسیخ

دائر کر دے اور وہ گواہ گواہی دیں با قاعدہ مقدمہ کی سماعت طریق شرعی کے بعد حاکم مجاز حرمت ثابت مان کر ان کے مابین تفریق کا حکم صادر کر دے پھر عدت کے بعد وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکے گی گواہ دعوی کے بغیر بھی عدالت میں شہادت دے سکتے ہیں۔

(کما قال فی العالمگیریه ص ۳۴۷ ج ۱ الرضاع یظهر با حد الامرین احدهما الاقرار و الثانی البینة کذا فی البدائع ولا یقبل فی الرضاع الاشهادة رجلین اورجل و امرأتین عدول کذافی المحیط و لاتقع الفرقة الابتفریق القاضی کذا فی النهر الفائق......)

فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ محرم ۱۳۸۷ھ

اگر یقین ہو کہ دادی کے پستانوں میں دودھ نہ تھا یا لڑکا مدت رضاعت میں نہ تھا تو حرمت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

مطابق حالات ایک شخص محمد نواز نے اپنی دادی کا دودھ پیا اور تقریباً پانچ سال کی عمر تک دادی کا شیر خوار رہا مطلب یہ کہ وہ دادی کی چھاتی کو چوستا تھا تو اس میں سے دودھ نہیں آتا تھا بلکہ مسمی مذکور کی والدہ کے مطابق جب وہ اپنی دادی کا شیر خوار تھا تو اس وقت دادی کی چھاتی چھچھڑوں کی مانند تھی اور وہ اسے ہی لاڈ و پیار سے اسے چوستا رہتا تھا۔

(۲) اس کے بعد مسمی مذکور کے بیٹے (محمد طیب) نے اپنی دادی یعنی محمد نواز کی والدہ کا دودھ پیا اور دادی کے بقول جب وہ اس کے منہ میں چھاتی دیتی تھی تو اس میں سے تھوڑا تھوڑا دودھ قطروں کی مانند رستا ہوا نظر آتا تھا مگر جب مسمی محمد طیب کی دادی نے اسے گود لیا تو اس وقت اس کی دادی کی آخری بچی کی عمر تقریباً آٹھ سال تھی اور مسمی مذکور محمد طیب کی عمر تقریباً دو سال سے اوپر تھی اور تقریباً چھ ماہ کے عرصے تک اپنی دادی کا شیر خوار رہا اندریں حالات مسمی محمد طیب کو اپنے رشتہ داروں مثلاً چچا، پھوپھی ماموں وغیرہ میں سے کن کن کی اولاد شرعاً نکاح میں جائز ہو سکتی ہے؟

﴿ج﴾

(۱) بشرط صحت سوال اگر واقعی دادی کے پستانوں میں دودھ نہیں تھا اور محمد نواز نے دادی کا ایک قطرہ بھی مدت

رضاع ڈھائی سال کے اندر نہیں پیا تو حرمت رضاع ثابت نہ ہوگی۔

(۲) اگر محمد طیب نے مدت رضاع میں اپنی دادی کا دودھ پیا ہے تو حرمت رضاع ثابت ہے اور جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔ وہ رضاع کی وجہ سے بھی حرام ہوتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ جمادی الاولی ۱۳۹۷ھ

حرمت رضاعت کے لیے گواہوں کا ہونا ضروری ہے دودھ ہونے یا نہ ہونے میں عورت کا قول معتبر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ آمنہ بی بی اپنے دوہترے عبدالرحیم ولد عبدالکریم کو پستان منہ میں دیتی رہی بہلانے کے لیے جبکہ اس کی والدہ مسماۃ دختر آمنہ بیمار تھی او بچہ ہر وقت روتا اور تنگ کرتا تھا مگر پستان منہ میں ڈالتے ہی خاموش ہو جاتا تھا مائی آمنہ جس کی عمر ۵۰ سال کی تھی کہتی ہے کہ میرے پستانوں میں دودھ کا نام ونشان نہ تھا اور پانی بھی نہ تھا مگر بچہ اپنی والدہ کے دھوکے سے چپ ہو جاتا تھا اور حلفاً کہتی ہے کہ میری عمر ۵۰ سال ہے میرے پستانوں میں دودھ کا نام ونشان نہیں تھا تو کیا اس صورت میں عبدالرحیم کا رشتہ اپنے ماموں غلام خالد کی دختر مسماۃ بھرائی سے شرعاً جائز ہے؟

﴿ج﴾

ثبوت رضاع کے لیے دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے بشرط صحت سوال جب دودھ کے وجود پر شاہد نہیں اور عورت خود کہتی ہے کہ دودھ نہ تھا تو عورت کا قول معتبر ہوگا لہذا حرمت ثابت نہ ہوگی۔

(قال فی شرح التنویر ص ۲۱۲ ج ۳ فلو التقم الحلمة ولم یدر أدخل اللبن فی حلقه ام لا لم یحرم و فی الشامی عن القنیة امرأة کانت تعطی ثدیها صبیة و اشتهر ذلک بینهم ثم تقول لم یکن فی ثدیی لبن حین القمتها ثدیی ولم یعلم ذلک الامن جهتها جاز لابنها ان یتزوج بهذه الصبیة (رد المحتار). فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۰ رجب ۱۳۹۷ھ

اگر پستانوں میں دودھ نہ تھا تو حرمت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ضعیف العمر عورت نے اپنے شیر خوار پوتے کو پستانوں سے لگایا جب کہ بوجہ ضعیفی اس کے پستانوں میں دودھ نہ تھا کیا یہ لڑکا بلوغت کے بعد اپنی پھوپھی کی لڑکی سے شرعاً شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر واقعی پستانوں میں دودھ بالکل نہ تھا اور ایک قطرہ دودھ بھی بچے کے منہ میں نہیں گیا تو حرمت رضاعت ثابت نہیں اور نکاح جائز ہے وفی الشامية عن القنية امرأة كانت تعطى ثديها صبية و اشتهر ذلک بينهم ثم تقول لم يكن فى ثديى لبن حين القمتها ثديى و لم يعلم ذلک الا من جهتها جاز لا بنها ان يتزوج بهذه الصبية الخ ص ۲۱۲ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ

ثبوت رضاعت کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ جٹی کہتی ہے کہ مجھے اپنی ہمشیر دانسی کہتی تھی کہ میں نے ایک دن اپنی ہمشیر مسماۃ کوثر کو دودھ دیا تھا لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اور نہ جانتی ہوں اس وقت مسماۃ کوثر فوت ہو گئی ہے آیا اس کا لڑکا مسمی غلام محمد شر مومائی کی دوہتری کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے ایک بات اور بھی ہے جو جٹی کہتی ہے کہ چچا کی لڑکی کی سوکن ہوتی ہے درخواست کنندہ حلفیہ بیان دیتا ہے کہ مجھے کوئی یقین نہیں ہے اور شادی کرانے والا مسمی غلام محمد بھی کہتا ہے کہ مجھے سسی صاحبہ مسماۃ پر کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ میری جو پہلی بیوی ہے وہ مسماۃ کی لڑکی ہے اس لیے وہ سوکن کو منع کر رہی ہے؟

﴿ج﴾

ثبوت رضاع کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے اگر مسئولہ صورت میں شہادت شرعی موجود نہیں اور مسماۃ جٹی کے صدق پر بھی دل گواہی نہیں دیتا تو صرف جٹی کے قول سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی لہذا

اس مرد عورت کا آپس میں نکاح جائز ہے۔

(قال فی الهنديه ولا يقبل فى الرضاع الاشهادة رجلين اورجل و امرأتين عدول كذا فى المحيط (الى أن قال) وان كان المخبر واحدا ووقع فى قلبه أنه صادق فالا ولى ان يتنزه ويا خذ بالثقة وجد الاخبار قبل العقد او بعده و لايجب عليه ذلک كذا فى المحيط عالمگيريه ص ۳۴۷ ج ۱ وفى الشامية لكن قال فى البحر بعد ذلک ان ظاهر المتون انه لايعمل به (اى بخبرا لواحد) مطلقا فليكن هو المعتمد فى المذهب قلت وهوايضا ظاهر كلام كافى الحاكم الذى هو جمع كتب ظاهر الرواية وفرق بينه وبين قبول خبر الواحد بنجاسة الماء اواللحم فراجعه من كتاب الاستحسان ص ۲۲۴ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ محرم الحرام ۱۳۹۲

ثبوت رضاعت کے لیے حجۃ تامہ ضروری ہے صرف مرضعہ کا قول معتبر نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص کا نکاح اس کی ماموں زاد بہن کے ساتھ تقریباً دس سال پہلے منعقد ہوا ہے جس کے بطن سے اس وقت تین لڑکے پیدا ہو چکے ہیں اور تینوں بفضل اللہ تعالیٰ زندہ ہیں چند دنوں سے اس کے چچا نے کہا ہے کہ اس نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے مگر اس نے سنی سنائی بات نقل کی ہے آنکھوں سے نہیں دیکھا اور نانی بھی اقرار کرتی ہے کہ واقعی میں نے اپنے نواسے کو دودھ پلایا تھا مگر اس کا کوئی مرد یا عورت عینی شاہد نہیں صرف افواہ ہے اور افواہ بھی خاصی مشہور ہے کیا اس کا اپنی بیوی کے ساتھ رہنا شرعاً درست ہے یا تفریق ضروری ہے اگر تفریق ضروری ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی اور اولاد کس کے حوالے کی جائے گی؟

﴿ج﴾

ثبوت رضاع کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے صرف مرضعہ کا قول معتبر نہیں خواہ قبل العقد ہو یا بعد العقد بہرکیف حجۃ تامہ ضروری ہے لہذا ایسے مرد اور عورت کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے البتہ اگر مرضعہ کے صدق پر دل گواہی دیتا ہے تو ایسے حالات میں بہتر ہے کہ نکاح نہ کیا جاوے۔

(قال فى الهندية ص ۳۴۷ ج ۱ لا يقبل فى الرضاع الاشهادة رجلين اورجل و

امرأتين عدول كذا فى المحيط (الى ان قال) و ان كان المخبر واحدا وو قع فى قلبه أنه صادق فلا ولى ان يتنزه و يا خذ بالثقة و جد الاخبار قبل العقد اوبعده و لا يجب عليه ذلک كذا فى المحيط و كذا فى الشامية باب الرضاع ص ۲۲۴ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم
۶ ذی القعدہ ۱۳۹۴ھ

حرمت رضاعت کے لیے عادل گواہوں کی گواہی ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ھذا میں کہ نور محمد ولد شہامند قوم بھی چاون پر پانچ آدمیوں نے گواہی دی ہے کہ ہم نے مہر صادق وسدان وخاوند بی بی زوجہ محمد صادق سے سنا ہے کہ مسمی نور محمد مذکور نے ہمراہ صابا دودھ پیا ہے اب صادق مر گیا ہے اور سیدان وخان بی بی نے انکار کر دیا ہے کہ ہم نے ان پانچ آدمیوں کو نور محمد کے بارے میں کچھ نہیں بتایا آنکھ سے کسی آدمی نے نہیں دیکھا خود زوجین انکاری ہیں شریعت کے رو سے کیا یہ رضاعت ثابت ہوگی یا نہ؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ثبوت رضاعت کے لیے دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتیں ضروری ہیں اس کے بغیر ثبوت رضاع نہیں ہوتا بالخصوص جبکہ نکاح بھی ہو چکا ہے والرضاع حجته حجة المال وهى شهادة عدلين او عدل و عدلتين در مختار ص ۲۲۴ ج ۳ نیز رضاع میں شہادت بالتسامع بھی صحیح نہیں جب تک مشاہدہ شاہد نے نہ کیا ہو فقط سننے سے گواہی دس مسائل میں دی جا سکتی ہے جن کو فقہاء نے شمار کیا ہے رضاع ان میں سے نہیں ہے رضاع میں مشاہدہ کرنا ضروری ہے۔ ولا يشهد احد بما لا يعاينه بالا جماع الا فى عشرة الخ (درمختار) کتاب الشہادۃ نیز جب اصل شاہد شہادت سے منکر ہو جائے تو فروع کی شہادت قابل قبول نہیں ہوگی۔ پس جب دونوں عورتیں جو اصل شاہد کی حیثیت رکھتی ہیں منکر ہیں تو ان کے فروع کی شہادت بھی قابل قبول نہیں اس لیے بوجہ شہادت نہ ہونے کے نکاح کو صحیح سمجھا جاوے گا بشرطیکہ سوال مندرجہ بالا مطابق واقعہ ہو۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

حرمت رضاعت کے لیے دو عادل گواہ ہونا ضروری ہیں جو دودھ حلق میں اترنے کی گواہی دیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومحققین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ سعد بحالت بیماری ہفتہ جبکہ ایسا بے ہوش تھا کہ خود غذا کھانے پینے سے معذور تھا اور اسکی عمر سرف چار پانچ دن تھی حکیم نے کہا کہ والدہ کے سوا کوئی دوسری عورت پستان منہ میں دے کر پتہ کرے بچہ دودھ پیتا ہے یا نہ کیونکہ والدہ کا دودھ مضر صحت مریض ہے چنانچہ ہندہ نے اپنا پستان سعد کے منہ میں داخل کرنا چاہا مگر سعد نے منہ تک نہ کھولا فقط لبوں تک پستان رہا اور نہ پستان کو سعد نے چوسا نہ ہی ہندہ نے پستان سے دودھ نکال کر سعد کے منہ میں ڈالا کیا اندریں حالت سعد ہندہ کی خورد ہمشیرہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہ؟

(۲) ہندہ اور شاہدین موقعہ مذکوہ بالا صورت کی تصدیق کرتے ہیں۔

(۳) ہندہ کی خورد ہمشیرہ کے ساتھ سعد کا جس وقت خطبہ رسمی اور ملکی ادا کیا گیا اور ساتھ ہی برادری کی اور رسومات بھی ادا کی گئیں اس وقت کسی نے کسی قسم کا اعتراض یا شبہ نہ کیا اب برادری کے نزاع ہونے پر عرصہ چار سال کے بعد ذاتیات کی بناء پر جو شریک خطبہ تھے ان میں سے چند آدمی عوام کے روبرو دعوی رضاع کرتے ہیں کیا یہ دعوی رضاع قابل سماعت ہے؟

﴿ج﴾

رضاع کا ثبوت اس وقت ہوتا ہے جب دو گواہ عادل یہ گواہی دیں کہ ہم نے دیکھا ہے کہ دودھ لڑکے کے حلق سے نیچے یقیناً اتر گیا جب تک ایسے گواہ ثابت نہ کریں رضاع ثابت نہیں ہوتا اور نہ کوئی حرمت نکاح ثابت ہوتی ہے۔ فی الدرالمختار

(فلو التقم الحلمة ولم يدر ادخل اللبن فى حلقه ام لالم يحرم الخ و فى الفتح لو دخلت الحلمة فى فى الصبى و شكت فى الارتضاع فلا تثبت الحرمة بالشک الخ ص ۲۱۲ ج ۳ و قال فى الدرالمختار و الرضاع حجته حجة المال و هى شهادة عدلين او عدل و عدلتين الخ ص ۲۲۴ ج ۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

ثبوت رضاعت کے لیے گواہوں کا ہونا ضروری ہے صرف مرضعہ کا قول معتبر نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ فاضل نے ایک لڑکی سے شادی کی آٹھ ماہ گزر جانے کے بعد منکوحہ کی نانی نے انکشاف کیا کہ میں نے فاضل کو دودھ پلایا تھا تحقیق کی گئی ایک بھی گواہ نہ ملا جو یہ کہتا کہ واقعی فاضل نے دودھ پیا ہے حالانکہ فاضل کی شادی کے کپڑے وغیرہ خود نانی نے خریدے تھے اور اپنی اس بات کو سچا کرنے کی خاطر منکوحہ کی نانی نے جس نے فاضل کو دودھ پلانے کا دعوی کیا ہے اسی کے لڑکے نے قرآن اٹھالیا کہ واقعتہ فاضل نے میری ماں کا دودھ پیا ہے حالانکہ قرآن اٹھانے والا فاضل سے چھوٹا ہے ایک بریلوی مولوی صاحب کو بلایا گیا تو بالا مذکورہ صورت کے تحت انھوں نے فتوی دیا کہ لڑکی فاضل پر حرام ہے اب منکوحہ کے ہاں بچہ بھی ہے فاضل کو منکوحہ کی نانی پر کوئی اعتماد نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ثبوت رضاع کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے پس صورت مسئولہ میں اگر خاوند رضاعت کے قول کی تصدیق نہیں کرتا تو ایسے گواہوں کی شہادت ضروری ہے جو شرعاً معتبر ہوں صرف مرضعہ کا قول معتبر نہیں۔ اگر گواہ نہ ہو تو حرمت کا ثبوت نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۷ محرم ۱۳۹۵ھ

حرمت رضاعت کا دارومدار بچی کے دودھ پینے پر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل صورت میں سیف اللہ کا نکاح نگہت حمیرا بی بی سے ہوسکتا ہے یا نہیں صورت یہ ہے بی بی غلام سکینہ کے بیمار ہونے کی وجہ سے نگہت حمیراء نے عزیز بی بی کا پستان منہ میں لیا اگرچہ عزیز بی بی دو سال دودھ سے فارغ تھی اور اس کے سینہ میں کوئی دودھ نہ تھا اور محبوب خان کے بعد آج تک اس کو کوئی اولاد بھی نہیں ہوئی سیف اللہ خان کا نکاح نگہت حمیرا سے ہوتا ہے کیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

ثبوت حرمت رضاع اور عدم حرمت کا دارومدار بچی کے دودھ پینے اور نہ پینے پر ہے۔ اگر بچی نے دودھ پیا ہے

اگرچہ ایک قطرہ ہی ہو تو حرمت ثابت ہے اور اگر دودھ نہیں پیا اس لیے کہ دودھ نہ تھا یا پینے کا یقین نہیں تو حرمت ثابت نہیں اور نکاح جائز ہے پس صورت مسئولہ میں تحقیق کی جاوے جو صورت ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ صفر ۱۳۹۵ھ

اگر شرعاً رضاعت کا ثبوت ہے اور خاوند تسلیم کرتا ہے تو ان کے درمیان جدائی ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی مرید حسین کا نکاح پٹھانوں خاتون سے کیا گیا ہے لیکن بعد میں پتہ چلا ہے کہ مرید حسین کی نانی نے مسمات پٹھانی کو دودھ دیا تھا اور یہ بات مصدقہ ہو چکی ہے تو اب پٹھانی مرید حسین کی رضاعی خالہ ہوگی یعنی (والدہ کی ہمشیرہ) تو کیا مرید حسین کا اس کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں اگر نہیں ہوسکتا تو طلاق کی ضرورت ہوگی یا نہیں ان دونوں کا نکاح ہو چکا ہے، رخصتی نہیں ہوئی۔

﴿ج﴾

اگر شرعی طریقہ سے رضاعت کا ثبوت موجود ہے اور خاوند اس کو تسلیم بھی کرتا ہے تو حرمت ثابت ہے اور اس شخص پر لازم ہے کہ وہ اس عورت سے علیحدگی اختیار کرلے یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے چھوڑ دیا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ جمادی الاخری ۱۳۹۵ھ

اگر کوئی رضاعت سے منکر ہو جائے تو پھر ثبوت ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آج سے کچھ عرصہ پہلے میری لڑکی مسماۃ ستان بی بی کو ایک شخص اللہ بخش نامی نے اغواء کرلیا حالانکہ اللہ بخش نے میرے ساتھ رضاعی طور پر دودھ پیا تھا میں نے ہر طرح سے کوشش کی مگر اس نے میری لڑکی مجھے واپس نہ کی اور اس نے مصنوعی طور پر نکاح پڑھا کر اسے گھر میں رکھ لیا اس وقت میری اغواء شدہ لڑکی سے کچھ لڑکے اور لڑکیاں ہیں کیا میری لڑکی اس کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا میری لڑکی اور اس کی اولاد اس کی جائیداد کی وارث بن سکتی ہے یا نہیں یا اللہ بخش نامی آدمی کا یہ فعل دائرہ انسانیت میں داخل ہے یا نہیں لہذا اپنے فتوی سے روشنی ڈالیں ایسے آدمی پر شریعت کی کیا حد ہے شرعی طور پر میں اس کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتا ہوں یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر اللہ بخش رضاعت کا منکر ہے تو رضاعت کا ثبوت ضروری ہے اور ثبوت رضاعت کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے اگر شرعاً رضاع ثابت ہو جائے تو حرمت ثابت ہو جائیگی اور نکاح حرام ہو جائیگا پہلے اس مسئلہ کی تحقیق کی جائے بعد میں وراثت کے متعلق استفسار کیجیے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

تحقیق کرنے کے بعد ثابت ہو جائے کہ
دودھ کا ایک قطرہ بھی منہ میں نہیں گیا تو رضاعت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ مکو مائی کی بیٹی مریداں مائی نے شیر خوارگی کے زمانہ میں بھراواں مائی کا پستان منہ میں لیا پستان کو منہ سے لگاتے ہی بھراواں نے اپنا پستان مریداں مائی کے منہ سے کھینچ لیا مریداں مائی نے صرف پستان منہ میں لیا دودھ کا گھونٹ نہیں پیا اب یہ لڑکی مریداں مائی جوان ہے کیا اس کا نکاح بھراواں مائی کے بھائی غلام قاسم کے ساتھ جائز ہے یا نہیں تحقیق سے فتوی تحریر فرمائیں؟

﴿ج﴾

خوب تحقیق کی جاوے اگر واقعی مریداں مائی نے صرف پستان منہ میں لیا اور دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں پیا تو حرمت رضاع ثابت نہیں ہوگی اور نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۲ صفر ۱۳۹۴ھ

عورت کے انکار کے بعد خاوند بھی تصدیق نہیں کرتا
اور شہادت بھی نہیں ہے تو رضاعت ثابت نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے زینب سے عقد نکاح کیا جبکہ زینب پہلے شادی شدہ تھی جب زید نے نکاح کیا تو اس وقت زینب کی لڑکی راشدہ تقریباً نو ماہ کی دودھ پینے والی اس کے ساتھ تھی عقد نکاح کے بعد

زینب کو دوسرے سال میں زید کے گھر لڑکی پیدا ہوئی پھر چار سال کے بعد دوسری لڑکی زید کے گھر زینب کو پیدا ہوئی اب اس دوسری لڑکی کی مدت رضاع میں زید کے چھ ماہ کے لڑکے نے جو کہ زید کی پہلی بیوی سے تھا اس دوسری لڑکی کے ساتھ دودھ پلانے کا شبہ ڈلوایا گیا تو زید نے اپنی عورت زینب سے تکرار کرتے ہوئے کہا کہ تو نے واقعی دودھ پلایا ہے یا نہیں تو زینب نے کہا کہ پلایا ہے تو زید نے کہا کہ حلف اٹھاؤ تو زینب نے جواب دیا جب حلف اٹھانے کا موقع ہو گا اس وقت حلف اٹھاؤنگی اب جب زید کا لڑکا پانچ سال کا ہوا تو اسی زینب نے خاوند زید کو کہا کہ تو اپنے لڑکے کا عقد نکاح میری پہلی لڑکی راشدہ کے ساتھ کر دے تو زید نے کہا کہ پہلے تو کہتی تھی کہ میں نے دودھ پلایا ہے اب کہتی ہے نکاح کر دے تو زینب نے کہا میں حلفاً کہتی ہوں کہ میں نے روتے ہوئے لڑکے کو اٹھایا اور پستان اس کے منہ میں دیا لیکن لڑکے نے دودھ نہیں پیا یہ بیان میں علماء کرام کے سامنے حلفاً کہنے کو تیار ہوں زید نے جو دو عورتیں موقع پر تھیں ان سے پوچھا تو وہ بھی کہتی ہیں کہ ہم نے لڑکا اٹھایا اور قمیض کے نیچے کیا ہوا دیکھا لیکن یہ نہیں دیکھا کہ لڑکے نے دودھ پیا یا نہیں اب زید یہ فتوی پوچھتا ہے کہ کیا میں اپنے اس لڑکے شبہ برضاع کا عقد نکاح اپنی متبنی بیٹی راشدہ جو کہ زینب کو زوج متوفی سے تھی کر سکتا ہوں یا نہ؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(قال فی شرح التنویر ص ۲۱۲ فلو التقم الحلمة ولم یدر أدخل اللبن فی حلقه أم لالم یحرم لان فی المانع شکا و فی الشامیة عن القنیة امرأة کانت تعطی ثدیها صبیة و اشتهر ذلک بینهم ثم تقول لم یکن فی ثدیی لبن حین ألقمتها ثدیی ولم یعلم ذلک الامن جهتها جاز لابنها أن یتزوج بهذه الصبیة الخ وقال فی العالمگیریه ولا یقبل فی الرضاع الا شهادة رجلین أو رجل و امرأتین عدول کذا فی المحیط (عالمگیریه ص ۳۴۷) وایضا فیها و اذا أقرت المرأة أن هذا أبی من الرضاعة أو أخی من الرضاعة أو ابن أخی و أنکر الرجل ثم أکذبت المرأة نفسها وقالت أخطأت فتزوجها فالنکاح جائز (الی ان قال) و اذا قالت هذا ابنی رضاعا و أصرت علیه جازله أن یتز و جها لان الحرمة لیست الیها قالوا و به یفتی فی جمیع الوجوه کذافی البحر الرائق)

ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ جب عورت نے دودھ پلانے سے انکار کر دیا ہے خاوند بھی اس کی تصدیق نہیں کرتا اور دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت دودھ پلانے کی بھی نہیں تو صورت مسئولہ میں لڑکے اور لڑکی کا نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ، نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

دودھ کے وجود پر شاہد نہیں تو عورت کا قول معتبر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں ایک بی بی سے ایک لڑکی پیدا ہوئی دوسری بی بی اس لڑکی کو روتے وقت اٹھا کر اپنی گود میں لے لیتی بعض بعض دفعہ اپنا پستان اس لڑکی کے منہ میں دے دیتی عورت کا بیان ہے کہ میرے پستان سے دودھ کبھی نہیں آیا اور اس کے خاوند کا بھی یہ بیان ہے اب اس عورت کا بھائی حقیقی اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے کیا شرع شریف میں اس عورت کا بھائی اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے لڑکی ہمیشہ پستان چوستی رہی ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جب دودھ کے وجود پر کوئی شاہد موجود نہیں اور عورت خود کہتی ہے کہ دودھ کبھی نہیں آیا تو عورت کا قول معتبر ہوگا لہذا حرمت ثابت نہ ہوگی اور نکاح جائز ہوگا۔ (قال فی شرح التنویر ص ۲۱۲ ج ۳ فلو التقم الحلمة ولم يدر أدخل اللبن فی حلقه أم لالم يحرم لا ن فی المانع شكا وفی الشامية عن القنية امرأة كانت تعطی ثديها صبية و اشتهر ذلک بينهم ثم تقول لم يكن فی ثديي لبن حين القمتها ثديی ولم يعلم ذلک الامن جهتها جاز لابنها أن يتزو ج بهذه الصبية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ شعبان ۱۳۹۲ھ

حرمت رضاعت میں صرف مرضعہ کا اقرار معتبر نہیں گواہان ضروری ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ غلام فرید کا نکاح پانچ سال کی عمر میں حمیدہ جو کہ اس کی پھوپھی کی بیٹی ہے سے ہوا تھا اس وقت حمیدہ کی عمر چار سال کی تھی۔ یہ نکاح غلام فرید و حمیدہ کے والدین نے باہمی کر دیا تھا جس کی اب دونوں میاں بیوی کو کوئی یاد نہیں البتہ غلام فرید کے والدین کو چار سال ہوئے کہ وہ فوت ہو گئے غلام فرید کی چوبیس سال کی عمر میں حمیدہ سے شادی یعنی رخصتی ہوئی اور دونوں بصورت میاں بیوی وقت خوش اسلوبی سے گزارنے لگے شادی کے ڈیڑھ سال بعد یہ بات ظاہر ہوئی کہ غلام فرید نے اپنی دادی کا دودھ جب کہ غلام فرید کی عمر نو ماہ تھی دو ماہ

تقریباً پیا تھا محبت سے دادی نے غلام فرید کو دودھ پلایا تھا اور دادی ابھی زندہ ہے وہ اقرار بھی کرتی ہے کہ واقعی میں نے اس کو دودھ پلایا تھا اب جبکہ غلام فرید نے دادی کا دودھ پیا ہے تو اس کی پھوپھی غلام فرید کی رضاعی بہن بن گئی اس لیے اب چونکہ بات ظاہر ہوئی پھر مولوی صاحبان سے پوچھا گیا تو وہ کہتے ہیں کہ غلام فرید کا نکاح حمیدہ سے نہیں ہو سکتا جو کچھ ہوا وہ غلط ہے اور آئندہ یہ دونوں علیحدہ ہو جائیں اس لیے آپ کی طرف رجوع کیا کہ آپ شرعی نقطہ نگاہ سے وضاحت کے ساتھ تحریر فرمادیں کہ واقعی نکاح ہوا ہے یا کہ نہیں اب غلام فرید کو کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

مذکورہ صورت میں چونکہ صرف دادی غلام فرید کو دودھ پلانے کا اقرار کرتی ہے اس کے علاوہ کوئی گواہ نہیں ہے لہذا صرف مرضعہ کے اقرار سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ (قال فی الهندیه ص ۳۴۷ ج ۱ ولا يقبل فی الرضاع الاشهادة رجلين اورجل و امرأتين عدول)

البتہ اگر گواہ عادل موجود ہوں تو پھر تفریق واجب ہے۔ غلام مصطفیٰ رضوی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ رمضان ۱۳۹۳ھ

ثبوت رضاعت کے لیے دو مردوں کا گواہ ہونا ضروری ہے صرف ایک عورت کا قول معتبر نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے کے ساتھ کرنا چاہتی ہے بھائی کہتا ہے کہ تم نے اس لڑکی کی پیدائش سے ۵ سال قبل اسی بچے کو جب یہ صرف ۲۴ دن کا تھا اور میری بیوی یعنی اس عورت کی بھابھی بیمار تھی رات کا وقت تھا کہیں دودھ میسر نہیں ہو سکتا تھا اور بچہ رو رہا تھا میں نے تمھیں دودھ پلانے کے لیے کہا تھا جس پر تم نے انکار کر دیا تھا مگر میرے اصرار پر تم نے ایک وقت اپنا دودھ پلایا تھا اس وجہ سے تمھاری کسی بھی لڑکی کا نکاح میرے اس لڑکے کے ساتھ نہیں ہو سکتا حالانکہ عورت حلفیہ اور قسمیہ کہتی ہے کہ جہاں تک میری یادداشت کا تعلق ہے مجھے قطعی یاد نہیں کہ میں نے دودھ پلایا ہو اس وقت یہ عورت اس کا بھائی اور اس کی بیمار بھاوج موجود تھے اور چوتھا آدمی کوئی نہیں تھا بھاوج بھی کہتی ہے کہ مجھے پتہ نہیں کہ تم نے دودھ پلایا ہے یا نہیں اور نہ ہی اس عرصہ بیس سال میں کبھی ذکر ہوا ہے کہ تم نے کبھی میرے بچے کو دودھ پلایا ہو اگر کبھی پلایا ہوتا تو کبھی نہ کبھی ذکر ضرور چھڑتا۔

الغرض دونوں عورتیں دودھ پلانے سے انکاری ہیں صرف اور صرف بھائی کہتا ہے کہ مجھے یاد ہے کہ تم نے دودھ

پلایا تھا کیا اس عورت کی بچی کا نکاح اس لڑکے کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ لڑکا بالغ ہے اور باپ کے دودھ پلانے کی بات کا انکار کرتا ہے اور وہ اس بارے میں تصدیق نہیں کرتا ہے؟

﴿ج﴾

ثبوت رضاع کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے صرف ایک عورت کا قول معتبر نہیں۔ بہرکیف حجت تامہ ضروری ہے لہذا صورت مسئولہ میں اس مرد وعورت کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے۔

(قال فی الهندیه لا یقبل فی الرضاع الا الشهادة رجلین أو رجل و امرأتین عدول كذا فی المحیط (الی ان قال) و ان كان المخبر واحدا ووقع فی قلبه أنه صادق فالأ ولی ان یتنزه ویا خذ بالثقة و جد الاخبار قبل العقد أو بعده ولا یجب علیه ذلک كذافی المحیط (عالمگیریه ص ۳۴۷ ج ۱) و فی الشامیة ص ۲۲۴ ج ۳ لکن قال فی البحر بعد ذلک ان ظاهر المتون أنه لایعمل به (ای بخبر الواحد) مطلقا فلیکن هو المعتمد فی المذهب قلت و هو ایضاً ظاهر کلامه کا فی الحاکم الذی هو جمع کتب ظاهر الروایة و فرق بینه و بین قبول خبر الواحد بنجاسة الماء او اللحم فراجعه من کتاب الاستحسان (ردالمحتار باب الرضاع ص ۲۲۴ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

ثبوت رضاعت کے لیے دو مرد گواہی دیں صرف عورتوں کی گواہی پر اعتبار نہ کیا جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میرے سے پہلے میری پھوپھی صاحبہ میرے بڑے بھائیوں کو دودھ پلا چکی تھیں میں پیدا ہوا تو انھوں نے مجھے بھی اپنا دودھ پلانا چاہا اور مجھے میری والدہ صاحبہ سے لے کر اپنی گود میں ڈال لیا اور جب انھوں نے دودھ پلانے کی کوشش کی تو والدہ صاحبہ نے مجھے فوراً چھین لیا اور ان کو ایسا کرنے سے منع بھی کیا اب خدا کو معلوم کہ میں نے ان کا دودھ پیا ہے یا نہیں جبکہ دیگر عورتیں یعنی دیکھنے والی یا سننے والی عورتیں بھی یہی کہتی ہیں کہ تم نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا ہے میری منگنی میری پھوپھی کے ہاں ہوئی ہے اور منگنی کے بعد پتہ چلا کہ تم نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا ہے لیکن میں نے سب عورتوں کے اصرار پر ایک دن یہی سوال اپنی پھوپھی صاحبہ سے کیا تو وہ صاف انکار کر گئیں انھوں نے کہا کہ ہاں میں نے تم کو تمھاری والدہ سے لیا بھی تھا اور دودھ پلانے کا ارادہ بھی تھا لیکن

میں تم کو دودھ نہ پلا سکی کہ آپ کی امی جان نے روک دیا تھا اور وہ اسی دوران بہت سی قسمیں بھی اٹھانے لگیں اس کے بعد ایک دن پھر میں نے اپنے والد صاحب سے ذکر کیا تو وہ بھی صاف انکار کر گئے کہ تم نے دودھ نہیں پیا اور اگر امی جان سے دریافت کیا جائے اور کہا بھی گیا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ تم نے دودھ پیا ہے میں نے اس بات کا ذکر والد صاحب سے کیا تو وہ صاف مکر گئے کہ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا ویسے ان کا خیال بھی یہی ہے کہ میں نے دودھ پیا ہے ویسے تمام ماموں اور دیگر احباب یہی کہتے ہیں کہ تم نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا ہے لیکن اس کے برعکس دو آدمی ہیں جو صاف انکار کرتے ہیں کہ تم نے دودھ بالکل ہی نہیں پیا ایک تو والد صاحب اور دوسرے پھوپھی جان پھوپھی صاحبہ کی حالت تو یہ ہے کہ کئی بار قسمیں بھی اٹھا چکی ہیں اور قسمیں تو قسمیں وہ تو قرآن شریف اٹھانے پر تیار ہیں صرف اس بات پر کہ تم نے میرا دودھ نہیں پیا میرے دونوں بھائیوں کی شادی ہوچکی ہے وہ شادی میری والدہ صاحبہ کی مرضی کے خلاف ہوئی او والد صاحب کی من پسند ہوئی ہے والدہ صاحبہ کی مرضی دوسرے رشتہ داروں میں تھی لیکن والد صاحب چونکہ خود مختار ہیں تو انھوں نے اپنی من پسند کی اور والدہ صاحبہ کی من پسند پوری نہ ہوئی ان رشتوں کے متعلق ہمارے گھر میں ہر وقت یہی چہ میگوئیاں ہوتی تھیں لیکن اب مسئلہ نرم ہے کیونکہ والد کی عزت تقریباً ہر آدمی کرتا ہے جس کی وجہ سے ان کے منہ پر کوئی میرے متعلق کسی قسم کی بات نہیں کرتا اور اب چاروں طرف خاموشی ہے کہ دودھ نہیں پیا اور نکاح جائز ہوگا لیکن میں ان دونوں پارٹیوں کے فیصلے سے راضی نہیں ہوں برائے کرم آپ اس مسئلہ پر غور فرما کر کوئی فتوی تحریر کریں تا کہ مجھے تسلی ہوسکے میری شادی تھوڑے عرصے بعد ہونے والی ہے اگر نکاح جائز ہے تو کس صورت میں اور اگر نکاح ناجائز ہوگا تو کس صورت میں حالات بس یہی ہیں بینوا توجروا

﴿ج﴾

ثبوت رضاع کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے پس صورت مسئلہ میں اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیتی ہیں تو رضاع کا ثبوت ہوجائیگا اور نکاح جائز نہ ہوگا۔ صرف عورتوں کی شہادت کافی نہیں البتہ اگر ان عورتوں کے صدق پر دل گواہی دیتا ہے تو ایسی حالت میں بہتر ہے کہ نکاح نہ کیا جاوے۔

(قال فی الهندیة ولا یقبل فی الرضاع الا الشهادة رجلین او رجل و امرأتین كذا فی المحیط (الی ان قال) و ان كان المخبر واحدا ووقع فی قلبه أنه صادق فالأ ولی أن یتنزه و یاخذ بالثقة وجد الاخبار قبل العقد أو بعده ولا یجب علیه ذلک كذا فی المحیط (عالمگیریة ص ۳۴۷ ج ۱)

بہتر ہے آپ اس جگہ نکاح نہ کریں تمام عمر مشکوک نکاح کے ساتھ زندگی بسر کرنا درست نہیں۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۱ شوال ۱۳۹۳ھ

عورت کے اقرار پر گواہی معتبر نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چند آدمی اور چند عورتیں شہادت دیتے ہیں اس بات کی کہ مسماۃ ہندہ ہمارے سامنے اقرار کرتی ہے کہ زید میرا رضاعی بیٹا ہے اور واقعی میں نے زید کو دودھ پلایا ہے تو اب کچھ مدت گزرنے کے بعد مسماۃ ہندہ سے زید کے رضاعی بیٹے ہونے کے حق میں پوچھا جاتا ہے تو مسماۃ ہندہ قسم اٹھا کر کہتی ہے زید اس کا رضاعی بیٹا نہیں اور نہ ہی میں نے زید کو دودھ پلایا ہے اور نہ ہی میں نے زید کے رضاعی بیٹا ہونے کا اقرار کیا ہے اور یہ بھی کہتی ہے کہ شاید ایسے جھوٹی شہادت دیتے ہیں ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہندہ اب بھی کہتی ہے کہ زید اور میرا بیٹا جب دودھ پینے کی عمر میں تھے تو ایک بار اکٹھے سوئے پڑے تھے تو ہندہ کہتی ہے کہ اچانک زید رونے لگا تو میں فوراً اٹھی اور زید کو اٹھا لیا اور یہ نہ خیال کیا یہ تو زید ہے اور اپنے سینے پر لٹا لیا تو جب زید نے ادھر ادھر ہاتھ مارا اور پستان کو پکڑنے لگا تو میں فوراً چلائی اور افسوس کیا تو اسی وقت زید کو اپنے سینہ سے واپس ہٹا لیا اور دودھ کا ایک گھونٹ بھی نہ چوسنے دیا۔ رہا یہ کہ جو آدمی اور عورتیں زید کے یقیناً رضاعی بیٹے ہونے کی شہادت دیتے ہیں فی الحال وہ مسماۃ ہندہ کے مخالف بھی ہیں تو کیا اس صورت مذکورہ میں از روئے شریعت زید ہندہ کا رضاعی بیٹا سمجھا جائیگا یا نہیں اور زید کا ہندہ کی بیٹی سے نکاح بھی ہو سکتا ہے یا نہیں مسماۃ ہندہ کے اقرار اور انکار والے شاہد زمانہ کے لحاظ سے متدین اور متشرع بھی ہیں لیکن از روئے شریعت معتبر فی الشہادت شرائط ان شاہدوں میں نہیں پائے جاتے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں گواہان مذکور عورت کے اقرار پر گواہی دیتے ہیں نہ کہ نفس رضاع پر اس لیے شہادت سے فقط عورت کا اقرار ہی ثابت ہوگا نہ کہ رضاع اور اس اقرار کے بعد عورت انکاری ہے اس انکار لاحق سے اقرار سابق کا حکم ختم ہو جاتا ہے۔

(کما فی الدر المختار کتاب الرضاع ص ۲۲۳ ج ۳ وان أقرت المرأة بذلک (بالرضاع) ثم اکذبت نفسها و قالت أخطأت و تزوجها جاز کما لو تزوجها قبل ان تکذب نفسها و ان أصرت علیه لأن الحرمة لیست الیها قالوا و به یفتی فی جمیع الوجوه قال الشامی (قوله فی جمیع الوجوه) ای سواء أقرت قبل العقد أولا و سواء أصرت علیه أو لا الخ) عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ عورت مذکورہ خود اس لڑکے سے نکاح کر سکتی ہے اور اس کا اقرار سابق حرمت ابدی پیدا نہیں کر سکتا ہے ثبوت رضاع کے لیے شہادت کاملہ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو

عورتوں کا ہونا ضروری ہے۔ درمختار ص ۲۲۴ ج ۳ میں ہے۔ (والرضاع حجته حجة المال وهی شهادة عدلین او عدل و عدلتین ظاہر مذہب شہادت کاملہ ثبوت رضاع کے لیے ضروری ہے۔ کما هو مصرح فی الشامی بقوله لکن قال فی البحر بعد ذلک ان ظاهر المتون أنه لا یعمل به (بخبر الواحد) مطلقا فلیکن هو المعتمد فی المذهب قلت وهو ایضا ظاهر کلام کا فی الحاکم الذی هو جمع کتب ظاهر الروایة اس لیے یہ نکاح درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ

جب تک دودھ حلق میں اترنا ثابت نہ ہو رضاعت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بچی کی والدہ اس کی پیدائش کے چند دن بعد فوت ہوگئی تھی اس کی دادی نے جو کہ سن یاس کو پہنچ چکی تھی لڑکی کو اپنے سینے سے لگائے رکھا صرف اس لیے کہ رونے سے آرام کر جائے حقیقت میں لڑکی دودھ دوسری عورت کا پیتی تھی اس کی دادی کے سینے میں کوئی رطوبت قسم دودھ یا پانی اس عرصہ یا بعد میں ظاہر نہیں ہوا تھا لیکن رشتہ ناطہ کے سلسلہ میں یہ سوال پیدا ہو گیا ہے کہ آیا اتنی عمر میں خشک سینہ چوسنے میں بھی کوئی اثر یا حکم رضاعت کا عائد ہوتا ہے یعنی وہ بھی اپنے عم یا عمہ کے لڑکے کے نکاح میں آ سکتی ہے یا نہ اسی شک کی بنا پر استفسار کیا جاتا ہے کہ حکم شرع شریف کیا ہے لڑکی کی دادی اب فوت ہوگئی ہے بارہا اس بات کا اظہار کیا تھا کہ اس کے منہ میں کوئی رطوبت از قسم دودھ یا پانی کبھی ظاہر نہیں ہوا اور گھر کی دوسری مستورات اب بھی متوفیہ کے ایک بیان کی شہادت دیتی ہیں۔

﴿ج﴾

مذکورہ صورت میں حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی اور نکاح صورت مسئولہ میں جائز ہے جب تک دودھ یا رطوبت کا حلق سے نیچے اترنا ثابت نہ ہو حرمت نہیں پیدا ہوتی۔

البحر الرائق ص ۲۸۷ ج ۳ پر ہے لو أدخلت امرأة حلمة ثدیها فی فم رضیع و لا یدری ادخل اللبن فی حلقه أم لا لایحرم النکاح لأن فی المانع شکاً الخ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم
۳ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

اگر دو گواہ ہیں تو نکاح فاسد اور اگر طرفین تصدیق کریں تو نکاح فاسد ورنہ رضاعت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ درویش محمد نے ایک سال کی عمر میں محمد حیات کے ہمراہ اس کی والدہ کا دودھ پیا بلوغت کے بعد لاعلمی کی حالت میں درویش محمد نے محمد حیات کی چھوٹی ہمشیر سے عقد نکاح کر لیا کیا نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۲) عقد مذکور کے بعد منکوحہ کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو تا حال شیر خوار ہے بصورت فسخ لڑکی کی ولایت اور پرورش طرفین میں سے کس کے سپرد ہوگی نیز لڑکی کا نسب ثابت ہوگا یا ولد الزنا تصور ہوگی (۳) دوران عقد میں خاوند اور بیوی کے تعلقات زنا سے تعبیر کیے جائیں گے یا شبہ بالزنا سے بصورت اول اس کا کوئی کفارہ بھی ہے (۴) کیا بصورت فسخ عقد منکوحہ تمام رشتہ داروں کی رضامندی سے درویش محمد کے کسی الگ مکان میں رہائش رکھ سکتی ہے بشرطیکہ فریقین کی جانب سے کسی قسم کی بدامنی کا خدشہ نہ ہو بشرط جواز رہائش منکوحہ نفقہ کی حقدار ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

کئی صورتیں ہیں (۱) دودھ پینے کا ثبوت دو عادل گواہوں کی گواہی سے ہے تو نکاح فاسد ہے۔ (۲) اگر طرفین رضاعت کی تصدیق کرتے ہیں تو نکاح فاسد ہے۔ (۳) اگر گواہ نہ ہوں اور زوجین بھی تصدیق نہ کریں بلکہ رضاع سے منکر ہیں تو نکاح بحالہ قائم ہے ازدواجی تعلقات باقاعدہ رکھے جا سکتے ہیں البتہ بطور احتیاط علیحدگی اختیار کر لیں تو وہ اور بات ہے (۴) زوجہ رضاع مذکور کو نہیں تسلیم کرتی مگر زوج تسلیم کرتا ہے تو نکاح فاسد ہے مہر ادا کرنا ہوگا۔ (۵) زوج انکاری ہے مگر زوجہ تسلیم کرتی ہے کہ واقعی میرا زوج میری والدہ کا رضاعی لڑکا ہے تو زوج کو حلف دے سکتی ہے اگر حلف اٹھا لے تو اس کے ساتھ رہ سکتی ہے ورنہ نہیں اور نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے صورتِ مسئولہ میں ان میں سے جو کوئی صورت ہو اس کے مطابق حکم نافذ کیا جاوے یا جو ہو پھر مجھے لکھا جاوے تا کہ میں حکم تحریر کر دوں اگر بالفرض وہ صورت فساد نکاح کی صورت ہے تو باقی سوالات کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں (۱) لڑکی ثابت النسب ہوگی یہ شخص اس کا باپ شرعاً ہوگا اس کی پرورش کا حق اس کی ماں کو ہوگا جب تک کسی دوسرے گھر میں نکاح نہ کرے خرچ وغیرہ اس کا بذمہ والد ہوگا بڑی ہونے پر والد کو دے دی جائیگی (۳) اس دوران میں مباشرت بوجہ شبہ نکاح ہونے کے زنا نہیں ہوگا اور گناہ نہیں نہ کفارہ لازم ہے چونکہ لاعلمی میں ہوا ہے (۴) جوان عورت کو اس طرح محبوس رکھنا اچھا نہیں ہے اس کو زبان سے طلاق دے کر یا یہ کہہ کر کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے اختیار دیا جاوے کہ وہ دوسری جگہ نکاح کر لے پھر نفقہ کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۷ ا ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ

ثبوت رضاعت کے لیے گواہی حجت تامہ ضروری ہے صرف عورت کا قول معتبر نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ منیر احمد ولد کریم بخش کا اللہ وسایا کی دختر مسماۃ آمنہ از بطن مسماۃ شرماں زوجہ دوئم رشتہ طے ہو چکا ہے اللہ وسایا مذکور کی زوجہ اول منیر احمد کی حقیقی ہمشیر ہے بوقت منگنی مسماۃ آمنہ بی بی سوکن مسماۃ ہمشیر منیر احمد سے روبرو گواہان معلوم کیا گیا کہ اس نے کبھی مسماۃ آمنہ کو تو دودھ نہیں پلایا اس نے صاف انکار کیا تب منگنی عمل میں آئی اب کسی کے انگیخت پر دو سال بعد مسماۃ کہتی ہے کہ اس نے آمنہ کو دودھ پلایا تھا جبکہ دودھ پلانے کا کوئی گواہ تک نہیں ہے اللہ وسایا اس بات سے انکاری ہے تو کیا اس صورت میں منیر احمد کا نکاح آمنہ بی بی سے ہو سکتا ہے؟

﴿ج﴾

ثبوت رضاع کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے صرف مرضعہ کا قول معتبر نہیں لہذا ایسے مرد اور عورت کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے البتہ اگر مرضعہ کے صدق پر دل گواہی دیتا ہے تو ایسی حالت میں بہتر ہے کہ نکاح نہ کیا جائے مگر گنجائش ہے۔

(قال فی الهندیه ص ۳۴۷ ج ۳ ولا يقبل فی الرضاع الا شهادة رجلين أو رجل و امرأتين عدول كذا فی المحيط (الی ان قال) و ان كان المخبر واحدا و وقع فی قلبه انه صادق فالا ولی ان يتنزه و يا خذ بالثقة و جد الاخبار قبل العقد او بعده و لا يجب عليه ذلک كذا فی المحيط)

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال جب مرضعہ کے صدق پر دل گواہی نہیں دیتا اور شرعی شہادت بھی موجود نہیں تو رضاع ثابت نہیں اور نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
نائب مفتی قاسم العلوم ملتان ۱۵ شعبان ۱۴۰۰ھ

ان مذکورہ صورتوں کی بناء پر حرمت ثابت نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میری والدہ نے میرے ماموں کے لڑکے محمد یٰسین کو دودھ پلایا تھا اور

محمد یلیین کی والدہ نے میرے بھائی کو دودھ پلایا تھا اب میرا بھائی فوت ہو چکا ہے محمد یلیین کا ایک بھائی نذر حسین ہے اور تین ہمشیرگان ہیں جن کے لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔

(۱) کیا نذر حسین کی لڑکیوں کو میرے سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

(۲) کیا محمد یلیین شاہ کی ہمشیر کی لڑکیوں کو میرے سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

(۳) کیا میری ہمشیر کو نذر حسین سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں شرعاً تمام صورتوں میں پردہ ضروری ہے اور رضاع کی حرمت ان پانچوں صورتوں میں ثابت نہیں خود محمد یلیین آپ کا رضاعی بھائی ہے اور اس کے لیے رضاعت کے احکام بھی ثابت ہیں اسی طرح آپ کے جس متوفی بھائی نے محمد یلیین کی والدہ کا دودھ پیا ہے وہ محمد یلیین کی ہمشیرگان کا رضاعی بھائی ہے اور ان کے لیے پردہ ضروری نہ تھا لیکن آپ کے ساتھ محمد یلیین کی ہمشیرگان وغیرہ کا کوئی رشتہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۳ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

رضاع میں اگر شک ہو تو رضاعت ثابت نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک عورت بیٹھ کر اپنی لڑکی کو ایک طرف والے پستان سے دودھ پلا رہی تھی ایک لڑکا اس کا خواہرزادہ کھیلتا ہوا آیا اپنی خالہ کے دوسری طرف والے پستان کو منہ میں لے لیا عورت کو پتہ لگا فوراً اس کو پستان سے ہٹا دیا پھر اس لڑکے سے پوچھا کیا تم نے دودھ پیا ہے یا نہ میٹھا تھا یا کڑوا وہ بولا کہ نہیں پھر وہ لڑکا چلا گیا۔ لڑکے کی عمر تقریباً ۳ سال تھی کیونکہ یہ لڑکا اس لڑکی سے عمر میں دو سال بڑا ہے اور لڑکی کی عمر دودھ پیتے وقت ایک سال کی تھی بہر حال احتمال ہے کہ لڑکے نے دودھ پیا ہو یقین بالکل نہیں ہے وہ مرضعہ اس کی خالہ بیان کرتی ہے کیونکہ اس وقت کوئی آدمی موجود نہیں تھا جو کہ اس کو ملاحظہ کرتا ہاں ایک مرد تھا مگر وہ بھی اپنے کام میں مشغول تھا۔ اب دریافت کیا جا رہا ہے کہ اس صورت مسئولہ میں رضاع ثابت ہے یا نہ دوسری صورت میں یہ لڑکا اپنی خالہ کی اس لڑکی یا دوسری لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔ (۲) مدت رضاع میں امام صاحب اور صاحبین کا جو اختلاف ہے جناب کی تحقیق کے موافق ترجیح کس قول کو ہے؟ (۳) صرف مرضعہ بیان کرتی ہے کہ میں نے بچہ کو دودھ دیا ہے یا سوائے مرضعہ کے دو تین عورتیں اور بھی کہتی ہیں کہ واقعی اس نے اس بچہ کو دودھ دیا ہے کیا اس صورت میں رضاع ثابت ہو جاتا ہے۔

﴿ج﴾

صورت مذکورہ فی السوال میں رضاع ثابت نہیں ہے ایک تو رضاعت میں شک ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ تین برس کی عمر ہو تو امام صاحب اور صاحبین کا اتفاق ہے کہ اس عمر میں حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ یہ اور بات ہے کہ ترجیح مدت رضاع کے مسئلہ میں صاحبین کے قول کو دی جاتی ہے جیسا کہ سوال میں اس کا ذکر ہے اور علامہ شامی نے البحر الرائق سے نقل کر کے صاحبین کے مذہب کو ترجیح دی ہے لیکن تین برس کا بچہ اگر دودھ پی لے تو اس میں حرمت رضاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(در مختار ص ۲۱۱ ج ۳) (ویثبت التحریم فی المدة فقط) اس پر شامی نے لکھا ہے (أما بعدها فانه لا یوجب التحریم) اور تین برس مدت کا قول نہ امام صاحب کا ہے اور نہ صاحبین کا نیز اس صورت میں تو یقین بھی نہیں ہے کہ واقعی بچہ نے دودھ پی لیا ہے بلکہ محض شک ہے اور محض چھاتی منہ میں آنے سے رضاع ثابت نہیں ہوتا۔

درمختار ص ۲۱۲ ج ۳ میں ہے (ان علم وصوله لجوفه من فمه أو أنفه لا غير فلو التقم الحلمة ولم يدر أدخل اللبن في حلقه أم لا لم يحرم لأن في المانع شكا والوالجية اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے وفي الفتح لو أدخلت الحلمة في في الصبي و شكت في الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشك) قال صاحب الدر المختار ص ۲۲۴ ج ۳ والرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أو عدل و عدلتين۔ عدلتین میں اگر خود مرضعہ بھی ہو اس کو بھی شامل ہے۔ کما قال العلامة الشامی فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ثبوت رضاعت کے لیے گواہوں کا ہونا ضروری ہے صرف مرضعہ کا قول معتبر نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے بھتیجے کو دودھ پلایا اس کی لڑکی کی شادی اس کے اسی بھتیجے سے ہو گئی حالانکہ عورت کہتی رہی کہ میں نے اپنے اس بھتیجے کو دودھ پلایا ہے کسی نے اس کی نہ سنی اور لڑکی لڑکا جو کہ بقول عورت رضاعی بہن بھائی ہیں کی شادی کرا دی اب لڑکی کا ایک بچہ بھی ہو گیا بعض آدمی کہتے ہیں کہ کوئی گواہ نہیں لیکن بھاوج بیمار تھی اس نے بھتیجے کو دودھ پلایا بھائی بھی شاید جان بوجھ کر انکاری ہے ایسی صورت میں کیا حرمت کے لیے عورت کا کہنا کافی نہیں ہے؟

﴿ج﴾

ثبوت رضاعت کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے صرف مرضعہ کا قول معتبر نہیں البتہ اگر مرضعہ کے صدق پر دل گواہی دے تو اس سے احتراز کیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۷ شوال ۱۳۹۶ھ

اگر دودھ پلانے والی عورت صادقہ ہے اور خاوند کو بھی اس کی بات پر یقین ہے تو خاوند اس عورت کو طلاق دے کر اپنے گھر سے علیحدہ کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۵ شوال ۱۳۹۶ھ

اپنی اولاد کے دھوکہ میں دودھ پلانے سے بھی عورت کا رضاعی بیٹا بن گیا اس لیے اس کی اولاد سے نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے دیور کے لڑکے کو اس مغالطے میں اپنا دودھ پلایا ہے کہ میں اپنی بچی کو دودھ پلا رہی ہوں چند گھونٹ پلانے کے بعد جب بچے کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بچی نہیں بلکہ دیور کا لڑکا ہے جبکہ ان دونوں بچوں کے والدین نے ان کو ایک دوسرے سے عقد کے لیے منسوب کیا ہے۔ اب بچی کی والدہ کا کہنا ہے کہ یہ میری بھول یا غلطی ہے۔ اس سے رضاع ثابت نہیں ہوتی اور بطور دلیل کہتی ہے کہ جب روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح میری اس بھول سے رضاع ثابت نہیں ہوتی لہٰذا عقد جائز ہے اگر عقد نہ کیا گیا تو میں قطع تعلق کر لونگی اور لڑکے کے والدین کہتے ہیں کہ رضاع ثابت ہو چکی ہے اس لیے عقد نہیں ہوتا۔ نیز مسئلہ مذکورہ میں رضاع کے علاوہ قطع تعلقی کا بھی اندیشہ پیش ہے بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں شرعاً رضاع ثابت ہے اور اس لڑکی اور لڑکے کا آپس میں نکاح جائز نہیں اور اس میں قطع تعلقی نہیں بلکہ یہ لڑکا رضاعی بیٹا بن گیا ہے اور لڑکی اس کی رضاعی بہن ہے اس لیے آپس میں نکاح حرام ہو گیا۔ (لحدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد اسحاق غفرلہ
۸ محرم ۱۳۹۶ھ

اگر ایک قطرہ دودھ بھی چلا گیا منہ میں تو رضاعت ثابت ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکا مسمّی بنام مسعود احمد نے حالت بیماری بچپن میں ایک عورت کا دودھ پیا اور فوراً قئی کر دیا اب یہ فرمائیں کہ اس عورت دودھ پلانے والی کی چھوٹی بہن کے ساتھ اس لڑکے کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

ایک قطرہ دودھ کا بھی جب لڑکے کے حلق میں اتر گیا تو حرمت ثابت ہوگئی لہٰذا مسعود احمد کا نکاح دودھ پلانے والی کی بہن سے درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر شواہد نہیں ہیں تو ایک عورت کی شہادت سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ زینب کی بیماری کی وجہ سے مسماۃ خیری نے زینب کی لڑکی مسماۃ سکینہ کو اٹھا کر مسماۃ واویل کے پاس لے آئی مسماۃ واویل کے پاس لے آئے مسماۃ واویل کسی تقریب یا ویسے برادری کو ملنے آئی تھی اس کا گھر دور ہے تو مسماۃ خیری نے سکینہ مسماۃ واویل کو دے دی اس کی والدہ بیمار ہے اس کو دودھ دیدے اس وقت ایک شخص پیدل خان اتفاقی آ جاتا ہے اور اس کا گھر دور اور ان کا غیر جانبدار ہے اور کہتا ہے کہ دودھ بغیر اجازت خاوند کے دینا درست نہیں پھر تم رشتے کیسے کرو گی تو عورتوں نے پرواہ نہ کی۔ مسماۃ سکینہ کو مسماۃ واویل نے دودھ دے دیا اور کسی پر ظاہر نہ کیا غلام نبی والد سکینہ نے اس لڑکی کا رشتہ مسمّی عیسے خان خاوند واویل کو برادری کے سامنے دعائے خیر کہہ دی تو مسماۃ واویل زوجہ عیسے اپنے چچا حاجی غلام محمد کو کہتی ہے کہ میں نے اس لڑکی کو دودھ دیا تھا اور مسمّی پیدل خان جو بوقت دودھ دینے کے موجود تھا غلام نبی والد سکینہ کو کہتا ہے کہ میرے سامنے عیسیٰ کی زوجہ واویل نے سکینہ کو دودھ دیا تھا اور مسماۃ خیری بھی موجود تھی تو اس خبر کے موصول پر غلام نبی کپڑے لینا چھوڑ دیتا ہے عیسے سے اور پیدل خان اپنے گھر واویلا کرتا ہے کہ انھوں نے ناجائز رشتہ کیا ہے پیدل خان لڑکا امام بخش اور اس کا بھانجا کرم بخش پیدل خان کی زبانی شہادت دیتے ہیں اب لڑکی جوان ہوگئی ہے مسمّی عیسے رشتہ مانگتا ہے اس کا والد فتوی شرعی طلب کرتا ہے پیدل خان اور مسماۃ خیری فوت ہو چکے ہیں مسماۃ واویل دودھ پلانے والی موجود ہے پیدل خان کی شہادت کے گواہ

اس کا بیٹا اور بھانجا اور غلام نبی والد سکینہ موجودہ ہیں اتنا عرصہ تک رضاع کی اطلاع نہ ہونا اور عورتوں نے اس وقت ظاہر نہ کیا یہ اس بناء پر ہے کہ اس بستی کے لوگ اس قسم کے ہیں کہ گزشتہ مہینہ میں انھوں نے ایک رشتہ کیا ہے تو جس لڑکے کو رشتہ دیا گیا ہے اس نے شرارت کرتے ہوئے جو عورت سالی بنی ہوئی ہے گالیاں بکنا شروع کردیں تو ساس کہتی ہے کہ اس کو دودھ حیا بھی نہیں آتی تو لڑکے کے والد نے کہا کہ دودھ کیا بولی کہ میں نے اس کو دودھ دیا تھا تو لڑکے کے والد نے کہا مسئلہ پوچھیں گے اگر جائز ہوا تو ٹھیک ورنہ رشتہ نہیں کرینگے تو ساس اور خسر لڑکے سے کیا کہتے ہیں کہ مسئلہ کیوں پوچھتا ہے آپس کا معاملہ ہے کردینگے ہو جائیگا کون اعتراض کرسکتا ہے غرضیکہ انھوں نے رضاع کو کچھ نہیں سمجھا جنھوں کو خبر تھی اطلاع کردی نکاح ہونے والا ہے صرف فتوی مطلوب ہے لہٰذا صورت مسئولہ کے بارہ میں فتوی شرعی ارسال فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... صورت مسئولہ میں نصاب شہادت ایک مرد پیدل خان اور دو عورتیں مسماۃ خیری اور مسماۃ واویل مرضعہ چونکہ پہلے موجود تھیں اور اب صرف ایک مرضعہ واویل موجود ہے باقی پیدل خان اور خیری فوت ہو گئی ہے اور جن لوگوں کو انھوں نے اطلاع دی تھی اگر ان کو انھوں نے اپنی شہادت پر شاہد نہ بنایا ہو تب فی الحال نصاب شہادت موجود نہیں ہے لہٰذا ایک عورت کی شہادت سے حرمت ثابت نہیں ہوسکتی ہاں اگر مسماۃ سکینہ کو بعد از بلوغ اس ایک مرد اور دو عورتوں نے رضاع کی شہادت دی ہو یا مسماۃ سکینہ اب اس ایک عورت کی بات کی تصدیق کرتی ہے تو اس صورت میں اس کے لیے مسمی عیسیٰ مذکور سے نکاح کرنا ناجائز ہوگا ورنہ جائز ہوگا ویسے چونکہ ابھی تک ان کے مابین نکاح نہیں ہوا ہے اس لیے اس نکاح سے احتراز کرنا بہرحال اولی اور بہتر ہے اور احتیاط کے مطابق ہے۔

(كما قال في الدر المختار على هامش تنوير الابصار ص ٢٢٥ ج ٣)(ولو شهد عندها عدلان على الرضاع بينهما أو طلاقها ثلاثا وهو يجحد ثم ماتا أو غابا قبل الشهادة عند القاضي لايسعها المقام معه ولاقتله به يفتي ولا التزوج باخر الخ)

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ رجب ۱۳۸۷ھ

رضاعت ثابت نہیں ہے نکاح درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ت اور مسماۃ و دوسگی بہنیں ہیں۔ مسماۃ و کی دختر ع کی پیدائش کے وقت مسماۃ و بیمار ہوگئی اور مسماۃ ت نے مسماۃ ع دختر و کو اپنی دختر م کے ساتھ دودھ پلایا کیا مسماۃ م دختر ت کا نکاح مسمی ج پسر و کے ساتھ جائز ہے اور مسمی فیاض پسر و کا نکاح ہمراہ مسماۃ ب دختر ع جائز ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں دونوں نکاح جائز ہیں۔ **(كذا في كتب الفقه)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ شعبان ۱۳۱۹ھ

اپنے بیان سابقہ سے روگردانی کی بناء پر رضاعت ثابت نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بوڑھی جس کے پستانوں میں دودھ آنا ختم ہو چکا تھا وہ اپنے شیر خوار نواسے کو مدت رضاع میں اپنے پستانوں سے بطور بہلانے کے لگاتی رہی اور اس کے منہ میں پستان دیتی رہی کچھ دنوں کے بعد اپنے بیٹے سے کہا کہ میرے نواسے سے اپنی لڑکی کا نکاح نہ کرنا کیونکہ میں نے دودھ پلایا ہے اب وہ بوڑھی کہتی ہے کہ میں نے کسی ناراضگی اور ضد کی بناء پر کہا تھا کہ اس کے ساتھ بیٹی کا نکاح نہ کرنا اب میں حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ مجھے دودھ بالکل نہ آتا تھا ایک دفعہ میرے پستانوں میں کچھ تحرک ہوا اور میں نے فوراً پستان نکال کر تین بار نچوڑا تو تیسری بار معمولی سا پانی نمودار ہوا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس عورت کے نواسے سے اس کی پوتی کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ لڑکی مذکورہ کا عقد نکاح لڑکے مذکور سے درست ہے جبکہ عورت مذکورہ نے اپنے بیان اول سے رجوع کرلیا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بندہ محمد اسحاق نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

احتیاط اس میں ہے کہ ان کے درمیان نکاح نہ کیا جائے جبکہ وہ عورت پہلے دودھ پلانے کا اقرار کر چکی ہے اور روک چکی ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب تک شرعی شہود نہ ہوں رضاعت ثابت نہیں ہوتی عورتوں کی گواہی معتبر نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی جس کی عمر ڈیڑھ سال کی تھی اس کی والدہ فوت ہوگئی اس کے بعد اس لڑکی کو اس کی پھوپھی صاحبہ نے دودھ پلانا شروع کر دیا ۶ مہینے پھوپھی نے دودھ پلایا اس کے بعد لڑکی دادی کے پاس رہی دادی لڑکی کو ادھر ادھر سے دودھ مانگ کر پلاتی رہی اور دودھ اپنا بھی گواہوں کے مطابق پلاتی رہی جو کچھ اس کے پستانوں سے نکلتا تھا چاہے دودھ ہو یا پانی اس وقت اس کی عمر ۷۰ سال کی تھی اور گواہ صرف تین عورتیں ہیں مگر ان سے قسم کا مطالبہ کیا تو انھوں نے قسم کھانے سے انکار کر دیا اب اس لڑکی کا چچا زاد بھائی کے ساتھ نکاح ہوگیا اس وقت سارے شریک تھے کسی نے یہ بھی نہ کہا کہ ایسا معاملہ ہے نکاح نہ کرنا اب وہ مخالف ہوگئے ہیں اور کہتے ہیں کہ نکاح جائز نہیں اب یہ پوچھنا ہے کہ نکاح جائز ہے یا ناجائز اور اس وقت ان گواہوں کی عمر چھوٹی تھی اب وہ بالغ ہوگئے ہیں اور اس کی دادی کی عمر کی ایک بوڑھی عورت اب بھی موجود ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے اس کی دادی سے پوچھا جو تمھاری بہو مرگئی ہے تو تمھاری پوتی کس طرح پل رہی ہے اس نے کہا کہ کیا کریں غریب ہیں کہیں نہ کہیں سے دودھ مانگ کر پلاتی ہوں؟

﴿ج﴾

جب تک کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں نیکوکار گواہی نہ دیں اس وقت تک اس نکاح میں کوئی شرعی رکاوٹ پیدا نہیں ہوسکتی عورتوں کی گواہی اس بارے میں مقبول نہیں ہے لہذا یہ نکاح جائز ہے در مختار ص ۲۲۴ ج ۳ میں ہے (والرضاع حجته حجة المال وهی شهادة عدلين او عدل و عدلتين) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

رضاعت ثابت نہیں ہے نکاح صحیح ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اب ہندہ کے ساتھ پہلے شوہر سے ایک لڑکی ہے اب ہندہ مذکورہ سابقہ بیٹی کو دودھ پلاتی رہی اب زید کی پہلی گھر والی سے ایک لڑکا ہے کیا اب اس ہندہ کی لڑکی جو کہ پہلے شوہر سے ہے جو دودھ زید کی موطوءہ ہونے کی حالت میں پیتی رہی زید کی پہلی گھر والی کے بیٹے سے اس کا نکاح درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

زید کے لڑکے کا نکاح لڑکی مذکورہ سے درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زید کی موطوءہ ہونے کی حالت میں دودھ پلانے سے زید کے لڑکے کے ساتھ لڑکی کا رشتہ رضاع ثابت نہیں ہوتا لہذا نکاح جائز ہے۔

الجواب صحیح حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

ثبوت رضاعت کے لیے حجۃ تامہ ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کا لڑکا ہے اور ایک دوسری عورت جس کی لڑکی ہے کچھ عرصہ کے بعد دوسری عورت کی لڑکی نے لڑکے کی والدہ کا دودھ پیا ہے لڑکا اپنی والدہ کا دودھ پہلے پی چکا تھا۔ اور لڑکی نے کئی سال بعد مدت رضاعت کے اندر پھر لڑکے کی والدہ کا دودھ پیا ہے لڑکے اور لڑکی نے بیک وقت اکٹھے دودھ نہیں پیا۔ اب قابل دریافت بات یہ ہے کہ اس لڑکی اور لڑکے کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر نکاح جائز نہیں ہے تو جو لوگ اس نکاح کو جائز سمجھ کر نکاح کرنا چاہتے ہیں تو ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

نوٹ: اس وقت مرضعہ اپنے لڑکے کے نکاح کی خاطر اس لڑکی کے دودھ پلانے سے انکاری ہے مگر گواہ موجود ہیں اور دودھ پلانے کا واقعہ پہلے سے لوگوں میں مشہور ہے اور برادری کے لوگوں کو بھی علم ہے بینوا توجروا

«ج»

ثبوت رضاع کے لیے دومرد یا ایک مرد اور دوعورت کی شہادت ضروری ہے۔

(قال فی الهندیه ولا یقبل فی الرضاع الاشهادة رجلین اورجل و امرأتین عدول کذا فی المحیط) (عالمگیریه ص ۳۴۷ ج ۱) پس صورت مسئولہ میں اگر دو معتمد گواہ جو شرعاً معتبر ہوں یہ گواہی دیدیں کہ ہم نے اس عورت کو اس لڑکی کو دودھ پلاتے دیکھا ہے تو رضاع کا ثبوت ہو جائیگا اور نکاح حرام ہوگا۔ باقی دونوں بچے اکٹھے کسی عورت کا دودھ پی لیں یا اکٹھے نہ ہوں بہرحال حرمت رضاعت کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

صرف مرضعہ کا قول معتبر نہیں ہے حجۃ تامہ ضروری ہے

«س»

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی عورت نے بیان کیا کہ میں نے اپنا دودھ دوہ کر دیا تھا دودھ کو ایک لڑکی لے گئی اس نے دودھ کسی لڑکی کو پلا دیا اس بیان پر کسی مرد یا عورت کی شہادت نہیں ہے کیا عورت مذکورہ کے بیان کو معتبر جان کر رضاعت ثابت کی جائے گی یا نہ۔ بینوا توجروا؟

«ج»

ثبوت رضاع کے لیے دومرد یا ایک مرد اور دوعورتوں کی شہادت ضروری ہے صرف مرضعہ کا قول معتبر نہیں۔ لہذا صورت مسئولہ میں رضاع ثابت نہیں البتہ اگر مرضعہ کے صدق پر دل گواہی دیتا ہے تو ایسی حالت میں بہتر ہے کہ نکاح نہ کیا جاوے مگر گنجائش ہے۔

(قال فی الهندیه ولا یقبل فی الرضاع الاشهادة رجلین اورجل وامرأتین عدول کذا فی المحیط (الی ان قال) و ان کان المخبرو احدا ووقع فی قلبه انه صادق فالا ولی ان یتنزه ویاخذ بالثقة وجد الاخبار قبل العقد أو بعده ولایجب علیه ذلک کذا فی المحیط) (عالمگیریه ص ۳۴۷ ج ۱) وفی الشامیة ص ۲۲۴ ج ۳ لکن قال فی البحر بعد ذلک ان ظاهر المتون أنه لایعمل به(ای بخبرالواحد) مطلقا فلیکن هو المعتمد فی

المذهب قلت وهو ایضاً ظاهر کلام کا فی الحاکم الذی هو جمع کتب ظاهر الروایة و فرق بینه و بین قبول خبر الواحد بنجاسة الماء او اللحم فراجعه من کتاب الاستحسان (ردالمحتار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ محرم ۱۳۹۱ھ

اگر ثبوت رضاعت میں شہود باوجود علم نکاح کے خاموش رہے تو بعد میں شہادت...... مردود ہوگی

«س»

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی محمد عمر موچی ساکن نتکانی کا شرعی نکاح مسماۃ عائشہ کے ساتھ مسماۃ عائشہ کے والد مسمی عمر ولد احمد نے آج سے تقریباً چودہ سال پہلے کر دیا تھا اور قانون کے لحاظ سے کتاب رجسٹر میں درج شدہ نکاح ۹ ماہ سے اسی عمر ولد احمد نے کر دیا اور نکاح کے وقت غلام حیدر ولد احمد کلیم نذیر حاجی غلام فرید فیض محمد خان موجود تھے نکاح کی رسم حافظ احمد بخش نے ادا کی۔ غلام حیدر اولاد احمد اگرچہ مجمع میں موجود تھا لیکن بروقت قریب اس لیے نہ آیا کہ وہ کہتا تھا کہ جب تک محمد عمر زوجہ عائشہ کو پندرہ سو روپیہ اور پندرہ قلعے زمین پیش نہ کرے تب تک میں شریک نکاح نہیں ہوسکتا واضح رہے کہ غلام حیدر مسماۃ عائشہ کا چچا ہے۔ بایں ہمہ غلام حیدر کے بھائی عمر ولد احمد نے لڑکی کا نکاح محمد عمر موچی کے ساتھ کتابی صورت میں کر دیا ہے اور یہی لڑکی عائشہ پوری چھ ماہ محمد عمر کے پاس رہی جب نکاح ہو چکا تو عائشہ بی بی کے دادا احمد نے مبارک باد پیش کی اور خوشی کا اظہار کیا جیسا کہ نصب شدہ کاغذات کے گواہی میں گویا شرعی نکاح کے وقت سے لے کر کتابی نکاح کے چھ ماہ بعد تک نہ تو کسی نے رضاع اور حرمت کا مسئلہ چھیڑا نہ کسی نے اس قسم کے شبہ کا اظہار کیا جب عائشہ بی بی کا چچا اپنی زمین اور رقم اور تبادلہ میں ناکام ہوا تو اس نے چودہ سال کے بعد دعویٰ کیا کہ عائشہ کا زوج مسمی عمر عائشہ بی بی کا رضاعی ماموں بنتا ہے اس لیے سرے سے نکاح ہی نہیں بنتا۔

عمر موچی نے ہر چند کہا اگر ایسا معاملہ تھا تو تم مجھے اس وقت اطلاع دیتے یہ ساری تمہاری سازش ہے بالآخر فیصلہ حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب کے پاس گیا ان کے سامنے وہی غلام حیدر بطور مدعی کے پیش ہوا حضرت مفتی صاحب نے حسب ذیل گواہان کی گواہیاں لیں۔

(۱)...... قادر بخش ولد حامد خان جس نے گواہی دی کہ میں نے رضاع کے متعلق مدعی غلام حیدر اور مسماۃ نکھو اور مسماۃ جندائی سے سنا ہے اور مسمی احمد جو کہ عائشہ کا دادا ہے اس سے سنا ہے...... خلاصہ یہ کہ اس کی گواہی سماعی ہے چشم دید نہیں۔

(۲)...... مسمی احمد عائشہ جس نے گواہی دی کہ عائشہ نے محمد عمر کی بہن کا دودھ پیا تھا اور میں نے بچشم خود دیکھا تھا اور اس وقت عائشہ بی بی کی عمر نو ماہ کی تھی۔

واضح رہے کہ یہاں محمد عمر کی بہن انکار کرتی ہے اور گواہی دیتی ہے کہ میں نے مسماۃ عائشہ کو دودھ نہیں پلایا اور جس وقت کے متعلق میری طرف منسوب کیا جا رہا ہے اس وقت تک میں اپنی نسبی لڑکی کا دودھ چھڑا چکی تھی۔ اور وہ پانچ سال کی عمر کی ہو چکی تھی۔ اس قسم کی گواہی صوفی قادر بخش موچی نے بھی دی ہے۔

نوٹ: ہم نے بار ہا کہا کہ حضرت مفتی صاحب لعلاں بی بی سے بھی پوچھ لیں مگر انھوں نے اس کی گواہی ترک فرما دی۔

(۳)...... محمد معین ولد اللہ دتہ موچی ساکن ٹبی قیصرانی جس نے گواہی دی کہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ لعلاں نے مسماۃ عائشہ کو دودھ پلایا ہے اور اس وقت عائشہ بی بی کی عمر نو ماہ تھی۔

واضح رہے کہ یہ گواہ مذہبا شیعہ ہے۔

(۴)...... مسماۃ جندائی دختر محمد موچی جس نے گواہی دی کہ میں نے دیکھا کہ مسماۃ لعلاں عائشہ کو دودھ پلا رہی تھی اس کے سینے میں دودھ تھا یا نہ یہ مجھے یاد نہیں۔ ویسے لڑکی کو نیند آ گئی تھی عائشہ کی عمر ۸ ماہ تھی۔

واضح رہے کہ جندائی بی بی نے عمر ۸ ماہ بتائی ہے اور محمد حسین نے عمر ۹ ماہ بتائی تھی اور رضیعہ کے متعلق کہتی ہے کہ اس کو نیند آ گئی تھی مسماۃ لعلاں کے سینے میں دودھ کے ہونے یا نہ ہونے کے متعلق لاعلمی کا اظہار کرتی ہے

(۵)...... مسماۃ بھارو دختر علی موچی جس نے گواہی دی کہ مسماۃ لعلاں نے میرے سامنے یہ کہا کہ میری نسبی لڑکی دو سال کی ہے اور میں نے بچشم خود دیکھا تھا کہ وہ دودھ پلا رہی تھی واضح رہے کہ بوقت نکاح یہ شاہدہ بھی موجود تھی مگر اس نے رضاع کا ذکر نہیں کیا۔

(۶)...... مسماۃ بکھو دختر علی موچی اس نے بھی اپنی بہن کی طرح گواہی دی فرق صرف یہ ہے کہ یہ کہتی ہے کہ لعلاں دودھ پلانے کا مطالبہ کرتی تھی۔

واضح رہے کہ یہ وہی عورت ہے کہ جس نے چار سو روپیہ عائشہ بی بی سے اس بدلے لیا ہوا تھا کہ عمر موچی سے چھوٹ جائے تو اپنے لڑکوں کے ساتھ شادی کر لیگی رہا یہ کہ مسماۃ عائشہ کے دادا کی مبارکباد پر گواہی اس کے ساتھ جمعہ ولد اللہ بخش اور مسماۃ سداں دختر احمد موچی کی درج شدہ ہے اندریں حالات مفتی صاحب نے اس کا رضاع برقرار رکھتے ہوئے فیصلہ فرمایا کہ نکاح سابقہ ناجائز ہے اور زوجین کے درمیان تفریق ضروری ہے اس بناء پر مسماۃ عائشہ مسمی محمد عمر کو جدا کر دیا گیا محمد عمر نے فیصلہ علماء کے آگے پیش کیا علماء نے کہا کہ فیصلے میں شک ہے اس لیے دریافت طلب امر یہ ہے کہ براہ کرم اس معاملے کو غور سے مطالعہ کر کے حکم صادر فرمایا جائے کہ کیا محمد عمر موچی کا نکاح مسماۃ عائشہ کے ساتھ باقی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم...... رضاع میں شہادت دینی انھی گواہوں پر واجب ہوا کرتی ہے اگر گواہ باوجود اس علم کے کہ نکاح فلاں عورت سے ہوا ہے اور یہ آپس میں تعلقات رکھے ہوئے ہیں حالانکہ ان کا نکاح بوجہ حرمت رضاع درست نہیں اور پھر بھی یہ گواہ خاموش رہیں اور کچھ عرصہ کے بعد اس کی شہادت دیں تو ان کی شہادت مردود ہوگی اور شہادت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

صورت مسئولہ میں ان گواہوں کو اگر یہ علم تھا کہ یہ چھ ماہ سے ازدواجی تعلقات قائم کیے ہوئے ہیں اور وہ خاموش رہے ہوں تو ان کی شہادت مردود ہوگی ہاں ایسے دو مرد قابل اعتماد یا ایک مرد اور دو عورتیں قابل اعتماد جن کو ان کے نکاح ور خصتی کا علم نہ ہو یا انھوں نے علم ہوتے ہی حرمت رضاع کا اعلان کر دیا ہو تو ان کی شہادت قبول ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ

دودھ کا پستان سے بچے کے پیٹ میں اترنا یقینی ہو تو رضاعت ثابت ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے ایک بچے کو دودھ پلایا وہ عورت اس بچے کی رضاعی ماں تھی اور وہ عورت اس وقت بیوہ تھی اور تقریباً بارہ سال کے بعد وہ عورت اتفاقاً ایک چھوٹی لڑکی کو ڈاکٹر کے پاس لے جا رہی تھی وہ بچی راستہ میں رونے لگی اور اس عورت نے اس بچی کو بھی اپنا پستان منہ میں دے دیا تھا کہ وہ بچی خاموش ہو جائے یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ اس عورت کی عمر تقریباً ساٹھ سال کے قریب تھی یہ خدا کو معلوم کہ کچھ دودھ وغیرہ بھی نکلا تھا یا نہیں اب یہ بتائیں کہ اس لڑکے اور اس لڑکی کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں آپ مہربانی فرما کر اس مسئلے کی پوری پوری وضاحت فرما دیں عین شفقت ہوگی۔

﴿ج﴾

اگر یہ یقین ہو کہ اس عورت کے پستانوں میں اس وقت دودھ تھا اور یہ بھی یقین ہو کہ بچے کے منہ میں دودھ چلا بھی گیا ہے تو پھر حرمت ہوگی اگر یقین نہیں تو محض شک کی بناء پر حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ محرم ۱۳۹۰ھ

رضاعت کے ثبوت کے بعد نکاح کا توڑنا واجب ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اللہ ڈیوایا نے دودھ پیا ہے مائی بھراواں کا پھر اللہ وسایا نے بلوغت کے بعد شادی کی لڑکی فتح مائی پیدا ہوئی اللہ وسایا نے مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بھراواں مائی کے بھائی پیر بخش کو دیدی شادی ہو جانے کے بعد مسئلہ معلوم ہوا اور فتح مائی کو حمل بھی ہے کیا یہ نکاح ہوا اور اگر نہیں ہوا تو جو بچہ پیدا ہوگا تو اس کی نسبت کس کی طرف ہوگی؟

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں یہ نکاح ناجائز ہوا ہے حکومت اور اہل اسلام کو لازم ہے کہ ان کے درمیان جدائی کر دیں خود خاوند پر بھی لازم ہے کہ وہ زبان سے کہہ دے کہ میں نے اس عورت کو چھوڑ دیا ہے اگر خاوند نہیں چھوڑتا تو عدالت نکاح ختم کر دے کیونکہ یہ نکاح رضاعی بھانجے کی لڑکی سے ہوا ہے جس طرح حقیقی بھانجے کی لڑکی سے نکاح ناجائز ہے اسی طرح رضاعی بھانجے کی لڑکی سے بھی نکاح ناجائز ہے باقی چونکہ یہ نکاح جہالت میں ہوا ہے اور حمل بھی ہو گیا ہے جو بچہ پیدا ہوگا اس کا نسب پیر بخش سے ثابت ہوگا۔ (ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۶ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

صرف مرضعہ کا قول معتبر نہیں البتہ بہتر ہے کہ نکاح نہ کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ زید کی دو بیویاں ہیں زید کی ایک بیوی سے جوان لڑکا ہے زید اپنی دوسری بیوی کی سوتیلی بہن سے اپنے بیٹے کا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ زید کی دوسری بیوی کہتی ہے کہ میں نے اپنی چھوٹی بہن کو بچپن میں دودھ بھی پلایا ہے کیا شرعاً یہ نکاح جائز ہے حالانکہ دوسری بیوی کے گواہ بھی کوئی نہیں آج تک دوسری بیوی نے گھر کے کسی فرد کے سامنے ظاہر نہیں کیا کہ میں نے اپنی سوتیلی بہن کو دودھ پلایا ہے اب جب نکاح کرانے کے لیے زید نے کہا تو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ دوسری بیوی کہتی ہے کہ میں نے اپنی سوتیلی بہن کو دودھ پلایا ہے تفصیل سے مسئلہ واضح فرما دیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... ثبوت رضاعت کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے صرف مرضعہ کا قول معتبر نہیں لہٰذا ان کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے البتہ اگر مرضعہ کے صدق پر دل گواہی دیتا ہے تو ایسی حالت میں بہتر ہے کہ نکاح نہ کیا جائے مگر گنجائش ہے۔

(قال فی الهنديه ص ۳۴۷ ج ۱ لا يقبل فی الرضاع الاشهادة رجلين أو رجل و امرأتين عدول كذا فی المحيط (الی ان قال) و ان كان المخبر واحدا و وقع فی قلبه أنه صادق فالأ ولی أن يتنزه و ياخذ بالثقة وجد الاخبار قبل العقد أو بعده ولا يجب عليه ذلک كذا فی المحيط) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان یکم ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

حاکم اگر مرضعہ کی تصدیق کرتا ہے تو نکاح درست نہیں ہے ورنہ صحیح ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عائشہ بی بی اپنے گھر میں نیند میں تھی کہ اس کو پاس سوئی ہوئی عورت اس کی بہن زینب نے جگایا کہ تمھاری بچی رو رہی ہے مگر عائشہ نے بجائے اپنی بچی آمنہ کے اپنی بہن زینب کے سوئے ہوئے نیند والے بچے زید کو اپنے سینہ پر لگا کر نیند والے بچے کے منہ میں اپنا پستان دبانا شروع کیا تو زینب نے جلدی سے اپنی بہن عائشہ کو اچھی طرح بیدار کیا کہ تمھاری بچی تو ابھی تک رو رہی ہے تم نے شاید میرے بیٹے کو دودھ پلانا شروع کیا ہے تو اس سے عائشہ نے بیدا ہو کر اس کے بچے کو فوراً ہٹا دیا مگر عائشہ مرضعہ کہتی ہے کہ مجھے قطعاً یہ محسوس نہیں ہوا کہ اس بچے نے میرے پستانوں کو اپنے منہ میں لیا یا نہیں کیونکہ بے خبری میں نیند والے بچے کو بزور منہ میں پستان دبا رہی تھی بچے کا چوسنا تو در کنار منہ میں لینا بھی محسوس نہ ہو سکا عائشہ مرضعہ کا بیان ختم ہوا...... جناب اس واقعہ سے بھی پہلے اس زید اور آمنہ کی منگنی ہو رہی تھی چنانچہ اس کے متعلق بھی مذکورہ عالموں نے وہی مثل سابق فتوی دیا ہے جناب عالی نوازش فرما کر اس مسئلہ کے متعلق بھی اپنے دلائل واضحہ سے دل کو تسکین بخش کر ثواب دارین حاصل کریں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... اگر وہ شخص جس سے منگنی ہوئی ہے مرضعہ کی تصدیق کرتا ہے پھر تو رضاع ثابت ہے اور نکاح جائز نہیں لیکن اگر شخص مذکور رضاع کا منکر ہے تو ثبوت رضاع کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت

ضروری ہے۔ صرف مرضعہ کا قول معتبر نہیں لہٰذا ایسے مرد وعورت کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے البتہ اگر مرضعہ کے صدق پر دل گواہی دیتا ہے تو ایسی حالت میں بہتر ہے کہ نکاح نہ کیا جائے مگر گنجائش ہے۔

(قال فی الهندية ص ۳۴۷ ج ۱ ولا يقبل فی الرضاع الا شهادة رجلين أو رجل و امرأتين عدول كذا فی المحيط (الى ان قال) وان كان المخبر واحدا ووقع فی قلبه انه صادق فالا ولى أن يتنزه ويا خذ بالثقة و جد الاخبار قبل العقد او بعده ولا يجب عليه ذلک كذا فی المحيط)

غرضیکہ قضاءً جواز تو اس طرح نکل آئیگا لیکن دیانۃً مشکل ہے اگر عورت معتدل اور ثقہ ہو۔

(۲) ..... جب تک پیٹ میں دودھ پہنچنے کا یقین نہ ہو جائے حرمت رضاع ثابت نہ ہوگی۔

(قال فی شرح التنوير فلو التقم الحلمة ولم يدر أدخل اللبن فی حلقه أم لا لم يحرم لأن فی المانع شكا وفی الشامية معزيا الى الفتح لو أدخلت الحلمة فی فی الصبی و شكت فی الارتضاع لاتثبت الحرمة بالشک الخ) الدر المختار مع الشامی ص ۲۱۲ ج ۳ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

صرف دو عورتوں کا قول معتبر نہیں ہے حجت تامہ ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل کے متعلق کہ مسمی فضل احمد ولد میر احمد کا یہ دعوی ہے کہ بچپن میں میری بیٹی محمد جان اس کی عمر صرف ایک ماہ کی تھی میری بہن حسن جان کے پستان سے دودھ دوماہ تک پیتی رہی ہے مسماۃ مذکورہ مرضعہ کی گود میں اس وقت اس کا فرزند الف دین دودھ پی رہا تھا خدا کی شان میری ہمشیر حسن کا پہلا بڑا فرزند گل دین بھی موجود تھا جب یہ لوگ بالغ ہوگئے تو میری بیٹی محمد جان کو گل دین اغواء کر کے کوئٹہ بلوچستان کے علاقہ میں لے گیا وہاں جا کر اس نے کسی امام مسجد سے اپنا نکاح منعقد کرالیا یہ واقعہ ڈھائی سال سے چالو ہے اب وہ شخص بلوچستان سے واپس اپنے علاقے میں چلا آیا ہے واقف کار لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں مدعی فضل احمد کے گواہ دو عورتیں ہیں ایک کا نام ختم نور ہے دوسری کا نام مصرف جان ہے یہ چشم دید گواہ ہیں اس کے برعکس مدعی علیہ گل دین اور مسماۃ محمد جان کی والدہ مرضعہ اس رضاعت سے منکرہ ہے وہ کہتی ہے کہ میرا دودھ کبھی مسماۃ محمد جان نے نہیں پیا نہ میں نے اسے دودھ پلایا ہے یہ میرا بھائی فضل احمد اپنے دعوی میں کاذب ہے ایسی صورت حال

کی موجودگی میں جناب عالی سے یہ فتوی طلب کیا جاتا ہے کہ جب مرضعہ انکاری ہے اور مدعی اپنا دعوی رضاعت دو عورتوں کی شہادت سے ثابت کرنا چاہتا ہے تو مسئلہ شرعی کیا ہے اور اس معاملہ میں اسلام کے قانون کا فیصلہ کتابی دلائل سے تحریر فرمادیں؟

﴿ج﴾

ثبوت رضاع کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے صرف دو عورتوں کا قول معتبر نہیں..... لہٰذا صورت مسئولہ میں صرف دو عورتوں کی شہادت سے ثبوت رضاع نہیں ہوتا۔

(قال فی الهنديه ۳۴۷ ولا يقبل فی الرضاع الا شهادة رجلين أو رجل و امرأتين عدول كذا فی المحيط) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ شوال ۱۳۸۹ھ

صرف دادی کے اقرار سے رضاعت ثابت نہ ہوگی حجت تامہ ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکا جس کی دو دادیاں ہیں یعنی اس کے دادا کی دو بیویاں تھیں اس لڑکے کا حقیقی دادی کے لڑکے کی لڑکی کے ساتھ نکاح ہوا جب لڑکا اور لڑکی جوان ہوئے تو اس لڑکے کی حقیقی دادی نے کہا کہ میں نے اپنی دوہتری کے منہ میں دو مہینے کے دوران میں پستان دیا تھا لیکن میرے پستان اس وقت خشک تھے دودھ ان میں نہیں تھا تو کیا اس لڑکے اور لڑکی کا نکاح آپس میں جائز وصحیح ہے یا نہیں لیکن لڑکی کے پیٹ میں کچھ جانے کا شبہ ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب تک دو گواہ عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس بات کی گواہ موجود نہ ہوں کہ اس دوہتری نے ہمارے سامنے دادی کا دودھ پیا اس وقت تک صرف دادی کے کہنے سے کہ میں نے اپنی دوہتری کے منہ میں پستان دیا ہے یا یہ کہے کہ دودھ پلایا ہے حرمۃ رضاعۃ ثابت نہیں ہوتی اور نکاح صحیح وقائم رہے گا البتہ اگر لڑکے کو دادی کے کہنے پر اعتماد ہو صحیح تسلیم کرتا ہو کہ واقعی اس نے دودھ پلایا ہے تو یہ بہتر ہے کہ اس لڑکی کو طلاق دے کر علیحدہ کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلم ملتان
۲۲ جمادی الاخری ۱۳۸۴ھ

حرمت رضاعت کے لیے ایک مرد کی گواہی قابل قبول نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کا دعوی ہے کہ بکر اور فاطمہ نے مسماۃ ہندہ کا دودھ پیا ہے یہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں۔ان دونوں کا نکاح آپس میں جائز نہیں اور ہندہ بکر کو دودھ پلانے سے انکار کرتی ہے اور حلف کے لیے تیار ہے نیز بکر اور فاطمہ کی عمر میں تقریباً تین سال کا فرق بھی ہے اور زید اپنے دعوی کو سچ ثابت بھی نہیں کر سکا تو کیا اس صورت میں بکر اور فاطمہ کے درمیان نکاح جائز ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

شرعاً ثبوت حرمۃ رضاعۃ کے لیے دو عادل گواہ مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادلہ عورتوں کا ہونا ضروری ہے لہذا صورت مسئولہ میں جبکہ ایک شخص گواہ ہے تو اس کے دعوی و گواہی سے بکر و فاطمہ کے مابین حرمۃ رضاعۃ ثابت نہیں ہوتی تو بکر و فاطمہ کا نکاح شرعاً جائز ہے عالمگیری ص ۳۴۷ ج ۱ میں ہے۔(ولا یقبل فی الرضاع الاشهادة رجلین أو رجل و امرأتین عدول كذا فی المحیط) لیکن صورت مسئولہ میں اگر زید عادل اور پابند شریعت شخص ہے اور اس کی بات نکاح کرنے والوں کے دل کو لگتی ہے تو ان کا آپس میں نکاح نہ کرنا اولی ہے۔(عالمگیری ص ۳۴۷ ج ۱ پر ہے و ان كان المخبر واحدا و وقع انه صادق فالأولی ان يتنزه الخ) فقط واللہ تعالی اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ جمادی الاخری ۱۳۸۴ھ

صرف پستانوں سے لگانے سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صاحب خاتون کی لڑکی پیدا ہوئی صاحب خاتون لڑکی پیدا ہونے سے گیارہ دن بعد فوت ہوگئی اور لڑکی کو پالنے کے لیے لڑکی کی مامی لے گئی اس وقت لڑکی کی مامی جان چار ماہ کی حاملہ تھی لڑکی کو مامی نے کئی مرتبہ اپنے پستان سے لگایا اب لڑکی جوان ہوگئی ہے لڑکی کی مامی اپنے بھائی کے ساتھ لڑکی کا نکاح کرنا چاہتی ہے اس لیے جناب سے صلاح لینی ہے کہ لڑکی کی مامی اپنے بھائی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا کہ نہیں جناب مہربانی فرما کر ہمیں تسلی بخش جواب دیں کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر مامی نے اس لڑکی کو صرف پستان سے کئی مرتبہ لگایا ہے اور اس کے پستان میں دودھ وغیرہ بالکل نہیں تھا اور نہ لڑکی کے حلق میں مامی کے پستانوں سے کچھ اترا ہے تو پھر حرمت رضاع ثابت نہیں اور اس لڑکی کا نکاح اس مامی کے بھائی کے ساتھ جائز ہے اور اگر دودھ یا کسی قسم کا پانی لڑکی کے منہ میں اترا ہے تو پھر نکاح ناجائز ہے۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ شوال ۱۳۸۴ھ

صرف وہم سے رضاعت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بوڑھی عورت جس کا دودھ خشک ہو چکا ہے اس نے ایک بچی شیر خوار بچی کو بہلانے کے لیے اپنے پستان منہ میں دیدیے اور بچی نے غیر معلوم چسکے لگائے جن کی تعداد معلوم نہیں دودھ خشک ہو چکا تھا لیکن احتمال ہے کہ شاید آ بھی گیا ہو تو آیا اس احتمال کی صورت کے اندر رضاع ثابت ہوگی یا نہ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اگر اس بات کا یقین ہے کہ پستان میں دودھ وغیرہ بالکل نہیں ہے تو پھر صرف وہم سے حرمت رضاع ثابت نہ ہوگی اور اگر یقین نہیں ہے تو پھر حرمت دیانۃً بوجہ احتیاط کے ثابت ہے اگر بچہ چسکے لگا چکا ہے۔

(قال فی العالمگیریه ص ۳۴۴ المرأة اذا جعلت ثديها فی فم الصبی و لا تعرف أمص اللبن أم لا ففی القضاء لاتثبت الحرمة بالشك و فی الاحتياط تثبت) فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ صفر ۱۳۸۵ھ

جب تک گواہ شرعی نہ ہو دودھ پینے پر تو صرف بچے کو پستانوں سے لگانے سے حرمت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

بیان حلفی زینت بی بی زوجہ ملک قادر بخش قوم بھٹہ سکنہ چاہ بابو شاہ والا میں حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ مسماۃ صاحب خاتون زوجہ محمد علی بقضائے الہی فوت ہوگئی جس وقت وہ فوت ہوئی تو اس کے وارثان والد نے لڑکی کو میرے حوالے کر

دیا میری شادی کو عرصہ ۱۵-۱۴ سال ہو چکے تھے اور میرے بطن سے کوئی اولاد نہ تھی میں لاولد تھی محبت وخواہش سے اولاد مہیا ہوئی تو میں نے اٹھالی لڑکی کے والد وارثان نے کہا تم اٹھالو کیونکہ تمھاری اولاد نہیں ہم نے یہ لڑکی تم کو خدا کے نام پر بخش دی ہے میں نے لڑکی کو اس کی والدہ کے فوت ہونے سے تین یوم بعد اٹھایا عورتوں کے کہنے پر میں نے اس کو چھاتی پستان سے لگایا اور یہ عمل دو تین مرتبہ کیا یہ میں حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ اس وقت میرا دودھ نہیں تھا اور نہیں دودھ آیا میں حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ میں نے جب لڑکی مذکورہ کو اٹھایا تو مجھے اپنے حمل ہونے کا علم نہیں تھا لیکن سات ماہ بعد میرے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس واقعہ مذکورہ بالا پر تحریر موجود ہے اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ مسماۃ زینب بی بی اپنی پرورده لڑکی مسماۃ مختیار بی بی کو اپنے بھائی کے نکاح میں دینا چاہتی ہے کیا یہ نکاح اپنے بھائی کو دے سکتی ہے اور اس کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں یہ کہ لڑکی مسماۃ مختیار بی بی کا والد عرصہ چار پانچ سال سے فوت ہو چکا ہے اور لڑکی کے بھائی موجود ہیں لیکن جیسے لڑکی مذکورہ مسماۃ زینب بی بی نے اٹھائی اس کے والد کے بھائیوں نے کبھی ایک کوڑی یا کسی قسم کا کپڑا یا دوائی وغیرہ پرورده لڑکی کے لیے نہیں دی۔ ملک قادر بخش لڑکی مذکورہ کا حقیقی ماموں ہے اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ نکاح کی متولی مسماۃ زینب بی بی ہو سکتی ہے کہ ملک قادر بخش ہو سکتا ہے یا کہ لڑکی کے بھائی ہوتے ہیں اور لڑکی مذکورہ بالغ ہے پھر یہ کہ لڑکی کا خرچہ ملک قادر بخش و زینب بی بی پیدائش سے لے کر آج تک کر رہے ہیں اب اگر متولی لڑکی کے بھائی بنے تو مسماۃ زینب بی بی کو حق پلائی و پرورد گی ملنا چاہیے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر اس لڑکی نے مسماۃ زینب بی بی کا دودھ نہیں پیا کیونکہ دودھ اس کے پستانوں میں نہیں تھا تو محض چھاتی سے لگانے اور منہ میں پستان دینے سے حرمۃ رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور اس لڑکی کا نکاح مسماۃ زینب بی بی کے بھائی سے جائز ہوگا البتہ اگر دو گواہ عادل مرد یا ایک مرد دو عورتیں اس بات کی گواہی دے دیں کہ مسماۃ زینب بی بی کا دودھ اس لڑکی نے پیا ہے تو یہ حرمۃ رضاعت ثابت ہوگی اور یہ نکاح جائز نہیں ہوگا اگر یہ لڑکی بالغ ہے تو وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دودھ کا پیٹ میں پہنچنا یقینی ہو صرف شک سے حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شیر خوار لڑکی کی والدہ نے دوسری عورت کے شیر خوار لڑکے کا منہ اپنے پستان سے لگایا کہ آیا یہ اپنی حقیقی ماں اور مجھ میں تمیز کر سکتا ہے یا نہ جونہی لڑکی کی والدہ نے اپنے پستان سے لڑکے کا منہ لگایا منع کرنے پر فوراً اپنے پستان کو دور کر لیا عین اس وقت اس کی اپنی لڑکی جو دودھ نہیں پی رہی تھی اس کے منہ لگتے ہیں دودھ منہ میں چلا گیا ہو۔ اب جبکہ پستان کو منہ تو ضرور لگا ہے مگر منہ میں دودھ جانے کا یقین نہیں کیونکہ منہ لگتے ہی فی الفور پیچھے ہٹا لیا گیا اب ہمارا ارادہ ان کے مابین نکاح کا ہے۔ براہ کرم فتوی صادر فرما کر ہماری رہنمائی فرما دیں کہ حسب بالا ان کا نکاح بروئے شرع شریف آپس میں جائز ہے یا نہیں مہربانی ہوگی، بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

چونکہ حرمت رضاعت کے لیے بچے کے پیٹ میں دودھ کا پہنچنا ضروری ہے اس لیے جب تک بچے کے پیٹ میں دودھ پہنچنے کا یقین نہ ہو محض شک کی بناء پر حرمت رضاعت نہیں ہوتی۔

(قوله هو مص (الرضيع) من ثدى ادمية فى وقت مخصوص) الدر المختار ص ۲۰۹ ج ۳ الدرالمختار ص ۲۱۲ ج ۳ میں ہے (فلو التقم الحلمة ولم يدر أدخل اللبن فى حلقه أم لا لم يحرم لان فى المانع شكاولو الجية و فى رد المحتار تحت هذا القول و فى الفتح لوأدخلت الحلمة فى فى الصبى و شكت فى الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشك الخ)

لہذا صورت مسئولہ میں جب دودھ کے بچے کے پیٹ میں پہنچنے کا یقین نہیں محض منہ میں پستان دینے سے حرمت رضاعۃ ثابت نہیں ہوتی شرعاً اس لڑکے اور لڑکی کا نکاح آپس میں جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

محض شبہ کی بناء پر حرمت رضاع ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین درین صورت کہ محمد رمضان کی بہن نسبی (من جانب الوالد) کی ایک رضاعی بیٹی ہے کیا وہ لڑکی یعنی رضاعی بیٹی اب رمضان کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ پہلے رمضان کی

بہن نے اقرار کیا کہ میں نے اس لڑکی کو دودھ پلایا ہے لیکن بعد میں اس عورت کو دودھ پلانے میں شبہ ہوا کہ اس لڑکی کو پلایا ہے یا نہیں اور لڑکی کو دودھ پلانے پر کوئی شاہد نہیں ہے لیکن اس کے اقرار پر شاہد ہیں؟

﴿ج﴾

چونکہ رضاع کے ثبوت کے لیے دو عادل گواہ مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا ہونا شرعاً ضروری ہے اس لیے صورت مسئولہ میں اگر محمد رمضان کی بہن دودھ پلانے کا اقرار کرتی ہے اور شہادت بھی دیتی ہے تب بھی قضاءً رضاع ثابت نہ ہوتی اور جبکہ اس عورت کو اس لڑکی کو دودھ پلانے میں شبہ ہے تو رضاعت کے ثبوت کی کوئی وجہ نہیں البتہ اگر محمد رمضان کی ہمشیر اقرار کرے اور شہادت دے اور اس صورت میں کہ اگر محمد رمضان کو قرائن و حالات سے گماں غالب ہے کہ میری ہمشیر نے اس لڑکی کو دودھ پلایا ہے تو رمضان کے لیے بہتر یہ ہے کہ اس لڑکی سے نکاح نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

احتیاط اسی میں ہے کہ محمد رمضان اس لڑکی سے نکاح نہ کرے۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر حجۃ تامہ رضاعت کے متعلق نہ ہو تو پھر حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ محمد حسین کا نکاح عرصہ چار سال قبل مسماۃ ام کلثوم دختر غلام حسن سے ہوا تھا اور محمد حسین کے نطفہ اور ام کلثوم کے بطن سے ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی جس کی عمر اس وقت دو سال ہے جب محمد حسین کی عمر تقریباً تین سال کی تھی اس کی والدہ قضائے الٰہی سے فوت ہوگئی اور محمد حسین کی پرورش اس کی نانی نے کی اور اس کو اپنا دودھ پلاتی رہی اس وقت نانی کا لڑکا مسمی غلام حسن پندرہ سال کا تھا اور محمد حسین کا ماموں تھا بعد میں محمد حسین کی شادی غلام حسن کی لڑکی ام کلثوم سے ہوگئی اب برادری میں چند وجوہات کی بناء پر تنازعات پیدا ہوگئے ہیں اور غلام حسن اپنی لڑکی ام کلثوم کو اپنے گھر لے گیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ یہ نکاح بھی جائز نہیں ہے کیونکہ محمد حسین نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے۔ مہربانی فرما کر اطلاع کر دیں کہ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ اگر نکاح ناجائز ہے تو محمد حسین اپنی لڑکی جو ام کلثوم سے پیدا ہوئی اس کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

(نوٹ) یہ یاد رہے کہ محمد حسین کہتا ہے کہ میں نے اپنی نانی کا دودھ نہیں پیا اور اس کا ماموں مسمی غلام حسن کہتا ہے کہ اس نے دودھ پیا ہے مگر محمد حسین اس امر سے انکار کرتا ہے کیونکہ وہ اس وقت بچہ تھا وہ کہتا ہے اگر دودھ پیا ہے تو مجھے کوئی علم نہیں ہے؟

﴿ج﴾

دودھ پینے کا ثبوت دو دیندار گواہان کی گواہی سے ہوگا اگر دو عادل دیندار مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس بات کی گواہی دیدیں کہ ہم نے دیکھا کہ یہ لڑکا نانی کا دودھ پی رہا تھا اور دودھ اس کے حلق سے اتر گیا تو یہ عورت اس پر حرام ہوگی ورنہ نہیں اور اگر گواہان سے ثبوت نہ ہوا تو محمد حسین کو حلف دیا جاوے اگر وہ حلف اٹھالے کہ مجھے دودھ پینے کا کوئی علم نہیں تو نکاح بحال ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر کچہری روڈ
۷ اصفر ۱۳۷۸ھ

مدت رضاعت میں اگرچہ پستانوں سے جو کچھ پیتا رہا شرعاً وہ دودھ شمار ہوگا اور حرمت رضاعت ثابت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ جو کہ عرصہ دس سال سے بیوہ ہے اس نے زید کو جو کہ ۲۰ دن کا ہے اپنے سینے سے دودھ پلانے کے لیے تقریباً پندرہ بیس دن تک رکھا مگر دودھ نہ آیا اور پانی آتا رہا، دودھ نہ ہونے کے سبب اس نے کسی دوسری عورت کے سپرد کیا کہ وہ اسے دودھ پلائے چند ماہ تک دوسری عورت نے اپنے پاس رکھا مگر واپس کر دیا پھر ہندہ نے خود سنبھالا اور سینے سے چمٹائے رکھا بہر حال بچہ اسی کے پاس رہا اب لڑکا جوان ہے وہ ہندہ کی پدری بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے کیا اس کا نکاح ہندہ کی بہن سے جائز ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ دودھ نہ تھا پانی تھا اگرچہ پستانوں کو چوستا بھی رہا اس لیے رضاعت ثابت نہیں چنانچہ نکاح جائز ہے؟

﴿ج﴾

صورتِ مسئولہ میں بچہ پستانوں سے جو کچھ چوستا رہا شرعاً دودھ شمار ہوگا اور حرمت رضاعت ثابت ہے اور ہندہ کی پدری بہن سے اس کا نکاح جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ اصفر ۱۳۹۶ھ

دودھ قلیل وکثیر برابر ہیں ایک دفعہ سے حرمت ثابت ہوجائیگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کی والدہ کا کم سے کم ایک بار پیٹ بھر دودھ پیا ہوتو شریعت محمدی میں زید مذکور خالد مذکور کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب) رضاعت قلیلہ وکثیرہ حرمت میں برابر ہے لہٰذا ایک دفعہ دودھ پینے کے ثبوت سے خالد کی لڑکی زید کی بھتیجی رضاعی بن جائیگی۔ اور نکاح حرام ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

رضاعت کے اثبات کے لیے مفتی بہ قول دوسال ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک بچہ کو دودھ پلایا گیا ہے اس وقت اس کی عمر کوئی چھ ماہ کی تھی مگر اس کے بعد میرے کوئی ایک لڑکا ہوا جو کوئی دوسال بعد فوت ہوا اس کے بعد ایک لڑکی ہوئی وہ بھی دوسال بعد مر گئی اس کے بعد اور ہوا وہ بھی مر گیا اور اس کے بعد کوئی چھ سال بعد ایک لڑکی ہوئی اس لڑکی کا دودھ میں نے اپنے شوہر کی بہن کی لڑکی کو پلایا اس وقت لڑکی کی عمر چھ سال کی تھی اور وہ رضاعت کی عمر سے گزر چکی تھی اور جس لڑکے کو میں نے دودھ پلایا وہ میرے شوہر کے بڑے بھائی کا بیٹا ہے اب یہ دونوں اپنے لڑکے اور لڑکی کی شادی کرنا چاہتے ہیں تو کیا ان دونوں میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

مدت رضاع مفتی بہ قول کے مطابق دوسال اور امام اعظمؒ کے نزدیک ڈھائی سال کے اندر ہی اندر دودھ پینے سے حرمت رضاع ثابت ہوتی ہے اور مدت رضاع کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ پس صورت مسئولہ میں اگر واقعی دودھ پینے والی لڑکی کی عمر دودھ پیتے وقت ڈھائی برس سے زائد کی تھی تو کسی کے نزدیک حرمت رضاع ثابت نہیں اور نکاح جائز ہے۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم
۶ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

مدت رضاعت میں اگر دودھ پی لیا جائے تو رضاعت ثابت ہوگی مقدار معتبر نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک اجنبی عورت کا دودھ پیا ہے تو رضاعی رشتے ثابت ہونے کے لیے دودھ کی کوئی مقدار مقرر ہے یا تھوڑا یا بہت پینے سے رضاع ثابت ہوجاتا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

میعاد دودھ کے اندر جب بچہ کسی اجنبی عورت کا دودھ پیتا ہے تو دودھ کے پیٹ میں جانے سے رضاعی رشتہ ثابت ہوجاتا ہے خواہ کتنا ہی ہو۔ یہ مسئلہ احناف کی تمام کتابوں میں متفق علیہ موجود ہے۔ ہدایہ میں فرماتے ہیں (قلیل الرضاع و کثیرہ سواء اذا حصل فی مدۃ الرضاع تعلق بہ التحریم ہدایہ مع الفتح ص ۳۰۴ ج ۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) اس طرح قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد ہے (امھاتکم اللاتی ارضعنکم) پس چونکہ یہ حلال اور حرام کا مسئلہ ہے خوب احتیاط برتی جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ اپنی محرمات سے نکاح کر بیٹھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ اللہ بخش مدرس مدرسہ عربیہ خیر المدارس
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

پستان میں اگر دودھ کی جگہ پانی تھا اور وہ منہ میں چلا گیا تو حرمت ثابت ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بندہ نے ایک استفتاء دار العلوم بھیجا تھا جس کا جواب ارسال خدمت ہے اگر جناب کا اس سے اتفاق ہو تو تصدیق فرمادیں۔

سوال: کیا کسی عورت کے حقیقی دودھ نہ ہو اور پانی جیسا ہو تو اس سے حرمت رضاع ثابت ہوگی یا نہیں؟

جواب: (فی الدر المختار باب الرضاع ص ۲۱۷ ج ۳ و لبن بکر بنت تسع سنین فاکثر محرم والا لا ...... وفی رد المحتار ص ۲۱۸ ج ۳ قولہ والا لا أی و ان لم تبلغ تسع سنین فنزل لها لبن لايحرم جوهره- لأنهم نصوا على أن اللبن لايتصور الا ممن تتصور منه الولادة فيحكم بأنه ليس لبناً كما لو نزل للبكر ماء اصفر لا يثبت من ارضاعه تحريم

كما في شرح الو هبانيه)

اس سے معلوم ہوا کہ حرمت مخصوص ہے دودھ کے ساتھ پس پانی سے حرمت نہ ہوگی۔ احقر العباد (خلیل احمد صدیقی)

﴿ج﴾

وفي العالمگيريه ص ۳۴۴ ج ۱ (دخل في فم الصبي من الثدى مائع لو نه اصفر تثبت حرمة الرضاع لانه لبن تغير لونه كذا في خزانة المفتين

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ بچے کے چوسنے سے اگر پستان میں پانی اترا ہے اور وہ پانی بچے کے پیٹ میں چلا گیا ہے تب بھی حرمت رضاع ثابت ہوگی اور اس رضیع کا مرضعہ کی اولاد سے عقد نکاح درست نہ ہوگا۔ دار العلوم کا جواب یہی ہے تو ہمارے خیال میں درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان
۳ رجب ۱۴۰۰ھ

زرد رنگ جیسی چیز پستانوں سے نکل جائے تو وہ دودھ کے حکم میں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً ایک عورت ہے کہ اس کے پستانوں میں یقیناً دودھ نہیں ہے لیکن بچہ کے چوسنے سے کوئی چیز نکلنے کا احتمال ہے بلکہ پانی وغیرہ کی شکل میں کوئی چیز نکلتی ہے اگر عورت موصوفہ مندرجہ بالا نے کسی کم سن دودھ پینے والے بچہ سے جس کا زمانہ بھی دودھ پینے کا یقیناً ہوا اپنا پستان چسوایا اس سے جزئیت بعضیت ثابت ہوگی کہ نہیں بینوا تو جروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم ...... سن رسیدہ عورت کے پستانوں میں اگر زرد رنگ کا مائع ہو تو یہ بھی دودھ کے حکم میں ہے اور اس سے حرمت رضاع ثابت ہو جاتی ہے۔ اب اگر یقین ہو کہ بچے نے صرف منہ ہی رکھا ہے اور اس کے حلق میں یہ پانی نہیں اترا ہے تو حرمت رضاع ثابت نہ ہوگی اور اگر یقین ہو کہ بچہ کے حلق میں یہ زرد رنگ کا مائع اتر گیا ہے تو حرمت رضاع ثابت ہوگی اور اگر اس میں شک ہو تو حرمت رضاع اگرچہ ثابت نہ ہوگی لیکن احتیاط اور دیانت کا تقاضا یہی ہے کہ اس قسم کے نکاح سے بھی اجتناب کیا جائے۔

(كما قال في الفتاوى العالمگيريه ص ۳۴۴ ج ۱ المرأة اذا جعلت ثديها في فم

الصبي ولا تعرف أمص اللبن أم لا ففي القضاء لا تثبت الحرمة بالشك و في الاحتياط تثبت دخل في فم الصبي من الثدى مائع لونه أصفر تثبت حرمة الرضاع لأنه لبن تغير لونه كذا في خزانة المفتين و في الدرالمختار ص ۲۰۹ ج ۳ (هو) (مص من ثدى آدمية ولو بكراً أو ميتة أو آئسة و ألحق بالمص الوجور و السعوط) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر اللہ لہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۸۶ھ

لڑکا اپنی رضاعی بہن کی ہمشیر سے نکاح کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق صورت مسئلہ یہ ہے کہ زینب نے عمرو کی والدہ کا دودھ پیا ہے باعتبار رضاعت کے کیا اب عمرو کا زینب کی ہمشیر سے جو کہ زینب کی عینی ہمشیر ہوتی ہے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں دوسرے مسئلہ کی صورت اول کے برعکس یعنی زید نے زینب کی والدہ کا دودھ پیا کیا اب زید زینب کی عینی ہمشیر کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ اگر دونوں صورتوں میں کوئی فرق ہو تو مفصل بیان فرما دیں اگر کوئی فرق نہ ہو تو بھی مفصل بیان فرما دیں؟ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

نکاح صحیح ہے اس لیے کہ عمرو کا زینب کی ہمشیر سے کوئی رضاعت ونسبی تعلق نہیں ہے زینب کا تعلق عمرو کے گھرانے سے پیدا ہوا ہے نہ کہ عمرو کا زینب کے گھرانے سے صورت ثانیہ میں نکاح غیر صحیح ہے اس لیے کہ اب زید نے زینب کی ماں کا دودھ پیا اس کے خاندان سے رضاعی تعلق پیدا کیا گویا زید ان کے خاندان کا ہو گیا جیسے زینب زید کی ہمشیر رضاعی بنی ایسے ہی زینب کی دوسری بہن بھی از جانب شیر دہ ہمہ خواز جانب شیر خوارہ از جان وفروع اس شعر سے قاعدہ کلیہ سمجھ لیا جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ
قاسم العلوم ملتان
۲ محرم ۱۳۷۲ھ

رضاعی بہن سے نکاح حرام ہے اور اسی طرح رضاعی بھائی کے بھائیوں سے بھی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی شریفن دختر حاکم علی کی والدہ صاحبہ دودھ پیتی کی فوت ہو گئی تھی

لہذا لڑکی شریفن کو مسماۃ پچھمی اپنے پاس لے گئی اور مسماۃ پچھمی نے لڑکی شریفن کو اپنا دودھ پلایا عرصہ تک پیتی رہی اس وقت مسماۃ پچھمی کے پاس اکلوتا لڑکا دودھ پینے والا عبدالستار موجود تھا اور عبدالستار اور لڑکی شریفن ان دونوں نے مسماۃ پچھمی کا اکٹھے دودھ پیا اس وقت لڑکی شریفن کی شادی لڑکے عبدالستار سے کرادی گئی ہے۔ مسئلہ کے مطابق کیا کہتے ہیں علماء دین کہ کیا ان دونوں کا نکاح جائز ہے یا نا جائز؟

بجائے عبدالستار کے کیا اس لڑکی کا نکاح عبدالستار کے بھائیوں سے بھی ہوسکتا ہے یا نہیں

نوٹ پچھمی کے پیٹ سے جتنے عبدالستار کے بھائی ہوں ان کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نا جائز؟

﴿ج﴾

صورت مذکورہ میں بشرط صحت سوال شریفن اور عبدالستار رضاعی بہن بھائی ہیں ان کا آپس میں نکاح حرام ہے۔

مسماۃ پچھمی شریفن کی رضاعی ماں بن گئی اور پچھمی کے بطن سے جتنی اولاد ہوئی ہے چاہے اس خاوند سے ہوں یا کسی اور سے تمام اولاد شریفن کی رضاعی بہن بھائی بن گئے اور سب کے ساتھ نکاح حرام ہو گیا۔

قال فی الهندیة یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأصولهما و فروعهما من النسب و الرضاع جمیعا حتی ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل اوغیره قبل هذا الارضاع أو بعده (عالمگیریه ص ۳۴۳ ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

دودھ پینے والے کی اولاد کا نکاح اس عورت کے کسی لڑکے سے جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ منظور حسین بیمار ہو گیا اور اس نے اپنی پھوپھی بھاگن (محمد رمضان کی والدہ اور غلام محمد کی بیوی) کا دودھ پیا اس کے برعکس محمد رمضان نے منظور حسین کی والدہ سردار بی بی (اللہ دتہ کی بیوی) کا دودھ پیا کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد رمضان کی بیٹی شہناز کا نکاح منظور حسین کے چھوٹے بھائی سے ہوسکتا ہے یا نہیں کیا نسب کے لحاظ سے یہ رشتہ جائز ہے؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ محمد رمضان نے سردار بی بی کا دودھ پیا ہے تو وہ سردار بی بی کا رضاعی لڑکا ہو گیا اس لیے محمد رمضان کی اولاد کا نکاح دودھ پلانے والی عورت کے کسی لڑکے منظور حسین یا اس کے چھوٹے بھائی سے درست نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ذوالحج ۱۳۵۸ھ

جب لڑکی نے اس کا دودھ پیا ہو تو ماسی کی حقیقی اولاد سے اس کا نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ منصب الٰہی اور تصور الٰہی دو حقیقی بہنیں ہیں۔ جن کے والدین ایک ہیں منصب الٰہی کی لڑکی نے اپنی سگی ماسی تصور الٰہی کا دودھ پیا تو کیا اس لڑکی کا نکاح تصور الٰہی کی اولاد [illegible] سے کسی لڑکے سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ منصب الٰہی کی لڑکی جس نے اپنی ماسی کا دودھ پیا ہے کا عقد نکاح اپنی ماسی کے کسی لڑکے سے شرعاً درست نہیں ہے خواہ وہ اس کے دودھ پینے سے پہلے پیدا ہو چکے ہیں یا بعد میں رشتہ میں یہ تمام لڑکے اس کے لیے رضاعی بھائی ہیں اور رضاعی بھائی سے عقد نکاح درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

رضاعی لڑکے کی نسبی بہن سے نکاح جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وفقیہان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی زینب فوت ہو چکی۔ زید خالدہ سے عقد کرنا چاہتا ہے جو کہ زینب مرحومہ کی سگی بھتیجی یعنی بھائی کی لڑکی ہے اور خالدہ کے سبب سے بڑے بھائی بکر نے زینب کا دودھ بھی پیا ہے اندریں صورت زید کا نکاح خالدہ سے درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا عند الجلیل

﴿ج﴾

(فتح القدیر مطبوعہ مکتبہ رشید کوئٹہ ص ۱۱ ج ۳ و الثانی لـه ابن من الرضاع بأن ارتضع زوجة

الرجل حلت للرجل اخته من النسب انتهى)

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ بکر زید کا رضاعی لڑکا ہو گیا اور خالدہ بکر کی نسبی بہن ہے تو زید کے لیے اس رضاعی لڑکے کی نسبی بہن سے نکاح جائز ہے۔ واللہ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۸ ذوالقعد ۱۳۷۸ھ

رضاعی بہن بھائیوں سے نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ خدا بخش نے کوڑا کی پہلی بیوی مریم کا دودھ پیا ہے اس کے بعد کوڑا کی لڑکی دوسری بیوی عائشہ سے ہے۔ اس کے ساتھ نکاح کر لیا ہے کیا یہ نکاح جائز ہے اگر نکاح شرعاً ناجائز ہے خدا بخش بھی اس عورت کو آپ سے علیحدہ نہیں کرتا ہے تو اس کے رشتہ دار شرعاً خدا بخش کے ساتھ بول چال آمد ورفت بند کر دیں یا کیا طریقہ اختیار کریں جو اولاد اس لڑکی سے ہوئی ہے وہ کس کی تصور ہوگی؟

﴿ج﴾

کوڑا کی تمام اولاد چاہے پہلی بیوی سے ہیں یا دوسری بیوی سے ہے خدا بخش کی رضاعی بہن بھائی بن گئے ہیں اور نکاح حرام ہو گیا ہے بشرط صحت سوال اگر باوجود رضاع کے نکاح کیا گیا ہے تو یہ شرعاً صحیح نہیں ہے طرفین پر واجب ہے کہ وہ فوراً مداخلت کریں اگر وہ متارکت پر راضی نہ ہوں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان کے ساتھ برادری کے تعلقات ختم کر دیں لیکن یہ سارا حکم اس وقت ہے کہ رضاع کا شرعی ثبوت ہو۔

(قال فی القدوری و هو ان ترضع المرأة صبیةً فتحرم هذه الصبیة علی زوجها و علی ابائه و ابنائه و یصیر الزوج الذی نزل لها منه اللبن ابا للمرضعة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

دودھ پینے والے کے بھائی کا نکاح رضاعی ماں کی لڑکیوں سے جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ممتاز حسین نے تاج بی بی کا دودھ پیا ہے کیا ممتاز حسین کے بھائی کا

نکاح تاج بی بی کی لڑکی کے ساتھ ہو سکتا ہے؟

(۲) کیا تاج بی بی کے لڑکے کا نکاح ممتاز حسین کی ہمشیرہ کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(ا) ممتاز حسین کے بھائی کا نکاح تاج بی بی کی لڑکی کے ساتھ جائز ہے۔

(ب) جائز ہے۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ

رضاعی بھائی کے ساتھ نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید نے ایک دائی کا دودھ پیا اور کسی اور لڑکی نے جو کسی لحاظ سے بھی اس کی رشتہ دار نہیں تھی اس نے بھی اسی دائی سے مدت رضاع میں دودھ پی لیا۔ کیا اس لڑکی اور زید کا نکاح آپس میں جائز ہے۔ یا بوجہ رضاعی بھائی بہن کے ان کا نکاح شرعاً ممنوع ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مذکورہ میں چونکہ زید اور مذکورہ لڑکی آپس میں بھائی بہن رضاعی ہیں اس لیے ان کا آپس میں نکاح کرنا شرعاً حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

لڑکی کے رضاعی بھائی کے بھائی سے بھی نکاح جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ صابو مائی جس کے بطن سے مسمی نور محمد مسماۃ میمو مائی اور مسمی غلام قادر پیدا ہوئے ہیں دوسری عورت مسماۃ شرم مائی جس کے بطن سے مسماۃ زینب مائی محمد شفیع اور غلام فرید پیدا ہوئے ہیں مسماۃ زینب مائی مدت رضاعت کے اندر مسماۃ صابو مائی کا دودھ جبکہ قادر مادر مذکورہ کا پی رہا تھا مسماۃ زینب مائی نے دودھ صابو مائی کا پیا مسئلہ دریافت طلب یہ ہے مسماۃ زینب مائی غلام قادر کے ساتھ زائد مدت رضاع پی گئی ہے اب مسماۃ زینب مائی اپنے رضاعی بھائی غلام قادر کے حقیقی بھائی نور محمد سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں مسماۃ زینب نکاح مسمی نور محمد کے ساتھ جائز نہیں ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۴محرم الحرام ۱۳۹۲ھ

ثبوت رضاعت کے بعد دو بہنوں کو نکاح میں یکجا کرنا صحیح نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں صورت مسئولہ کہ خالہ اور بھانجی ایک شخص کے نکاح میں ایک ہی وقت میں جمع ہوسکتی ہیں یا نہ جبکہ ان دو بہنوں کا باپ ایک ہو اور ماں علیحدہ علیحدہ مثلاً زید کی دو لڑکیاں ہیں ایک کی ماں عظیم خاتون اور دوسری کی ماں لالاں خاتون ہو۔ لالاں خاتون کی لڑکی ایک شخص کے نکاح میں ہے اور عظیم خاتون کی لڑکی اللہ وسائی کی لڑکی نے اسی شخص کے ساتھ نکاح کیا ہے کیا یہ دونوں یکجا اس کے نکاح میں آسکتی ہیں یا نہیں نیز عظیم خاتون کی لڑکی مسماۃ اللہ وسائی جس نے اپنی لڑکی بعد میں دی ہے ان کے بچوں نے مسماۃ لالاں کا دودھ بھی پیا ہے۔ بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں محمد عظیم کے ساتھ زوجہ فیض مائی کے ہوتے ہوئے شمس الٰہی کا نکاح ناجائز ہے اور اس طرح طرفین کا آپس میں آباد رہنا حرام کاری ہے طرفین پر لازم ہے کہ فوراً متارکت اختیار کریں یعنی شمس الٰہی کو چھوڑ دے اگر وہ یعنی محمد عظیم متارکت نہیں کرتا تو اس کے ساتھ برادری کے تعلقات ختم کر کے بائیکاٹ کیا جاوے کیونکہ اس وقت یہی ممکن ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

ایک بھائی کے دودھ پینے سے دوسرے بھائی کے لیے اس عورت کی لڑکیوں سے نکاح کی ممانعت نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک عورت جس کا نام بس بی بی ہے۔ اس نے ایک آدمی کے ساتھ نکاح کیا جس کا نام شیر محمد تھا چنانچہ شیر محمد سے اس عورت بس بی بی کے ہاں ایک لڑکا گل خان پیدا ہوا بعد میں بس بی بی کا خاوند شیر محمد فوت ہوا۔ چنانچہ اسی عورت مذکورہ بالا کو پہلے خاوند شیر محمد سے ایک لڑکی بخت بی بی پیدا ہوئی تھی اس

بخت بی بی کے ساتھ ایک لڑکے نے جس کا نام زمان ولد ہاتھی خان ہے کے ساتھ دودھ پیا۔ اس کے بعد بس بی بی کا اس خاوند ثانی شیخ دین سے ایک لڑکا نظام دین پیدا ہوا اس کے بعد بس بی بی کا اسی خاوند ثانی شیخ دین سے ایک لڑکی گل میری پیدا ہوئی جس کے ساتھ زمان ولد ہاتھی خان کے بھائی دولت خان ولد ہاتھی خان نے دودھ پیا اس کے بعد بس بی بی کے ہاں اسی خاوند ثانی سے ایک لڑکا محمد دین پیدا ہوا اور زر خان دولت خان پسران ہاتھی خان کے دو بھائی ہیں جن کے نام امیر خان جان خان پسران ہاتھی خان ہے اب مسئلہ دریافت یہ کرنا ہے کہ آیا جان خان ولد ہاتھی خان گل خان ولد شیر محمد کی بیٹی علمہ زادہ کے ساتھ ازروئے شرع متین نکاح کرسکتا ہے کہ نہیں براہ کرم اس کا جواب جلدی دیں اور ایک مشکل آسان کرنے میں معاون ہوں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... جان خان ولد ہاتھی خان نے جبکہ خود بس بی بی کا دودھ نہیں پیا تو جان خان کے بھائیوں کے دودھ پینے سے بس بی بی خود یا اس کے اصول وفروع جان خان پر حرام نہیں ہوتے الحاصل جان خان اور علمہ زادہ کا آپس میں نکاح جائز ہے۔ البتہ زر خان اور دولت خان کے ساتھ بس بی بی اور اس کے اصول وفروع کا نکاح جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذی القعدہ ۱۳۸۹ھ

رضاعی بہن کی نسبی بہنوں سے بھی نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے جنت بنت زینب کے ساتھ جنت کی ماں کا دودھ پیا تو کیا زید جنت کی دوسری بہنوں کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے؟

﴿ج﴾

زید کے ساتھ جنت کی اور بہنوں کا نکاح بھی ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۸ صفر ۱۳۹۱ھ

رضیع کی چھوٹی ہمشیرہ کا نکاح مرضعہ کے لڑکے سے جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ پو نے عبدالستار کے ساتھ لال خاتون کا دودھ پیا کیا رضیعہ مسماۃ پو کی چھوٹی ہمشیرہ کا نکاح عبدالستار مذکور سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر رضیعہ کی بہن نے لال خاتون کا دودھ نہ پیا ہو تو پھر رضیعہ کا عقد نکاح عبدالستار سے درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ جمادی الاخری ۱۳۹۹ھ

رضاعی بھائی کے بھائی سے نکاح درست ہے جبکہ لڑکے نے لڑکی کی ماں کا دودھ نہ پیا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی دلدار کی عورت مسماۃ جنت نے اپنی ہمشیر مسماۃ راجن کو اپنا دودھ آٹھ یوم پلایا ہے اب مسمی دلدار کا بھائی فلک شیر کو مسماۃ راجن نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

بلاشبہ دلدار کے بھائی سے راجن کا نکاح صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

رضیع کا مرضعہ کی اولاد سے نکاح ناجائز ہے اور رضیع کے بھائی کا مرضعہ کی لڑکیوں سے جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ مسمی نور محمد کی دو بیویاں تھیں جن سے مسماۃ غلام فاطمہ کی دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے اور مسماۃ شرم خاتون کے بطن سے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی ہے مسماۃ خاتون کے سب سے چھوٹے لڑکے بھائی خدا بخش کا ایک لڑکا محمد اکبر پیدا ہوا محمد اکبر کی عمر تقریباً چھ سات ماہ تھی کہ اس کی ماں نے اسے دودھ چھڑوا دیا کچھ دنوں بعد محمد اکبر کی ماں بیمار ہو کر تپ محرقہ کی مریضہ بن گئی اور اس دوران شرم خاتون کے پستان سے قدرتی طور پر دودھ آ گیا حالانکہ بچہ پیدا ہوئے تقریباً بارہ سال ہو چکے تھے مگر اللہ نے اس کی چھاتی میں دودھ جاری کر دیا اور کچھ عرصہ تک محمد اکبر دودھ پیتا رہا اب محمد اکبر جوان ہو چکا ہے اس کی شادی کا ہم ارادہ کر رہے ہیں شرعی طور پر احمد بخش، بخت بھری، رحمت ان کی لڑکی ہو تو نکاح ہو سکتا ہے یا کہ نہیں اور امیر بخش کرم الٰہی غلام جنت کی لڑکیاں بھی ہیں ان سے محمد اکبر کا نکاح ہو سکتا ہے کہ نہیں یعنی محمد اکبر کا کس کس چچا اور کس کس پھوپھی کے گھر نکاح ہو سکتا ہے یا کس طرح شریعت اجازت دیتی ہے؟

﴿ج﴾

بکر کا نکاح احمد بخش بخت بھری رحمت کی لڑکیوں سے جائز ہے اور امیر بخش وغیرہ کی لڑکیوں سے جائز نہیں شرم خاتون کا وہ دودھ جو بکر نے پیا وہ نور محمد کی جانب سے اترا ہوا نہ تھا اس لیے کہ اس وقت اس کی کوئی اولاد دودھ پیتی ہوئی نہ تھی بلکہ مدت سے اس کا دودھ خشک تھا اب شرم خاتون اکبر کی ماں رضاعی بن گئی اور اللہ بخش وغیرہ اور شرم خاتون اس کے بھائی بہن بنے اس لیے ان کی اولاد سے اس کا نکاح بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح ہو گیا اور نور محمد بکر کا رضاعی باپ نہ بنا لہٰذا غلام فاطمہ کی اولاد اس بکر کے بھائی بہن نہ ہوئے اس لیے ان کی اولاد سے نکاح ناجائز ہے قاضی خان ص۴۱۹ ج اعلی ہامش الہندیہ میں ہے (رجل تزوج امرأة فولدت منه ولداً فارضعت ولدها ثم يبس لبنها ثم در لها لبن بعد ذلك فارضعت صبيا كان لهذا الصبي ان يتزوج اولاد هذا الرجل من غير المرضعة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سگی بہن کی رضاعی بہن سے نکاح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ س اور مسماۃ و دو سگی بہنیں ہیں اور ان کی مندرجہ ذیل اولاد ہے۔

ت = رمضان + رفیق + س بی بی + م بی بی + ب بی بی

و = خ + فیاض + ع

مسماۃ و کی دختر ع کی پیدائش کے وقت مسماۃ و بیمار ہو گئی اور مسماۃ ت نے مسماۃ ع دختر و کو اپنی دختر م کے ساتھ دودھ پلایا کیا مسماۃ م دختر ت کا نکاح مسمی خ پسر کے ساتھ جائز ہے اور مسمی فیاض پسر و کا نکاح ہمراہ مسماۃ ب دختر ع جائز ہے؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں دونوں نکاح جائز ہیں۔ (کذا فی کتب الفقه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۸ شعبان ۱۳۹۱ھ

رضاعی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ زینب نے زید کے ساتھ مل کر جو ہندہ کا حقیقی بیٹا ہے ہندہ کا دودھ پیا ہے اب کیا زید کا بھائی عمرو زینب کی لڑکی مسماۃ عائشہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں عمرو زید سے چھوٹا ہے؟

زانی مزنیہ کی اولاد سے جو کہ زنا کے بعد پیدا ہوئی ہے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔

اہل سنت والجماعت مرزائی کو اپنی لڑکی از روئے شریعت دے سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

ہندہ کی تمام اولاد زینب کے بھائی بہن ہیں لہذا عمرو جب زینب کا رضاعی بھائی ہوا تو زینب کی لڑکی اس کی بھانجی ہوگئی اس لیے یہ نکاح جائز نہیں ہے۔

زانی مزنیہ کی اولاد سے ہرگز نکاح نہیں کر سکتا۔

اہل سنت والجماعۃ مرزائی کو اپنی مسلمان لڑکی نکاح میں ہرگز نہیں دے سکتا۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ محرم ۱۳۷۹ھ

دادی کا دودھ پینے سے دادی کی لڑکی کی لڑکی اس کی رضاعی بھانجی ہوگی، نکاح حرام ہے
اگر یقین ہو کہ دادی کے پستان میں دودھ نہ تھا، دودھ اترا نہیں تو کوئی حرج نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک زید نامی شخص نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے دادی مذکورہ کی ایک لڑکی ہے اب اس کی لڑکی کی لڑکی زید نکاح میں لا سکتا ہے یا نہیں گویا یہ لڑکی زید کی رضاعی بھانجی بنی ...... اور دوسری صورت یہ ہے کہ زید کو جب دادی صاحبہ کی چھاتی پر لگایا گیا اس وقت دودھ دادی کے نہیں تھا اور دادی کی عمر تقریباً پچاس ساٹھ سال کی تھی اب اس صورت میں لڑکی مذکورہ کے ساتھ زید نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) ان کا آپس میں نکاح حرام ہے کیونکہ یہ اس کی رضاعی بھانجی بنتی ہے اور رضاعی بھانجی کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ (کما قال فی العالمگریۃ ص ۳۴۳ ج ۱ يحرم على الرضيع

ابواه من الرضاع واصولهما و فروعهما من النسب و الرضاع جميعاً الخ)

(۲) اگر یقین ہو کہ دادی مذکورہ کی چھاتی میں دودھ نہ تھا یا اس کے حلق میں دادی کا دودھ نہیں اترا ہے تب تو ان کا آپس میں نکاح درست ہے کیونکہ رضاع ثابت نہ ہوا اور نسب کے اعتبار سے یہ اس کی پھوپھی کی لڑکی ہے اور اس کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اگر حلق سے دودھ اترنے کا شک ہو تب قضاءً حرمت ثابت نہ ہوگی لیکن دیانۃً حرمت ثابت ہوگی اور ایسے نکاح سے احتراز کرنا ضروری ہوگا۔

(کما فی العالمگیریہ ص ۳۴۴ ج ۱ المرأة اذا جعلت ثديها فی فم الصبی ولا تعرف امص اللبن ام لا ففی القضاء لاتثبت الحرمة بالشک و فی الاحتياط تثبت)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ

رضاعی بھانجی اور ماموں کے ساتھ نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دو آدمی جو کہ ایک قوم کے ہی نہیں ہیں (یعنی الف اور ب) اسی طرح الف کی ایک بیوی ہے اور ب کی دو۔ اس کے بعد ب کی ایک عورت سے ایک لڑکا ہے اور الف کی اپنی عورت سے ایک لڑکی ہے جس نے ب کی اس عورت کا دودھ پیا ہے جس کا لڑکا نہیں ہے اس کے بعد اس یتیم لڑکی کی دو جگہ شادی ہوگئی جس میں سے اسے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اب کیا وہ لڑکی جو یتیم لڑکی سے پیدا ہوئی ہے ب کے لڑکے سے شادی کر سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... ان کا آپس میں نکاح حرام ہے کیونکہ یہ لڑکی اس لڑکے کی رضاعی بھانجی بنتی ہے اور یہ لڑکا اس لڑکی کا رضاعی ماموں بنتا ہے اور بھانجی اور ماموں کے درمیان نکاح حرام ہوتا ہے۔ الف کی لڑکی نے جو ب کی نمبر ۱ بیوی کا دودھ پیا ہے اگرچہ یہ دودھ اس عورت کو ب سے ہو۔ تو اس صورت میں خود ب اس لڑکی کا رضاعی باپ بنتا ہے اور ب کا دوسری بیوی سے لڑکا اس لڑکی کا رضاعی پدری بھائی بنتا ہے اور اس لڑکی کی لڑکی کا یہ رضاعی پدری ماموں بنتا ہے...... (کما قال فی العالمگیریہ ص ۳۴۳ ج ۱ (حتی ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل وغيره قبل هذا الارضاع أوبعده أو أرضعت رضيعا

أوو لد لهذا الرجل من غير هذه المرأة قبل هذا الارضاع أو بعده أوأرضعت امرأة من لبنه رضيعا فالكل اخوة الرضيع واخواته وا ولادهم اولاد اخوته واخواته) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳۸۷ھ

رضاعت کی وجہ سے یہ اس کی دختر ہے اور صغرسنی میں جو نکاح ہوا ہے وہ حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ مین کہ ایک نابالغہ بچی مسماۃ رضو مائی بنت محمد نواز کا نکاح محمد رمضان ولد واحد بخش کے ساتھ ہوا اور بوقت نکاح مسماۃ رضومائی کی عمر تقریباً ایک سال تھی بعد از نکاح مدت رضاع میں مسماۃ رضو مائی کو اس کے شوہر محمد رمضان کی ہمشیر مسماۃ نذیر بی بی نے دودھ پلایا اور نذیر بی بی جو کہ مرضعہ ہے اس نے بھی اقرار کیا ہے کہ میں نے دودھ پلایا ہے اور دو عورتوں نے بھی پلاتے دیکھا ہے کیا اس واقعہ کے بعد رضومائی اور محمد رمضان کا نکاح باقی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر یہ بات درست ہے کہ مسماۃ نذیر بی بی نے مسماۃ رضومائی کو مدت رضاع میں دودھ پلایا ہے تو وہ رشتہ میں اس کی رضاعی دختر بن گئی ہے اور اس کا نکاح جو اس کی نابالغی کے وقت محمد رمضان سے پڑھایا گیا تھا فاسد ہو گیا ہے۔ اب بالغ ہونے پر محمد رمضان کے گھر اس کی رخصتی درست نہیں ہے۔ اس لیے محمد رمضان اس کو زبانی طلاق دیدے تاکہ رضومائی دوسری جگہ عقد نکاح کر سکے محمد رمضان بھی بالغ ہونے کے بعد طلاق دے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ

رضاعی بہن سے نکاح درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ گنجی دختر زید مسماۃ حلیمہ را در مدت رضاع شیر نوشانید و از حلیمہ دختر پیدا شدہ آیا پسران مسماۃ گنجی دختر حلیمہ رضیعہ را نکاح کندیا نہ یعنی نکاح بنت اخت رضاعی شرعاً جائز است یا نہ از کتب فقہ حنفی جواب مسئلہ عطاء فرمائید خدائے بخشندہ مددگار شما باشد۔

﴿ج﴾

نکاح بنت اخت رضاعی جائز نیست زیرا کہ نکاح از فروع اخت رضاعی شرعاً جائز نیست وکذا فرع الفروع بدلیل (قوله عليه السلام يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب) و هو حديث الصحيحين ونیست از صور مستثنیٰ شدہ۔

احمد جان عفا اللہ عنہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

حقیقی بھتیجے کی رضاعی بہن سے نکاح صرف اسی صورت میں ہے جبکہ لڑکے نے جا کر کسی عورت کا دودھ پیا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص اپنے حقیقی بھتیجے کی رضاعی بہن کے ساتھ شادی کر سکتا ہے یا نہیں یہ مسئلہ مفصل تحریر کریں؟

﴿ج﴾

اس شخص کے بھتیجے کی رضاعی بہن اگر ایسی صورت میں بھتیجے کی بہن بن جاتی ہے کہ اس لڑکی نے آ کر لڑکے کی ماں کا دودھ پیا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ لڑکی اس شخص کی رضاعی بھتیجی ہوئی تو ناجائز ہے اور اگر لڑکے نے جا کر کہیں دوسری عورت کا دودھ دونوں نے اکٹھا پیا تو جائز ہے۔

واللہ اعلم نائب مفتی عبدالرحمٰن بنوی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۸ ذوالقعدہ ۱۳۷۸ھ

حقیقی بھتیجی کی رضاعی دختر سے عقد نکاح درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ زبیدہ دختر پٹھانی از نطفہ سلطان حسین حیات موجود ہے۔ بچپن میں اس نے دودھ مسماۃ جنت دختر مہر قاسم کا پیا ہوا ہے اب مہر قاسم کا برادر حقیقی محمد مسماۃ زبیدہ سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کیا ان کا آپس میں نکاح جائز ہے؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ مسماۃ زبیدہ مذکورہ کا عقد نکاح محمد برادر قاسم سے شرعاً درست نہیں ہے رشتہ میں مسماۃ مذکورہ اس کے لیے حقیقی بھتیجی کی رضاعی دختر بن گئی ہے جس سے شرعاً نکاح حرام ہے۔

(ففی الشامیۃ فتحرم بنات الاخوۃ والاخوات و بنات اولاد الاخوۃ والا خوات و ان نزلن و ایضافیہ فیحرم منہ بسببہ ما یحرم من النسب رواہ الشیخان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی قاسم العلوم ملتان
۴ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

رضاعی ماموں کے ساتھ نکاح درست نہیں؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی صغرسنی کی حالت میں ایک دوسرے شخص کی اس بہن کا دودھ پیتی رہی ہے جو کہ اس کے باپ کی طرف سے ہے کیا وہ لڑکی اب اس شخص کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اس لڑکی کا نکاح اس شخص کے ساتھ نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ یہ شخص اس کا رضاعی ماموں ہے۔ وفی الحدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب لہٰذا رضاعی ماموں کے ساتھ نسبی ماموں کی طرح نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

وفی الفتاوی العالمگیر ص ۳۴۳ ج ۱ و اخو المرضعۃ خالہ و اختہا خالتہ و کذافی الجد والجدۃ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ رجب ۱۳۸۵ھ

رضاعی بھانجی اور رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں (۱) میں جب پیدا ہوا تو میں نے اپنی حقیقی والدہ کا دودھ ایک دن بھی نہیں پیا۔ ایک دوسرا آدمی جو کہ میرا رشتہ دار نہیں ہے اس نے پیدا ہوتے ہی میری والدہ کا دودھ پیا ہے اور میں نے اس کی والدہ کا دودھ پیا ہے حتی کہ ہم دونوں نے ایک دوسرے کی والدہ کا دودھ جب تک اسلام میں جائز ہے یعنی دو سال

تک پیا ہے یا اس سے کچھ کم وبیش پیا ہوگا۔

میرے بعد میری ایک بہن پیدا ہوئی ہے جس کے بطن سے ایک لڑکی ہے جو کہ جوان ہے اور جس آدمی نے میری والدہ کا دودھ پیا ہے وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے کیا یہ اسلام میں جائز ہے یا ایسا ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) وہ آدمی جس نے میری والدہ کا دودھ پیا ہے اس کی پہلی شادی سے ایک لڑکی ہے اور وہ بھی جوان ہے میرا ایک بھائی ہے جو کہ میرے بعد پیدا ہوا ہے کیا وہ لڑکی میرے بھائی کے عقد میں آسکتی ہے اور اسلام میں جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں آپ کی سب بہنیں اس شخص کی رضاعی بہن ہیں اور رضاعی بہن کی لڑکی اس شخص کی رضاعی بھانجی ہے اور رضاعی بھانجی کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ (کما فی کتب الفقہ ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب)

(۲) اس آدمی کی لڑکی آپ کے بھائی کی رضاعی بھتیجی ہے اور ان کا آپس میں نکاح حرام ہے۔

واللہ اعلم حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

لڑکی نے جب عورت کا دودھ پیا تو وہ ماں بنی اور بھائی ماموں بنا تو عقد نکاح درست نہیں

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نے ایک عورت کا دودھ پیا کیا دودھ پلانے والی عورت کے بھائی سے اس لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جواب عنایت فرمادیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اس لڑکی کا نکاح دودھ پلانے والی عورت کے بھائی سے نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اس کی ماں بن گئی اور بھائی ماموں بن گیا شریعت مطہرہ نے بنات الاخت سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے۔ شارع علیہ السلام فرماتے ہیں (و یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوارالعلوم ملتان ۱۳ جولائی ۱۹۷۰ھ

وہ شخص اس لڑکی کا رضاعی ماموں ہے نکاح جائز نہیں سائل کی زبانی معلوم ہوا کہ مسئولہ صورت میں نکاح پڑھایا

گیا ہے پس طرفین پر لازم ہے کہ وہ فوراً تفریق کر دیں یعنی خاوند زبان سے کہہ دے کہ میں نے اس عورت کو چھوڑ دیا ہے نکاح میں شریک لوگوں کے نکاح بدستور باقی ہیں اور اگر باوجود اس نکاح میں حرمت کا علم ہوتے ہوئے یہ لوگ اس نکاح میں شریک ہوئے ہیں تو وہ سخت گنہگار بن گئے ہیں سب کو توبہ کرنی چاہیے اور اگر بغیر علم کے شریک ہوئے ہیں تو پھر معذور ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

رضاعی چچا مثل حقیقی چچا کے ہے اس سے نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ہاجرہ کا دودھ پیا اب ہاجرہ کے خاوند کے بھائی کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہو سکتا ہے یا کہ نہیں یعنی کہ ہندہ کا نکاح رضاعی چچا کے ساتھ ہو سکتا ہے یا کہ نہیں؟

﴿ج﴾

رضاعی چچا مثل حقیقی چچا کے حرام ہے لہٰذا یہ نکاح حرام ہے فی الدر المختار ص ۳۱ ج ۳ بیان المحرمات و حرم الکل مما مر تحریمہ نسباً و مصاهرة اھ۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

رضاعی چچا حقیقی چچا کے مثل ہے عقد نکاح درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ خان محمد نے ایام شیر خوارگی میں سداں نامی عورت کا دودھ متواتر تین چار ماہ پیا ماں رضاعی بنا کر پھر بفضل اللہ تعالیٰ خان محمد جوان ہوا اور تین چار نمبروں کے بعد مائی سداں کو لڑکا مسمی نور محمد پیدا ہوا وہ بھی جوان ہوا اب خان محمد کی شادی ہونے کے بعد لڑکی پیدا ہوئی نور محمد لڑکی خان محمد دونوں جوان و بالغ ہوئے۔ خان محمد نے اپنی لڑکی گلزار بی بی اپنی ماں رضاعی سداں کے لڑکے نور محمد کو نکاح میں دے دی تمام قصہ کہانی شیر خوارگی کا تمام برادری کو بھول چکا تھا اور کچھ واقف حال تھے اور اب مقر ہیں اب خان محمد کی دختر یعنی زوجہ نور محمد کو لڑکا پیدا ہونے کے بعد بات پرانی چلی اور شور مچا کہ یہ نکاح خان محمد کی لڑکی کا نور محمد کے ساتھ ناجائز حرام ہے۔ شیر خوارگی کا اقرار کافی مرد عورتیں اب کرتی ہیں لہٰذا مودبانہ تحریر پیش خدمت ہے شریعت مصطفائی میں کیا حکم ہے نکاح جائز ہے یا نہ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں نور محمد مسماۃ گلزار بی بی کا رضاعی چچا ہے اور رضاعی چچا سے نکاح جائز نہیں۔ (و یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب)

بشرطیکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں جو شرعاً معتبر ہوں یہ شہادت دیں کہ ہم نے خان محمد کو سداں مائی کا دودھ پیتے دیکھا ہے لہٰذا کسی ثالث معتمد علیہ کے سامنے تحقیق کی جاوے اگر شرعی شہادت سے رضاعت ثابت ہو جائے تو طرفین میں تفریق کر دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ شوال ۱۳۸۹ھ

رضاعی بھتیجی اور چچا کا نکاح درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے ساتھ دودھ پیا ہے اور جس شخص نے دودھ پیا ہے اس کی لڑکی ہے جس عورت نے دودھ دیا ہے اس کے چار بیٹے ہیں ان چاروں میں سے ایک نے دودھ پیا ہے اور باقی جو تین لڑکے ہیں ان میں سے ایک کو وہ لڑکی آ سکتی ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... یہ لڑکی اور وہ لڑکا چونکہ بھتیجی اور چچا رضاعی بنتے ہیں اس لیے ان کے مابین نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

(فی الحدیث یحرم من الرضاع ما من النسب) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ شوال ۱۳۸۵ھ

رضاعی چچا سے نکاح درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید اور عمر آپس میں بھائی ہیں اور بکر ان کا رشتہ دار ہے بکر کی لڑکی ہے اور بکر کی لڑکی نے زید کی گھر والی کا دودھ پیا زید کے بیٹے کے ساتھ اور یہ بات تو واضح ہے کہ یہ لڑکی زید کے بیٹے کو نہیں آ سکتی کیا یہ لڑکی بکر کی زید کے بھائی عمرو کو آ سکتی ہے یا نہیں اس کی وضاحت مع الدلائل تحریر فرما دیں بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بکر کی لڑکی کے ساتھ زید کے بھائی عمر کا نکاح جائز نہیں کیونکہ عمر اس لڑکی کا چچا رضاعی ہے اور جیسے چچا نسبی سے نکاح جائز نہیں اسی طرح شرعاً چچا رضاعی سے بھی نکاح جائز نہیں۔

بقوله عليه الصلوة والسلام يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب الحديث عالمگیری ص ۳۴۳ ج ۱ يحرم على الرضيع ابواه من الرضاع (الى أن قال) واخ الرجل عمه و اخته عمته الخ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ

رضاعی چچا مثل حقیقی چچا کے ہے عقد نکاح درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ مائی دانوں جس کا نکاح ملک محمد حسین کے ساتھ تھا اس کے ایک لڑکی مسماۃ جگ سجائی پیدا ہوئی مسمی شیر محمد نے بھی مائی جگ سجائی کے ساتھ دودھ مائی دانو سے پیا تو اس وقت یہ بھائی بہن ہو گئے مائی دانوں کا زوج اول فوت ہو گیا مسمات مذکورہ کا نکاح ثانی ہو گیا اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ مسماۃ مائی جگ سجائی کا لڑکا محمد افضل اور مسمی شیر محمد اس کا رضاعی اخ ہے اور اسکی لڑکی زینب ہے تو ان کا نکاح محمد افضل کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ محمد افضل نے مائی دانو کا دودھ پیا جب مسماۃ آئسہ ہو چکی تھی اب بھی تقریباً اسی سال کی ہے اور دودھ بھی ہے؟

﴿ج﴾

یہ نکاح نہیں ہو سکتا چونکہ اس صورت میں محمد افضل کا رضاعی بیٹا ہے اور شیر محمد کا رضاعی بھائی اور شیر محمد کی لڑکی کا رضاعی چچا اب زینب کا نکاح رضاعی چچا سے ہو رہا ہے اس لیے ناجائز ہے کوئی صورت بھی جواز کی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر ۴ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ

رضاعت میں جب شبہ ہو تو تفریق اولیٰ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ فتح نے دو گواہان عاقل و بالغ نمازیوں کے سامنے کلمہ پڑھ کر کر

کہا کہ میں قسم قرآن اٹھانے کو بھی تیار ہوں کہ میں نے اپنے سگے پوتے مسمی گل محمد کو دودھ پلایا ہے لہٰذا اس نکاح مسماۃ فاطمہ سے جو کہ میری نواسی ہے جائز نہیں کیونکہ میں نے گل محمد کو ایام طفل بعمر دو سال یا اس سے کم عمر میں دودھ پلایا ہے لہٰذا مسماۃ فاطمہ مسمی گل محمد کی رضاعی بھانجی ہے۔ لہٰذا یہ نکاح روک دیا گیا بعد ازاں گل محمد نے دوسری جگہ نکاح کر لیا بعد کئی دنوں کے گل محمد نے طلاق دے کر پھر اس لڑکی بھانجی رضاعی مسماۃ فاطمہ کے ساتھ نکاح کر لیا کیونکہ مسماۃ فتح مذکورہ نے کہا کہ میں نے اس وقت جھوٹ بولا تھا اس پر عوام میں بڑا انتشار پیدا ہو گیا تو مسئلہ مقامی علماء دین کے سامنے پیش ہو گیا علماء دین نے گواہان مذکورہ طلب کیے جن سے تمام واقعات مذکورہ بالا معلوم کیے گئے عوام بھی اور خواص بھی مجلس میں موجود تھے گواہوں نے جو بیان دیے وہ ذیل میں ہیں گواہ نمبر 1 پر علماء دین نے سوال کیا کہ تم کلمہ پڑھ کر اور قرآن اٹھا کر کہو کہ تم کیا جانتے ہو تو اس نے قسم قرآن کھا کر کہا اور کلمہ پڑھ کر باوضو ہو کر اقرار کیا کہ مسماۃ فتح کے لڑکوں سے پوچھا گیا کہ تم قسم اٹھا کر کہو کہ تمھاری والدہ نے گل محمد کو دودھ پلایا تھا یا نہیں تو وہ خاموش ہو گئے انھوں نے کہا کہ اس نے بچہ کو اٹھایا ہوا تو ضرور تھا ایک ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ کیونکہ بچہ مذکورہ کی ماں نے دودھ بوجہ بیماری پلانا بند کر دیا تھا تو بچہ دادی کے پاس رہا۔ واللہ اعلم دودھ پلایا تھا یا نہیں ہم قسم نہیں اٹھاتے تو علماء نے مدعا علیہا مسماۃ فتح مذکورہ کو روبرو گواہان کے پوچھا تو مسماۃ فتح مذکورہ نے جواب بکواسی نازیبا میں دیا کہ میں نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کہی جن پر علماء دین و معززین حلقہ اس پر شرعی طور پر ناراض ہو گئے تو ایک دوسرا آدمی عاقل و بالغ نمازی پابند شرع نے کہا کہ مجھے علم یقینی ہے کہ مسماۃ فتح نے دودھ پلایا تھا کیونکہ اس کے رشتہ دار تمام میرے سامنے اقرار کر چکے ہیں کہ مسماۃ فتح نے دودھ پلایا ہے اس وقت یہ جھوٹ بول رہی ہے یہ باتیں سب من گھڑت ہیں ان گواہوں کی گواہی صحیح ہے اب مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے یا کہ نہیں رضاعت ثابت ہے یا نہیں مقامی علماء دین نے کہا ہے کہ دودھ پلانا ثابت ہو گیا ہے تفریق کر دینی چاہیے؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ بہتر یہی ہے کہ مسماۃ فاطمہ اور گل محمد کے مابین تفریق کر دی جائے تا کہ شبہ بھی نہ رہے اگر گل محمد اس طرح کرنے پر تیار ہوا تو وہ مسماۃ فاطمہ کو ایک طلاق دے کر اپنے سے جدا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۳ صفر ۱۳۹۰ھ

کنواری لڑکیوں کا دودھ ہونے والی حدیث کے متعلق ایک وضاحت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد نے مسجد میں دوران خطبہ یہ کہا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو جناب بی بی حلیمہ کے علاوہ مزید تین کنواری لڑکیوں نے حضورؐ کو اٹھایا اور ان کا قدرتی طور پر دودھ نمودار ہوا یہ دودھ انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا کیا یہ بات ٹھیک ہے کہ حضور نے ان کنواری لڑکیوں کا دودھ پیا ہے اگر پیا ہے تو کتاب کا حوالہ دیدیں اگر نہیں تو تفصیلات بیان کریں امام مسجد نے کتاب کا نام سیرت حلبیہ ص نمبر ۱۰۰ تا ۱۰۵ بتایا ہے تا کہ مسلمانوں کی تسلی ہو جائے۔

﴿ج﴾

سیرت حلبیہ صفحہ ۹۷ پر حضورؐ کو کنواری لڑکیوں کا دودھ پلانے کا ذکر موجود ہے لیکن کسی روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہے اور نہ اس پر دین کا کوئی مسئلہ موقوف ہے اس لیے نہ ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں نہ تکذیب کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ جمادی الاولی
۱۳۸۸ھ

زوجہ کے پستان منہ میں لے کر دودھ پی لے تو نکاح کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی زوجہ کا پستان منہ میں لے سکتا ہے اگر منہ میں لے سکتا ہے تو اگر منہ میں دودھ آجائے تو کیا نکاح میں فرق آتا ہے یا نہیں، کیا جنابت کی حالت میں کھا پی سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اگر زوجہ کا پستان منہ میں لے کر دودھ پی لے تو اس سے نکاح میں کوئی فرق نہیں آتا مگر ایسا کرنے سے بچنا چاہیے اور جنابت کی حالت میں کھانا پینا جائز ہے اگرچہ بہتر یہ ہے کہ کم از کم کلی کر لیں۔

واللہ اعلم سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

رضاعت ڈھائی سال کی عمر تک ثابت ہوتی ہے، زوجہ کا دودھ پینا حرام ہے، نکاح پر اثر نہیں پڑتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ عورت کا دودھ پیا ہے تو کیا یہ عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

ڈھائی سال کی عمر میں دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے اس کے بعد نہیں اپنی زوجہ کا دودھ پینا اگرچہ حرام ہے لیکن اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑتا۔ نکاح بدستور باقی ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان ۱۱ محرم ۱۳۹۹ھ

مدت رضاعت ڈھائی سال تک ہے اس کے بعد رضاعت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ علی نے ولی کے ساتھ اس کی والدہ کا دودھ پیا۔ اب ولی کی چھوٹی بہن جو کہ ولی کی والدہ کے ہی بطن سے ہے کا نکاح علی سے کر دیا گیا ہے فرمائیے یہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں۔

حالانکہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۴ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی میں سوال نمبر ۹۲۲/۹۲۱ کے جواب میں مذکورہ صورت میں نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے اور اصول بیان کیا گیا ہے کہ رضیع کے بیٹے کی تمام اولاد حرام ہے۔ بحوالہ الدر المختار۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ نے اس سوال کے جواب میں نکاح مذکور کو قطعاً حرام قرار دیتے ہوئے فوری تفریق کا حکم فرمایا ہے لیکن اس کے برعکس مفتی جمال احمد صاحب مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے عبارت و تحل اخت اخیہ رضاعا و نسبا بحر الرائق ص ۲۲۷ ج ۳ شامی و فتح القدیر ص ۱۱ ج ۳ کے حوالہ دیتے ہوئے نکاح مذکور کے جواز کا فتوی صادر فرمایا ہے از راہ کرم آپ استفتاء بالا کا مفصل اور مدلل جواب تحریر فرمائیں نیز فرمائیے کیا مرضعہ کی تمام اولاد رضیع کے لیے حرام ہے؟

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جب بچہ نے کسی اور عورت کا دودھ ڈھائی برس کے اندر پیا تو وہ عورت اس کی رضاعی ماں

بن گئی اور اس کا شوہر جس کا یہ دودھ ہے اس بچہ کا باپ بن گیا ہے اور اس کی اولاد اس کے دودھ شریک بھائی بہن ہو گئے اور نکاح حرام ہو گیا (ھکذا فی کتب الفقہ بنا بریں) صورت مسئولہ میں جب علی نے ولی کے ساتھ اس کی والدہ کا دودھ پیا تو ولی کی چھوٹی بہن علی کی رضاعی بہن بن گئی ہے اور نکاح حرام ہو گیا۔ (والاصل فیه قوله تعالی عند ذکر المحرمات و امهاتکم اللتی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعة (پ ۴ آخری ایت) وفی قاضیخان علی هامش الهندیه ص ۴۱۶ ج ۱ الرضاع فی اثبات حرمة المناکحة بمنزلة النسب و الصهریة کما ان الحرمة بالنسب اذا ثبتت فی الامهات و البنات تتعدی الی الجدات والنوافل فکذا اذا ثبتت بالرضاع تتعدی الی اصول المرضعة و فروعها و اخوتها و اخواتها الخ)

لہٰذا جو نکاح پڑھا گیا ہے وہ قطعاً حرام ہے طرفین میں فوراً تفریق کر دی جائے مولانا موصوف نے جواز کا حکم صادر فرمایا ہے وہ صحیح نہیں اس لیے کہ صورت مسئولہ میں ولی کی بہن علی کی صرف اخت اخیه رضاعاً نہیں بلکہ علی کی خود اخت رضاعی بھی ہے۔ جس کے ساتھ علی کا نکاح قطعاً حرام ہے اور اخت اخیه رضاعاً کی حالت اس صورت میں ہے کہ دونوں نے کسی اور عورت کا دودھ پیا ہو اور صورت مسئولہ میں ایسا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ شوال ۱۳۸۸ھ

دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ عمر ڈھائی سال ہے اس کے بعد دودھ پینا یا پلانا حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شادی شدہ شخص اپنی بیوی کا دودھ کئی دفعہ پی اور چوس چکا ہے اور اس کا بیان ہے کہ عورت کا دودھ بڑا میٹھا اور قوی ہوتا ہے نیز اپنے ہم عمر ساتھیوں کو عورت کا دودھ پینے کے لیے ترغیب دیتا ہے کہ عورت کا دودھ بڑا مقوی باہ ہوتا ہے ایسے شخص کے متعلق شریعت کیا حکم صادر فرماتی ہے علماء دین فتوی دیں (نوٹ) کیا ایسے شخص کے ساتھ برتاؤ جائز ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم واضح رہے کہ زیادہ سے زیادہ دودھ پلانے کی مدت دو برس ہے اس کے بعد دودھ پینا یا پلانا حرام ہے بالکل درست نہیں یہاں تک کہ عورت کا دودھ کسی دوا میں ڈالنا جائز نہیں اور اگر ڈالو تو اس کا کھانا اور پکانا ناجائز ہے اور حرام ہے اسی طرح [illegible] کان میں دودھ ڈالنا بھی جائز نہیں خلاصہ یہ کہ انسان کے دودھ

سے کسی طرح کا نفع اٹھانا اور اس کو اپنے کام میں لانا درست نہیں۔

(کما فی الدر المختار ص ۲۱۱ و فی البحر لایجوز التداوی بالمحرم فی ظاهر المذهب)

بنا بریں صورت مسئولہ میں یہ شخص حرام کا مرتکب اور سخت گنہگار ہے اس کو چاہیے کہ وہ توبہ تائب ہو جائے اور آئندہ کے لیے قطعاً اپنی بیوی کا دودھ استعمال کرنے سے احتراز کرے اور دوسروں کو حرام کام کے لیے ترغیب نہ دے ورنہ اس کا گناہ بھی اسی کے ذمہ ہوگا...... باقی مدت رضاع کے بعد دودھ پینے کا نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوتا نکاح بدستور قائم رہتا ہے۔ (فی الدر المختار ص ۲۲۵ ج ۳ مص رجل ثدی زوجته لم تحرم)

الحاصل نکاح بدستور باقی ہے لیکن دودھ پینا حرام ہے۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ جمادی الاولی ۱۳۸۹ھ

حرمت رضاعت تب ثابت ہوگی اگر دودھ پینے والے نے مدت رضاعت میں دودھ پیا ہو

﴿س﴾

اگر کوئی شخص چوبیس برس کا تقریباً اپنی منکوحہ عورت کی چھاتی چوستا رہا ہو مگر دودھ اس کے منہ میں نہ آیا ہو اگر آیا بھی ہو تو اس نے فوراً منہ سے تھوک دیا ہو اور پھر ذائقہ کو کلی کر کے ضائع کر دیا ہو تب کیا عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے نکاح فسخ ہو گیا یا نہیں۔

﴿ج﴾

رضاع سے حرمت جب ثابت ہوتی ہے جب دودھ پینے والا مدت رضاع کے اندر ہی دودھ پی لے جو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ڈھائی اور صاحبین کے نزدیک دو سال کے زمانہ تک ہے اس کے بعد اگر کوئی کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس سے کوئی حرمت نہیں ثابت ہوتی مسئلہ مذکورہ میں جب زوج بڑا ہے اور بقول سائل تقریباً چوبیس برس کا ہے اگر فی الواقع وہ دودھ پی بھی لے تب بھی وہ عورت اس پر حرام نہیں ہوتی بلاشبہ وہ اس کی عورت ہے البتہ دودھ پینا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم

و یثبت التحریم فی المدة فقط (درمختار ص ۲۱۱ ج ۳) کذا فی سائر کتب الفقه کتاب الرضاع

دوسال کے بعد دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی

﴿س﴾

میں یعنی حاجی محمد رشید علی نے اپنی نانی کا دودھ ۲ سال ۴ ماہ کی عمر میں پیا تھا کیا اب میں اپنے ماموں کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہوں؟

﴿ج﴾

دوسال کے بعد دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی اس لیے محمد رشید علی کا عقد نکاح اپنے ماموں کی لڑکی سے درست ہے۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

اگر رضاعت دوسال کے اندر ہے تو ثابت ورنہ نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکے اور لڑکی نے مختلف اوقات میں ایک ہی عورت کا دودھ پیا ہے جبکہ وہ عورت اس لڑکی کی حقیقی والدہ اور وہ لڑکا اس عورت کا بھتیجا ہے کیا دریں صورت اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح عند الشرع ہوسکتا ہے کیا اس لڑکی کا حقیقی بھائی اس لڑکے کی حقیقی بہن سے نکاح کرسکتا ہے بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم......اگر یہ لڑکا اس عورت کا دودھ مدت رضاع میں یعنی دوسال سے کم عمر میں پی چکا ہے تو حرمت رضاعت ثابت ہے اور اس کی تمام اولاد خواہ اس کے ساتھ بیک وقت دودھ پی چکے ہوں یا اس سے پہلے یا اس سے بعد اس عورت کے بطن سے پیدا ہوئے ہوں ان تمام کے ساتھ اس لڑکے کا نکاح ناجائز ہے اور یہ سب اولاد اس کی رضاعی بھائی اور رضاعی بہنیں شمار ہونگی۔

ہاں اس دودھ پینے والے لڑکے کی بہن حقیقی کے ساتھ جس نے اس عورت کا دودھ نہیں پیا ہے اس عورت کا لڑکا جو مذکورہ بالا لڑکی کا نسبی حقیقی بھائی ہے نکاح کرسکتا ہے کیونکہ یہ اس کے رضاعی بھائی کی نسبی بہن لگتی ہے اور ایسی عورت کے ساتھ نکاح شرعاً جائز ہے۔

(کما قال فی الدر المختار علی ھامش رد المحتار ص ۲۱۷ ج ۳) (و تحل اخت

اخیه رضاعاً یصح اتصاله بالمضاف کان یکون له اخ نسبی له اخت رضاعیة و بالمضاف الیه کان یکون لاخیه رضاعاً اخت نسبا و بهما و هو ظاهر (و) کذا نسبا بان یکون لاخیه لابیه اخت لام فهو متصل بهما لابا حد هما للزوم التکر ار کما لایخفی (ولاحل بین رضیعی امرأة لکونهما أخوین و ان اختلف الزمن و الأب ولا حل بین الرضیعة وولد مرضعتهما أی التی أرضعتها وولد ولدها لأنه ولدالأخ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

حرمت رضاعت کے لیے مدت رضاعت ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک زنانی کسی وجہ سے اپنے ماں باپ کے گھر گئی تھی اس کی گود میں ایک لڑکا تھا لڑکے کی عمر اس وقت تین پونے تین سال تھی لڑکے کی ماں کسی وقت کام کرنے کو چلی جاتی تھی تو اپنا لڑکا اپنی ماں یعنی لڑکے کی نانی کو دے جاتی تھی یہ کہہ کر کہ میرے لڑکے کو رونے نہ دینا اس کو بھوک لگے تو اس کو بھینس کا دودھ پلا دینا اس لڑکے کی نانی کسی وقت اپنا دودھ پلا دیتی تھی کسی وقت بھینس کا دودھ پلا دیتی یعنی کسی وقت اپنی چھاتی سے لگا کر دودھ پلا کر لڑکے کو چپ کراتی تھی چندروز بعد زنانی کا مالک آیا تو زنانی اور اپنا لڑکا اپنے گھر لے گیا تھا اب وہ لڑکا نوجوان ہے لڑکے کی ماں بھی زندہ ہے اس لڑکے کے ماموں صاحب نے لڑکے کو اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیا ہے اب بھانجے کو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

الدر المختار شرح تنویر الابصار ص ۲۰۹ ج ۳ هو مص من ثدی آدمیة الی ان قال فی وقت مخصوص هو حولان و نصف عنده و حولان فقط عندهما و هو الأصح (الی أن قال) و یثبت التحریم فی المدة فقط)

درمختار کی اس عبارت سے واضح ہے کہ حرمۃ رضاعۃ فقط مدت رضاعۃ میں ثابت ہوتی ہے اس کے بعد ثابت نہیں ہوتی۔ نیز یہ بھی اس عبارت سے واضح ہے کہ مدۃ رضاعت میں مفتی بہ قول صاحبین کا ہے یعنی زیادہ سے زیادہ دوسال ہے لہذا صورت مسئولہ میں جبکہ نانی نے اس لڑکے کو مدت رضاعت کے ختم ہوجانے کے بعد تین پونے تین سال کی عمر میں دودھ پلایا ہے تو اس سے حرمت رضاعت شرعاً ثابت نہیں ہوتی لہذا ماموں کی لڑکی سے اس کا نکاح شرعاً درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

رضاعت کی مدت کے متعلق مفتی بہ قول

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ جنت مائی نے اپنی بہن مسماۃ بکھو مائی کو دودھ پلایا کیونکہ اس کے ہاں لڑکا تھا جس کی عمر ۲ سال تین ماہ تھی اور اس کی بہن کی عمر ۲ سال ۵ ماہ تھی وہ اس کا لڑکا دودھ نہیں پیتا تھا اور مسماۃ جنت مائی نے اپنی بہن کو بلا کر کہا کہ تو دودھ میرا پی لے دو چار گھونٹ دودھ کے پی لیے اور پھر لڑکا دودھ پینے لگ گیا اب دودھ پلانے والی عورت مائی جنت اپنے لڑکے کے لیے اپنی بہن مسماۃ بکھو مائی سے رشتہ لینا چاہتی ہے کیونکہ مسماۃ بکھو مائی کی لڑکی ہے شرعاً کیا یہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہ یا ان کے دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہے یا نہ؟

(ج)

رضاع کی مدت میں اختلاف ہے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ڈھائی سال ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک دو سال ہے لیکن فتویٰ صاحبین کے قول پر فقہائے کرام نے دیا ہے جس پر عبارات ذیل شاہد ہیں اس لیے صاحبین کے قول کے طابق جو مفتی بہ ہے صورت مسئولہ میں نکاح جائز ہے ویسے امام اعظم کے نزدیک بھی ڈھائی سال قمری ہیں لہٰذا سوال میں اگر دو سال پانچ ماہ جو لڑکی کی عمر بتائی گئی ہے اگر شمسی کے حساب سے بتائی ہے پھر تو وہ بھی تقریباً ڈھائی سال قمری بن جاتا ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں بشرط صحت واقعہ باعتبار فتویٰ کے نکاح جائز ہوگا ویسے احتیاط وتقویٰ کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس سے اجتناب و پرہیز کیا جائے عبارات درج ذیل ہیں۔

(قال فی جامع الرموز القهستانی ص ۳۱۷ ج ۲ فی حولین من وقت الولادة عندهما و عليه الفتوى وقال فی البحر الرائق مطبوعه مكتبه رشيديه كوئٹه ص ۳۸۸ ج ۳ و فی فتح القدير الأصح قولهما من الاقتصار على الحولين فی حق التحريم أيضاً و به أخذ الطحاوی و مراده بالنظر الى الدليل بحسب ظنه والا فالمذهب للام الأعظم و ان لم يظهر دليله لوجوب العمل على المقلد بقول المجتهدمن غير نظرفی الدليل كما أشار اليه فی أول الخانيه و لكن قال فی اخر حاوی القدسی فان خالفاه قال بعضهم يوخذ بقوله و قال بعضهم يؤخذ بقولهما و قيل يخير المفتی والأ صح أن العبرة لقوة الدليل ولا يخفى قوة دليلهما فان قوله تعالى وا لولدت يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن ارا د ان يتم الرضاعة يدل على أنه لارضاع بعد التمام)

اور فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۳۹ پر ہے اگر بعد دو برس تمام ہونے کے دودھ پیا ہے تو اس دودھ پینے سے رضاعت

ثابت نہیں ہوئی کہ مدت ثبوت حکم رضاعت کی دو سال ہے پس اب اس پسر کو اس عورت سے اور اس کے اقارب سے کوئی علاقہ بسبب شیر کے پیدا نہیں ہوا۔

(وفی الدر المختار ص ۲۰۹ ج ۳ هو حولان و نصف عنده وحولان) فقط عندهما و هو الاصح) فتح و به يفتی كما فی تصحيح القدوری عن العون الخ وفی فتح القدير ص ۳۰۹ ج ۳ فكان الاصح قولهما و هو مختار الطحاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفراللہ لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ

چار سال کی عمر میں دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چار سالہ لڑکی نے اپنی پھوپھی یعنی والد کی بہن جو کہ پندرہ سال سے بیوہ ہو چکی تھی کے پستان سے دودھ چوسنے کی عادت کی حالانکہ اس کے پستان میں دودھ نہیں تھا اب لڑکی مذکورہ اس پھوپھی کے لڑکے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

(ج)

لڑکی کی عمر جب چار سال کی تھی تو اس سے اگر دودھ بالفرض پی بھی لیتی حرمت ثابت نہ ہوتی حالانکہ یہاں تو جیسے سوال میں مذکور ہے صرف چوسنے کی عادت کی ہے کیونکہ پستان میں دودھ نہ تھا حرمت رضاع تب ثابت ہوتی ہے کہ دودھ پینے والے کی عمر دو سال سے زائد نہ ہو۔

(قال فی تنوير الابصار ص ۲۰۹ ج ۳ هو مص من ثدی آدمية فی وقت مخصوص هو حولان و نصف عنده وحولان عندهما و هوالاصح)

لہٰذا لڑکی مذکورہ اس پھوپھی کے لڑکے کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ رجب ۱۳۸۵ھ

ڈھائی سال کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہ ہوگی

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میرا لڑکا میرا دودھ پیتا تھا جس کی عمر دو سال پانچ ماہ کی تھی۔ میری بہن

جو کہ دو سال ساڑھے سات ماہ کی تھی میرا بچہ بوجہ ضد کے میرا دودھ ایک دن نہ پی رہا تھا میں نے اپنی بہن کو بطور مذاق کہا کہ آ جائی مائی بخت بھری میرا دودھ تو پی لے میرا خیال تھا کہ میرا لڑکا اس کے حسد سے دودھ پی لے گا لیکن بہن نے میرا دودھ صرف ایک گھونٹ میرے مذاق پر پی لیا کیونکہ وہ بھی بچی تھی اسے بھی یہ پتہ نہ تھا کہ بہن کا دودھ پیا جاتا ہے یا نہیں اور میں نے بھی اسی خیال سے کہا کہ کسی طرح اس لڑکی کی ضد سے میرا بچہ دودھ پی لے اور بھوکا نہ رہ جائے اب جبکہ وہ بچہ میرا ساڑھے تین سال کی عمر کا فوت ہو چکا ہے۔ اور میری اس بہن کی شادی ہوئی جس نے میرا دودھ بطور مذاق پی لیا تھا اس کی اب لڑکیاں ہیں کیا میرے دوسرے لڑکے کی شادی اس میری بہن کی لڑکی سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر چھوٹی بہن نے اپنی بڑی بہن کا دودھ ڈھائی برس کے بعد پیا ہے تو حرمت رضاعت شرعاً ثابت نہیں ہوتی اور ان کی اولاد کا آپس میں شرعاً نکاح جائز ہے بشرطیکہ کوئی اور سبب حرمۃ نکاح کا موجود نہ ہو لہٰذا اس صورت میں جبکہ چھوٹی بہن دو سال سات ماہ کی تھی اور اس نے بڑی بہن کا دودھ پیا تو شرعاً حرمت رضاع ثابت نہیں اور بڑی بہن کے لڑکے کا نکاح چھوٹی بہن کی لڑکیوں سے جائز ہے لیکن اگر چھوٹی کی عمر ڈھائی برس سے کم ہو تو حرمۃ رضاعت ثابت ہوگی اور ان کی اولاد کا نکاح آپس میں جائز نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم

چار سال کے بعد دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میرے ماموں نے میری بڑی بہن کے ساتھ میری والدہ ماجدہ کا دودھ اکٹھا پیا ہے جب کہ میرے ماموں صاحب کی عمر اس وقت دو سال نو ماہ چار دن کی تھی یعنی مدت رضاعت ختم ہو چکی تھی میرے ماموں کو کمزوری کی وجہ سے اتنے عرصہ تک دودھ پلایا گیا تھا اور میں نے اپنی بڑی بہن کا دودھ پیا ہے اپنی والدہ کا دودھ کسی حالت اور کسی وقت میں بھی نہیں پیا اب میں نے اس ماموں کی لڑکی سے شادی کی ہے بعض نے مجھے شک میں ڈال دیا ہے کہ جس سے میں نے شادی کی ہے وہ میرے نکاح میں نہیں آ سکتی۔ (۲)..... اور قابل استفتاء یہ بات ہے کہ کیا وہی دو بچے جو ایک ہی وقت میں اکٹھا دودھ پئیں رشتہ میں بھائی بہن بن جاتے ہیں یا وہ بچہ جو میری والدہ کے بطن سے پیدا ہوا ہو سب کے سب رشتہ رضاعت میں بھائی بہن بن جاتے ہیں بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

آپ کا نکاح موجودہ صورت حال میں ماموں مذکور کی لڑکی کے ساتھ صحیح ہے کیونکہ مدت رضاعت دو سال یا اڑھائی سال ہے (علی اختلاف اقوال الاحناف رحمهم الله) یہ مدت گزر جانے کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی لہٰذا آپ کے ماموں اور بڑی بہن میں رشتہ بھائی بہن کا رضاعاً ثابت نہیں ہے۔

(قال فی الکنز و حرم به و ان قل فی ثلثین شهراً ماحرم منه بالنسب کنز مع النهر ص ۲۹۹ ج ۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲)..... حرمت رضاع کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ دونوں نے اکٹھے دودھ پیا ہو بلکہ دودھ پلانے والی کی ساری اولاد دودھ پینے والے کے رضاعی بہن بھائی بن جاتے ہیں نیز جن دو بچوں نے کسی ایک عورت کا دودھ پیا ہو خواہ اکٹھا پیا ہو یا بیچ میں کئی سالوں کا فرق ہو بشرطیکہ مدت رضاع میں ہو ان میں حرمت رضاع ثابت ہو جاتی ہے۔

(قال فی الکنز و لا حل بین رضیعی ثدی و بین مرضعة و ولد مرضعتها و ولد ولدها کنز مع النهر ص ۳۰۳ ج ۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ جمادی الاولی ۱۳۸۵ھ

اکتیس ماہ کی عمر میں دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ غلام سکینہ یہ بیان دیتی ہے کہ میں نے اپنی ہمشیر کی لڑکی کو اکتیس ماہ کی عمر میں ایک دو گھونٹ دودھ پلایا تھا اب کیا تاج بی بی کی رضاعت ثابت ہو جائیگی یا نہیں اور کیا میں اپنے لڑکے کا نکاح تاج بی بی کی لڑکی کے ساتھ کرا سکتی ہوں؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ مسماۃ تاج مائی کی لڑکی کا عقد نکاح مسماۃ غلام سکینہ کے لڑکے کے ساتھ تو درست ہے کیونکہ مسماۃ تاج مائی کا اکتیس ماہ کی عمر میں عورت مذکورہ کا دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سات سال کی عمر میں حرمت ثابت نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے فاطمہ سے نکاح کیا۔ فاطمہ کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی فاطمہ فوت ہوگئی تو زید نے دوسرا نکاح ھندہ سے کیا ھندہ نے فاطمہ کی لڑکی کو جبکہ اس لڑکی کی عمر سات برس تھی اپنا دودھ پلادیا اب وہ لڑکی ھندہ کے بھائی کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

سات برس کی عمر میں کسی عورت کے دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ حرمت رضاع تب ثابت ہوتی ہے جب دوڈھائی سال کے اندر دودھ پی لے بہرحال صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال حرمت رضاع ثابت نہیں اور نکاح جائز ہے۔

(قلیل الرضاع و کثیره سواء اذا حصل فی مدة الرضاع یتعلق به التحریم ثم مدة الرضاع ثلثون شهرا عندابی حنیفةؒ وقالا سنتان واذا مضت مدة ارضاع لم یتعلق بالرضاع تحریم کذا فی الشامی) فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

دودھ پلانے والی عورت کی باقی ماندہ اولاد بھی رضاعی لڑکے پر حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اور جمیلہ نے ایک دوسرے کے بچوں کو بصورت ذیل دودھ پلایا۔ ہندہ: آسیہ، حمید، رشید، ابوبکر، طاہرہ جمیلہ: امین، سلیم، اسلم، رفیق، فاروق، زبیدہ بی بی

ان کی اولادیں اس ترتیب سے ہیں ان میں رشتہ رضاع کے علاوہ کوئی رشتہ نہیں۔ ہندہ نے فاروق کو دودھ پلایا جبکہ اس کا حقیقی لڑکا عبدالحمید جمیلہ کا دودھ پی رہا تھا ہندہ بھی بیماری میں دودھ دوہ کر اس کے منہ میں ڈالتی رہی آخر وہ مرگیا۔

جمیلہ نے عبدالرشید کو دودھ پلایا جبکہ اس کی حقیقی لڑکی زبیدہ دودھ پی رہی تھی۔

مسئول یہ ہے کہ کیا آسیہ پروین کا رشتہ محمد امین سے ہوسکتا ہے جو سلسلہ رضاع سے بالکل پہلے کی اولادیں ہیں۔ کیا حمید کا نکاح زبیدہ سے ہوسکتا ہے یا نہ بعض مقامی علماء دوسرے رشتہ میں کوئی مسئلہ ظاہر نہیں کرتے بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

مسئولہ صورت میں دونوں نکاح یعنی آسیہ پروین کا نکاح محمد امین سے اور زبیدہ کا نکاح حمید سے جائز ہیں البتہ فاروق کا نکاح ہندہ کی کسی لڑکی سے بھی جائز نہیں اسی طرح عبدالرشید کا نکاح جمیلہ کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ بھی جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ شوال ۱۳۹۱ھ

رضاعی بھائی سے اوران کے بھائیوں سے نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں ان دو بیویوں میں سے ایک بیوی نے کسی اور شخص کے لڑکے کو دودھ پلایا اور پرورش کی۔ جب یہ لڑکا بڑا ہوگیا تو اس لڑکے کا نکاح و شادی دوسری بیوی کی لڑکی سے کردی گئی ہے آیا یہ شادی جائز ہے یا ناجائز ہے وضاحت سے مسئلہ لکھ کر واپس تحریر کردیں۔ نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ شادی (نکاح) ناجائز ہے اس لیے کہ ایک لڑکے نے جب کسی شخص کی بیوی کا دودھ پیا تو اس شخص کی اولاد چاہے اسی بیوی سے ہو یا دوسری بیوی سے سب اس لڑکے کی رضاعی بھائی بہن بن گئے ہیں لہذا ان کا آپس میں نکاح ناجائز ہے۔

(و یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب، وقال فی القدوری، و هو ان ترضع المرأة صبیة فتحرم هذه الصبیة علی زوجها و علی ابائه و ابنائه و یصیر الزوج الذی نزل منه اللبن ابا للمرضعة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

اگر خالہ کا دودھ پیا ہے تو خالہ کی تمام لڑکیاں اس کے لیے حرام ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو سگی بہنیں ہیں ایک کی اولاد ہے اور اس کی اولاد میں سے ایک بچے نے خالہ کا دودھ پیا ہے جس عورت کا دودھ پیا ہے اس کا مرد مرگیا ہے اس نے دوسری جگہ شادی کی ہے اس کی اب

دوسرے خاوند سے لڑکی ہے کیا وہ لڑکی اس کے لڑکے کو آ سکتی ہے جس نے خالہ کا دودھ پیا ہے اور پہلے خاوند کی لڑکیاں جو دودھ پینے سے قبل ہیں اور جو بعد میں ہیں وہ آ سکتی ہیں یا نہیں شریعت کے رو سے کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس لڑکے نے اپنی خالہ کا دودھ پیا ہے اس پر خالہ کی تمام لڑکیاں خواہ پہلے کی ہوں یا بعد کی خواہ پہلے زوج کی ہوں خواہ دوسرے زوج کی سب حرام ہے۔ لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب) واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۱ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ

رضاعت کی وجہ سے مرضعہ کی اولاد سے نکاح جائز نہیں

﴿س﴾

عرض ہے کہ کسی وقت میری بیوی کی گود میں ایک شیر خوار بچی تھی اور میری ہمشیر کی گود میں بھی ایک شیر خوار بچی تھی جبکہ ایک لڑکا جو تقریباً اڑھائی سال کی عمر کا تھا کسی مجبوری میں میری ہمشیر اور میری بیوی مع اپنی بچیوں کے ایک چارپائی پر سو گئیں کچھ وقفہ کے بعد میری بیوی بیت الخلاء چلی گئی میری بیوی کی غیر موجودگی میں میری بچی نے میری ہمشیر کی چھاتی سے دودھ پی لیا اب جبکہ میری بچی میری ہمشیر کی بچی سے وزن میں زیادہ تھی اس لیے میری ہمشیر نے خواب غفلت میں یہ سمجھ کر پتہ نہیں کیا وزن میری چھاتی پر ہے اس نے میری بچی کو اپنے اوپر سے دھکیل دیا جس سے میری بچی چارپائی سے گر گئی اور رونے لگی رونے کی وجہ سے میری ہمشیر جاگ گئی اور اس کو پختہ یقین ہو گیا کہ بھاوج کی لڑکی نے میری چھاتی سے دودھ پی لیا ہے جس پر میری ہمشیر بھی رونے لگی کیونکہ میری ہمشیر کا ارادہ تھا کہ میں اپنے لڑکے کے لیے اپنے بھائی کی لڑکی لوں اور دودھ پینے سے تو نکاح ناجائز ہو جاتا ہے اس لیے میری ہمشیر کہتی ہے کہ میری بھاوج نے یہ قصداً کیا تھا تاکہ وہ لڑکی نہ لے سکے جبکہ میری بیوی کہتی ہے کہ مجھے بالکل علم نہیں اب علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز ہے۔

﴿ج﴾

اگر واقعی اس لڑکی نے آپ کی ہمشیر کا دودھ پیا ہے تو حرمت رضاع ثابت ہے اس لڑکی کا مرضعہ کی اولاد سے نکاح جائز نہیں۔ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے چاہے قصداً پلایا ہو یا بلا قصد کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

چچی کا دودھ پینے کی وجہ سے اس کی تمام اولاد حرام ہو گئی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکے نے اپنی چچی کا دودھ کسی وجہ سے پی لیا تو اس کے بعد پانچویں کی لڑکی ہو تو اس کے ساتھ یہ لڑکا شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

جس لڑکے نے چچی کا دودھ پی لیا ہے اس چچی کی تمام اولاد چاہے اس لڑکے کے دودھ پینے سے پہلے کی ہے یا بعد کی اس لڑکے پر حرام ہے اس لڑکے سے ان کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۹۲ھ

جب دوسری لڑکی کو رضاعت میں شریک کر لیا تو تمام بچیوں کے ساتھ نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کے چار لڑکے پیدا ہوئے اس کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی اس لڑکی کے ساتھ عورت نے کسی غیر لڑکی کو بھی مدت رضاعت میں دودھ پلایا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کے لڑکے کا نکاح اس عورت کی رضاعی بیٹی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اس عورت کی تمام اولاد اس لڑکی کے رضاعی بھائی ہیں اور نکاح جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان
۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

دودھ پلانے کی وجہ سے خاتون ماں بنی اور اس کی اولاد رضاعی بہن بھائی بن گئے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے شادی کی اور اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر ہندہ فوت ہو گئی ہندہ کی والدہ خالدہ نے لڑکے کو اپنا دودھ پلایا اب دریافت طلب یہ ہے کہ ہمشیر زینب سے زید نکاح کر سکتا ہے یا نہیں بعض حضرات جواز نکاح کی طرف گئے ہیں اور بعض حضرات خلاف نکاح اب آپ بحوالہ ارشاد فرما دیں کہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

زید کے لڑکے نے جب خالدہ کا دودھ پی لیا ہے تو خالدہ اس کی رضاعی ماں بن گئی ہے اور خالدہ کی تمام اولاد اس کی رضاعی بھائی بہن ہو گئے ہیں۔ پس صورت مسئولہ میں اس لڑکے کا نکاح زینب کے ساتھ ناجائز ہے البتہ زید کے ساتھ زینب کا نکاح جائز ہے جو کہ زینب کے رضاعی بھائی کا نسبی باپ ہے۔

(كما في الدر المختار ص ٢١٢ ج ٣ (يجوز تزوجه بأم أخيه و تزوجها بأبي أخيها الخ)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
١٢ ربیع الاول ١٣٩٤ھ

رضاعی ماں کی تمام اولاد سے نکاح حرام ہو جاتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عبدالکریم نے اپنی خالہ زاد بہن مسماۃ منظور الٰہی کے ہمراہ اپنی خالہ مسماۃ سوہن کا دودھ پیا اسی خالہ کی لڑکی مسماۃ مقصوداں ازاں بعد اقبال خاتون پیدا ہوئی ان دو کے بعد تیسرے نمبر پر مسماۃ نسیم بی بی پیدا ہوئی اب سوال یہ ہے کہ مسمی حافظ عبدالکریم کا نکاح مسماۃ نسیم بی بی سے ہو سکتا ہے جو چوتھے نمبر پر ہے اس کی رضاعی بہن ہے بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ مسمی عبدالکریم کا عقد نکاح مسماۃ سوہن کی کسی لڑکی سے شرعاً درست نہیں شرعاً عبدالکریم رشتہ میں مسماۃ سوہن کا رضاعی لڑکا ہے اور اس کی اولاد عبدالکریم کے رضاعی بہن بھائی ہیں اس لیے عبدالکریم کا نکاح مسماۃ نسیم بی بی جو کہ اس کی رضاعی بہن ہے سے جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
١٩ جمادی الاولیٰ ١٣٩٦ھ

رضاعت ثابت ہو جانے کے بعد رضاعی باپ کی تمام اولاد سے نکاح حرام ہو جاتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ رشید کے آخری بچے کے ساتھ احمد نے دودھ پیا۔ رشید کی دوسرے نمبر پر ایک لڑکی بھی ہے اس کی لڑکی نمبر ا کے ساتھ احمد کا نکاح شرعی ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

اگر احمد نے رشید کی بیوی کا دودھ پیا ہے خواہ جس لڑکے کے ہمراہ ہو تو پھر احمد کا نکاح رشید کی کسی لڑکی سے جائز نہ ہوگا۔ رشتہ میں احمد رشید کا اسی صورت میں رضاعی لڑکا بنے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
٢٧ جمادی الاولیٰ ١٣٩٦ھ

رضاعی ماموں ہونے کی وجہ سے رضاعی ماں کی تمام اولاد عقد نکاح میں نہیں آ سکتے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی زید نے عمر کی بیوی ہندہ کا دودھ پیا ہے۔ مدت رضاعت میں اب زید مذکور عمر مذکور کی دوسری بیوی زینب کی لڑکی لے سکتا ہے یا لڑکی کی لڑکی لے سکتا ہے۔

﴿ج﴾

زید نے جب عمر کی بیوی کا دودھ پیا تو عمر کی بیوی اس کی رضاعی ماں اور عمر اس کا رضاعی باپ بن گیا اور عمر کی جملہ اولاد خواہ اس بیوی سے ہو یا دوسری بیوی سے زید کی رضاعی بھائی بہن ہو گئے اور رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ الغرض مسئولہ صورت میں نکاح جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
٦ رجب ١٣٨٩ھ

لڑکے لڑکی نے جب ایک عورت کا دودھ پیا تو یہ آپس میں بھائی بہن بن گئے نکاح صحیح نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ مسمی احمد یار اور اس کی پھوپھی مائی سداں نے الگ الگ زمانے میں اور مدت رضاعت میں اللہ وسائی کا دودھ پیا ہے۔ مسماۃ اللہ وسائی احمد یار کی دادی اور مائی سداں کی حقیقی والدہ ہے۔ تو اب مائی سداں کی لڑکی اور احمد یار کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں اور اگر یہ نکاح ہو چکا ہو تو اس کا کیا کیا جائے کیا نکاح ہوا بھی ہے یا نہیں؟ نیز عورت پر کوئی عدت بھی ہوگی یا نہیں اور اسی عورت کا نکاح احمد یار کے حقیقی بھائی سے ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

﴿ج﴾

احمد یار اور مائی سداں رضاعی بہن بھائی ہیں اور مائی سداں کی لڑکی احمد یار کی رضاعی بھانجی ہے اور رضاعی بھانجی کے ساتھ نکاح حرام ہے لہذا جو نکاح پڑھا گیا وہ حرام اور ناجائز ہے طرفین میں فوراً تفریق کردی جائے۔

(قال فی الهدایه لا یحل للرجل أن یتزوج بأمه ولا بجداته من قبل الرجال و النساء ولابنته و لابنت ولده و ان سفلت ولا بأخته ولا ببنات أخته و لا ببنات اخیه ولا بعمته ولا بخالته (الی ان قال) و یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب هدایه مع الفتح ص ۱۱۷ ج ۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)اس عورت کا نکاح احمد یار کے حقیقی بھائی سے ہوسکتا ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ محرم ۱۳۸۸ھ

رضاعی ماں کی تمام اولاد اس کے بھائی بن گئے ہیں اس لیے عقد نکاح صحیح نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکے نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے چنانچہ اس کی دادی اس لڑکے کی رضاعی ماں ہے اور نسبی دادی بھی ہے اور جس وقت وہ لڑکا دودھ پیتا تھا تو اس رضاعی ماں کا نسبی لڑکا بھی دودھ پیتا تھا جو کہ اس کا نسبی چچا بھی ہے اور رضاعی بھائی بھی ہے تو اب وہ لڑکا جو کہ بطور نسب کے پوتا ہے اور بطور رضاعت کے اس کا رضاعی بیٹا ہے تو اب اس لڑکے کا اپنی رضاعی ماں اور نسبی دادی کی دیگر اولاد سے علاوہ اس نسبی چچا اور رضاعی بھائی کے رشتہ جائز ہے یا نہیں اس کا جواب دلائل سے عنایت فرمادیں بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں رضاعی ماں کی تمام اولاد اس لڑکے کے رضاعی بھائی ہیں اور ان کی اولاد اس لڑکے کے رضاعی بھانجے بن گئے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔(و یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب) فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ محرم ۱۳۸۹ھ

زید کی والدہ کا دودھ پینے کی وجہ سے بکر کا زید کی تمام بہنوں سے عقد نکاح درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ماموں ہے اور بکر بھانجہ ہے اور بکر نے زید کے ساتھ دودھ پیا ہے اب زید کی ایک بھانجی زینب ہے جو اس کی چوتھی بہن سے ہے اور بکر بھانجا جو زید کی پہلی بہن سے ہے کیا شریعت کے رو سے زینب کا نکاح بکر کے ساتھ ہوسکتا ہے حالانکہ بکر اور زید نے دودھ اکٹھے پیا ہے ایک طرح کے وہ غالباً دونوں بھائی بنتے ہونگے اور وہ زینب کے ماموں۔شرعی طور پر ان کے حق میں کیا حکم عائد ہوتا ہے بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بکر نے جب زید کی والدہ کا دودھ پیا تو بکر زید کا اور زید کے دوسرے بھائیوں اور بہنوں کا بھی بھائی بن گیا۔ اب زید کی کسی بھی بہن کی لڑکی جس طرح زید کی بھانجی ہے اسی طرح بکر کی بھی بھانجی ہے اس لیے بکر کا نکاح زید اور اس کی بہنوں کی اولاد سے قطعاً جائز نہیں ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ محرم ۱۳۹۱ھ

عورت کا دودھ پینے کی وجہ سے شوہر کی تمام اولاد دودھ پینے والے پر حرام ہوگئی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آدم خان اور سدو دونوں حقیقی بھائی ہیں سدو کی لڑکی نے آدم خان کی بیوی کا دودھ پیا ہے جس کا نام بی بی جانہ ہے اور آدم خان کے چھوٹے لڑکے نے سدو کی بیوی کا دودھ پیا ہے جس کا نام گل محمد ہے اور آدم خان کا ایک بڑا لڑکا ہے جس کا نام جلال الدین ہے۔اب کسی کو معلوم نہیں ہے کہ جلال الدین نے سدو کی بیوی کا دودھ پیا ہے یا نہیں۔اب جلال الدین سدو کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرانا چاہتا ہے جس کا نام بی بی جانہ ہے کیا نکاح ہوجائیگا یا نہیں بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بی بی جانہ نے جب آدم خان کی بیوی کا دودھ پیا تو آدم خان کی بیوی بی بی جانہ کی رضاعی ماں بن گئی اور آدم خان اس کا رضاعی باپ اور آدم خان کی تمام اولاد بی بی جانہ کی رضاعی بھائی بہن بن گئے اور سب کے ساتھ بی بی جانہ کا نکاح حرام ہوگیا۔چاہے اس نے بی بی جانہ کی والدہ کا دودھ پیا ہو یا نہ پیا ہو۔

الحاصل صورۃ مسئولہ میں یہ نکاح جائز نہیں۔

(وھو ان ترضع المرأۃ صبیۃ فتحرم ھذہ الصبیۃ علی زوجھا و علی ابائہ و ابنائہ و یصیر الزوج الذی غزل منہ اللبن ابا للمرضعۃ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ جمادی الاخری ۱۳۹۰ھ

رضاعی باپ کی تمام اولاد سے نکاح درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے اس کی دو بیویاں ہیں جن میں سے ایک کا نام (ط) ہے اور دوسری کا نام (ظ) ہے (ط) نے ایک لڑکے (ج) کو اپنے سینے سے دودھ پلا دیا اب (ج) لڑکا (ظ) کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے کیا شریعت میں یہ شادی جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(ط) نے جب (ج) کو دودھ پلایا تو (ط) (ج) کی رضاعی والدہ بن گئی اور (ط) کا خاوند (ج) کا رضاعی باپ بن گیا اور الف کی تمام اولاد چاہے (ط) سے ہے یا (ظ) سے ج کی رضاعی دودھ شریک بھائی بہن ہو گئے اور نکاح حرام ہو گیا۔

(کما فی الھندیہ ص ۳۴۳ ج ۱ یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع و أصولھما و فروعھما من النسب و الرضاع جمیعاً حتی ان المرضعۃ لو ولدت من ھذا الرجل أو غیرہ قبل ھذا الارضاع أو بعدہ أو أرضعت رضیعا أو ولد لھذا الرجل من غیر ھذہ المرأۃ قبل ھذا الارضاع أو بعدہ أو أرضعت امراۃ من لبنہ رضیعا فالکل اخوۃ الرضیع و أخواتہ و أولادھم أولاد اخوتہ و أخواتہ الخ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ جمادی الاخری ۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح لیکن اگر (ظ) کی بیٹی کسی دوسرے خاوند سے ہو الف سے نہ ہو تو پھر (ج) کا نکاح اس کی لڑکی کے ساتھ جائز ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم
۱۹ جمادی الاخری ۱۳۹۰ھ

رضاعی ماں کی تمام اولاد سے رضاعی بیٹی کا عقد نکاح درست نہیں ہے

﴿س﴾

بحضور والا شان جناب حضرت مولانا مفتی اعظم مفتی محمود صاحب دام فیوضکم جناب عالی گزارش ہے کہ ایک عورت بیمار ہوئی اور اس کی ایک لڑکی تھی وہ ماں کا دودھ پیا کرتی تھی اس عورت کے بیمار ہونے پر اس کی لڑکی کو کسی دوسری عورت نے دودھ پلایا۔ اس وقت دودھ پلانے والی عورت کا لڑکا تھا جس کے ساتھ بیمار عورت کی لڑکی نے دودھ پیا یہ دونوں لڑکی اور لڑکا دودھ پینے میں شامل تھے اور جب بیمار عورت تندرست ہوئی تو پھر اس نے اپنی لڑکی کو خود دودھ پلایا لہذا التماس ہے کہ لڑکی اپنے ہمراہ دودھ پینے والے سے نہیں بلکہ اس لڑکے کے دوسرے بھائی کو یہ لڑکی عقد نکاح میں مل سکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ پٹھانی کی تمام اولاد فضلاں کی رضاعی بہن بھائی بن گئے ہیں۔ چاہے فضلاں کو دودھ پلانے سے پہلے کی اولاد ہو یا بعد کی لہذا فضلاں کا نکاح محمد مراد سے نہیں ہو سکتا۔ از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ

مرضعہ کے تمام فروع رضیع پر حرام ہو جاتے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ خالہ کے ساتھ نواسے نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے اب اپنے ماموں کی لڑکی کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں فتویٰ دے کر مشکور فرمائیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ خاتون مذکورہ تو اس لڑکے کی رضاعی ماں اور اس کی نسبی نانی ہے اور پوتی نواسی اس کی فرع ہیں اور رضیع پر مرضعہ کی تمام فروع حرام ہو جاتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفر اللہ لہ معاون مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

باپ کی طرف سے علاتی رضاعی بہن بھائی کا نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی سردار کی دو بیویاں نیکاں صاباں مسمی امیر نے سردار کی لڑکی کے ساتھ جو صاباں کے شکم سے ہے صاباں کا دودھ پیا کیا امیر مذکور کا سردار کی اس لڑکی کے ہمراہ جو کہ نیکاں کے پیٹ سے ہے نکاح جائز ہے۔

نوٹ: یہ نکاح ہو گیا یعنی پڑھا گیا ہے اور شادی بھی ہو گئی ہے بصورت عدم جواز اس نکاح کے باقی رہنے کی کوئی شرعی صورت ہے؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... یہ نکاح شرعاً ناجائز ہوا ہے ان کے مابین نکاح حرام ہے کیونکہ یہ دونوں باپ کی طرف سے یعنی علاتی رضاعی بہن بھائی بنتے ہیں۔

(کما فی العالمگیریه ص ۳۴۳ ج ۱ و هذه الحرمة کما تثبت فی جانب الأم تثبت فی جانب الاب وهو الفحل الذی نزل اللبن من وطئه کذا فی الظهیریة. یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع و أصولهما و فروعهما من النسب و الرضاع جمیعاً حتی ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل أو غیره قبل هذا الارضاع أو بعده أو أرضعت رضیعا أو ولد لهذا الرجل من غیر هذه المرأة قبل هذا الارضاع أو بعده أو أرضعت امراة من لبنه رضیعاً فالکل اخوة الرضیع و أخواته وأولا دهم أولا داخوته و أخواته و أخ الرجل عمه الخ)

احناف کے نزدیک اس نکاح کے باقی رہنے کی کوئی شرعی صورت نہیں ہے فوراً مرد اس کو اپنے سے علیحدہ کر دے یا عورت اس نکاح کو ختم کر دے ورنہ حاکم مسلمان ان میں تفریق کر دے عورت وقت متارکہ یا وقت تفریق سے عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

(کما قال فی العالمگیریه ص ۲۷۷ ج ۱ ذکر محمد رحمه الله تعالی فی نکاح الاصل ان النکاح لا یرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل یفسد حتی لو وطئها الزوج قبل التفریق لا یجب علیه الحد اشتبه علیه أم لم یشتبه کذا فی الذخیرة و فی

الدر المختار فی النکاح الفاسد ص ۱۳۲ ج ۳ (و) یثبت (لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر عن صاحبه دخل بها أو لا) (فی الاصح خروجاً عن المعصیة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر اللہ لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ صفر ۱۳۸۶ھ

رضاعی والدہ کی تمام اولاد رضیعہ پر حرام ہو جاتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ محمد عاشق خان کی ہمشیر مسمی صبراں مائی کا لڑکا مسمی فیض ہے اور محمد عاشق خان کی چھوٹی بہن امیر مائی کے شیر نوشی کے وقت فیض محمد خان نے امیر مائی کے ساتھ دودھ پیا اپنی نانی کا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ فیض محمد کا نکاح محمد عاشق کی لڑکیوں سے شرعاً کیسے ہے؟

﴿ج﴾

فیض محمد نے محمد عاشق کی والدہ کا دودھ پیا ہے تو محمد عاشق کی والدہ مرضعہ فیض محمد کی رضاعی والدہ ہے اور خود محمد عاشق اس کا رضاعی بھائی ہو گیا اور شرعاً رضاعی بھائی کی اولاد سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ بقوله ﷺ (ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب) الحدیث وفی الفتاوی العالمگیریه ص ۳۴۳ ج ۱. (یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع و أصولهما و فروعهما من النسب و الرضاع جمیعاً الخ)

لہذا فیض محمد کا نکاح محمد عاشق کی لڑکیوں کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

رضاعی باپ کی تمام اولاد سے نکاح صحیح نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین صورت مسئولہ میں کہ ایک لڑکی کسی عورت کا دودھ مدت رضاع کے اندر پیتی ہے جب کہ عورت کی اپنی لڑکی بھی ساتھ دودھ پی رہی ہے۔ کچھ مدت کے بعد عورت کی اپنی لڑکی فوت ہو جاتی ہے دودھ پینے والی لڑکی البتہ زندہ ہے لیکن اس عورت مرضعہ کو بچہ پیدا ہوا ہے اب بچہ بھی بڑا ہو گیا ہے اب عورت جس نے لڑکی کو دودھ پلایا تھا خواہش کر رہی ہے کہ میرے بچے کا نکاح اس لڑکی کے ساتھ ہو جائے جس کو فوت شدہ لڑکی کے ساتھ دودھ پلایا تھا اب فرمائیے بچہ اپنی بہن حقیقی فوت شدہ کے ہمراہ دودھ پینے والی لڑکی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں جس لڑکی کو اس عورت نے دودھ پلایا ہے وہ اس کی رضاعی لڑکی ہے یہ عورت اس لڑکی کی رضاعی والدہ ہے اور اس عورت کا خاوند جس کے بطن سے اس عورت کی لڑکی پیدا ہوئی اور دودھ پیدا ہوا وہ شخص اس لڑکی کا رضاعی باپ ہے اور جو اولاد اس مرد و عورت کی ہے چاہے اس لڑکی سے پہلے کی پیدا ہوئی ہو یا بعد میں پیدا ہو وہ اس لڑکی کی رضاعی بھائی و بہن ہیں شرعاً اس لڑکی پر اس عورت کے اصول و فروع حرام ہو گئے ہیں۔ عالمگیری ص ۳۴۳ ج ا میں ہے یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع و أصولهما و فروعهما فی النسب و الرضاع جمیعا حتی ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل أوغیرہ قبل هذا الارضاع أو بعدہ أو أرضعت رضیعا او ولد لهذا الرجل من غیر هذہ المرأة قبل هذا الارضاع أو بعدہ أو أرضعت امرأة من لبنه رضیعا فالکل اخوة الرضیع و أخواته الخ لقوله علیه الصلوة و السلام یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب) الحدیث لہٰذا اس لڑکی کا نکاح اس عورت کے لڑکے سے جائز نہیں کیونکہ یہ بچہ بھی اس لڑکی کا رضاعی بھائی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا ملتان

رضاعی ماں کی تمام اولاد سے نکاح جائز نہیں ہے
خواہ وہ رضاعت سے پہلے یا بعد میں پیدا ہوئے ہوں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً ایک عورت عائشہ نے زید کو دودھ پلایا مدت رضاع میں اور عائشہ کی ایک لڑکی تھی زید کے دودھ پینے سے قبل اب اس لڑکی کی لڑکی پیدا ہوئی کیا زید اس عائشہ کی لڑکی سے جو قبل الرضاع تھی نکاح کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر عائشہ کی لڑکی کی لڑکی زید کے نکاح میں نہیں آ سکتی تو کیا اس زید کے سگے بھائی کے نکاح میں آ سکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ عائشہ نے زید کو دودھ پلایا ہے تو عائشہ زید کی رضاعی ماں اور باقی لڑکیاں لڑکے چاہے زید کو دودھ پلانے سے قبل کی اولاد ہو یا دودھ پلانے کے بعد کی اولاد ہو سب زید کے رضاعی بھائی بہن شرعاً ہو گئیں اور

ان کی اولاد زید کے رضاعی بھتیجے بھتیجیاں اور بھانجے بھانجیاں شرعاً ہو گئیں اور شرعاً رضاعی بھتیجیوں بھتیجوں اور بھانجے بھانجیوں سے بھی نکاح حرام و ناجائز ہے۔

(لقوله علیه الصلوة والسلام و یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب او کما قال فتاوی عالمگیری ص ۳۴۳ ج ا میں ہے یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع و أصولهما و فروعهما من النسب و الرضاع جمیعاً حتی ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل أو غیرہ قبل هذا الارضاع أو بعدہ (الی قوله) فالکل اخوة الرضیع و أخواته و أولادهم أولاد اخوته و أخواته)

لہٰذا صورت مسئولہ میں زید عائشہ کی لڑکی کی لڑکی کے ساتھ بوجہ رضاعی بھانجی ہونے کے نکاح نہیں کر سکتا البتہ زید کا دوسرا بھائی جس کو عائشہ نے دودھ نہ پلایا ہو عائشہ کی لڑکی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔ (عالمگیری ص ۳۴۳ ج ا و تحل أخت أخیه رضاعاً کما تحل نسباً مثل الأخ لأب اذا کانت له أخت من أمه یحل لأخیه من أبیه أن یتزوجها کذا فی الکافی) اس عبارت سے واضح ہے کہ زید کا بھائی عائشہ کی لڑکی کے ساتھ بھی نکاح کر سکتا ہے تو عائشہ کی لڑکی کی لڑکی کے ساتھ بطریق اولیٰ کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ رجب ۱۳۸۸ھ

مرضعہ کی دوسری لڑکی کا بھی رضیع سے نکاح ناجائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک عورت نے مثلاً زبیدہ کو اپنا دودھ پلایا اور زبیدہ کا نکاح زید سے کر دیا گیا ہے اب عورت مرضعہ کی اپنی لڑکی جو زبیدہ کے ساتھ مل کر دودھ پینے سے پہلے کی ہے زید کے نکاح میں آ سکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

نہیں آ سکتی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۵ رجب ۱۳۵۵ھ

رضاعی بھتیجی کے ساتھ نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں ہندہ نے کسی کے لڑکے زید کو اپنے لڑکے بکر کے ساتھ دودھ پلایا ہے زید کی ایک بچی ہوئی یعنی طیبہ اور ہندہ کے ہاں ایک دوسرا لڑکا خالد پیدا ہوا زید و بکر دونوں مر گئے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا طیبہ اور خالد کا آپس میں نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں طیبہ خالد کی رضاعی بھتیجی ہے اور نکاح حرام ہے۔ (از جانب شیر همه خویش شوند، واز جانب شیر خوار زوجان و فروع) واضح رہے کہ ہندہ کی تمام اولاد چاہے زید کے دودھ پینے سے پہلے کی ہے یا بعد کی رضاعی بہن بھائی بن گئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۹۴ھ

دادی کا دودھ پینے کی وجہ سے چچے بھائی بن گئے اور ان کی اولاد بھتیجی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میرے بیٹے اور میرے چھوٹے بھائی نے ایک ساتھ میری ماں کا ۶ ماہ دودھ پیا میرے بڑے بھائی کی بیٹی کے ساتھ میرے بیٹے کی منگنی عرصہ چار پانچ سال کی ہے منگنی کے وقت دودھ پلانے کا خیال ذہن میں نہیں آیا مگر اب دودھ پلانے کا خیال ذہن میں آیا ہے کیا یہ شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب آپ کے لڑکے نے آپ کی والدہ یعنی دادی کا دودھ پیا تو آپ کی والدہ آپ کے لڑکے کی رضاعی ماں بن گئی اور رضاعی ماں کی تمام اولاد خواہ رضاع ہونے سے پہلے کی ہیں یا بعد کی آپ کے بیٹے کے رضاعی بھائی بن گئے اور بڑے بھائی کی لڑکی رضاعی بھتیجی بن گئی اور نکاح حرام ہو گیا لہٰذا اب آپ کے لڑکے پر لازم ہے کہ اس عورت کو چھوڑ دے اور اس کا اعلان کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ، نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

نانی کا دودھ پینے سے ماموں کی لڑکی کے ساتھ نکاح ناجائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حقیقی نانی کا دودھ پیا اس کے بعد اس کی نانی فوت ہو گئی زید کی ماں نے زید کے ماموں سے کہا تھا کہ اگر تمھارے گھر بچے پیدا ہو جائیں تو اس کا رشتہ زید کے لیے دو گے چنانچہ ماموں کے گھر لڑکی پیدا ہو گئی اور ماموں نے زید کی والدہ کو کہلا بھیجا کہ ہمارے ساتھ رشتہ کرو تو زید کے والد نے کہا کہ زید نے تو اپنی نانی کا دودھ پیا ہے اس طرح یہ رشتہ حرام ہو گا لیکن زید کی والدہ نے کہا کہ تم اس بات کو چھوڑ دو ہمارا رشتہ کا معاملہ خراب نہ کرو نانی کے پستانوں میں دودھ نہیں تھا بلکہ کبھی کبھی سفید پانی آتا تھا چنانچہ رشتہ کر لیا گیا زید کا والد قریب المرگ ہے وہ یہ معاملہ حل کرنا چاہتا ہے آیا یہ رشتہ جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

مسئلہ بالکل واضح ہے اگر زید نے نانی کا دودھ پیا ہے تو رضاعت ثابت ہے اور ماموں کی لڑکی سے جو نکاح کیا ہے وہ حرام ہے آئسہ (بوڑھی) عورت کے پستانوں میں اگر سفید پانی آئے اس کو بھی شرعاً دودھ سمجھا جاوے گا۔ مزید اطمینان کے لیے فوری طور پر کسی معتبر عالم کے سامنے پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ سنا کر جواب حاصل کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دادی کا دودھ پیا ہے اس لیے تمام چاچے بھائی بن گئے ان کی اولاد سے نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مشائخ اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکا جو کہ اپنی حقیقی دادی کا دودھ اپنے حقیقی چچا کے ساتھ پی چکا ہے مکمل عرصہ دودھ کا نہیں پیا معمولی عرصہ پی چکا ہے مذکورہ لڑکے کے چچے اور پھوپھیاں صاحب اولاد موجود ہیں کیا مذکورہ لڑکے کا رشتہ ان کی اولاد کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں مذکور لڑکے نے جس چچے کے ساتھ دودھ پیا ہے اس کے بعد اس کی دادی کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی باقی سب بڑے ہیں۔

(۲) یہ کہ مذکور لڑکا وراثت کے حقوق میں دادا کی ملکیت میں سے دو بھائیوں کے ساتھ حصہ لے سکتا ہے یا نہیں وضاحت فرمائی جاوے؟

﴿ج﴾

شرعاً اس دادی کی تمام اولاد یعنی مذکورہ لڑکے کے چچا اور پھوپھیاں تمام اس لڑکے کے لیے رضاعی بھائی اور بہن بن گئے ان کی تمام اولاد اس کے لیے رضاعی بھتیجے اور بھتیجیاں اور رضاعی بھانجے بھانجیاں بن گئے پس اس لڑکے کا رشتہ ان تمام لڑکیوں سے ناجائز ہے جو کہ رضاعی طور سے بھتیجی اور بھانجیاں بن رہی ہیں۔

(فی العالمگیریة ص ۳۴۳) حتی أن المرضعة لو ولدت من هذا الرجل او غيره قبل هذا الارضاع أو بعده أو أرضعت رضيعاً أو ولد لهذا الرجل من غير هذه المرأة قبل هذا الارضاع أو بعده أوارضعت امرأة من لبنه رضيعاً فالكل اخوة الرضيع و أخواته و أولادهم اولاد اخوته و اخواته) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

پھوپھی کا دودھ پینے سے اس کی تمام اولاد حرام ہو جاتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید بیمار ہو گیا اور اس نے تین دن بکر کی ماں زینب کا دودھ پیا زید بکر کا ماموں بھائی ہے بکر کا چھوٹا بھائی خالد زید کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے کیا یہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب زید نے بکر کی والدہ زینب کا دودھ پیا مدت رضاعت میں تو زینب کی تمام اولاد چاہے زید کے دودھ پینے سے پہلے کی ہے یا بعد کی زید کی رضاعی بھائی بہن بن گئے تو زید بکر کے چھوٹے بھائی خالد کا رضاعی بھائی بن گیا اور زید کی لڑکی خالد کی رضاعی بھتیجی بن گئی اور رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔

يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعاً حتى ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل او غيره قبل هذا الارضاع أو بعده أو أرضعت رضيعاً أو ولد لهذا الرجل من غير هذه المرأة قبل هذا الارضاع أو بعده أو أرضعت امرأة من لبنه رضيعاً فالكل اخوة الرضيع و أخواته و أولادهم أولاد اخوته و أخواته)

و فی الدر المختار ص ۲۱۷ ج ۳ (ولا حل بين الرضيعة وولد مرضعتها وولد ولدها لانه ولد الاخ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

رضاعی بھتیجے ہونے کی بناء پر نکاح حرام ہے

﴿س﴾

شمعہ نے اپنی نانی عائشہ کا دودھ مدت رضاعت میں پیا۔ اب شمعہ کا نکاح عائشہ کے پوتے سولرا کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں سولرا شمعہ کا رضاعی بھتیجا ہے اور نکاح حرام ہے۔

(ولا حل بين الرضيعة وولد مرضعتها أى التى أرضعتها وولد ولدها لأنه و لد الأخ).

الدر المختار على هامش تنوير الابصار ص ۲۱۷ ج ۳ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

اپنی حقیقی دادی کا دودھ پینے کی وجہ سے پھوپھی کی لڑکی کے ساتھ نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ غلام عباس نے کھنڈولی کے ساتھ مل کر اپنی دادی کا دودھ پیا اور غلام عباس اپنی دوسری پھوپھی زبیدہ بی بی کی لڑکی حمیدہ سے نکاح کرتا ہے تو کیا یہ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

حمیدہ بی بی غلام عباس کی رضاعی بھتیجی بن گئی ہے اور نکاح حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ

رضاعی بھائی کے نسبی بھائی سے نکاح کرنا صحیح نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ رضاعی بہن کے نسبی بھائی کی لڑکی سے نکاح درست ہے یا نہیں یعنی کہ طیبہ نے کسی لڑکے کے ساتھ اس کی ماں کا دودھ پیا تو یہ رضاعی بھائی اس لڑکی کے دوسرے نسبی بھائی کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں شرعاً یہ نکاح نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۳ ذی القعدہ ۱۳۹۰ھ

سوتیلی والدہ کی وجہ سے رضاعی بیٹی بن گئی اس لیے عقد نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی سوتیلی والدہ نے جس کا دودھ اس شخص کے والد کے نطفہ سے بچہ پیدا ہونے پر اترا تھا دودھ پلایا ہے اب اس شخص کا لڑکا ہے وہ چاہتا ہے کہ میں اپنے لڑکے کا نکاح اس بھانجی سے کرادوں تو کیا اس لڑکی سے نکاح جائز ہوگا یا کہ نہیں اور اگر اس لڑکی سے نکاح ناجائز ہے تو کیا اس لڑکی کی چھوٹی اور بڑی بہنوں سے نکاح جائز ہوگا یا کہ نہیں بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اس صورت میں یہ لڑکی اس شخص کی بہن بن گئی اس لیے کہ یہ لڑکی اس کی سوتیلی والدہ کی وساطت سے اس کے والد کی بھی رضاعی بیٹی بن گئی اب اس کا لڑکا اس کا بھتیجا ہوگیا اور نکاح جائز نہ ہوگا البتہ اس لڑکی کی دوسری بہنوں سے یہ اپنے لڑکے کی شادی کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۰ رجب ۱۳۷۸ھ

دادی کا دودھ پینے کی بناء پر چچا بھائی بن گیا اور اس کی اولاد اس کے بھتیجے ہوگئی عقد نکاح درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت تقریباً پچیس سال سے بیوہ ہے اور اس کے

دو بیٹے ہیں دونوں شادی شدہ تھے ایک کی عورت دارالبقاء میں چلی گئی اور ایک چھوٹی لڑکی چھوڑ گئی اور اس کو اس کی دادی کئی دن تک دودھ پلاتی رہی اگرچہ پہلے دودھ پستان سے ظہور میں نہیں آیا لیکن بعد میں بتکرار دودھ نمودار ہوا اور وہ لڑکی اس دودھ سے غذا حاصل کرتی رہی اب ایک بھائی دوسرے بھائی کے لڑکے کو اپنی لڑکی دینا چاہتا ہے آیا وہ لڑکی اس کے بھتیجے کی منکوحہ بن سکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر واقعی دادی نے اس پوتی کو دودھ پلایا ہے تو یہ پوتی رضاعی لڑکی دادی کی ہوگئی اور دادی اس کی ماں ہوگئی اور چچا اس پوتی کا رضاعی بھائی ہوگیا اور چچا کا لڑکا اس لڑکی کے رضاعی بھائی کا لڑکا یعنی بھتیجا بن گیا اور خود پھوپھی اور جیسے کہ نسبی بھتیجے کا پھوپھی سے نکاح جائز نہیں شرعاً اسی طرح رضاعی بھتیجے کا نکاح بھی رضاعی پھوپھی سے جائز نہیں۔ لقوله صلى الله عليه وسلم (يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب) لہٰذا اس لڑکی کا نکاح چچا نسبی کے لڑکے سے جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۱ھ

چچا کی وفات کے بعد چچی سے نکاح جائز ہے
اور اس کے لڑکے کا چچا کی لڑکی سے بھی جائز ہے اگرچہ وہ لڑکی شیرخوار ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام وبزرگان دین صورت مسئولہ میں ایک شخص کی چچی بیوہ ہے اور اس کی چچی کی ایک لڑکی چھوٹی آٹھ نو ماہ کی ہے جو اس کے چچا کے نطفہ سے ہے اس کی چچی کا دودھ پیتی ہے کیونکہ ابھی مدت رضاع کے اندر ہے اس شخص کا ارادہ ہے کہ وہ بعد از میعاد شرعی کے اپنی چچی سے نکاح کرلے اور چچی کی چھوٹی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کردے جو لڑکا اس کی دوسری بیوی سے ہے یا اس کی چچی کی چھوٹی لڑکی کا اس شخص کے لڑکے کے ساتھ نکاح شرعاً جائز و درست ہے یا نہیں جب چچی سے نکاح کرے گا تو بعد نکاح کے بھی وہ لڑکی مذکورہ دودھ پیتی رہے گی اس دودھ پینے کا اثر حرمت رضاعت یا اس شخص کے لڑکے کے نکاح پر تو کچھ نہیں ہوگا؟

﴿ج﴾

دونوں نکاح جائز ہیں۔ اپنا اس کی چچی سے اور لڑکے کا چچی کی لڑکی سے نیز چچی کے نکاح کے بعد بھی اگر چچی لڑکی

کو دودھ پلاتی رہی تو بھی اس کے لڑکے کے ساتھ نکاح جائز ہوگا اور رہے گا اس پر کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ اگر اس کو حمل دوسرے زوج سے ہو اور وضع حمل کے بعد دودھ آ جائے اور اتفاق سے وہ لڑکی بھی دوڈھائی سال سے اوپر نہ ہو اور دودھ اس کو پلائے تو چونکہ یہ دودھ اب ثانی زوج سے ہے اس لیے لڑکی اس کے لڑکے پر حرام ہو جاوے گی بہر حال جب تک دوسرے نکاح کے بعد سے پھر حمل اور اس کے وضع کے بعد دودھ اس لڑکی نے نہ پیا ہو حرمت نہیں آئیگی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ

لڑکے کا نکاح شرعاً علاتی خالہ کی لڑکی سے جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکے کی مترئی دادی ہے یعنی اس کے دادا کی دوسری بیوی ہے اور دادے کی دوسری بیوی کی دوہتری ہے اس لڑکے کا نکاح شرعاً اس علاتی خالہ کی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں جبکہ اس لڑکی کی مترئی دادی نے حقیقی دوہتری کے منہ میں پستان دیا ہے اور دودھ پینے کا شبہ ہے بینوا تو جروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اس لڑکے کا نکاح مترئی دادی کی دوہتری سے بلاشبہ جائز ہے یعنی اس شجرہ بالا میں خالد کا نکاح عائشہ سے بلاشبہ جائز ہے اس میں شرعی کوئی وجہ حرمت رضاعت کی موجود نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ جمادی الاخری ۱۳۸۴ھ

ماسی کا دودھ پینے سے ماسی کی بہن کی لڑکی سے نکاح حرام نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین بختاں رختاں دختران احمد بخش ہیں بختاں کی تین لڑکیاں ہیں جن کے نام جندن، زہرہ، سعدانی ہے مسماۃ رختاں کا لڑکا جس کا نام اللہ بخش ہے اس نے اپنی ماسی کی لڑکی مسماۃ زہرہ کا دودھ پیا ہے زہرہ کی ہمشیر مسماۃ جندن کی لڑکی مسماۃ فاطمہ کے ساتھ اللہ بخش کا نکاح جائز ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اللہ بخش کا نکاح فاطمہ سے صحیح اور جائز ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ ۵ رمضان ۱۳۷۶ھ

رضاعی بھانجی کے ساتھ نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی ایک رشتہ دار کو دیکر اس کی لڑکی لے کر اپنے بھتیجا کی شادی کی اس کے بھتیجہ کی اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور ہفتہ کے بعد اس کی والدہ فوت ہوگئی اس لڑکی کی پرورش اس عورت نے کی اور اس کو دودھ وغیرہ دیا لڑکی جوان ہوئی تو اس کے باپ نے اپنے چچا کے لڑکے کو دے دی اب آپ یہ فرمائیں کہ یہ لڑکی اس کو دی گئی ہے کیا یہ جائز ہے یا ناجائز ہے کیونکہ بھتیجہ نے وہ لڑکی اپنے چچا کے لڑکے کو دیدی کیا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم...... نکاح مذکور شرعاً ناجائز ہے کیونکہ آدمی اس لڑکی کا رضاعی ماموں ہے اور یہ لڑکی اس آدمی کی رضاعی بھانجی ہے۔ (و یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب)

وفی العالمگریہ ص ۳۴۳ ج ۱ (وأخالرجل عمه و أخته عمته و أخ المرضعة خاله و أختها خالته و كذا فی الجد و الجدة)......

صورت مسئولہ میں ان پر لازم ہے کہ زوجیت کے تعلقات فوراً منقطع کرلیں اور مرد اس کو علیحدہ کردے اور یوں کہدے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور اگر عورت مدخول بہا ہو تو وقت متارکت سے عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر خود آپس میں علیحدہ نہیں ہوتے تو حاکم وقت پر لازم ہے کہ وہ ان میں تفریق کردے عدم علیحدگی کی صورت میں مسلمانوں کو ان سے تعلقات دوستانہ منقطع کر لینے چاہئیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

استفسار کی عبارت سے یہ سمجھا گیا کہ یہ لڑکی جس شخص کے نکاح میں دی گئی ہے اس لڑکی نے اس شخص کی ہمشیر کا دودھ پیا ہے لہٰذا یہ لڑکی اس کی رضاعی بھانجی ہوگی اور نکاح حرام ہے اگر مستفتی کا یہی مطلب ہے تو جواب یہی صحیح ہے جو تحریر کیا گیا یعنی نکاح حرام قطعی ہے اور اگر کوئی دوسرا مطلب ہے تو پھر وضاحت سے لکھیں۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ محرم ۱۳۸۷ھ

دودھ پلانے والی کے سگے بھائی کا نکاح زید مذکور کی دختر سے درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ زید نے کسی اجنبیہ عورت کا دودھ پیا ہے مدت رضاعت میں اب زید کی لڑکی کا نکاح اس عورت کے سگے بھائی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ دودھ پلانے والی عورت کے سگے بھائی کا عقد نکاح زید مذکور کی دختر سے درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ ذوالقعدہ ۱۳۸۱ھ

رضاعی بھانجی سے نکاح حرام ہے اور اس کی باقی بہنوں کے ساتھ بھی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ (۱) واحد بخش (۲) محمد یار (۳) مسماۃ بختاور عرف مبارک ان تینوں نے مسماۃ مریم زوجہ اللہ ڈیوایا کا تقریباً عرصہ چھ ماہ کا دودھ اکٹھے پیا یہ تینوں آپس میں دودھ پیتے بہن بھائی ہیں اور چچازاد بہن بھائی بھی ہیں ان کا بوجہ شیر خوار ہونے کے آپس میں رشتہ نکاح نہیں ہوا لیکن جس وقت مسماۃ بختاور عرف مبارک کی لڑکیاں جوان ہوئیں تو اللہ بخش ولد غلام محمد واحد بخش اللہ ڈیوایا نے مسماۃ شرم دختر مسماۃ بختاور عرف مبارک کا نکاح کر دیا مسئلہ مطلوب یہ ہے کہ مسماۃ شرم دختر مسماۃ بختاور کا نکاح واحد بخش سے ہو سکتا ہے یا نہیں علاوہ ازیں باقی اولاد مسماۃ بختاور عرف مبارک کی واحد بخش کے دو بھائیوں کو آسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال مسماۃ شرم مسمی واحد بخش کی رضاعی بھانجی ہے اور رضاعی بھانجی کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ مسماۃ بختاور کی لڑکیاں واحد بخش کے دوسرے بھائیوں کے نکاح میں بھی نہیں آسکتی ہیں اگرچہ ان کے ساتھ مسماۃ بختاور نے دودھ نہیں پیا کیونکہ اللہ ڈیوایا مسماۃ بختاور کا رضاعی باپ ہے اور اللہ ڈیوایا کی تمام اولادیں اس کی رضاعی بہن بھائی بن گئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۹ جمادی الاخری ۱۳۹۵ھ

رضاعی بھانجی سے نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی احمد ایاز اس کی پھوپھی مائی سداں نے الگ الگ زمانے اور مدت رضاعت میں اللہ وسائی کا دودھ پیا ہے مسماۃ اللہ وسائی احمد یار کی دادی اور مائی سداں کی حقیقی والدہ ہے تو اب مائی سداں کی لڑکی اور احمد یار کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں اور اگر ہو سکتا ہے تو پھر اس کا کیا کیا جائے نکاح ہوا بھی ہے یا نہیں نیز عورت پر کوئی عدت بھی برات کے لیے ہوگی یا نہیں اور اس عورت کا نکاح احمد یار کے حقیقی بھائی سے ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

احمد یار اور مائی سداں رضاعی بہن بھائی ہیں اور مائی سداں کی لڑکی احمد یار کی رضاعی بھانجی ہے اور رضاعی بھانجی کے ساتھ نکاح حرام ہے لہٰذا جو نکاح پڑھا گیا ہے وہ حرام اور ناجائز ہے۔ طرفین میں فوراً تفریق کر دی جائے۔

(قال فی الهدایه ج ۳ مع فتح القدیر ص ۱۱۷ لا یحل لرجل أن یتزوج بأمه ولا بجداته من قبل الرجال و النساء ولا ببنته و لا ببنت ولده و ان سفلت ولا بأخته ولا ببنات أخته ولا ببنات أخیه ولا بعمته ولا بخالته (الی ان قال) و یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب)

اس عورت کا نکاح احمد یار کے حقیقی بھائی سے ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ محرم ۱۳۸۸ھ

جس شخص کی مادری بہن نے کسی لڑکی کو دودھ پلایا تو دودھ پینے والی اس شخص کی بھانجی ہے اس لیے نکاح حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک میرا بہنوئی ہے جس کی دو بیویاں ہیں ایک میری بہن ہے ہم دونوں کا باپ ایک مگر والدہ دو ہیں یعنی میری بہن میری سوتیلی ماں سے ہے۔ میرے بہنوئی کی دوسری بیوی سے ایک لڑکی ہے اس لڑکی کی ماں بوجہ بیماری دودھ نہ پلا سکی تاہم اس لڑکی کو میری بہن نے چند دن دودھ پلوایا ہے اب آپ

بذریعہ مسئلہ ہمیں آگاہ کریں کیا وہ لڑکی جو کہ اب بالغ ہو چکی ہے میرے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں دوسری صورت میں اگر بالفرض اس سوتیلی ماں کا دودھ نہ پیا ہو اور اس کی سگی ماں یہ ثابت کردے کہ اس لڑکی نے دوسری ماں کا دودھ نہیں پیا تو ان حالات کے تحت پھر وہی لڑکی میرے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں۔ میرا بہنوئی میرا چچازاد بھائی ہے اور اس کی دوسری بیوی پھوپھی کی لڑکی ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں آپ کی مادری بہن نے جس لڑکی کو دودھ پلایا ہے وہ لڑکی آپ کی رضاعی بھانجی لگتی ہے اور رضاعی بھانجی کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۱ صفر ۱۳۹۴ھ

دادی کا دودھ پینے سے اس کی پھوپھی کی لڑکی اس پر حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک دادی نے اپنے پوتے کو اس وقت دودھ پلایا جبکہ پوتے کی عمر نو ماہ تھی کچھ عرصہ بچے نے اپنی دادی کا دودھ پیا اور دادی کے پستان بھی شیر دار عورت کی مانند ہو گئے تھے دادی اب تسلیم کرتی ہے کہ اس نے اپنے پوتے کو دودھ پلایا تھا جب دادی نے بچے کو دودھ پلایا تھا تو اس وقت وہ پچیس برس سے بیوہ تھی؟

بر بنائے جاہلیت مذکورہ بالا لڑکے کا نکاح اپنی پھوپھی کی لڑکی سے بچپن میں ہوا تھا اس وقت لڑکی کے ورثاء اس بات سے بے خبر تھے کہ لڑکے نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہوا ہے تقریباً ڈیڑھ برس ہونے کو ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی شادی ہو چکی ہے اب شرع میں اس مسئلہ کے متعلق کیا حکم ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا نکاح جائز تھا یا ناجائز نکاح ان کا باقی رہا یا نہ؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ نکاح ناجائز اور حرام کیا گیا ہے اس شخص پر لازم ہے کہ وہ اس عورت کو فوراً چھوڑ دے اور الگ کردے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے اس نکاح کے ساتھ طرفین کا آباد ہونا حرام کاری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۷ صفر ۱۳۹۴ھ

رضاعی بھانجی کی وجہ سے نکاح حرام ہے

﴿س﴾

اس مسئلہ پر کیا فرماتے ہیں علماء دین عاشق حسین نے غلام فاطمہ کا دودھ پیا ہے اور غلام فاطمہ کی لڑکی نے ایک اور لڑکی کو دودھ دیا کیا یہ آپس میں نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

غلام فاطمہ کی نواسی عاشق حسین کی رضاعی بھانجی بن گئی ہے اور نکاح حرام ہے۔
(ولا حل بين الرضيعة وولد مرضعتها وولد ولدها لأنه ولد الأخ الدر المختار ص ۲۱۷ ج ۳) رضاعی بھانجی کا بھی یہی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
والجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

رضاعت ثابت نہیں ہے اس لیے نکاح ہو سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زاہد کے لڑکے شاہد نے عامر کی بیوی کا دودھ پیا اور عامر کی لڑکی ساجدہ نے زاہد کی بیوی کا دودھ ساجد کے ساتھ پیا۔ زاہد مذکور کی دوسری لڑکی کوثر جو کہ شاہد کے بعد پیدا ہوئی عامر کی بیوی کے لڑکے عمران کے عقد میں آسکتی ہے (یعنی کوثر کا عمران کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے)

(۲) ہاشم کی بیوی سلطان نے قطب الدین کی لڑکی زمرد کو دودھ پلایا اور فیض اللہ کے لڑکے گل چمن کو بھی دودھ پلایا کیا اب زمرد کی لڑکی کوثر گل حسین کے عقد میں آسکتی ہے جبکہ ہاشم کی بیوی سلطان نے کوثر کی والدہ زمرد کو دودھ پلایا اور گل حسین کو بھی دودھ پلایا ہے۔

(۳) عابد کی بیوی عاصمہ نے حامد کے لڑکے محمود کو دودھ پلایا کیا اب عاصمہ کی لڑکی ثمینہ جو کہ بعد میں پیدا ہوئی محمود کے عقد میں آسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ کوثر کا عقد نکاح عمران سے شرعاً درست ہے۔ ان میں نکاح سے مانع رشتہ موجود نہیں ہے۔

(۲) گل حسین اور زمرد دونوں آپس میں رضاعی بھائی بہن ہیں لہٰذا زمرد کی دختر کا عقد نکاح گل حسین سے شرعاً درست نہیں ہے یہ رشتہ میں اس کی بھانجی ہے۔

(۳) محمود مسماۃ عاصمہ کا رضاعی لڑکا ہے لہٰذا مسماۃ ثمینہ کا عقد محمود سے شرعاً درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

۲۱ رجب ۱۴۰۰ھ

رضاعی بھانجی ہونے کی بناء پر نکاح درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم شیر نے چار شادیاں کی جب پہلی بیوی کے ساتھ نکاح ہوا تو اس عورت سے دو لڑکے ہوئے ان کی والدہ فوت ہوگئی پھر عالم شیر خان نے دوسری شادی کی اور اس عورت سے دو لڑکے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور عورت بقضائے الٰہی فوت ہوگئی پھر عالم شیر نے تیسری شادی کی تو اس عورت سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور اولاد سب سے موجود ہے اور عالم شیر خان کے بچوں نے دودھ چوتھی بیوی کا پیا تو اب یہ صاحب اولاد رشتہ کرنا چاہتا ہے عالم شیر خان کی پہلی بیوی کی لڑکیوں کے ساتھ تو کیا یہ رشتہ جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں سرداراں مائی کی لڑکی غلام مصطفےٰ کی رضاعی بھانجی بن گئی ہے اور اس کے ساتھ غلام مصطفےٰ کا نکاح جائز نہیں۔ (وھذہ مسئلة لبن الفحل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۴ شعبان ۱۳۹۱ھ

رضاعی بہن کی بیٹی بھانجی بن گئی ہے نکاح درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسماۃ انور بنت ظہراں کا نکاح جو اس کے بھائی منظور احمد نے عبدالرشید ولد عبداللہ قوم پٹھان کو کر دیا تھا اب معلوم ہوا ہے کہ منکوحہ کی ماں نے ناکح کی ماں کا دودھ پیا تھا اور اس پر دو عورتوں اور دو مردوں نے شہادت دی ہے دو عورتوں میں سے ایک جس کا نام جنت ہے اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے باہوش وحواس اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ عبدالرشید ناکح کی ماں نے مسماۃ ظہراں منکوحہ کی

ماں کو اپنی چھاتی سے لگایا اور دوسری عورت مسماۃ رلیس نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے باہوش وحواس اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ عبدالرشید ناکح کی ماں نے منکوحہ کی ماں کو چھاتی سے لگایا ہے دو مردوں کریم بخش ولد بڈھا اور عبدالرحمٰن ولد اللہ بخش قوم سیال نے باہوش وحواس قسم کھا کر یہ کہا ہے کہ ہمارے سامنے ناکح کے باپ عبداللہ نے یہ کہا کہ میری عورت نے منکوحہ کی ماں کو چھاتی سے لگایا ہے اس گواہی سے از روئے شریعت رضاع ثابت ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

منکوحہ کی ماں ناکح کی رضاعی بہن ہے اور خود منکوحہ اس کی رضاعی بہن کی بیٹی لگتی ہے اور رضاعی بہن کی بیٹی سے نکاح شرعاً باطل اور حرام ہے لیکن چونکہ اس گواہی میں دو مرد یہ گواہی نہیں دیتے کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ منکوحہ کی ماں نے ناکح کی ماں کا دودھ پیا اس لیے مردوں کی گواہی معتبر نہیں ہے اور اس گواہی میں چونکہ عدد ضروری ہے اس لیے صرف دو عورتوں پر حرمت ثابت نہ ہوگی اور نکاح ان کے درمیان جائز ہوگا جب تک کہ گواہی پوری نہ ہووے۔ (لقوله عليه السلام (يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۲ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

صورت مسئولہ میں یہ لڑکی اس لڑکے کی رضاعی بھانجی بن گئی نکاح درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص کی دو عورتیں ہیں ایک سے لڑکے اور لڑکیاں ہیں اور دوسری عورت کے پیٹ میں بھی اس شخص کی اولاد ہے ایک لڑکی شیر خوار تھی کہ وہ شخص فوت ہوگیا اور اس کی وفات کے بعد لڑکی دودھ پیتی رہی بعد ازاں اس کا دودھ چھڑوا دیا گیا بعد چند دن یا چند سال اس عورت کا دودھ خشک ہوگیا تھا اور دوسری عورت نے لڑکے کے لڑکے کو جو بعمر ڈیڑھ سال تھا دودھ پلانا شروع کر دیا وہ لڑکا مدت رضاع تک یا کم وبیش عرصہ تک دودھ پیتا رہا اب اس لڑکے کا جس کو موطوءۃ دادا نے دودھ پلایا اس کے چچا کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں کیا اس لڑکے کا نکاح چچا کی لڑکی کے ساتھ صحیح ہے یا اس رضاع سے جو اس کے دادا کی منکوحہ وموطوءۃ نے اس لڑکے کو پلایا ناجائز ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں یہ لڑکی اس لڑکے کی رضاعی بھتیجی ہے اور رضاعی بھتیجی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ (ويحرم من الرضاع ما يحرم من النسب)

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۷ شوال ۱۳۸۹ھ

رضاعی بھانجی کے ساتھ نسبی بھانجی کی طرح نکاح صحیح نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسماۃ فتح نے اپنے سگے پوتے گل محمد کو سن ایاسی میں اس حالت میں دودھ پلایا کہ پہلے مسماۃ مذکورہ کا دودھ خشک تھا جب مسماۃ مذکورہ نے مسمی مذکور کو دودھ دیا تو دودھ فوراً اتر آیا کافی عرصہ بچہ مذکور دودھ پیتا رہا دریافت طلب یہ ہے کہ مسماۃ فتح محمد کی سگی نواسی مسماۃ فاطمہ کے ساتھ مسمی گل محمد کا نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں اگر باوجود منع کرنے کے یہ نکاح کرلے تو اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے مسئلہ مذکورہ میں رضاعت ثابت ہے یا نہیں بحوالہ کتب جواب دیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم صورۃ مسئولہ میں مسماۃ فاطمہ مسمی گل محمد کی رضاعی بھانجی ہے اور رضاعی بھانجی سے نسبی بھانجی کی طرح نکاح ناجائز ہے۔ (یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب) پس اگر ان کا آپس میں نکاح کرلیا گیا ہے تو یہ نکاح ناجائز اور حرام کاری شمار ہوگا طرفین میں فوراً تفریق کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ذی القعدہ ۱۳۸۹ھ

جب اپنی بھانجی کو دودھ پلایا تو وہ بیٹی بن گئی اور نواسے ان کے بھانجے بن گئے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر زینب نے اپنی لڑکی کے لڑکے عمر کو دودھ پلایا تو کیا اب عمر اپنی خالہ کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے یا نہیں عمر اور اس کی خالہ نے دودھ ساتھ نہیں پیا بلکہ زمانے اور تھے اور خالہ بھی حقیقی ہے بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں زینب عمر کی رضاعی ماں بن گئی اور زینب کی لڑکی کی لڑکی عمر کی رضاعی بھانجی بن گئی ہے اور رضاعی بھانجی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ (ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۶ محرم ۱۳۹۰ھ

بھانجی سے نکاح حرام ہے اور اگر نکاح کر دیا گیا تو جدائی لازمی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسمی نہال خان تھا اس کا ایک بیٹا اللہ داد تھا اللہ داد کی والدہ فوت ہوگئی نہال خان نے دوسری شادی کرلی اس سے ایک لڑکی عائشہ بی بی پیدا ہوئی عائشہ بی بی کی والدہ بھی فوت ہوگئی عائشہ بی بی کی پرورش زوجہ اللہ داد نے کی بلکہ اپنا دودھ بھی پلایا بعد میں اللہ داد کی زوجہ بھی فوت ہوگئی دس پندرہ سال کے بعد اللہ داد نے عائشہ بی بی جو کہ سوتیلی بہن والدہ کی طرف سے تھی اس کے بدلہ میں دوسری شادی کرلی اور اللہ داد کی دوسری بیوی سے لڑکا پیدا ہوا اور اللہ داد فوت ہوگیا اب عائشہ بی بی کے لڑکی پیدا ہوئی اور اللہ داد کے لڑکے کی شادی جو کہ دوسری بیوی سے تھا عائشہ بی بی کی لڑکی سے ہوئی ہے جس کو عرصہ دو سال ہو چکا ہے اور لڑکی حاملہ ہے اب برادری والے جو نکاح میں موجود تھے وہ تہمت لگاتے ہیں کہ یہ نکاح شرعاً ناجائز ہے۔

﴿ج﴾

عائشہ کی لڑکی کا نکاح اللہ داد کے لڑکے کے ساتھ حرام ہے کیونکہ عائشہ کی لڑکی اللہ داد کے لڑکے کی بنت الاخت یعنی بھانجی ہے۔ قال تعالیٰ وبنات الاخت (الآیہ) یہ نکاح قطعاً حرام ہے اور کسی عالم او امام اور اہل مذہب کے نزدیک درست نہیں۔

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام (یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الحدیث) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح لڑکی کو فوراً لڑکے سے علیحدہ کرائیں اس کا بچہ پیدا ہو تو اللہ داد کے لڑکے سے ثابت النسب شمار ہوگا۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد یہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ صفر ۱۳۸۹ھ

فتح القدیر کے نسخے کی عبارت کی وضاحت رضاعت کے متعلق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فتح القدیر ص ۳۱۱ ج ۳ رضاع کے باب میں یہ عبارت ہے۔ (و کذا المرأۃ یحل لها ان تتزوج با بن اختها من الرضاعة صور مستثناۃ کے بیان میں یہ عبارت ہے ص

۳۱۱ ج ۳ دو تین نسخے فتح القدیر کے دیکھے گئے سب میں یہی عبارت ہے اور یہ کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ یہ تمام تصریحات فقہاء کے مخالف ہے بدائع ص ۶ ج ۴ کی عبارت ملاحظہ ہو (والاصل فی ذلک ان کل اثنین اجتمعا علی ثدی و احد صارا اخوین اوا ختین او اخا و اختاً من الرضاعة ولا یجوز لاحد هما ان یتزوج بالأخر ولا بولده کما فی النسب) اسی طرح فقہاء کا اس بارے میں قاعدہ ہے کہ

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند از جانب شیر خوار زوجان وفروع کے بھی خلاف ہے مولوی عبدالحلیم صاحب صدر مدرس معراج العلوم بنوں سے بھی دریافت کیا گیا انھوں نے تحریر فرمایا کہ عبارۃ فتح القدیر باب الرضاع (وکذا المرأة یحل لها أن تتزوج بابن أختها من الرضاع) غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وکذا المرأة یحل لها ان تتزوج بأب أختها من الرضاعة ہے مگر یہ عبارت صحیحہ کہیں کسی نسخے میں نہیں۔

﴿ج﴾

عبارت دیکھی گئی ہمارے پاس فتح القدیر کے دو نسخے ہیں ایک مصری دوسرا ہندوستانی دونوں پر بابن اختها من الرضاع لکھا ہوا تھا لیکن جیسے کہ جناب کا خیال ہے وہ بالکل درست ہے کسی طرح بھی یہ عبارت صحیح نہیں ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہونی چاہیے (بابی اختها من الرضاع) مولانا عبدالحلیم صاحب کی توجیہ درست ہے لیکن تھوڑا سا تصرف لفظی کرلیا گیا انھوں نے باب اختها تجویز کیا تھا (و هو جائز ایضاً اور میں بابی اختها کو اس سے ارجح سمجھتا ہوں لقرب هذا اللفظ رسماً من لفظ بابن اختها الذی کان سهواً من قلم الناسخ و لکونه اوفق بمابعده من المعطوفات اعنی وباخی ولدها و بابی حفید ها) لیکن یہ صرف لفظی قسم کی بات ہے جائز وہ بھی ہے جسے مولانا موصوف نے تجویز فرمایا تھا بہر حال فتح القدیر کی موجودہ عبارت یا اس کی کوئی تاویل صحیح ہرگز سمجھ میں نہیں آتی اور نہ اس کی توجیہ ممکن ہے بلکہ اس میں زیادہ سوچنا وقت کے ضیاع کے مترادف نظر آیا ہے۔

وفقکم الله تعالی لما یحب و یرضاه والله ولی التوفیق و مولاه وانا الاحقر الافقر محمود عفا الله عنه ربه
خادم العلوم بقاسم العلوم ملتان ۲۸ من ربیع الاول ۱۳۸۵ ھ

رضاعی بھانجی مثل نسبی بھانجی کے ہے نکاح درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں غلام سرور نامی شخص نے برخوردار المعروف برخرہ کی بیوی بھیرو نامی کا دودھ پیا ہے اور پھر اسی غلام سرور نے برخرہ کی نواسی جو اسی دوسری بیوی جیون سے ہے سے نکاح کرلیا ہے اور اس کی اس سے اولاد بھی ہو چکی ہے اور اب وہی غلام سرور برخرہ کی بیٹی جو اسی کی تیسری بیوی مسماۃ منن سے ہے نکاح

کرنا چاہتا ہے۔

(۱)...... کیا غلام سرور کا امیر خاتون سے نکاح درست ہے یا نہیں اور نکاح کے ناجائز ہونے کی صورت میں اس کے ذمہ کیا لازم ہے اور جو اولاد ہو چکی وہ ثابت النسب ہے یا نہیں۔

(۲)...... کیا اب غلام سرور حلیمہ سے نکاح کرسکتا ہے۔

(۳)...... کیا اگر برخرہ کی بیوی برخرہ کی وفات کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرلے تو اس کی جو اولاد اس خاوند سے ہوگی وہ برخرہ دوسری بیویوں کی مسماۃ بھرو سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

(۱)...... غلام سرور نے مسماۃ امیر خاتون سے جو نکاح کرلیا ہے یہ ناجائز اور حرام ہے اس لیے کہ امیر خاتون اس کی رضاعی بھانجی ہے اور رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں۔ اب ان دونوں میں فوراً تفریق کردی جائے جو اولاد بوجہ لاعلمی کے اس نکاح سے ہو چکی ہے وہ صحیح النسب ہے اور ثابت النسب ہوگی اس غلطی کا کوئی کفارہ نہیں ہے البتہ توبہ استغفار لازم ہے۔

(۲)...... غلام سرور کا نکاح حلیمہ سے بھی ناجائز ہے کیونکہ وہ اس کی رضاعی بہن ہوتی ہے۔

(۳)...... برخرہ کی عدت کے بعد اس کی بیوی مسماۃ بھیرو نے اگر کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرلیا ہے تو مسماۃ بھیرو کی جو اولاد اس دوسرے خاوند سے ہوگی ان کا نکاح برخرہ کی اس اولاد سے ہوسکتا ہے جو برخرہ کی دوسری بیویوں سے پیدا ہوئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تداوی کی غرض سے ناک کے ذریعہ دودھ ٹپکانے پر حرمت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایسے لڑکے کا نکاح اپنی حقیقی خالہ کی کسی لڑکی کے ساتھ شرعاً جائز ہے یا نہیں جس لڑکے کی بیماری کے علاج کے لیے اسی خالہ کا دودھ کئی بار ناک میں ڈالا گیا ہو اس وقت لڑکے کی عمر دو تین سال تھی؟

﴿ج﴾

لڑکے کی عمر جب دو سال مکمل ہو چکے تو حرمت رضاعت نہیں آتی فتوی صاحبین کے قول پر ہے امام صاحب کے قول پر نہیں لہذا جس نکاح کے متعلق پوچھا گیا ہے وہ صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمن مدرسہ قاسم العلوم
۱۰ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ

اگر دودھ زوجہ کی طرف سے ہے تو مرضعہ کا خاوند بھی رضاعی باپ بن جاتا ہے اگر دودھ اس کی طرف سے نہ ہو تو پھر ماں صحیح باپ صحیح نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ھذا میں کہ بوڑھی دادی نے جس کے پستان میں دودھ نہ رہا تھا پانی موجود رہتا تھا اپنی پوتی کو پستان دینا شروع کیا دو تین دن کے بعد کسی نے پوچھا کہ جب دودھ پستان میں نہیں ہے تو کیوں دیتی ہو کہا کہ پانی ہے آخر تین سال تک دیتی رہی وہی لڑکی اس بوڑھی کی سوکن کی بنت البنت پر بہاوج ہوسکتی ہے یا نہ یعنی اس بوڑھی کی سوکن بنت البنت بھانجی جواب از روئے شرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم عنایت فرمائیں؟

عظمت نے اپنی دادی رحمت کا دودھ پیا اور نور محمد رضاعی باپ ہوا اس کی لڑکی گل خاتون عظمت کی بہن رضاعی ہوئی اور حلیمہ بھانجی رضاعی ہوئی لہٰذا عظمت حلیم کے ساتھ نکاح میں جمع نہیں ہوسکتی (کما هو الظاهر فی کتب الشرع ملا عبدالکریم عفی عنه)

﴿ج﴾

قاعدہ یہ ہے کہ جب مرضعہ کا دودھ زوج کی جانب سے ہو تو زوج بھی رضیع کا باپ ہوتا ہے ورنہ نہیں ویثبت ابوة زوج مرضعة اذا كان لبنها منه له درمختار ص ۲۱۳ ج ۳ یہاں حسب بیان سائل و علی الظاہر مرضعہ رحمت کا دودھ نور محمد سے نہیں تھا بلکہ خشک ہونے کے بعد آخری عمر میں دودھ پستان میں پیدا ہوا اس لیے عظمت اپنی دادی کی بنت رضاعی تو ہو جائیگی اور نور محمد کی بنت نہ ہوگی لہٰذا نور محمد کی وساطت سے حلیمہ کے ساتھ عظمت کا کوئی رشتہ قائم نہیں اور دونوں کا جمع ایک زوج کے نکاح میں جائز ہے واللہ اعلم ولهذا (لو ولدت للزوج فنزل لها لبن فأرضعت به ثم جف لبنها ثم در فأرضعته صبية فان لابن زوج المرضعة التزوج بهذه الصبية الخ شامی ص ۲۲۱ ج ۳ كذا فی فتاوی عالمگیری)

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

اگر دودھ خاوند سے نہیں تو پھر رشتہ صحیح ورنہ نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دو سوتیلے بھائی ہیں ایک کا نام سید برکت شاہ ہے اور دوسرے کا نام سید ابراہیم شاہ ہے سید برکت شاہ کے لڑکے اور سید رحیم شاہ کی لڑکی کی آپس میں منگنی کرائی ہے لیکن سید رحیم شاہ کی

والدہ نے لڑکی کو دودھ پلایا ہے سید برکت شاہ کے لڑکے کو اپنی والدہ ہی نے دودھ پلایا ہے کئی علماء صاحبان نے اس منگنی کو ناجائز قرار دیا ہے؟

﴿ج﴾

یہ منگنی واقعی ناجائز ہے البتہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ رحیم شاہ کی والدہ کا دودھ رحیم شاہ کے والد سے نہیں ہے یعنی قریب زمانہ میں اپنے خاوند سے اس کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی اور یہ دودھ بعد از خشک ہونے پستانوں سے آیا ہے تو یہ منگنی جائز ہوگی۔

(و لهذا لو ولدت للزوج فنزل لها لبن فارضعت به ثم جف لبنها ثم درفأ رضعته صبية فان لابن زوج المرضعة التزوج بهذه الصبية انتهى شامی) ص ۲۲۱ ج ۳) واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۸ ذوالقعدہ ۱۳۷۶ھ

سوتیلی دادی کا دودھ پینے کے بعد والد کی بھانجی کی لڑکی سے رشتے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکے نے چھوٹی عمر میں جبکہ اپنی والدہ کا دودھ پیتا تھا اس دوران میں لڑکے مذکور کی والدہ فوت ہوگئی اب اس لڑکے نے اپنی دادی سوتیلی کا دودھ پینا شروع کیا اب وہ لڑکا جوان بالغ عاقل ہے اس کی شادی اپنے حقیقی والد کی بھانجی کی لڑکی سے کرنا چاہتے ہیں کیا اس لڑکے مذکور پر یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... ان کے درمیان حرمت رضاع ثابت ہے اور نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ یہ لڑکا اس لڑکی کی نانی کا علاتی بھائی بنتا ہے اس لڑکی کی نانی کا نسبی باپ اس لڑکے کا رضاعی باپ بنتا ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ دودھ پینے والے پر دودھ پلانے والی کا وہ شوہر جس سے اس کا دودھ ہے وہ خود اور اسکی ساری اولاد اور اولاد کی اولاد حرام ہو جاتی ہے۔ (فی الدر المختار ۲۱۳ ج ۳ ثبت (أبوة زوج مرضعة) اذا كان لبنها منه له والا لا وفيه ايضاً (ولا) حل (بين الرضيعة و ولد مرضعتها) أی التی ارضعتها (وولد ولدها) لأنه ولد الأخ) الدر المختار ص ۲۱۷ ج ۳ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۱ المحرم ۱۳۸۵ھ

رضاعی بیٹے کی بہن سے نکاح درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں دو بہنوں مسماۃ زبیدہ اور زینب کا نکاح اپنے دو چچازاد بھائیوں کے ساتھ ہوا زبیدہ کے شوہر کا نام محمد حیات اور زینب کے شوہر کا نام خدا بخش ہے خدا بخش کی بیوی زینب نے اپنی بہن زبیدہ کے لڑکے حسین بخش کو دودھ پلایا اب زینب فوت ہوگئی ہے کیا خدا بخش مذکور اپنے رضاعی بیٹے حسین بخش مذکور کی بڑی بہن مسماۃ صغریٰ کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے؟

﴿ج﴾

خدا بخش مذکور اپنے رضاعی بیٹے حسین بخش کی بڑی بہن صغریٰ کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے۔ (قال فی الفتاوی العالمگیریہ ص ۳۴۳ ج ۱ احدا هما أن لایجوز للرجل أن یتزوج أخت ابنه من النسب و یجوز فی الرضاع لأن أخت ابنه من النسب ان کانت منه فهی ابنته و ان لم تکن منه فهی ربیبته و هذا المعنی لایتاتی فی الرضاع حتی ان فی النسب لو لم یوجد احد هذین المعنیین بان کانت جاریه بین الشریکین جاء ت بولد فادعیاه حتی ثبت النسب منهما و لکل واحد منهما بنت من امرأة أخری جاز لکل واحد من المولیین أن یتزوج بابنة شریکه و ان حصل کل واحد من المولیین متزوجا باخت ابنه من النسب)

وقال فی الدرالمختار یفارق النسب الارضاع فی صور کام نافلة او جدة الولد اور مشہور ضابطہ ہے۔ شعر۔ از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند واز جانب شیر خوار زوجان وفروع۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفر اللہ لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

دو رضاعی بہنوں کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ خان بی بی نے مسماۃ نعمت بی بی کے ساتھ نعمت کی ماں مسماۃ بھاگن کا دودھ پیا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسماۃ نعمت بی بی کا خاوند مسمی عبدالرحمٰن نعمت کی رضاعی بہن خان بی بی کی لڑکی کے ساتھ از روئے شرع نکاح کرسکتا ہے؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں مسماۃ نصیحت بی بی کا خاوند مسمی عبدالرحمٰن اس وقت تک نعمت بی بی کی رضاعی بہن خان بی بی کی لڑکی کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا جب تک کہ نعمت بی بی اس کے نکاح میں زندہ موجود ہو۔ البحر الرائق ص ۱۶۸ ج ۳ پر ہے (ولا یجمع الرجل بین أختین من الرضاعة ولا بین امرأة وابنة أختها و ابنة أخیها وکذالک کل امرأة ذات محرم منها من الرضاعة للأصل الذی بینا أن کل امرأتین لو کانت احدا هما ذکرا والأخری أنثی لم یجز للذکر أن یتزوج الانثی فانه یحرم الجمع بینهما بالقیاس علی حرمة الجمع بین الأختین فکذالک من الرضاعة و تبین بهذا أن حرمة هذا الجمع لیس لقطیعة الرحم فانه لیس بین الرضیعین رحم و حرمة الجمع بینهما ثابتة)

اگر عبدالرحمان نعمت بی بی کو طلاق دیدے اور اس کی عدت گزر جائے یا نعمت بی بی فوت ہوجائے تو عبدالرحمٰن خان بی بی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ذوالقعدہ ۱۳۸۳ھ

رضاعی پھوپھی اور بھتیجی کو ایک ساتھ نکاح میں جمع نہیں کرسکتے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی شیر محمد اور مہر مائی نے بیک وقت مسماۃ گوہر مائی زوجہ احمد بخش کا دودھ پیا ہے۔

(۲)..... مہر مائی کے بعد گوہر مائی کے بطن سے مسماۃ نور مائی پیدا ہوئی ہے۔

(۳)..... مہر مائی کے رضاعی بھائی مسمی شیر محمد کی ایک لڑکی ہے مسماۃ مبارک مائی۔

(۴)..... ایک شخص چاہتا ہے کہ مسماۃ مبارک مائی اور مسماۃ نور مائی دونوں سے نکاح کرے کیا بروئے شریعت وہ دونوں عورتیں بیک وقت اس کے نکاح میں آسکتی ہیں؟

﴿ج﴾

مسماۃ نور مائی اور مسماۃ مبارک مائی آپس میں رضاعی بھتیجی اور پھوپھی ہیں لہذا ان دونوں کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ رجب ۱۳۸۹ھ

دو رضاعی بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ہاں پہلے ایک عورت موجود ہے اب دوسری شادی کرنا چاہتا ہے دوسری عورت جس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے وہ اس کی پہلی بیوی کی رشتہ میں مترائی پوتی لگتی ہے جو عورت زید کے نکاح میں ہے وہ اس کی دوسری بیوی رشتہ سے مترائی دادی کہلاتی ہے کیا شرعی صورت میں ان دونوں کا جمع کرنا جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں جمیلہ اور صفیہ دونوں کو زید کا نکاح میں جمع کرنا ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ ذی القعدہ ۱۳۸۹ھ

ایک شخص کی بیوی نے اپنی سوکن شیر خوار کو دودھ پلایا تو دونوں بیویاں حرام ہو گئیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک آدمی کی بیوی نے بہانے سے اپنی سوکن کو جو کہ ابھی تک شیر خوار بچی تھی اپنا دودھ پلایا دودھ پلانے سے پہلے نکاح ہو چکا تھا اب یہ دونوں ایک خاوند کے پاس رہ سکتی ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ دونوں عورتیں اس شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئیں خاوند پر لازم ہے کہ دونوں کو طلاق دیدے۔ دوبارہ ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔

(واذا تزوج الرجل صغيرة و كبيرة فأرضعت الكبيرة الصغيرة حرمتا على الزوج لأنه يصير جامعا بين الأم و البنت رضاعاً و ذالک حرام کا لجمع بينهما نسبا) هدايه مع الفتح ص ۳۲۰ ج ۳ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ صفر ۱۳۹۱ھ

نو سال سے کم عمر لڑکی کے پستانوں سے اگر دودھ نکل آئے اور کوئی پی لے تو رضاعت ثابت نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جو کہ ستر برس کی عمر کی ہے اس نے ایک لڑکے کو جو کہ مدت رضاع میں ہے دودھ پلایا ہے ایسی عورت کے دودھ پلانے میں رضاع ثابت ہوگا یا نہ کیونکہ بعض علماء کہتے ہیں کہ نو برس اور اس سے کم عمر کی لڑکی اور پچپن سال کی عمر یا اس سے زیادہ عمر کی عورت کے سینے میں دودھ نہیں ہوتا اگر کسی کتاب میں یہ قول موجود ہے تو اس کا حوالہ بھی نقل فرمادیں بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ نو سال سے کم عمر کی لڑکی کے پستانوں میں اگر دودھ آجائے اور کسی بچے کو پلائے تو اس سے حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی۔

(ولو أن صبية لم تبلغ تسع سنين نزل لها اللبن فأرضعت به صبيا لم يتعلق به تحريم و انما يتعلق التحريم به اذا حصل من بنت تسع سنين فصاعداً كذا في الجوهرة فتاوى عالمگیریه ۳۴۴ ج ۱ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ کوئٹہ)

نو سال یا اس سے زائد عمر کی عورت اگرچہ پچپن سال سے بھی زائد عمر ہو اگر کسی بچے کو دودھ پلاتے تو حرمت رضاع ثابت ہو جاتی ہے۔

(باب الرضاع هو شرعاً مص من ثدى آدمية و لو بكراً او ميتة او آئسة فى وقت مخصوص هو حولان و نصف عنده و حولان فقط عندهما و هو الاصح فتح و به يفتى (الدر المختار بهامش تنوير الابصار ص ۲۰۹ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

۱۹۶۲ء کی اسمبلی میں عائلی مسائل پر مفکر اسلام حضرت مفتی محمود کی محققانہ تقریر

مسٹر ڈپٹی سپیکر! جناب والا! تنسیخ عائلی قوانین کے بل پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ دراصل ۵۶ء میں حکومت پاکستان نے ایک کمیشن کے تقرر کا اعلان کیا تھا اور اس کا مقصد یہ بیان کیا گیا تھا کہ قانون رائج الوقت میں عورتوں کو وہ حقوق نہیں دیے گئے جن سے ان کی مظلومیت کا ازالہ ہو سکے۔ اس کمیشن کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا کہ وہ عورتوں کے مسائل کے سلسلہ میں ایسی رپورٹ مرتب کرے جس سے عورتوں کے وہ حقوق جو شریعت اسلام نے ان کو دیے ہیں محفوظ ہو جائیں۔

بدقسمتی سے اس کمیشن کے ارکان ایسے نہ تھے جو کتاب وسنت کے براہ راست عالم ہوں یا قرآن وسنت اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا سے واقف ہوں۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہاء ومجتہدین امت کے علوم کے حامل ہوں۔ غرضیکہ اس کمیشن کے سارے اراکین میں سے سوائے ایک مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی کے کوئی بھی عالم دین نہ تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب کمیشن نے اپنی رپورٹ حکومت کے سامنے پیش کی تو اس عالم دین رکن نے اس رپورٹ سے اختلاف کرتے ہوئے ایک اختلافی نوٹ لکھا ہوا تھا۔ پھر ہوا یہ کہ ملک بھر کے علماء اور دیندار مسلمانوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔

جناب والا! عوام کے اس ردعمل سے اس وقت کی آئینی حکومت کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اس رپورٹ پر عمل کرنے کے لیے کوئی اقدام کرتی۔ لہٰذا وہ رپورٹ معرض التواء میں ڈال دی گئی اور اس پر عمل درآمد کرنے کے بجائے اس کے بعد بدقسمتی سے ہمارے ملک میں آئینی حکومت ختم ہوئی اور یہاں پر مارشل لاء کا دور شروع ہوا۔

مارشل لاء کی حکومت نے عوام کی رائے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اور رائے عامہ سے بالکل بے نیاز ہو کر یہ سمجھا کہ حکومت طاقت کے ذریعہ چلتی ہے۔ بالکل غیر جمہوری طریقہ سے اس رپورٹ میں ان اجزاء کو جو قطعی طور پر قرآن وسنت کے منافی تھے لے کر ایک آرڈیننس کی صورت میں انہیں ملک میں نافذ کر دیا۔

جناب والا! اس آرڈیننس میں جو چیزیں قرآن وسنت کے منافی ہیں اس وقت ہم نے ان چیزوں پر بحث کرنی ہے۔

پوتے کی وراثت

سب سے پہلے میں اس دفعہ کو لیتا ہوں جو وراثت سے متعلق ہے۔ اس میں یہ طے کیا گیا ہے کہ اگر کسی لڑکے یا لڑکی کی موت باپ سے پہلے واقع ہو جائے اور بعد میں ان کا باپ مر جائے تو ان کو باپ کی وراثت میں سے وہی حصہ ملے گا جو اس کے زندہ ہونے کی صورت میں ملتا اور پھر اس کا وہ حصہ اس کی اولاد کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔

جناب والا! یہ چیز قرآن و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے بلکہ یہ سراسر اسلام، قرآن و سنت کے ساتھ مقابلہ کی ایک صورت ہے۔ نیز یہ عقل کے بھی خلاف ہے۔ عقل و نقل دونوں کا فیصلہ اس کے خلاف صادر ہوتا ہے۔

عقلی اعتبار سے پہلا سقم

اس قانون میں پہلی بات جو عقل کے خلاف ہے وہ یہ ہے کہ اس کی بنیاد محض ایک جعلی قسم کے مفروضہ پر رکھی ہے۔ اس میں ایک شخص کے مرے ہوئے بیٹے کے دوبارہ زندہ تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ جو بالکل ایک مفروضہ ہے۔

مثال کے طور پر زید کے دو بیٹے ہیں۔ خالد اور بکر۔ بکر باپ سے پہلے مر جاتا ہے اور خالد زندہ ہے پھر ان کا باپ زید مرتا ہے۔ اب بکر کو جو باپ سے پہلے مر چکا ہے دوبارہ زندہ تسلیم کر کے باپ کی وراثت میں سے اس کو خالد کے برابر حصہ دیا جاتا ہے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کو پھر مردہ تسلیم کر کے اس کے پورے حصہ کو اس کی اولاد کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے۔ (اس طرح زید کے پوتے کو زید کے بیٹے خالد کے برابر حصہ مل جاتا ہے)۔

جناب والا! آپ کو دنیا کے ممالک میں ایسے قانون کی مثال نہیں مل سکے گی۔ جو اس طرح کے مفروضہ پر مبنی ہو اور جس میں فی الواقعہ مرے ہوئے شخص کو زندہ مان کر اس کا حصہ وراثت میں تسلیم کر لیا گیا ہو۔

جناب والا! وراثت کے لغوی معنی بھی اس کی تردید کرتے ہیں۔ لغت میں وارث اس زندہ شخص کو کہتے ہیں جو مرے ہوئے شخص کے ترکہ میں سے حصہ لیتا ہے۔ زندہ حصہ لینے والے کو وارث اور میت جس کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے۔ اس کو مورث کہتے ہیں لیکن اس آرڈیننس میں جو شخص مورث (باپ) سے پہلے مر چکا ہے اور اس کے مرتے وقت خود اس کا ترکہ بطور وراثت تقسیم ہو چکا ہے۔ اس کو زندہ تسلیم کر کے باپ کا وارث بنایا جاتا ہے۔ یہ بالکل ایک مفروضہ ہے اور اسلام کی بنیاد ایسے جعلی مفروضوں پر نہیں رکھی جا سکتی۔

دیکھئے جب زید کا یہ بیٹا بکر مر گیا تو اس وقت اس کی جائیداد بطور وراثت کے اس باپ کی طرف بھی منتقل ہوئی تھی۔ اس لیے کہ باپ ہمیشہ بیٹے کے ترکہ میں وارث ہوتا ہے۔

جب یہ باپ اس بیٹے کی موت پر اس کا خود وارث بنا ہے اور اس بیٹے کی میراث میں حصہ دار رہا ہے تو پھر اس بیٹے کو دوبارہ زندہ تصور کر کے اس باپ کا وارث کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے۔ (فباللعجب)

دوسرا سقم

فرض کیجیے اس جعلی مفروضہ کی بنا پر اگر آپ نے بکر کو زندہ تسلیم کرنا اور اس کو باپ کی وراثت کا حصہ دینا ہی ہے تو پھر دوبارہ مرا ہوا ماننے کے بعد اس کا حصہ صرف اس کی اولاد کی طرف ہی کیوں منتقل ہوتا ہے اس کی بیوہ اور اس کی ماں وغیرہ ورثا کو کیوں منتقل نہیں کیا جاتا۔ اگر اس کا حصہ منتقل ہونا ہی ہے تو پھر اس میں اس کی اولاد کی کون سی خصوصیت ہے۔ مرے ہوئے بیٹے کی ماں، بیوہ اور دوسرے ورثا کو کیوں محروم کیا جاتا ہے۔

اس فرضی اصول کو (صرف اولاد میں نہیں) بلکہ اس کے تمام ورثاء میں تسلیم کرنا ضروری ہونا چاہیے۔ (لیکن ایسا نہیں کیا گیا) یہ ایک بہت بڑا قانونی سقم ہے جسے آپ کسی قانون کے اندر نہیں دکھا سکتے۔

قرآن کریم کی پہلی مخالفت

علاوہ ازیں میں کہوں گا کہ اسی طرح قرآن کریم کے نصوص و مجروح کیا گیا ہے۔ قرآن کریم نے جو اصول مرتب کیے ہیں اس میں اقربیت کو وراثت کی بنیاد قرار دیا ہے۔ قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے میں اس کی ایک آیت پڑھتا ہوں۔

للرجال نصیب مما ترک الوالدین والاقربون (الآیۃ) (سورہ نساء)

''مردوں کا حصہ ہے۔ اس مال میں جو اس کے والدین یا قریب ترین رشتہ دار چھوڑیں۔''

قریب ترین رشتہ داروں کو اقربون کہتے ہیں۔ ہر اقرب سے ابعد محروم ہو جاتا ہے۔ اس لیے بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو وارث قرار دینا۔ یہ قرآن کریم کی صریح مخالفت ہے۔

ایک اور بڑی خرابی

علاوہ ازیں میں یہ بھی کہوں گا کہ یہاں ایک اور بڑی خرابی یہ لازم آتی ہے۔ جسے ایک مثال میں پیش کرتا ہوں۔ مثلاً ایک شخص مر جاتا ہے جس کا نام زید ہے اس کا ایک لڑکا ہے اور ایک لڑکی۔ لڑکا اس کی زندگی میں مر جاتا ہے لیکن اس لڑکے کی ایک لڑکی (زید کی پوتی) زندہ ہے (اب گویا زید کے مرتے وقت اس کے صرف دو وارث ہیں۔ ایک اس کی حقیقی لڑکی اور ایک اس کی پوتی) اب (عائلی قانون کی اس دفعہ کی رو سے) وراثت اس طرح تقسیم ہوگی (کہ مرے

ہوئے لڑکے کو زندہ تسلیم کر کے) دو حصے لڑکے کو جائیں گے اور ایک حصہ لڑکی کو جائے گا پھر لڑکے کے دو حصے اس کی لڑکی (پوتی) کو منتقل ہو جائیں گے ۔ اب حاصل یہ ہوا کہ زید کی حقیقی لڑکی تو صرف ایک حصہ کی حقدار ہوگی اور اس کی پوتی دو حصوں کی حقدار بن جائے گی ۔

دیکھئے کہ پوتی جو زید کی حقیقی لڑکی نہیں ہے ۔ اس کو تو دو حصے مل رہے ہیں اور زید کی حقیقی لڑکی کو صرف ایک حصہ مل رہا ہے (کیا یہ انصاف ہے؟)

قرآن کریم کی دوسری مخالفت

اس کے علاوہ ایک اور بات ذکر کر دوں ۔ اگر ایک شخص کے دو لڑکے ہیں ایک لڑکا تو اس کی زندگی میں مر جاتا ہے اور دوسرا زندہ ہے اور مرے ہوئے لڑکے کی ایک لڑکی زندہ موجود ہے ۔ اب جب وہ شخص مرتا ہے تو اس کا مال دو حصوں پر تقسیم ہوگا ۔ ایک حصہ تو زندہ بیٹے کو ملے گا اور دوسرا حصہ اس کی پوتی کو ملے گا (گویا حقیقی لڑکے اور پوتی کا حصہ برابر برابر ہو گیا)

رانا عبدالحمید وزیر صحت نے اس پر اعتراض کیا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ مفتی صاحب نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اس میں صرف یہ حرج ہے کہ قرآن کریم کے خلاف ہے ۔ قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے کہ

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین

"اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد کے بارے میں وصیت کرتے ہیں کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا ۔"

اللہ تعالیٰ نے ہم کو اولاد کے بارہ میں ہدایت فرمائی ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہو ۔ اب اگر بقول آپ کے پوتی کو اولاد میں شمار بھی کیا جائے تو اس کا حصہ لڑکے سے آدھا ہونا چاہیے تھا لیکن اس قانون میں پوتی کا حصہ برابر کر دیا گیا ہے بیٹے کے ساتھ ۔ اس طرح اس آیت کی صریح مخالفت کی گئی ہے ۔ (للذکر مثل حظ الانثیین)

صحیح حدیث کی مخالفت

علاوہ ازیں میں یہ بھی کہوں گا کہ اس دفعہ کے اندر حدیث کی بھی مخالفت موجود ہے ۔ صحیح بخاری کی حدیث میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔ صحیح بخاری وہ کتاب ہے جس کے بارہ میں امت کا اتفاق ہے ۔ اصح الکتب بعد کتاب اللہ تعالیٰ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) کے بعد دنیا کی تمام کتابوں میں صحیح ترین کتاب صحیح بخاری ہے ۔

یہ احادیث صحیح کا مجموعہ ہے ۔ اب صحیح بخاری کی روایت بھی آپ دیکھ لیں ۔

یہ دیکھئے یہ صحیح بخاری ہے ۔ جسے میں پڑھتا ہوں ۔ جلد دوم صفحہ ۹۹۸ حضورؐ نے فرمایا ۔

ایک آواز: مطبع کون سا ہے صفحہ کون سا ہے ۔

مفتی محمود صاحب: صحیح بخاری کے تمام مطبوعات ایک قسم کے ہیں ۔ ان کے صفحات ایک جیسے ہیں ۔ ان میں کوئی فرق نہیں سب مطبوعات میں ص ۹۹۸ پر ہے ۔

الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فھو لاولی رجل ذکر

"مقرر شدہ حصے ان کے مستحقین کے حوالہ کر دو اور جو بچ جائے وہ قریب ترین مرد کا حق ہے ۔"

اب اس حدیث کی روشنی میں بیٹے کی موجودگی میں پوتا وارث نہیں ہو سکتا ۔

چنانچہ امام بخاری نے ص ۹۹۷ جلد دوم صحیح بخاری میں اس حدیث کے اوپر یہ باب بھی باندھا ہے ۔

باب میراث ابن الا بن اذا لم یکن له ابن

"یہ باب ہے پوتے کی وراثت میں جبکہ اس کا بیٹا حقیقی نہ ہو ۔"

اور اس حدیث سے بیٹے کی موجودگی میں پوتے کے محروم ہونے پر استدلال کیا ہے ۔

حدیث صحیح کی دوسری مخالفت

علاوہ ازیں ایک دوسری حدیث صحیح بخاری کی آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔

اس دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص صورت میں ایک فیصلہ کیا ہے ۔ صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر چکا ہے اور اس کی ایک بیٹی ایک پوتی اور ایک بہن زندہ ہیں ۔ یہی اس کے تین وارث ہیں ۔ ان تین وارثوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ہے جسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ایسی صورت میں فیصلہ کرتے وقت نقل فرمایا ہے ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اقضی فیھا بما قضی النبی صلی اللہ علیه وسلم للابنة النصف.

ولا بنة الا بن السدس تکملة للثلثین وما بقی فلاخت.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں وہ فیصلہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ لڑکی کو نصف پوتی کو چھٹا تا کہ دونوں کا حصہ مل کر دو تہائی ہو جائے اور باقی مال یعنی تہائی بہن کو ملے گا ۔"

اب دیکھئے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ بیٹی کو آدھا ۔ پوتی کو ۱/۶ الابنة النصف ولا

بنۃ لا بن السدس اور بہن کو ۱/۳ و ما بقی فللاخت

یہاں میں نے پیش یہ کرنا ہے کہ بہن کے لیے ۱/۳ حصہ بیٹی کے لیے ۱/۲ پوتی کے لیے ۱/۶۔ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے۔ مگر اس صورت میں عائلی قانون کی رو سے اگر جائیداد تقسیم ہوگی تو وہ اس طرح ہوگی کہ دو حصے پوتی کو اور ایک حصہ بیٹی کو یعنی میت کی جائیداد کے تین حصے کیے جائیں گے۔ ۲/۳ پوتی کو اور ۱/۳ بیٹی کو ملے گا اور بہن بالکل محروم ہو جاتی ہے۔

اس آرڈیننس کی رو سے بیٹی کو ملتا ہے ۱/۳ حصہ جبکہ حضورؐ کے فیصلہ سے اسے ملتا ہے ۱/۲ حصہ آپ کے عائلی آرڈیننس کی رو سے پوتی کو ملتا ہے ۲/۳ حصہ۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق اسے ملتا ہے ۱/۶ حصہ۔ اس آرڈیننس کی رُو سے بہن محروم ہے۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے ماتحت اسے ملتا ہے ۱/۳ حصہ۔ اس لیے یہ تقسیم جائیداد شریعت اسلام کے خلاف ہے۔

اجماع امت کی مخالفت

علاوہ ازیں میں یہ بھی کہوں گا کہ یہ دفعہ آرڈیننس کی تمام فقہائے امت کے اقوال کے خلاف ہے۔ اسلام میں جتنے بھی فقہاء گزرے ہیں کسی کے نزدیک تقسیم جائیداد اس طرح نہیں ہوتی۔ نہ تو فقہائے حنفیہ کے یہاں ایسا ہے (یہ تو ہمارا اپنا مذہب ہے جو اتنا واضح ہے جس کے لیے حوالہ جات کی ضرورت نہیں) نہ فقہاء مالکیہ اور نہ فقہاء شافعیہ اور نہ فقہاء مذہب حنابلہ میں تقسیم وراثت اس طرح سے ہے۔ یہ نیا اجتہاد اجماع امت کے خلاف ہے۔ یہ تقسیم وراثت کا طریقہ شیعہ، سنی اور سنیوں میں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی یعنی مذاہب اربعہ کے متفقہ فیصلوں کے خلاف ہے۔

مذاہب اربعہ کے حوالہ جات

حوالہ مذہب امام مالکؒ:

اب ہم آپ کے سامنے ان مذاہب سے حوالے پیش کرتے ہیں۔ یہ کتاب جو میرے ہاتھ میں ہے اس کا نام ''جواہر الاکلیل'' ہے۔ یہ امام مالک کے مذہب کی مشہور کتاب ہے۔ اس کتاب سے حوالہ میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یو یہ ہے کہ

وھو ای العاصب بنفسہ لا بن ثم ابنہ ای الا بن و ان سفل و الاعلیٰ یحجب الاسفل. (الجزء الثانی من جواھر الاکلیل شرح مختصر العلامۃ الشیخ

خلیل ص ۳۳۱)

''تقسیم وراثت میں جدی حقدار صرف بیٹا ہے اس کے بعد اس کا بیٹا یعنی پوتا یعنی اگر بیٹا نہیں ہے تو پوتا۔ ہر اوپر کے درجہ والا نیچے کے درجہ والے کو محروم کر دیتا ہے۔

حوالہ مذہب امام شافعیؒ:

دوسری کتاب جو میں پیش کر رہا ہوں۔ وہ فقہ شافعی کی کتاب ہے اس کا نام ہے ''شرح المنظومۃ الرجبیۃ'' اس میں فقہائے مذہب شافعی کی رو سے تقسیم وراثت کے اصول اس طرح ہیں۔

فالا بن یحجب ابن الابن و کل ابن ابن یحجب من تحتہ من نبی الا بن

(ص ۷۰ شرح المنظومۃ الرجبیۃ)

''بیٹا پوتے کو محروم کر دیتا ہے یعنی جو درجہ میں قریب ہوگا وہ ابعد کو محروم کر دیتا ہے۔''

اسی کتاب کے اسی صفحہ میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے۔

فانھم ان کان بعضھم اقرب الی المیت حجب الاقرب الابعد فلیس الابعد حظ من المیراث و الارث للاقرب.

''اگر وارثوں میں بعض میت کے زیادہ قریب ہوں تو قریبی دور والے کو محروم کر دیتا ہے'' ابعد کو وراثت میں بالکل حصہ نہیں ملے گا اور وراثت کا حق صرف اقرب کو ہوگا۔''

حوالہ مذہب امام احمد بن حنبلؒ:

اس کے بعد یہ امام احمدؒ بن حنبل کی فقہ کی مشہور کتاب المحرر ہے۔ اس کے صفحہ ۳۹۶ میں دیکھئے یہ لکھا ہے کہ

و لا یرث ولد الا بن مع لا بن بحال. (المحرر فی الفقہ علی مذھب الامام احمدؒ بن حنبل)

بیٹے کی اولاد بیٹے کی موجودگی میں کسی حال کے اندر بھی وراثت نہیں پائے گی۔

مذہب شیعہ کے حوالہ جات:

جو لوگ شیعہ مذہب کے مسائل کے ماننے والے ہیں۔ ان کے لیے شیعہ مذہب کی کتابیں بھی میرے پاس ہیں۔ شیعہ مذہب کی جو کتاب اس وقت میرے ہاتھ میں ہے اس کا نام ہے الاستبصار۔ اس کتاب کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۶۷ پر لکھا ہے:

ابن الا بن اذا لم يكن من صلب الرجل احد قام مقام الا بن (الاستيصار جلد دوم ص ۱۶۷)

بیٹے کا بیٹا (پوتا) جبکہ میت کی حقیقی اولاد میں سے کوئی نہ ہو تو وہ پوتا بیٹے کا قائم مقام ہوتا ہے یعنی پوتا بیٹے کی عدم موجودگی میں وارث قرار پاتا ہے۔

شیعہ مذہب کی دوسری کتاب جو میرے ہاتھ میں ہے اس کا نام ہے۔ من لا یحضرہ الفقیہ اس میں لکھا ہے کہ

وليس لولد الولد مع ولد الصلب شئ (من لا يحضره الفقيه جلد چهارم ص ۱۹۰)

اولاد کی اولاد کو حقیقی اولاد کی موجودگی میں وراثت میں کچھ نہیں ملتا۔

اسی کتاب میں وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ:

لان من تقرب بنفسه كان اولى واحق بالمال ممن تقرب بغيره

اس لیے کہ جو میت کا بلاواسطہ قریب ہوتا ہے (جیسے بیٹا) وہ مستحق مال ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں جو بالواسطہ قریب ہوتا ہے جیسے پوتا۔

اس کے بعد ہم فقہ شیعہ کی کتاب فروع الکافی پیش کرتے ہیں۔ اس میں دیکھئے اس کے صفحہ ۴۶ میں ہے:

ولا يرث مع الابن ولا مع الابنة احد خلقه الله غير زوج اوز زوجة فروع الكافى جلد سوم ص ۴۶)

بیٹے اور بیٹی کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی بھی سوائے خاوند اور بیوی کے وارث نہیں ہوتا۔

یتیم پوتے کی چارہ جوئی کی جائز صورت

اب ہم عرض کریں گے کہ شریعت مقدسہ میں پوتے کے لیے جائز تملیک کی صورت موجود ہے۔ شریعت میں میت کی جائیداد زندوں کی طرف دو طریق سے منتقل ہوتی ہے۔ ایک وراثت' دوسرا وصیت وراثت میں تملیک بالجبر ہوتی ہے۔ یعنی میت کی مرضی کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ ہر طرح وارث کو میت کی جائیداد خود بخود منتقل ہو جاتی ہے۔ وصیت میں تملیک بالرضا دالاختیار ہوتی ہے۔ یعنی مرنے والا اپنی رضا اور اختیار سے اپنے مال کا کچھ حصہ کسی کے لیے وصیت کر جاتا ہے۔

شریعت نے یہ فرق کر دیا ہے کہ جس کو بطور وراثت کے حق ملتا ہے اس کے لیے مال میں کوئی وصیت نہیں ہو سکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا وصية لوارث ''وارث کے لیے وصیت صحیح نہیں ہے۔'' اور جس کے لیے وصیت کی جاتی ہے اس کو وراثت میں کوئی حق نہیں ملتا۔

اب ایسا پوتا جو دادا کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے وصیت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ دادا اس کو ایک تہائی جائیداد کی وصیت کر کے اس کو صاحب جائیداد بنا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں یتیم پوتے کا نان نفقہ ضروریاتِ زندگی کی کفالت دادا پر اسلام نے فرض کر دی ہے۔ اس طرح یتیم پوتے کی ضروریات کو اسلام نے دادا کی موجودگی میں پورا کرنے کا اصول وضع فرمایا لیکن عائلی آرڈیننس میں جب تک دادا زندہ ہے اس وقت تک کے لیے یتیم پوتے کی کون سی چارہ جوئی کی گئی ہے۔ مثلاً ایک پوتا جب چھ مہینے کا ہوتا ہے اس کا باپ مر جاتا ہے۔ اب عائلی قوانین میں اس کی کفالت کس کے ذمہ ڈالی ہوئی ہے؟ جب تک دادا زندہ ہے وہ اپنی جائیداد کا مالک ہے۔ اس کی زندگی میں تو پوتے کو اس کی جائیداد سے کچھ نہیں دیا جاتا۔ جب تک دادا زندہ ہے چاہے وہ چالیس سال تک زندہ رہے چاہے پچاس سال تک زندہ رہے۔ جب تک وہ زندہ ہے دنیا کا کوئی قانون ایسا نہیں ہے کہ اس کی جائیداد تقسیم کر دے اور پوتے کو کچھ دلا دے۔ اب اس عائلی قوانین میں اس چھوٹے بچے کی ضروریات کا کیا انتظام موجود ہے؟ کیا وہ دادا کے مرنے کی دعائیں کرتا رہے۔ تاکہ اس کے مرنے کے بعد اسے کچھ ملے؟

لیکن اسلام نے دادا کی زندگی میں ہی یتیم پوتے کو اس کی جائیداد سے فائدہ اٹھانے اور نان نفقہ وغیرہ ضروریات پوری کرنے کا حکم دے دیا ہے اور دادا کے مرنے کے بعد اگرچہ اُسے وراثت میں کچھ نہیں ملتا۔ مگر دادا کو اسلام نے یہ اختیار دے دیا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں پوتے کے لیے ایک تہائی جائیداد کی وصیت کرے۔ اس طرح پوتے کے لیے جائز تملیک کی صورت نکل آتی ہے۔

ایک خدشہ کا جواب:

اگر یہ خدشہ ظاہر کیا جائے کہ دادا ظالم ہے (جیسے کہ عام طور پر ہوتا ہے) تو وہ پوتے کو کچھ نہیں دے گا اور نہ وصیت کرے گا اور اس طرح پوتا محروم ہو جائے گا تو میں کہوں گا کہ آپ کا یہ قانون بھی ظالم دادا کے ظلم کو نہیں روک سکتا۔ اگر باپ اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کو پہلے ہی اپنی ساری جائیداد منتقل کر دے تو اس طرح عائلی قانون کے ہوتے ہوئے وہ پوتے کو محروم کر سکتا ہے اور یہ قانون بھی دادا کے ظالم ہونے کی صورت میں پوتے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

بہر حال یہ دفعہ اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ مذہب کی روح کے خلاف ہے۔ صرف پاکستان ہی ایک ایسا ملک ہے۔

جہاں یہ ظلم روا رکھا جا رہا ہے یہ بہت بڑا ظلم ہے اور مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ مسلمانوں کے جذبات کو شدید مجروح کرتا ہے۔

نکاح کا رجسٹریشن

اس کے بعد اب میں دوسرے مسئلہ پر بحث کروں گا اور وہ مسئلہ نکاح کے رجسٹریشن کا مسئلہ ہے۔ سب سے پہلی غلطی تو اس میں یہ ہے کہ جو شخص نکاح کو رجسٹرڈ نہیں کرائے گا۔ اس کو تین ماہ کی قید اور ایک ہزار روپے جرمانہ کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ اسلام ایک سادہ مذہب ہے اور وہ کسی کے لیے مشکلات پیدا نہیں کرتا۔ اسلام کے اصول کے مطابق اگر دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہو جائے تو نکاح ہو جاتا ہے۔ نکاح کے سلسلہ میں رجسٹریشن کو لازمی قرار دینا ایک زائد شرط ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ دوسری خرابی اس قانون میں یہ ہے کہ اسلام میں اگر زوجین خود بغیر کسی نکاح خوان کے دو گواہوں کے سامنے باہمی ایجاب وقبول کر لیتے ہیں تو نکاح ہو جاتا ہے لیکن عائلی قوانین میں ایک تیسرے شخص (رجسٹرار یا نکاح خوان) کے وجود کو نکاح کے انعقاد کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یہ بھی زائد شرط ہے جس کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں سرے سے رجسٹریشن کے خلاف ہوں۔ نکاح کا لکھ لینا کوئی بری بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیع وشراع خرید وفروخت کے سلسلہ میں تحریر کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

ولا تسئموا ان تکتبوہ کہ تم بیع کی کتابت سے نہ گھبراؤ۔

اور اس کا فائدہ بھی خود ارشاد فرمایا:

ذالک ادنیٰ ان لا ترتابوا یعنی اس طرح تم شک وشبہ اور بھول چوک سے بچے رہو گے۔

اس لیے نکاح کا بھی لکھ لینا کوئی جرم نہیں ہے۔ یادداشت کے طور پر لکھنا ٹھیک ہی رہتا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ اگر رجسٹریشن نہیں کرایا گیا تو کیا اس کو سزا ملنی چاہیے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اسلام کے رو سے زوجین کے درمیان یہ نکاح جائز نکاح ہے (اور جائز امر پر سزا دینا کوئی معنی نہیں رکھتا) رجسٹرڈ نہ کرانے والے کے لیے یہ سزا کافی ہے کہ بوقت اختلاف اس کو ثبوتِ نکاح میں دشواری ہوگی اور وہ نکاح ثابت کرنے کے لیے گواہوں کو حاضر کرنے کی کلفت اٹھائے گا۔

رجسٹریشن کی اہم خرابی:

رجسٹریشن نہ ہونے سے عدالتی طور پر جو اس نکاح کا (جو رجسٹرڈ نہ ہو) کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور عدالت غیر رجسٹرڈ

نکاح کو تسلیم نہیں کرے گی۔

اب ایک شخص نکاح کا رجسٹریشن نہیں کراتا۔ اس کو سزا بھی ہو جاتی ہے یا نہیں ہوتی۔ عدالت میں اس کا نکاح ثابت نہیں سمجھا جائے گا۔ حالانکہ گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہو جانے کی وجہ سے شرعاً نکاح صحیح موجود ہے۔

بہرحال عدالت تحریری ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اس نکاح کو درست تصور نہیں کرے گی۔ اب فرض کرو اس منکوحہ عورت کا اغوا ہو گیا اور اغوا کنندہ یا کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح ہو گیا تو اس کا پہلا اصلی شرعی خاوند عدالت میں دعویٰ دائر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کے پاس اپنے نکاح کا کوئی تحریری ثبوت موجود نہیں اور عدالت اصل شرعی نکاح کو تسلیم ہی نہیں کرتی۔ تو وہ مرد اپنی منکوحہ عورت کی واپسی کے مطالبہ کا دعویٰ عدالت میں دائر نہیں کر سکتا۔ نیز یہ عورت اپنے جائز خاوند کی وراثت میں حصہ دار ہونے کا دعویٰ عدالت میں دائر نہیں کر سکتی اور نہ خاوند اپنی اس عورت کے مرنے کے بعد اس کی وراثت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ علیٰ ہذاہ القیاس یہی حشر ان دونوں کی اولاد کا ہوگا اور عدالت سے والدین کے مال متروکہ میں ان کو حق وراثت نہیں دلایا جا سکتا اور نہ وہ عورت اس نکاح کی بنیاد پر حق مہر یا نان نفقہ کا مطالبہ عدالت میں کر سکتی ہے۔

ایک خدشہ کا جواب:

اس لیے کہ عدالت اس نکاح کو تسلیم ہی نہیں کرتی۔ یہ خرابیاں ایسی ہیں جو صریحاً مداخلت فی الدین ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ناجائز نکاحوں کی روک تھام ہو جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ رجسٹریشن سے ناجائز اور جھوٹے نکاحوں کی روک تھام ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ناجائز نکاح اس وقت تک جاری رہیں گے۔ جب تک کہ معاشرہ کی اصلاح نہیں کی جاتی اور نہ ہی ان خرابیوں کا انسداد اس وقت تک ہو سکتا ہے جب تک بدمعاش اور غنڈے موجود ہیں۔ عائلی قوانین کے باوجود ایسا ہی ہوتا رہے گا۔

رجسٹریشن کے باوجود یہ قباحتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ مثلاً کوئی شخص رجسٹرار کو کچھ رشوت دے کر اس سے نکاح کا سرٹیفکیٹ لے سکتا ہے اور کسی بے خبر عورت کے ساتھ اپنا نکاح جھوٹ موٹ عدالت میں رجسٹریشن کی بنا پر ثابت کر سکتا ہے۔ قصہ کوتاہ جب تک معاشرہ کی اصلاح نہیں ہوتی ان بدمعاشیوں اور ناجائز نکاحوں کا علاج نہیں ہو سکتا

تعداد ازواج

تعداد ازواج کا مسئلہ بلاوجہ کھڑا کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ تعداد ازواج کوئی نفرت کی چیز نہیں ہے۔ نہ عیب کی بات ہے اور نہ ہی بری رسم ہے۔ البتہ اس کو اس طرح روکنا مداخلت فی الدین ضرور ہے۔ صرف ایک ہی بیوی تک رکھنے کی

پابندی لگانا یورپ والوں کی نقالی ہے۔ اس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

قرآن کریم کی مخالفت:

اسلام نے ہمیشہ تعدادازواج کی اجازت دی ہے۔ قرآن کریم میں آپ ذرا سورۃ نساء پڑھیں۔

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلث و رباع (سورۃ نساء)

''تم نکاح کرو اپنی پسند کی عورتوں سے دو دو سے اور تین تین سے اور چار چار سے۔

اس جگہ ایک عورت سے نکاح کرنے کا بالکل ذکر نہیں ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے عام حالات میں اپنے کلام پاک میں تعدادازواج کا ہی مشورہ دیا ہے۔ ایک عورت سے نکاح کا ذکر بعد میں ایک شرط کے ساتھ کیا گیا ہے۔

وان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة او ماملکت ایمانکم

اور اگر تمہیں خطرہ ہے کہ (متعدد بیویوں) میں انصاف نہیں کرسکو گے تو (اس ضرورت کے تحت) ایک عورت سے نکاح کرو یا باندی سے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر خطرہ ہے کہ تم انصاف نہیں کرسکو گے اور اپنی طبیعت پر تمہیں کنٹرول نہیں ہے تو اس حالت میں یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ صرف ایک عورت سے یا باندی سے نکاح کرو۔ گویا صرف غیر معمولی حالات میں ایک عورت سے نکاح کا ذکر ہے۔ یعنی اگر تمہاری طبیعت میں ظلم ہے۔ تو پھر ایک بیوی پر کفایت کرو یا باندی سے نکاح پر اکتفا کرو۔ تو یہ کفایت نکاح ہے بامر مجبوری اگر طبیعت ظالمانہ ہے تو ایک ہی نکاح مناسب ہے۔ یہاں پر ملکت ایمانکم کو واحدة پر عطف کیا گیا ہے۔ معطوف اور معطوف الیہ کا ایک ہی حکم ہوتا ہے تو جو حکم ما ملکت ایمانکم کا ہوگا وہی ایک عورت کے نکاح کا ہوگا۔

ومن لم یستطع منکم طولاً ان ینکح المحصنت المومنت فمما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنت

اور جو شخص طاقت نہ رکھے تم میں سے آزاد شریف مومن عورتوں سے نکاح کرنے کی تو مومن باندیوں سے نکاح کرے۔

جب ثابت ہوا کہ باندی سے نکاح مجبوراً ہوتا ہے تو ایک عورت سے نکاح بھی مجبوراً ہوگا۔ اگر ایک عورت سے نکاح اولیٰ اور بہتر ہوتا تو ابتداء سے مثنٰی وثلث ورباع سے قبل واحدة کا ذکر ہوتا۔ (ترتیب اسی کی مقتضی ہے) لیکن قرآن کریم نے واحدت کو چھوڑ کر متعدد نکاحوں کا عام مشورہ دے دیا ہے اور ایک کے ساتھ نکاح کو ایک شرط کے ساتھ مشروط کردیا۔

حدیث کی مخالفت

میں آپ کے سامنے صحیح بخاری کی ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ حضور نے ایک شخص کو نکاح کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

تزوج فان خیر ھذہ الامة اکثرھا نساءً (صحیح بخاری ص ۷۵۸ جلد دوم)

''تم نکاح کرلو۔ اس لیے کہ اس امت میں بہتر شخص وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔''

عقلی وجہ

میں پھر کہتا ہوں کہ ایک نکاح کا تصور یورپ کا تصور ہے۔ اسلام کا نہیں۔ اسلام میں عورت کا نان نفقہ کا حق شوہر پر ہوتا ہے یعنی عورت کی کفالت کی ذمہ داری مرد پر ہوتی ہے۔ جتنا وہ زیادہ بوجھ اٹھائے گا عورت پر احسان کرے گا۔

ایک اہم قانونی بات

اس سلسلہ میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ اسلام نے کسی عورت کو مجبور نہیں کیا۔ اپنی مرضی کے خلاف نکاح کرنے کے لیے۔ اسلام کی رو سے عورت آزاد ہے۔ اپنے نکاح میں جس سے چاہے نکاح کرے جس سے چاہے نہ کرے۔ عاقلہ بالغہ عورت خود مختار ہوتی ہے۔ عورت اپنی مرضی سے کسی سے اجازت لیے بغیر بھی اپنا نکاح کرسکتی ہے۔ اگر وہ نکاح نہ کرے تو کوئی اسے نکاح کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔

اب کوئی عورت اگر دوسری بیوی بننا نہیں چاہتی تو وہ ایسے شخص سے نکاح نہ کرے جس کے گھر میں پہلی بیوی موجود ہے۔ اسے کون مجبور کرسکتا ہے لیکن جب وہ دیکھتی ہے کہ اس کے گھر میں ایک اور بیوی موجود ہے اور وہ اپنی مصلحت کے تحت اپنے اختیار سے اس کی دوسری بیوی بنتی ہے تو وہ کس سے شکایت کرتی ہے۔

ایک خدشہ کا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ یہ تو اس لیے اس کے گھر جاتی ہے کہ اس مرد نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہوگا کہ میں پہلی بیوی کو چھوڑ دوں گا اور اس کی طرف دھیان نہیں دوں گا۔ وغیرہ وغیرہ تو وہ اس لالچ میں آکر اس سے نکاح کرتی ہے لیکن پہلی بیوی تو مجبور ہے وہ دوسری شادی ہو جانے کے بعد کہاں جائے وہ تو بالکل بے اختیار ہے (اس کی زندگی خراب ہو جائے گی)۔

ان سب باتوں کے جواب میں اپنی ان محترم بہنوں سے جوشادی شدہ ہیں اور دوسری بیوی کے آنے سے ڈرتی ہیں یہ عرض کروں گا کہ بجائے اس کے کہ وہ عائلی قوانین کی برقراری پر اصرار کریں۔ ان کو چاہیے کہ سب ایک جگہ جمع ہو جائیں اور فیصلہ کرلیں اور وہ اپنی غیر شادی شدہ بہنوں سے اپیل کریں کہ وہ کسی شادی شدہ مرد کی بیوی نہ بنیں اور ان سے درخواست کریں کہ اے ہماری غیر شادی شدہ بہنو! خدا کے لیے جن مردوں سے ہم نے نکاح کیا ہے تم ان سے نکاح نہ کرو اور ہمارے گھروں میں نہ آؤ اور پھر وہ غیر شادی شدہ بہنیں ان کی اپیل منظور کرلیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ یہ سب سے زیادہ آسان علاج ہے دوسری شادی روکنے کا۔

اور اگر آپ کی اپنی غیر شادی شدہ بہنیں آپ کا مشورہ اور اپیل نہیں مانتیں اور آپ کی اپیل کے باوجود تمہارے مردوں سے نکاح کرتی ہیں تو پھر اس میں مردوں کا کیا قصور ہے۔ ان سے خواہ مخواہ کیوں گلہ کرتی ہیں۔ خود اپنی بہنوں سے گلہ کریں کہ وہ تمہاری اپیل کیوں منظور نہیں کرتیں۔

ایک اور نکتہ:

جناب والا! مرد پر ایک بیوی کی پابندی لگا کر یہ لوگ ملک میں زنا کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ نکاح پر پابندیاں لگا کر اس ملک کو زنا کا اڈہ بنایا جارہا ہے۔ یہ نہیں چاہتے کہ اس ملک میں حیا اور شرم کا معاشرہ بنے۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر:

مولانا صاحب معاف کیجیے گا۔ آپ نے شدید نوعیت کا الزام لگایا ہے یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ آپ یہ بھی فرما سکتے ہیں کہ اس سے زنا کو فروغ ہوگا۔ کسی کی نیت پر حملہ نہیں کرنا چاہیے۔

مفتی محمود صاحب:

جناب والا! میں نے کسی کا نام نہیں لیا۔ میں ایک عام بات کہہ رہا ہوں اور میں ثابت کروں گا کہ ان کی نیت اس طرح کی ہے۔

خالق دینا ہال کراچی میں اپوا کی میٹنگ ہوئی تھی۔ اس میں یہ اعتراض کیا تھا کہ جب مردوں کو چار بیویاں کرنے کی اجازت ہے تو عورتوں کو بھی چار سے شادی کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

بیگم جی اے خاں:

جناب اپوا کی کوئی میٹنگ خالق دینا ہال میں نہیں ہوئی تھی۔ یہ آپ دل سے نکال دیں۔

مفتی محمود صاحب:

اپوا کی میٹنگ نہ سہی لیکن ان عورتوں کی میٹنگ خالق دینا ہال میں ضرور ہوئی تھی۔ اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی اور ان عورتوں کے فوٹو بھی دیے ہوئے تھے۔ یہ میٹنگ ان عورتوں نے اس تنسیخ کے بل کے خلاف کی تھی۔

اس میٹنگ میں ان عورتوں نے مغربی پاکستان صوبائی اسمبلی میں پیش شدہ قرارداد زنا کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے' کی مخالفت کی تھی۔

زنا کو قابل تعزیر جرم قرار دینے کی مخالفت کرنے سے ان کا کیا مقصد تھا۔ وہ چاہتی تھیں کہ نکاح پر پابندی ہو اور زنا عام ہو۔

جناب والا! میں یہ کہتا ہوں کہ یہ خوش حال گھرانے کے لوگ ہی تعدد ازواج کے خلاف ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی مخالفت کرکے وہ زنا کو فروغ دیں اور وہ اپنی خواہشات کو دوسرے ناجائز طریقوں سے پورا کریں۔ زنا کے لیے شریعت نے جو سزا مقرر کی ہے اگر وہ یہاں نافذ ہو جائے اور زنا کے تصور کو اس ملک سے ختم کر دیا جائے تو یہی لوگ مظاہرے کریں گے اور مطالبہ کریں گے کہ ایک بیوی سے ہمارا گزارہ نہیں ہوتا۔ خدا کے لیے تعدد ازواج کی اجازت دیں۔

رانا عبدالحمید: جناب مفتی صاحب نے ان لوگوں کو کفار گھرانے کے لوگ کہہ کر نامناسب لفظ کیوں استعمال کیا۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر: مولانا صاحب نے خوشحال گھرانے فرمایا ہے۔ کفار گھرانے نہیں فرمایا۔

مفتی صاحب: شاید رانا صاحب کی سماعت میں کچھ فرق ہے۔

تو جناب میں کہہ رہا تھا کہ یہ خوشحال لوگ یہ کہیں گے کہ ایک بیوی سے ہمارا گزارا نہیں ہوتا۔ چار تک بیویوں کی اجازت ضرور ہونی چاہیے۔ غریب آدمی تو ایک کے علاوہ دوسری شادی کر ہی نہیں سکتا۔

عورتوں پر ہونے والے مظالم کا حل:

جناب والا! اس ملک میں ایک ہزار گھروں میں سے ۹۹۹ گھر وہ ہیں جہاں صرف ایک بیوی ہے۔ ہزار میں صرف ایک گھر ہی ایسا ہوگا جہاں دو بیویاں ہوسکتی ہیں۔ تو ہزار میں سے صرف ایک گھر سے ظلم کے ازالہ کے پیش نظر یہ قانون بنایا گیا ہے لیکن ۹۹۹ گھروں میں کہاں ایک ایک بیوی ہے اور ان پر بھی ظلم یقیناً ہو رہے ہیں۔ ان کے ظلم کے ازالہ کے لیے کیا کیا گیا ہے۔ جہاں اکثر خانہ جنگیاں ہوتی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ تمام عورتوں کے حقوق محفوظ کرنے کے لیے تحصیل وار قاضی عدالتیں قائم کی جائیں۔ جہاں عورتوں کی تکالیف کا فوری ازالہ ہو سکے اور ان کے

ساتھ انصاف ہو۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر: قاضی کی عدالتیں یا اس قسم کی دوسری عدالتوں کے قیام کے لیے تو عورتیں مکمل طور پر متحد ہیں۔

مفتی محمود صاحب: جناب میں تو یہ کہتا ہوں کہ عورتوں کو جائز حقوق ضرور دیے جائیں۔ عدالتیں قائم کی جائیں تاکہ اگر ان کے ساتھ ناانصافی ہو تو وہ عدالت سے رجوع کریں اور ان کے ساتھ انصاف ہو۔ اگر کسی ملک کی حکومت عدالتوں کے ذریعہ ظالم سے مظلوم کو حق نہیں دلا سکتی اور وہاں کے لوگوں کو یا کسی طبقہ کو جائز حقوق نہیں دلائے جاتے اور نہ ان کے ساتھ انصاف ہوتا ہے تو ایسی حکومت سے کیا فائدہ۔ میں تو کہوں گا کہ ایسی حکومت کو مستعفی ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ حکومت کے قیام کا مقصد یہی تو ہوتا ہے کہ ظالم کو ظلم سے روک کر مظلوم کو حق دلا سکے۔

آج کل جو عدالتوں میں کیس چل رہے ہیں۔ وہ اکثر ایک بیوی کے کیس ہیں نہ کہ متعدد بیویوں کے۔ اس لیے آپ کورٹ کے ذریعہ سب عورتوں کو حقوق دلائیں اور ان کی تکالیف کا ازالہ کریں۔ نہ یہ کہ آپ نکاح پر پابندی لگائیں۔ دیکھئے اگر آپ تعدد ازواج کے لیے سزا مقرر کریں گے تو یہ قرآن وسنت کے خلاف ہوگا۔

اسلام کی تاریخ میں آج تک کبھی نہیں سنا گیا کہ فلاں شخص مجرم کی حیثیت سے عدالت میں اس لیے پیش ہوا ہے کہ اس نے دوسرا نکاح کیوں کیا۔ چودہ سو سال کا عرصہ گزر گیا لیکن آج تک ایسے مجرم کی کوئی مثال نہیں ملتی تو اب کیا آپ کے پاس کوئی نئی وحی آ گئی ہے۔ جو تعدد ازواج کو جرم قرار دے رہے ہیں۔

کیا ایران، افغانستان یا عرب ممالک اسلامی ممالک نہیں ہیں۔ کیا وہاں تعدادِ ازواج جرم ہے۔ جب وہاں جرم نہیں ہے اور وہاں کے لوگ بھی مسلمان ہیں تو ان کے لیے اسلام کا قانون اور ہے اور پاکستان کے مسلمانوں کے لیے اور؟

بیگم جی اے خاں: جناب! میں مولانا صاحب کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتی ہوں کہ ایران، انڈونیشیا، ملایا وغیرہ میں عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے عدالتوں کے قیام پر غور ہو رہا ہے۔

مفتی محمود صاحب: اگر وہاں عدالتیں بن رہی ہیں تو ہم بھی اسلام کی حدود میں رہ کر ایسی عدالتیں بنائیں گے لیکن یہ قانون جس کے تحت تعدد ازواج پر ایک سال کی سزا مقرر کی گئی ہے یا پانچ ہزار روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں مقرر ہوئی ہیں اس کے کیا معنی ہیں۔ صحابہ کرامؓ تابعین عظام، علماء و اولیاء کرام، سلف صالحین میں شاید ہی کوئی ایسا ہو کہ جس کی متعدد بیویاں نہ ہوں۔ تو کیا یہ سب مجرم ہیں؟

بہر حال یہ دفعہ سراسر غیر اسلامی ہے۔

عدّت

جناب والا! عدت کے لیے جو یہاں احکام وضع کیے گئے ہیں وہ بھی قرآن وسنت کے بالکل خلاف ہیں۔ اس میں عدت مطلقہ کی میعاد ۹۰ دن مقرر کی گئی ہے۔

قرآن کریم کی پہلی مخالفت

قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے کہ

والمطلقت يتربصن بانفسهن ثلثة قروء

''مطلقہ عورتیں تین ایام ماہواری گزرنے تک انتظار کریں۔''

(اس کے بعد وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہیں)

کیا کسی نے ثلثۃ قروء کے معنی ۹۰ دن بھی کیے ہیں۔ اگر کسی لغت کی کتاب میں یہ دکھایا جائے کہ ثلاثۃ قروء کے معنی ۹۰ دن کے ہوتے ہیں۔ تو ہم اعتراض چھوڑ دیں گے۔ دیکھئے تین ایام ماہواری دو مہینے میں بھی پورے ہو سکتے ہیں۔ ڈھائی میں بھی پورے ہو سکتے ہیں ۷۰ دن میں ۷۵ دن میں ۸۰ دن میں اور سو دن میں بھی پورے ہوتے ہیں۔ عورتوں کے مختلف ایام ہوتے ہیں عورتوں کی طبیعتوں، علاقوں کی آب وہوا کے اختلاف کے مطابق ایام بھی مختلف ہوتے ہیں۔

اب نوے دن سب کے لیے مقرر کرنا اسلام (کتاب وسنت) اور عقل کے صریحاً خلاف ہے۔

قرآن کریم کی دوسری مخالفت

دوسری بات یہ ہے کہ اس قانون کے تحت جو عدت مطلقہ عورت کے لیے مقرر ہوئی ہے وہ عام ہے۔ ہر مطلقہ کے لیے عدت ۹۰ مقرر ہوئی ہے۔ یہ بھی قرآن کے صریح فرمان کے خلاف ہے۔ قرآن نے مطلقہ غیر مدخولہ کے لیے کوئی عدت مقرر نہیں کی۔ وہ تو طلاق ملتے ہی فوراً دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ مثلاً ایک عورت کو اس کے خاوند نے چھوا نہیں ہے بلکہ مرد کے ساتھ اس کا صرف نکاح ہوا ہے۔ ہم بستری وغیرہ نہیں ہوئی تو اس کے لیے اسلام میں کوئی عدت نہیں۔ بلکہ قرآن کریم نے اس کے لیے عدت کی نفی کی ہے۔

اذا نكحتم المومنت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لكم عليهن من

عدۃ تعتدونھا (پارہ ۲۲)

جب تم نے مومن عورتوں سے نکاح کیا اور پھر ان کو چھوئے بغیر انہیں طلاق دے دی تو تمہارا ان پر عدت شمار کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

یعنی وہ طلاق ملتے ہی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے لیکن اس عائلی قانون میں ایسی مطلقہ وغیر مدخول بہا عورت کے لیے بھی عدت ۹۰ دن کی مقرر ہے یہ قرآن کریم کی صریح مخالفت ہے۔

قرآن کریم کی تیسری مخالفت

یہاں پر ایک اور خرابی جو قرآن کریم کی صریح مخالفت ہے وہ یہ ہے کہ اس قانون میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی عورت حاملہ ہو یعنی اس کو حمل ہو اور اس کو طلاق مل جائے تو اس آرڈیننس کی رو سے اگر وضع حمل ۹۰ دن سے قبل ہو جائے (تو وضع حمل سے اس کی عدت ختم نہیں ہوگی) وضع حمل کے باوجود اسے ۹۰ دن پورے کرنے ہوں گے لیکن قرآن تو یہ فرماتا ہے کہ

و اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (سورۃ طلاق پارہ ۲۸)

اور حمل والی عورت کی عدت یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے اگر آج طلاق دے دی جائے حاملہ عورت کو اور دوسرے دن اس کا بچہ ہو جائے تو وہ دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔ اس طرح صحیح بخاری کی احادیث بھی اس سلسلہ میں واضح موجود ہیں (بغرض اختصار حوالہ جات چھوڑتا ہوں)

قرآن کریم کی چوتھی مخالفت

عدت کے لیے قرآن کریم کا اصول یہ ہے کہ عدت شروع ہوتی ہے طلاق کے وقت سے۔

وطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ

اور عورتوں کو عدت کے وقت طلاق دو اور عدت کو شمار کرو۔

طلاق جب دی گئی تو عدت فوراً شروع ہو جاتی ہے لیکن اس آرڈیننس کے اندر یہ ہے کہ طلاق کے بعد چیئرمین کو اطلاع کرنی ہوگی اور چیئرمین کے نوٹس کے بعد سے نوے دن شمار ہوں گے۔ اگر ۲۰ دن کے بعد چیئرمین کو اطلاع ملی تو عدت بھی ۲۰ دن کے بعد شروع ہوگی۔ یہ بھی قرآن کریم کے خلاف ہے۔

طلاق

اب میں کہوں گا طلاق کے بارہ میں کہ اس آرڈیننس میں یہ طے ہوا ہے کہ اگر تین طلاق دی جائیں تو تین طلاق دینے کے باوجود وہ شخص عدت میں اس مطلقہ کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ اگر ایک دفعہ تین طلاق دے دی اور پھر چیئرمین نے صلح کرا دی اور رجوع کر لیا تو باوجود متعدد طلاق کے وہ بغیر نکاح ثانی اور حلالہ کے پھر اس کی بیوی بن جاتی ہے۔ جتنی بھی طلاقیں ہوں۔ خواہ دس ہوں ۲۰ ہوں ۵۰ ہوں یا سو ہوں۔ مرد جتنی چاہے طلاقیں دے دے چیئرمین صلح کرا سکتا ہے۔ یہ بھی قرآن کریم کے خلاف ہے۔

قرآن کریم کی مخالفت

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

فان طلقھا فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ (سورۃ بقرہ پارہ ۲)

پھر اس کو تیسری طلاق دے دی تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں جب تک کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔

حدیث کی مخالفت

صحیح بخاری میں احادیث موجود ہیں کہ تین طلاقیں بیک وقت بھی واقع ہو جاتی ہیں۔

باب من اجاز طلاق الثلث جلد دوم بخاری۔ اس باب میں امام بخاری نے مختلف احادیث سے بیک وقت تین طلاق کے وقوع کو ثابت کیا ہے۔ امام بخاری نے یہ باب رکھا ہے خاص اسی طلاق ثلث کے وقوع کے لیے اور اسی پر آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ تین طلاقوں کے بعد بغیر حلالہ کے اس شخص سے دوبارہ نکاح کی اجازت نہیں ہے۔ (آپ کے قانون کے ہوتے ہوئے بھی کسی شخص کا مذہبی عقیدہ تو تبدیل نہیں ہو سکتا)

اب ایک عورت حنفی مذہب کی ہے اور پاکستان میں عام مسلمانوں کا یہی مذہب ہے۔ وہ کیا کرے گی۔ میں عرض کروں گا کہ جس حنفی عورت کو تین طلاقیں مل جاتی ہیں اس کے بعد اس مطلقہ عورت کے ساتھ مراجعت اور صلح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میرے پاس پرسوں ایک عورت کا خط آیا تھا جس میں اس نے لکھا ہے کہ اس عائلی قوانین کی وجہ سے مجھ پر بڑا ظلم ہوا ہے۔ وہ یہ کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاق دے دیں۔ بعدہ مرد نے دعویٰ دائر کر دیا اور عدت کے

اندر رجوع کرلیا۔ عدالت نے فیملی لاء کے تحت مجھے اس کی منکوحہ قرار دیا۔ وہ لکھتی ہے کہ اب میں اپنے مذہب کی بناء پر چونکہ مجھے تین طلاقیں مل چکی ہیں نہ تو اس کی زوجہ بن کر رہ سکتی ہوں اور نہ دوسری جگہ شادی کرسکتی ہوں۔ اب دیکھیے یہ عورت نہ تو سابق خاوند کے پاس دوبارہ جاسکتی ہے اور نہ کسی اور مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔ یہ صرف ایک مثال نہیں ہوگی بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس قانون کے ذریعہ عام مسلم خواتین کی زندگی نمونہ جہنم ہوگئی ہے عقیدہ بدل نہیں سکتا کہ وہ سابق خاوند کے پاس چلی جائے اور دوسری جگہ نکاح کرنے سے یہ قانون مانع ہے۔ اب وہ عمر بھر لٹکی رہے گی۔ کیا یہ عورتوں کے فائدہ کے لیے قانون بنایا گیا ہے؟ علاوہ ازیں چیئرمین جو ثالثی کونسل کا صدر ہوگا وہ غیر مسلم بھی ہوسکتا ہے۔ غنڈہ بدمعاش بھی ہوسکتا ہے۔ ان کے سامنے گھر کے راز کس طرح رکھے جاسکتے ہیں اور چیئرمین کو خواہ مخواہ درمیان میں لایا گیا ہے۔

آیت سے غلط استدلال

قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق صلح کا طریقہ یہ بتایا گیا ہے۔

فابعثوا حکما من اھلہ وحکماً من اھلھا ان یریدا اصلاحاً یوفق اللہ بینھما۔

یعنی اگر زوجین میں نزاع ہوجائے تو طلاق سے قبل ایک حکم ادھر سے اور ایک ادھر سے لے لو۔

اگر وہ اصلاح کا ارادہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان میں موافقت پیدا کردیں گے۔

طلاق سے قبل اگر صلح ہوجائے تو یہ اچھا ہے لیکن طلاق کے بعد صلح اور صفائی کا کوئی ذکر نہیں۔ یہاں اس آیت سے لوگ غلط استدلال کرتے ہیں اور اس سے ثالثی کونسل کا جواز نکالتے ہیں۔ جو طلاق ثلث کے بعد صلح کے لیے تجویز ہوئی ہے۔ چیئرمین جو ثالثی کونسل کا ہوگا وہ ہمارے ملک میں ہندو بھی ہوسکتا ہے۔ عیسائی بھی ہوسکتا ہے اس لیے کہ چیئرمین کے لیے مسلمان ہونے کی کوئی شرط نہیں۔ گویا طلاقوں کے مقدمات ایک کافر کے سامنے بھی رکھے جاسکتے ہیں۔ غنڈے کے سامنے بھی رکھ سکتے ہیں۔ اگر وہ چیئرمین ہوں اس لیے چیئرمین کو باہر سے مسلط کرنا اس کے کوئی معنی نہیں ہیں اور اس آیت سے غلط استدلال کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد میں بچوں کے متعلق عرض کروں گا۔ بچوں کا نکاح......

مسٹر ڈپٹی سپیکر: اس کا جواب صرف یہ ہوسکتا ہے کہ غنڈوں کو ووٹ دے کر چیئرمین نہ بنایا جائے۔

مفتی صاحب: ہاں! قانون اس قسم کا بنایئے کہ غنڈے چیئرمین نہ بن سکیں۔

نابالغوں کا نکاح

جناب والا! میں اب نابالغوں کے نکاح کا ذکر کروں گا۔

سوال یہ ہے کہ نابالغ لڑکی' لڑکے کا نکاح ولی اپنی اجازت سے کرسکتا ہے۔ نابالغ لڑکیوں کا نکاح اس کے والدین اپنی اجازت سے کرسکتے ہیں۔ کسی بھی نابالغ لڑکی کا باپ اس کا نکاح کسی سے کرسکتا ہے۔ شریعت میں یہ حق اس کو حاصل ہے اور اس آرڈیننس میں اس سے یہ حق چھین لیا گیا ہے۔

ڈپٹی سپیکر: (دخل دیتے ہوئے) مولانا آپ کا یہ فرمانا غلط فہمی پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ اس قانون کے اندر صریحاً ایسی بات موجود ہے کہ اگر B.D (بنیادی جمہوریت) کا چیئرمین ایک غیر مسلم منتخب ہوجائے۔ تو پھر کسی مسلمان کو (مصالحتی کونسل کا چیئرمین) منتخب کیا جائے۔

مفتی صاحب: جناب والا اگر آپ یقین دلاتے ہیں تو ٹھیک ہے لیکن غنڈے تو چیئرمین ہوسکتے ہیں۔

مفتی صاحب: (تقریر جاری رکھتے ہوئے) نابالغ لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے جو عمر بلوغ کی مقرر کی گئی ہے۔ یہ بھی اجماع امت کے خلاف ہے۔

عمر کے متعلق وضاحت

۱۶ سال کی قید لگانا بچیوں کے بلوغ کے لیے اور اٹھارہ سال کی قید لگانا بچوں کے بلوغ کے لیے یہ بالکل شریعت کے خلاف ہے۔

اسلام نے لڑکیوں کے بلوغ کے لیے نو سال اور لڑکوں کے بلوغ کے لیے بارہ سال مقرر کی ہے۔ یعنی اس مدت میں ان کے بالغ ہونے کا امکان ہے۔ اب آپ بتلائیں کہ عام طور پر ہمارے ملک میں لڑکیاں بارہ سال میں بالغ ہو جاتی ہیں اور جو گرم ممالک ہیں وہاں تو اور بھی جلدی بالغ ہو جاتی ہیں۔ ایسٹ پاکستان میں عموماً لڑکیاں بارہ سال سے پہلے ہی بالغ ہو جاتی ہیں۔ حالات کے ماتحت جب کوئی لڑکی بالغ ہو جاتی ہے اور اس کے والدین یہ محسوس کریں کہ اگر اس کی جلد شادی نہ کی گئی تو اس کا کریکٹر اچھا نہیں رہے گا۔ ایسی صورت میں اس کے والدین کے لیے ضروری ہے کہ اس کا نکاح کردیں لیکن اس کا نکاح کرنے کے لیے موجودہ عائلی قانون کی رو سے اسے چار سال تک اور بٹھا کر رکھنا ہوگا۔ اس کے بالغ ہو جانے کے باوجود وہ اس کا نکاح نہیں کرسکتا۔ اس کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ اس لڑکی کے والدین اگر اس کو بٹھائے رکھیں تو اسے اچھی زندگی گزارنے پر کیسے مجبور کرسکیں گے۔ وہ لڑکی اگر اس کا کردار مضبوط نہ ہو تو مجبوراً

وہ اپنی زندگی زنا کاری میں گزارے گی۔ بالغ ہونے کے بعد لڑکیوں کو سولہ سال کی عمر تک بٹھا رکھنا ان کے اوپر سراسر ظلم ہے۔ جب بلوغ کے لیے اسلام میں ۹ سال کی حد مقرر ہو چکی ہے۔ لڑکیوں کے لیے اور بارہ سال لڑکوں کے لیے تو اسے سولہ سال اور اٹھارہ سال کرنا درست نہیں ہے۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ لڑکی اگر نابالغ بھی ہو تو بھی اجماع امت کے ساتھ اس کے باپ کو اختیار ہے کہ اس کا نکاح اپنی مرضی سے جہاں چاہے کرے۔

دیکھئے ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ مریض ہے وہ خیال کرتا ہے کہ وہ مرض الموت کا شکار ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اپنی بچی کا نکاح اپنی زندگی میں کردے۔ تاکہ اس کی موت کے بعد وہ بچی ماری ماری نہ پھرے اور وہ مطمئن ہو کر مرے۔ وہ چونکہ حقیقت میں مرنے سے پہلے اپنی اولاد کے بارہ میں مطمئن ہونا چاہتا ہے اس لیے شریعت نے اس کو یہ حق دیا ہے۔ ایسی صورت میں اس شخص کے حق کو سلب کرنا اس پر اور اس کی بچی پر ظلم کرنا ہے۔ ایک باپ کو اپنی لڑکی کے نکاح کا حق حاصل ہے۔ اس مسئلہ میں کسی مذہب کا اختلاف نہیں ہے۔ اس کے اوپر کوئی اختلافی قول کسی کا موجود نہیں ہے۔ چودہ سو برس سے اسلام میں یہی قانون جاری ہے۔ اس میں کبھی اختلاف نہیں ہوا۔

ایک بہت بڑی خرابی

ایک بار ہم پھر کہیں گے کہ بالفرض اگر ایک باپ اپنی اولاد کے نکاح کا حق استعمال کر کے اپنی بچی کا کہیں نکاح کردے۔ شریعت کے مطابق اس کے بلوغ سے پہلے۔ اب جب وہ بچی بالغ ہو گئی اور عائلی قانون کے تحت اس نے اپنی مرضی سے کسی دوسری جگہ نکاح کر لیا تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ باطل نکاح سے پہلے جو نکاح شریعت کی رو سے اس کا ہو چکا ہے اس کا کیا کیا جائے گا۔ شریعت کے مطابق تو اس کا نکاح پہلے ہی ہو چکا ہے مگر عائلی قوانین کے مطابق نہیں ہوا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عدالت میں اس کے متعلق کوئی چارہ جوئی نہیں کی جا سکتی۔ یہ بھی مذہب میں مداخلت ہے شریعت میں دخل اندازی ہے۔

ساردا بل

علاوہ ازیں میں یہاں یہ بھی کہہ دوں کہ ساردا بل کے نام سے برطانوی دورِ حکومت میں متحدہ ہندوستان کی پارلیمنٹ میں ایک بل پیش ہوا تھا۔ اس وقت پورے متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اس بل کی مخالفت کی تھی۔ اس بل کی مخالفت کی وجہ سے مسلمانوں کو اس بل سے مستثنیٰ کر دیا گیا تھا۔ اس طرح مسلمانوں نے اپنی رائے کا اظہار کر کے اس بل کو مسلمانوں پر نافذ ہونے سے روکا۔ جب برطانوی دورِ حکومت میں کوئی قانون اسلام کے خلاف نافذ نہ ہو سکا

تو آج مسلمان دورِ حکومت میں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

برطانوی دورِ حکومت میں کبھی یہ سوال نہیں اٹھا کہ مسلمانوں کے مذہبی خاندانی مسائل کے خلاف کوئی قانون رائج کیا جائے لیکن آج مسلمان دورِ حکومت میں ہمارے مذہب کو مجروح کیا جا رہا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کسی بھی فرد یا حکومت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ہمارے مذہب کے اندر کوئی مداخلت کرے۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ خدا کے لیے ہمارے مذہب میں کسی قسم کی مداخلت نہ کی جائے۔

تنسیخ نکاح ایکٹ میں ترمیم

اب ہم کچھ تنسیخ نکاح کے بارہ میں کہیں گے۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص جو فیملی لاز کے خلاف دوسرا نکاح کرتا ہے اور اس کی پہلی بیوی موجود ہے جب پہلی بیوی کو یہ معلوم ہوا کہ اس کے خاوند نے اس کی مرضی کے خلاف دوسرا نکاح کر لیا ہے تو اس قانون کی رو سے پہلی بیوی کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کے خلاف عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ صرف اس بنا پر دائر کردے کہ اس نے میری مرضی کے خلاف دوسرا نکاح کر لیا ہے۔ اگرچہ وہ یہ بھی تسلیم کرے کہ اس کے حقوق پورے ادا کیے جا رہے ہیں اور اس کے ساتھ انصاف ہو رہا ہے۔ ان تمام چیزوں کے اعتراف اور تسلیم کرنے کے باوجود بھی اگر اس کا صرف یہ اعتراض ہو کہ اس کے خاوند نے اس کی مرضی کے خلاف دوسرا نکاح کیوں کر لیا ہے یہی تنسیخ کے لیے کافی ہے اور عدالت صرف اس اعتراض پر پہلی بیوی کے نکاح فسخ کر دے گی۔ گویا دوسرا نکاح کر کے خاوند نے کوئی بڑا ظلم کیا ہے کہ دوسری بیوی بھی اس کی قانونی بیوی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کے نکاح کو عدالت میں تسلیم نہیں کیا جائے گا اور اس کا پہلا نکاح بھی فسخ ہو جائے گا۔ اس پر جرمانہ بھی ہوگا اور اسے ایک سال قید بھی کیا جائے گا۔

گویا پہلی بیوی اگر تنسیخ نکاح کے لیے دعویٰ دائر کردے تو اس طرح پہلی بیوی (جو قانونی تھی) بھی گئی اور دوسری بھی گئی۔ جرمانہ پانچ ہزار بھی ہوا۔ ایک سال قید کی سزا بھی ہوئی۔ حاصل یہ کہ دوسرا نکاح کر کے اس شخص نے کوئی بہت بڑا گناہ کیا ہے۔

خواتین سے ہمدردی کا اظہار

ان باتوں کے کہنے سے میرا مقصد یہ ہے اور میں انصاف سے کہتا ہوں کہ مجھے خواتین سے انتہائی ہمدردی ہے اور مجھے احساس ہے کہ موجودہ دور میں خواتین کے اوپر بڑے بڑے ظلم ہو رہے ہیں۔ میری بہنیں یہ بات دل سے نکال

دیں کہ علماء خواتین کے خلاف ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علماء ہمیشہ خواتین کے حقوق کے لیے لڑے ہیں۔ فرنٹیئر میں خواتین کو وراثت میں جو حق ملا ہے یہ وراثت بل انگریزوں کے زمانہ میں پاس ہوا تھا۔ وہاں کے علماء کرام نے عورتوں کی محرومی کے خلاف تحریک چلائی تھی اور کہا تھا کہ اگر عورتوں کو وراثت میں حق نہیں دو گے تو یہ اسلام کے خلاف ہے کفر ہے۔ عورتوں پر سراسر ظلم ہے۔ اس جرم کی پاداش میں ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے قاضی محمد جان صاحب مرحوم جو ایک بڑے عالم تھے اور اس تحریک کے حامی تھے۔ اندھیری رات میں ان کے گھر میں گھس کر وہاں کے غنڈوں اور بدمعاشوں نے ان کو شہید کر دیا۔ ان کا یہی جرم تھا کہ انہوں نے کہا تھا کہ جو شخص عورتوں کی وراثت سے انکار کرے وہ اسلام کا دشمن ہے۔ کافر ہے۔ اس لیے دیکھئے کہ علماء عورتوں کے حقوق کے لیے لڑے ہیں اور ان کو حق دلایا ہے اور ہم اب بھی کہتے ہیں کہ عورتیں ہماری مائیں ہیں' ہماری بہنیں ہیں' ہماری بیٹیاں ہیں' چودہ سو سال تک اسلام میں ہمیشہ مردوں نے ان کے حقوق کی حفاظت کی اور آئندہ بھی کریں گے۔

ہم ان سے پھر کہیں گے کہ آپ ہماری مائیں' بہنیں بیٹیاں ہیں۔ آپ اپنے حقوق اسلام کے دائرہ کے اندر رہ کر مانگیں۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن خدا کے لیے اسلام کے خلاف جو بھی غلطی سے قدم اٹھایا گیا ہے اس کو ختم کیجیے اور اس کمزوری کو دور کیجیے۔ جو کچھ بھی اسلام نے حق دیا ہے اور اسلامی شریعت نے جو حقوق دلائے ہیں وہ ان کو ضرور دلائے جائیں۔ وہ ہماری مائیں بہنیں ہیں۔ ہم ان کے حقوق کے لیے اسی طرح لڑیں گے۔ جیسے اپنے حقوق کے لیے لڑتے ہیں۔ اسلام کی تاریخ میں عورتوں اور مردوں کی حقوق پر کبھی لڑائی نہیں ہوئی۔ آج جو عورتوں کے حقوق کی لڑائی کی فضا پیدا ہوئی ہے یا کی گئی ہے وہ موجودہ دور اور یورپ کی تقلید کی پیداوار ہے۔ ہم اب بھی ان کے حقوق کے حامی ہیں جو اسلام نے ان کو دیے ہیں۔

ضمیمہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نکاح ثانی کے سلسلہ میں بے دینوں کی بددیانتی پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے۔ پہلے اسلام کے مسائل پر آریہ ہندو اور عیسائی اعتراضات کیا کرتے تھے۔ اب یہ ڈیوٹی مسلمان کہلانے والوں نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ دوسرے نکاح کا ہے۔ اگرچہ حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ نے اس پر کافی روشنی ڈال دی ہے مگر مخالفین کی ایک بددیانتی کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ صوبائی اسمبلی کے ایک گم کردہ راہ ممبر نے یہ کہا کہ حضرت علیؓ جب عمر بن ہشام کی لڑکی سے شادی کرنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا اور فرمایا کہ پہلے حضرت فاطمہ کو طلاق دیں تب دوسری شادی کریں۔ اس سے بہت سے لوگوں میں یہ کافرانہ خیال یا وسوسہ پیدا ہوا کہ حضور نے اپنی صاحبزادی پر سوکن کو گوارا نہ کیا تو اوروں کی بیٹیوں پر کیوں گوارا کیا۔ افسوس کہ یہ لوگ اپنی گمراہی میں حد سے بڑھ چکے ہیں۔ اس روایت کے نقل کرنے میں یہ لوگ پوری بددیانتی سے کام لیتے ہیں عمر بن ہشام ابوجہل کا نام ہے جس کی بیٹی کی پیشکش حضرت علی کو کی گئی تھی۔ یہ ابوجہل کا نام جان بوجھ کر چھپاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح سے اس لیے نہیں روکا تھا کہ دوسرا نکاح ناجائز ہے۔ بلکہ محض ابوجہل کی بیٹی ہونے کی وجہ سے روکا تھا جیسے باپ اپنے بیٹے کو کسی خاص جگہ رشتہ نہ کرنے دے۔

چنانچہ مسلم شریف میں یہ روایت موجود ہے جس میں آپ نے تصریح فرمائی ہے۔ لا اُحرِّمُ ما اَحلَّ اللّٰہُ (کہ میں اللہ کے حلال کو حرام نہیں کر سکتا) مگر دشمن خدا اور رسولِ خدا کی بیٹیاں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ ہمیں خدا کے رسولؐ نے صاف صاف ارشاد فرمایا کہ روکنے کی وجہ یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کے جائز کیے ہوئے نکاح ثانی میں حرام کر رہا ہوں بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ اس دشمن خدا کی بیٹی سے شادی نہ کی جائے۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کی پوری پوری تعمیل کی گئی۔ اگر آپ دوسری شادی کو روکتے تو اور سینکڑوں افراد کو کیوں نہ روکتے جن کی اس وقت متعدد بیویاں موجود تھیں۔ افسوس کہ یہ لوگ اپنے وسوسوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اتنا سوچنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے کہ کہیں ہماری خودساختہ منطق کی زد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ جا پڑے۔ یہ غلام احمد پرویز کا نیا دین ہے جس کو مسلمان کبھی قبول کو تیار نہیں ہیں۔ جو قبول کرے گا وہ منہ کی کھائے گا اور اہل اسلام میں ذلیل ہوگا۔

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان جو اکابر علماء دین اور اولیاء ملت کی سرپرستی میں ملک میں منظم طور پر ملک وملت کی خدمت کررہی ہے تمام دردمند مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس سے مل کر اس نازک وقت میں اسلام اور اسلامی روایات و شعائر کو بچانے کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے سامنے سرخرو ہوں۔ ہمارا ملک بھی تباہی سے تبھی بچ سکتا ہے کہ علماء کی رہنمائی میں تاجر، وکیل، زمیندار اور امیر وغریب مل کر ملک میں اسلامی قانون اور اسلامی تہذیب کو نافذ کرنے کی جدوجہد کریں۔ مسلمان صرف اسلام کے نام سے اکٹھے ہو سکتے ہیں اور اسلام ہی کی خاطر جہاد میں جانیں لڑا سکتے ہیں۔ اگر اسلام نہ رہا تو ملک سے روح نکل جائے گی۔ (العیاذ باللہ العظیم)

ہر عالم دین اور پڑھے لکھے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ غلط قیادتوں کی جگہ مسلمانوں کو جنگ اقتدار سے بچا کر اعلاء کلمۃ اللہ کے نصب العین پر مرکوز کرتے ہوئے اپنے آپ کو جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ کرے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(مولانا) غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ
ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

بشکریہ مولانا نا شیر محمد علوی (دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور)